• ستاونویں رات

جب ستاونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ سوداگر نزہت الزماں کے حسن و جمال سے شرماتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے میری آقا' تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تو میرا آج کا نام جاننا چاہتا ہے یا آج سے پہلے کا؟ سوداگر نے کہا' کیا ترا ایک آج کا نام ہے اور ایک آج سے پہلے کا؟ اس نے کہا کہ ہاں' میرا آج سے پہلے نزہت الزماں تھا اور آج غصہ الزماں ہے۔ جب سوداگر نے یہ سنا تو اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور کہنے لگا کہ کیا تیرا کوئی بھائی بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں ہے لیکن زمانے نے اس کو مجھ سے جدا کر دیا اور وہ بیت المقدس میں بیمار پڑا ہے۔ لڑکی کی اس شیریں کلامی پر سوداگر کو بڑا تعجب ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ بدو نے سچ کہا تھا۔ اب وہ اپنے بھائی اور اس کی بیماری اور غربت اور اس سے جدائی اور اس خیال سے کہ وہ بیمار ہے اور نہ معلوم کہ اس پر کیا گزری ہو گی اور اس بدو نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو اور اپنے ماں باپ اور وطن سے دوری کو یاد کرنے لگی اور آنسو اس کے رخسار پر بہنے لگے اور وہ رونے لگی۔ سوداگر بھی رو پڑا اور چاہتا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو پونچھے مگر اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' ایسا نہ کر۔ جب اس نے تاجر کے سامنے اپنا چہرہ چھپا لیا تو بدو بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کے آنسو پونچھنا چاہتا ہے اور اسے گمان ہوا کہ لڑکی سودا کرنے سے اسے روکنا چاہتی ہے اور وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اونٹ کی نکیل اٹھا کر اس کے کاندھے پر اس زور سے ماری کہ وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑی اور زمین کی کنکریاں اس کی بھوؤں میں چبھ گئیں اور وہ پھٹ گئیں اور خون ان میں سے نکل کر اس کے چہرے پر بہنے لگا۔ اس پر وہ زور سے چلائی اور بے ہوش ہو گئی اور رونے لگی اور

سوداگر بھی اس کے ساتھ رونے لگا۔

سوداگر نے اپنے دل میں کہا کہ میرے اوپر فرض ہے کہ اس کو خرید لوں خواہ اس کے برابر تول کر سونا ہی کیوں نہ دینا پڑے اور اس ظالم کے پنجے سے اسے نجات دوں۔

وہ بے ہوش پڑی تھی اور سوداگر بدو کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے چہرے سے آنسو اور خون پونچھا اور اپنے سر پر پٹی باندھی اور نظر اوپر کی طرف اٹھا کر غمزدہ دل سے خدا کے سامنے دست بہ دعا ہوئی۔ جب وہ دعا مانگ چکی تو سوداگر کی طرف مخاطب ہو کر دھیمی آواز سے کہنے لگی کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ مجھے اس ظالم کے پاس مت چھوڑ جو خدا کو بھی نہیں پہچانتا۔ اگر میں آج کی رات اور اس کے پاس رہ گئی تو خودکشی کر لوں گی۔ مجھے اس سے نجات دے' خدا تجھے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔ تاجر اٹھا اور بدو سے کہنے لگا کہ اے شیخ العرب' یہ تیرے مطلب کی نہیں ہے' جس قیمت میں تو چاہے اسے میرے ہاتھ بیچ ڈال۔ بدو نے کہا کہ اسے لے جا اور مجھے اس کے دام دے دے ورنہ میں اسے لے جا کر اپنے خیمے میں چھوڑ آؤں گا تاکہ وہ لیدر بٹورے اور اونٹ چرائے۔ سوداگر نے کہا کہ میں تجھے پچاس ہزار دینار دوں گا۔ بدو نے کہا کہ خدا نے ابتدا تو ٹھیک کی ہے۔ سوداگر نے کہا کہ ستر ہزار دینار۔ بدو نے کہا کہ خدا اور زیادہ کرے' یہ تو سرمائے سے بھی کم ہے کیونکہ نوے ہزار دینار کی تو وہ میرے یہاں جو کی روٹی کھا چکی ہے۔ سوداگر نے کہا کہ تو اور تیرے خاندان اور قبیلے نے عمر بھر میں ایک ہزار دینار کے جو بھی نہ کھائے ہوں گے مگر میں تجھ سے آخری بات کہنا چاہتا ہوں اور اگر تو نے اسے نہ مانا تو میں دمشق کے والی سے جا کر تیری شکایت کروں گا اور وہ تجھ سے زبردستی چھین لے گا۔ بدو نے کہا کہ بول۔ سوداگر نے کہا کہ ایک لاکھ دینار۔ بدو نے کہا کہ منظور ہے اور ان داموں سے میں کم از کم نمک خرید سکوں گا۔ سوداگر یہ سن کر ہنس پڑا اور گھر جا کر دام لایا اور بدو کو دیئے۔ بدو نے دام لے کر اپنے دل میں کہا کہ اب مجھے ضرور بیت المقدس جا کر اس کے بھائی کو بھی لا کر بیچنا چاہیے۔ یہ کہہ

کر وہ سوار ہوا اور روانہ ہو گیا اور بیت المقدس پہنچ کر سرائے میں گیا اور پوچھا کہ اس کا بھائی کہاں ہے لیکن وہ نہ ملا۔ یہ تو بدو کا قصہ ہوا۔ اب سوداگر اور نزہت الزماں کا ماجرا سنئے۔ جب اس نے اسے خرید لیا تو اس کے اوپر اپنے لباس میں سے ایک کپڑا ڈال کر اسے اپنے گھر لے گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- **اٹھاونویں رات**

جب اٹھاونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب سوداگر نے نزہت الزماں کو بدوی سے اپنی تحویل میں لیا تو وہ گھر گیا اور اسے نہایت نفیس کپڑے پہنائے اور اسے لے کر بازار گیا اور جو جو زیور اس نے کہا' اس کے لیے خریدا اور انہیں اطلس کے ایک بقچے میں رکھا اور نزہت الزماں کے سامنے پیش کر کے کہا کہ یہ سب تیرا ہے اور میں تجھ سے محض یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تجھے لے کر دمشق کے والی کے پاس جاؤں تو اس سے یہ کہہ دیجیو کہ میں نے تجھے کتنے میں خریدا ہے اگرچہ وہ تیری حیثیت سے بہت کم ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچوں اور وہ تجھے خرید لے تو اس سے کہیو کہ میں نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور اس سے میرے لیے ایک شاہی پروانہ لے لیجیو جو میں اس کے باپ بغداد کے بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس لے جاؤں تاکہ وہ میرے کپڑوں اور دوسری سوداگری کی چیزوں پر چنگی معاف کر دے۔ جب لڑکی نے یہ باتیں سنیں تو وہ رونے اور چلانے لگی۔ سوداگر نے کہا کہ اے میری آقا' میں دیکھتا ہوں کہ جونہی میں نے بغداد کا ذکر کیا' تیری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کیا وہاں کوئی شخص ہے جس سے تجھے محبت ہے' بتا کہ وہ سوداگر ہے یا کوئی اور۔ کیونکہ میں وہاں کے تمام سوداگروں وغیرہ کو جانتا ہوں اور اگر تجھے کوئی خط بھیجنا ہو تو میں پہنچا دوں گا۔ لڑکی نے کہا کہ میں وہاں کسی سوداگر وغیرہ کو نہیں جانتی بلکہ بغداد کے بادشاہ عمر بن النعمان کو جانتی ہوں۔ سوداگر یہ بات سن کر ہنس پڑا اور بہت خوش ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ خدا کی قسم' میری مراد بر آئی! پھر اس نے لڑکی سے کہا کہ کیا تو کبھی اس کے سامنے پیش کی گئی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں' بلکہ میں نے اور اس کی بیٹی نے ساتھ ساتھ تربیت پائی ہے اور وہ مجھے بہت عزیز رکھتا اور میری بڑی عزت کرتا تھا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ بادشاہ عمر

بن النعمان تیری خواہش کے مطابق تجھے پروانہ دے دے تو قلم دوات لا' تجھے میں خط لکھ دوں گی۔ جب تو بغداد پہنچیو تو محض بادشاہ کے ہاتھ میں یہ خط دیجیو اور اس سے کہیو کہ تیری لونڈی نزہت الزماں کو لیل و نہار کی گردش نے ذلیل کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ ایک کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ بک رہی ہے اور وہ تجھے سلام بھیجتی ہے اور اگر وہ پوچھے کہ میں کہاں ہوں تو کہیو کہ دمشق کے والی کے پاس ہوں۔

سوداگر کو اس کی شیریں بیانی پر تعجب ہوا اور اس کی محبت اس کے دل میں بیٹھ گئی اور وہ کہنے لگا کہ میرا گمان ہے کہ لوگوں نے تیری عقل اور دانش سے فائدہ اٹھانا چاہا ہے اور دولت حاصل کرنے کے لیے تجھے بیچا ہے۔ کیا تجھے قرآن حفظ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں اور میں حکمت اور طب میں مقدمتہ المعرفہ اور جالینوس حکیم کی شرح فصول بقراط سے واقف ہوں اور میں نے خود بھی اس کی شرح لکھی ہے۔ میں نے تذکرہ پڑھا ہے اور برہان کی شرح لکھی ہے۔ مفردات ابن البیطار کا مطالعہ کیا ہے اور ابن سینا کے قانون پر مباحثہ کیا ہے اور اس کے رموز حل کئے ہیں اور مشکل باتوں کی تشریح کی ہے اور پیمائش کے علم پر مباحثہ کیا ہے اور تشریح الابدان میں کمال حاصل کیا ہے اور شافعی مذہب کی کتابیں پڑھی ہیں اور حدیث اور نحو پر عبور ہے اور ہر علم میں مناظرہ کیا ہے۔ منطق اور بیان اور حساب اور زائچے میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور روحانی علوم اور صوم و الصلوہ کے اوقات سے واقف ہوں اور ان تمام علوم میں کافی دسترس ہے۔ اس کے بعد اس نے سوداگر سے کہا کہ قلم دوات لا تاکہ میں تیرے لیے ایک تحریر لکھ دوں جو تجھے سفر میں کام دے اور جس کی وجہ سے تجھے اور کسی راہداری کے پروانے کی ضرورت نہ پڑے۔

جب سوداگر نے اس کی باتیں سنیں تو واہ واہ چلا اٹھا اور کہنے لگا کہ کیسا خوش قسمت ہے وہ شخص جس کے محل میں تو ہو۔ یہ کہہ کر وہ دوات اور کاغذ اور پیتل کا قلم لایا اور اس کے سامنے پیش کر کے زمین کو تعظیماً چوما اور نزہت الزماں نے کاغذ اٹھایا

اور قلم لے کر لکھنا شروع کر دیا۔ جب وہ چند اشعار لکھ چکی تو اس کے بعد یہ لکھا کہ یہ اس کا کلام ہے جس کو تفکرات نے ہلاک کر دیا اور بیداری نے گھلا دیا اور اس پر ظلم کیا ہے۔ اسے کوئی روشنی نہیں دکھائی دیتی اور رات اور دن میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ وہ جدائی کی خواب گاہ میں کروٹیں بدلتی اور آنکھوں میں بیداری کا سرمہ لگاتی ہے۔ ستاروں کی پاسبانی کرتی اور تاریکی کا ساتھ دیتی ہے۔ فکر اور کمزوری نے اسے گھلا دیا ہے اور اس کی تشریح بہت طول طویل ہے اور سوائے آنسوؤں کے اس کا کوئی رفیق نہیں۔" اس کے بعد وہ رونے لگی اور آنسو جاری ہو گئے۔ پھر اس نے خط کے پائیں میں لکھا کہ "یہ اس کا خط ہے جو خاندان اور وطن سے دور پڑی ہے اور جس کا دل غم زدہ ہے۔ یعنی نزہت الزماں۔"

اس کے بعد اس نے خط لپیٹ کر سوداگر کو دے دیا۔ سوداگر نے اسے لے کر بوسہ دیا اور اس کا مضمون پڑھ کر خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے تیری تصویر بنائی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• انسٹھ ویں رات

جب انسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ نزہت الزماں نے خط لکھ کر سوداگر کو دیا۔ اس نے لے لیا اور پڑھا اور مضمون سے واقف ہوا اور کہنے لگا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے تیرا نقشہ کھینچا۔ اب وہ اس کا احترام اور زیادہ کرنے لگا اور دن بھر اس کے ساتھ نرمی سے پیش آتا۔ جب رات ہوئی تو وہ بازار گیا اور کچھ کھانا لا کر اسے کھلایا۔ پھر اسے حمام لے گیا اور ایک غسالہ کو اس کے لیے لایا اور اس سے کہنے لگا کہ جب تو اس کا سر دھلانے سے فارغ ہو جائیو تو اسے کپڑے پہنائیو اور مجھے خبر کیجیو۔ غسالہ نے کہا کہ بسر و چشم۔ اب وہ جا کر کھانا اور میوے اور موم بتیاں لایا اور یہ سب حمام کی چوکی پر رکھ دیا۔ جب غسالہ اسے نہلا چکی تو اسے کپڑے پہنائے اور وہ حمام سے نکل کر چوکی پر بیٹھ گئی اور غسالہ کو بھیجا کہ سوداگر کو خبر کر دے اور دیکھا کہ دسترخوان حاضر ہے اور اس نے اور غسالہ نے مل کر کھانا اور میوے کھائے اور جو باقی بچ رہا وہ نہلانے والے اور حمام کے چوکیدار کو دے دیا۔ اس کے بعد وہ سو گئی اور سوداگر اس سے دور دوسری جگہ جا کر سو رہا۔ جب وہ سو کر اٹھا تو اس نے نزہت الزماں کو جگایا اور ایک نفیس قمیض اسے پیش کش کی اور ایک کوفی دوپٹہ جو اس نے ایک ہزار دینار میں خریدا تھا اور ایک زرکش ترکی جوڑا اور سرخ سونے کے زرکش موزے جس میں موتی اور جواہرات ٹکے ہوئے تھے' اور اس کے کان میں موتی جڑی ہوئی بالیاں پہنائیں جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی اور اس کی گردن میں ایک سونے کی ہنسلی پہنائی جو اس کے سینے کے دونوں اناروں کے درمیان پہنچتی تھی اور ایک ہار عنبر کا جو اس کے سینے اور ناف کے درمیان تک پہنچتا تھا۔ اس ہار میں دس قمقمے اور نو ہلال تھے اور ہر ہلال کے بیچ میں یاقوت کا ایک ایک نگینہ اور ہر قمقمے میں بلخش تھا۔ اس ہار کی قیمت تین ہزار دینار تھی اور ہر قمقمہ

بیس ہزار درہم کا تھا۔
الغرض اس کی ساری پوشاک اور زیور کی قیمت بے حساب تھی۔ جب وہ کپڑے اور زیور پہن چکی تو سوداگر نے کہا کہ سنگار کر اور اس نے بہترین سنگار کیا اور اپنی آنکھوں پر ایک جالی ڈالی اور چل دی اور سوداگر آگے آگے چلتا تھا۔ جب لوگ اس کو دیکھتے تو اس کے حسن و جمال پر مبہوت ہو کر رہ جاتے اور کہتے کہ تبارک اللہ احسن الخالقین! کیسا بختاور ہے وہ شخص جس کے پاس یہ لڑکی ہے! سوداگر آگے آگے چلا جاتا تھا اور لڑکی پیچھے پیچھے یہاں تک کہ وہ شہزادے شرکان کے پاس پہنچ گئے۔ جب سوداگر شہزادے کے سامنے آیا تو اس نے زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ اے نیک سیرت بادشاہ' میں تیرے لیے ایک ہدیہ لایا ہوں' جس کے اوصاف عجیب و غریب ہیں اور جس کی مثال ناپید ہے اور جس میں ظاہر اور باطنی خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ شہزادے نے کہا کہ اسے لا تاکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ سوداگر باہر جا کر اسے اپنے پیچھے پیچھے لے آیا اور لا کر شہزادے شرکان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ جب اس نے لڑکی کو دیکھا تو خون کو خون کی طرف کشش ہوئی۔ وہ اس وقت بچہ تھی جب شرکان اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا اور اس نے اسے نہ دیکھا تھا' کیونکہ اس کی پیدائش کے بعد اسے اس بات کا علم ہوا تھا کہ اس کی ایک بہن ہے' جس کا نام نزہت الزماں ہے اور ایک بھائی ہے جس کا نام ضوء المکان ہے اور حکومت کی خاطر وہ اس سے بغض رکھتا ہے یہی سبب تھا کہ وہ ان سے واقف نہ تھا۔
جب سوداگر نے لڑکی کو اس کے سامنے پیش کیا تو وہ کہنے لگا کہ جہاں پناہ' علاوہ اس کے کہ وہ اتنی حسین ہے کہ آج اس کی نظیر دنیا میں نہیں وہ تمام دینی اور دنیوی اور سیاسی اور ریاضی علوم میں ماہر ہے۔ شہزادے نے سوداگر سے کہا کہ جتنے میں تو نے اسے خریدا ہے' اتنی قیمت مجھ سے لے لے اور اسے یہاں چھوڑ جا۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم' لیکن مجھے ایک پروانہ لکھ دے کہ میری تجارت کا دسواں حصہ نہ لیا جائے۔ شہزادے نے کہا کہ یہ تو ظاہر ہے لیکن یہ بتا کہ تو نے اس کی کتنی قیمت

تول کر دی ہے۔ سوداگر نے جواب دیا کہ ایک لاکھ دینار اور ایک لاکھ دینار کے اس کے کپڑے اور زیور ہیں۔ جب شہزادے نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ میں اس سے زیادہ تجھے دوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے خزانچی کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ اس سوداگر کو تین لاکھ بیس ہزار دینار دے دے تا کہ اس کو ایک لاکھ بیس ہزار دینار کا فائدہ ہو۔ اب شہزادہ شرکان نے چارہ گواہوں کو طلب کر کے اس کے سامنے سوداگر کو دام دے دیئے اور گواہوں سے کہنے لگا کہ میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کنیز کو آزاد کیا اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر گواہوں نے آزادی کا پروانہ لکھ دیا اور اس کے بعد نکاح نامہ۔ اب شہزادے نے حاضرین کے سر سے بہت سی اشرفیاں نچھاور کیں اور جو وہ نچھاور کرتا جاتا غلام اور نوکر اس کو اٹھاتے جاتے۔ سوداگر کو مال دینے کے بعد شہزادے شرکان نے حکم دیا کہ اسے ایک پروانہ دے دیا جائے کہ اس کی تجارت پر نہ دسواں حصہ لیا جائے اور نہ چنگی اور سارے ملک میں اسے کوئی شخص نقصان نہ پہنچائے۔ اس کے بعد اس نے سوداگر کو ایک قیمتی خلعت عطا کی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پوری ساٹھویں رات

جب پوری ساٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- شہزادہ شرکان نے سوداگر کو مال دینے کے بعد تحریراً ایک غیر متعین وقت کے لیے پروانہ دے دیا کہ وہ اپنی تجارت کا دسواں حصہ نہ دے اور ملک میں اسے کوئی شخص اذیت نہ پہنچائے اور اسے ایک قیمتی خلعت عطا کی۔ اس کے بعد سب حاضرین وہاں سے چلے گئے اور سوائے گواہوں اور سوداگر کے کوئی باقی نہ رہا۔ شرکان نے گواہوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس لڑکی کی گفتگو علم اور آداب کے متعلق سنو جس کا دعوی اس سوداگر نے کیا ہے تاکہ اس کی سچائی ظاہر ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ شرکان نے حکم دیا کہ میرے اور میرے ساتھیوں اور اس لڑکی اور اس کی ساتھیوں کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے۔ پردے کے پیچھے تمام عورتیں جو لڑکی کے ساتھ تھیں، اسے مبارک باد دینے اور اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگیں کیونکہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ وہ شہزادے کی بیوی ہو چکی ہے۔ اب وہ سب لڑکی کے گرد جمع ہو گئیں اور اس کے کپڑے اتار کر اسے بوجھ سے ہلکا کیا اور اس کے حسن و جمال کو دیکھنے لگیں۔ اب امرا اور وزرا کی بیویوں کو خبر ہوئی کہ شہزادہ شرکان نے ایک ایسی کنیز کو خریدا ہے، جس کا جواب خوبصورتی اور علم و حکمت اور حساب دانی میں نہیں اور جو تمام علوم میں ماہر ہے اور جس کی قیمت اس نے تین لاکھ بیس ہزار دینار تول کر دیئے ہیں اور اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح نامہ لکھوا لیا ہے اور چاروں گواہوں کو اس کے امتحان کے لیے طلب کیا ہے تاکہ وہ اس کے سوالوں کا جواب دے اور وہ اس سے مناظرہ کریں۔ اس پر ان عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں سے اجازت لی اور اس محل میں گئیں جہاں نزہت الزماں تھی۔ جب وہ وہاں پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ نوکر چاکر ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑے ہیں۔ جب اس نے وزرا اور امرا

کی اور اراکین کی بیویوں کو اپنے پاس آتے دیکھا تو وہ کھڑی ہو گئی اور ان کا خیر مقدم کیا اور کنیزیں اس کے پیچھے تھیں اور وہ عورتوں کو مرحبا کہتی جاتی اور ان کے سامنے مسکراتی جاتی تھی۔ اس طرح اس نے ان کے دلوں پر قبضہ کر لیا اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا وعدہ کیا اور ان کو درجہ بدرجہ بٹھایا گویا کہ اس کی تربیت ان کے ساتھ ہوئی تھی۔

حسن و جمال کے ساتھ اس کی عقل اور آداب دانی پر عورتوں کو بڑا تعجب ہوا اور وہ ایک دوسرے سے کہنے لگیں کہ یہ تو کنیز نہیں معلوم ہوتی بلکہ کسی بادشاہ کی بیٹی شہزادی ہے۔ اب وہ اس کی تعظیم کرتی ہوئی بیٹھ گئیں اور اس سے کہنے لگیں کہ اے ہماری آقا' تیری وجہ سے ہمارا شہر نورانی ہو گیا اور تو نے ہمارے ملک اور مکانوں اور وطنوں اور حکومت کو شرف بخشا۔ یہ ملک تیرا ملک اور یہ محل تیرا محل ہے اور ہم سب تیری لونڈیاں ہیں۔ ہمیں اپنے احسانات اور اپنے حسن کے دیدار سے محروم نہ کیجیو۔ لڑکی نے اس پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں اور پردے کے ایک طرف اور اس کے ساتھ کی بیویاں تھیں اور دوسری طرف شرکان اور چاروں گواہ اور وہ سوداگر اور وہ سب شہزادے کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اب شہزادہ شرکان نے لڑکی کو آواز دی کہ اے عالی قدر ملکہ' یہ سوداگر تیرے علم اور ادب کی تعریف کرتا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ تو ہر فن مولیٰ ہے حتیٰ کہ نجوم میں بھی دسترس رکھتی ہے لہٰذا جو کچھ تو نے اس سوداگر سے بیان کیا ہے' اس میں سے کچھ ہمیں بھی سنا اور ہر ایک میں سے تھوڑا تھوڑا بیان کر۔

جب اس نے یہ سنا تو کہنے لگی کہ بسر و چشم' اے بادشاہ! اس میں سب سے پہلا باب سیاست اور ملکی آداب کا ہے اور اس بات کا کہ شرعی حاکموں کے لیے کن باتوں کی ضرورت ہے اور اچھے اخلاق سے پہلے ان پر کیا چیز لازم ہے۔ سن' اے بادشاہ' اخلاق کی خوبیاں دین اور دنیا کا مجموعہ ہیں۔ بغیر دنیا کے توسط سے کسی شخص کی رسائی دین

تک نہیں ہوتی کیونکہ وہ آخرت کا بہترین راستہ ہے اور دنیا کا کام بغیر دنیا والوں کے افعال کے' منتظم نہیں ہوتا اور انسان کا فعل چار حصوں پر منقسم ہے: حکومت اور تجارت اور زراعت اور صناعت' حکومت کے لیے مکمل سیاست اور سچی فراست کی ضرورت ہے کیونکہ حکومت کا دارومدار ہے دنیا کے معمور ہونے پر جو کہ آخرت کا راستہ ہے۔ خدا نے دنیا کو اپنے بندوں کے لیے اس طرح بنایا ہے جیسے کہ مقصد تک پہنچنے کے لیے مسافر کے واسطے راہ کا کھانا پینا۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ دنیا سے محض اتنا لے کہ وہ اسے خدا تک پہنچا دے' نہ اتنا جتنا کہ اس کے نفس کی خواہش کا مقتضا ہے۔ اگر لوگ دنیا کو انصاف سے تقسیم کریں تو سارا جھگڑا مٹ جائے لیکن وہ اس کو ظلم اور ہوا و ہوس کی بنا پر تقسیم کرتے ہیں اور اس انہماک کی وجہ سے دشمنی پیدا ہوتی ہے اور ان کو حاکم کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ ان کے درمیان انصاف کرے اور ان کے معاملات کو سنبھالے۔ اگر بادشاہ لوگوں کو روکے نہ رکھیں تو قوی ضعیف کو دبا ڈالے۔ اردشیر نے کہا ہے کہ دین اور ملک جڑواں اولاد ہیں۔ دین خزانہ ہے اور ملک خزانچی۔ تمام شریعتیں اور عقل اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ لوگوں پر لازم ہے کہ ان کا ایک بادشاہ ہو جو مظلوم کو ظالم سے بچائے اور قوی کے مقابلے میں کمزور کے ساتھ انصاف کرے اور ظالم اور باغی کی روک تھام رکھے۔

اے بادشاہ' سن' زمانے کا دارومدار بادشاہ کے نیک چال چلن پر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان میں دو چیزیں ہیں۔ اگر وہ ٹھیک ہیں تو لوگ ٹھیک ہو جاتے ہیں اور اگر وہ بگڑ جائیں تو لوگ بگڑ جاتے ہیں: علماء اور امراء۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ بادشاہ تین طرح کے ہوتے ہیں: دین کا بادشاہ اور حلال و حرام کی محافظت کا بادشاہ اور اپنی ہوا و ہوس کا بادشاہ۔ دین کا بادشاہ اپنی رعیت کو ان کے دین کی پیروی پر مجبور کرتا ہے' اس لیے ضروری ہے کہ وہ خود سب سے زیادہ دین دار ہو کیونکہ لوگ دین کے معاملے میں اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ

جو کچھ شرعی احکام کی بنا پر حکم دے' اسے لوگ مانیں۔ علاوہ اس کے اس کو چاہیے کہ راضی اور ناراض میں فرق نہ کرے کیونکہ اسے قسمت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

حلال و حرام کی محافظت کا بادشاہ دین و دنیا کے معاملات کا حاکم ہوتا ہے اور وہ لوگوں کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ شرع کی پیروی اور انسانی حقوق کی محافظت کریں۔ اس کو قلم اور تلوار دونوں پر حاوی ہونا چاہیے۔ جو شخص قلم کی تحریر کو نہیں مانتا اس کا قدم ڈگمگانے لگتا ہے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ تلوار کی دھار سے اس کا ٹیڑھا پن نکالے اور تمام لوگوں میں انصاف کا دور دورہ کرے۔

اب رہا اپنے ہوا و ہوس کا بادشاہ۔ سوائے نفس پرستی کے' اس کا کوئی دین نہیں۔ وہ اپنے خدا سے' جس نے اسے بادشاہ بنایا ہے' نہیں ڈرتا۔ اس لیے اس کی حکومت روبہ انحطاط ہوتی ہے اور اس کے غرور کا نتیجہ تباہی۔ حکیموں کا قول ہے کہ بادشاہ کو بہت سے لوگوں کی ضروت ہوتی ہے مگر ان سب کو محض ایک کی۔ اس لیے ضرورت ہے کہ وہ ان کی عادتوں سے واقف ہو تاکہ وہ ان کے اختلاف کو موافقت سے بدل دے اور سب کے ساتھ انصاف سے پیش آئے اور اپنے احسان سے انہیں مالا مال کر دے۔

اے بادشاہ' سن' اردشیر کو لوگوں نے تیز انگارے کا لقب دیا ہے اور وہ فارس کے بادشاہوں میں سے تیسرا بادشاہ ہے جو تمام اقلیموں کا مالک تھا اور اس نے انہیں چار حصوں میں تقسیم کیا تھا اور اس وجہ سے اس نے چار مہریں بنوائی تھیں' ہر قسم کے لیے ایک جدا مہر۔

پہلی مہر سمندر اور پولیس اور مدافعت کی تھی اور اس کے اوپر کندہ تھا ------- نیابت

دوسری مہر خراج اور مال کے ادخال کی تھی اور اس پر کندہ تھا ------- عمارت

تیسری مہر کھانے پینے کے سامان کی تھی' اس پر کندہ تھا ------- ارزانی

چوتھی مظالم کی مہر تھی اس پر کندہ تھا ------- انصاف

یہ دستور فارس میں اسلام کے آنے تک قائم رہا۔ کسریٰ نے اپنے بیٹے کو جب کہ وہ لشکر کشی کر رہا تھا' لکھا تھا کہ اپنے لشکر کو بہت زیادہ مت دے کیونکہ اس کی

وجہ سے وہ تجھ سے مستغنی ہو جائیں گے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## اکسٹھویں رات

جب اکسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ کسریٰ نے اپنے بیٹے کو لکھا کہ اپنے لشکر کو بہت مت دے ورنہ وہ تجھ سے مستغنی ہو جائیں گے اور نہ ان کے ساتھ کنجوسی کر' ورنہ تیری شکایت کریں گے۔ سوچ سمجھ کر ان کے ساتھ بخشش کر اور بغیر احسان رکھے ان کو دے۔ ارزانی کے وقت ان کو زیادہ دے اور گرانی کے وقت ان پر تنگی مت کر۔ کہتے ہیں کہ ایک بدو' خلیفہ منصور کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اپنے کتے کو بھوکا رکھ تا کہ وہ تیرے پیچھے پیچھے آئے۔ جب منصور نے یہ سنا تو اسے بدو پر غصہ آیا۔ ابوالعباس ملوسی کہنے لگا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا اسے روٹی کا ٹکڑا دکھا کر اپنے پیچھے کر لے اور کتا تیرا ساتھ چھوڑ دے۔ اس پر منصور کا غصہ جاتا رہا اور وہ سمجھ گیا کہ اسے بدو کی بات کا برا نہ ماننا چاہیے اور اسے انعام دیا اور اے بادشاہ' سن' جب عبدالملک بن مروان نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو مصر بھیجا تو اسے ایک خط میں یہ لکھا کہ اپنے کاتبوں اور حاجبوں کا خیال رکھ کیونکہ کاتب تجھے تیرے حقوق کی خبر دیتے رہتے ہیں اور حاجب رسم اور دستور کی۔ اور جو شخص تجھ سے دور ہے' وہ تجھے تیری فوج کی خبر دے گا۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی نوکر رکھتے تو اس سے چار شرطیں طے کر لیتے۔ اول یہ کہ وہ لادو جانوروں پر سواری نہ کرے' دوم یہ کہ وہ مہین کپڑا نہ پہنے' سوم یہ کہ وہ لوٹا ہوا مال نہ کھائے اور چہارم یہ کہ نماز وقت سے' دیر کر کے نہ پڑھے۔ مثل ہے کہ کوئی مال عقل سے زیادہ کھرا نہیں اور کوئی عقل تدبیر اور سمجھ سے بڑھ کر نہیں اور کوئی سمجھ تقویٰ کے برابر نہیں اور کوئی خدائی تقرب کا ذریعہ' نیک اخلاق سے زیادہ نہیں اور کوئی میزان' ادب سے بڑھ کر نہیں اور کامیابی سے بڑھ کر کوئی فائدہ نہیں اور نیک عمل کے مانند کوئی دوسری تجارت نہیں اور خدا کے ثواب کی طرح کوئی

اور فائدہ نہیں اور سنت کی حدوں پر قائم رہنے کی طرح کوئی اور پرہیزگاری نہیں اور غور و فکر سے بڑھ کر کوئی علم نہیں اور فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں

اور حیا کے برابر کوئی ایمان نہیں اور تواضع سے زیادہ کوئی حسب نسب نہیں اور علم کے مقابلے میں کوئی اور شرف نہیں۔ لہٰذا اپنے دماغ اور خیالات کی حفاظت کر اور اپنے پیٹ اور کھانے سے خبردار رہ اور موت اور مصیبت کو مت بھول۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی خباثت سے بچو اور ان سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور کسی بات میں ان سے مشورہ مت کرو اور ان کے ساتھ بھلائی میں کوتاہی مت کرو تاکہ ان کو دغا بازی کا خیال نہ آئے۔ انہیں کا یہ بھی مقولہ ہے کہ جس نے میانہ روی کو ترک کیا' اس کی عقل زائل ہو گئی اور اس کے اور اصول بھی ہیں جن کو اگر خدا نے چاہا تو میں پھر بیان کروں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں: ایک دین دار عورت' خدا سے ڈرنے والی بہت پیار کرنے والی اور اولاد پیدا کرنے والی۔ یہ زمانے کے مقابلے میں اپنے شوہر کا ساتھ دیتی ہے اور شوہر کے مقابلے میں زمانے کا ساتھ نہیں دیتی۔ دوسری' وہ جس کی خواہش محض اولاد کی خاطر کی جاتی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ تیسری' ایک طوق ہے جس کو خدا جس کی گردن میں چاہتا ہے' ڈال دیتا ہے اور مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنی سمجھ سے کام لیتا ہے' جب اس کے سامنے کوئی رائے پیش کی جاتی ہے۔ دوسرا اس سے زیادہ سمجھ دار ہے اور وہ شخص ہے کہ اگر اسے کوئی امر درپیش اۓ اور اس کا انجام اس کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ عقلمند لوگوں کے پاس جاتا ہے اور ان کی رائے پر چلتا ہے۔ تیسرا مخبوط ہے جس کو نہ تو خود سیدھا راستہ معلوم ہوتا ہے نہ راہبر کی اطاعت کرتا ہے۔

دوسرا باب عدل ہے اور اس کا ہر چیز میں ہونا لازمی ہے حتیٰ کہ کنیزوں کو بھی عدل کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق ڈاکوؤں کا حال بطور مثال کے پیش کیا جاتا ہے جن کی زندگی کا دارومدار ہی لوگوں کے ساتھ ظلم کرنے پر ہے۔ اگر وہ آپس میں انصاف

نہ کریں اور حصہ بخرا کرنے میں عدل سے کام نہ لیں تو ان کا سارا نظام بگڑ جائے۔

منجملہ ان کے اور سب سے بڑھ کر درجے والا کریم اور نیک خلق ہے۔ اس کے بعد نزہت الزماں بادشاہوں کی سیاست پر دیر تک تقریر کرتی رہی یہاں تک کہ حاضرین سے رہا نہ گیا اور کہنے لگے کہ ہم نے آج تک اس لڑکی کی طرح کسی کو سیاست کے بارے میں تقریر کرتے نہیں سنا۔ امید ہے کہ وہ ہمیں اب کچھ اور سنائے گی۔

جب نزہت الزماں نے ان کی باتیں سنیں اور اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں تو وہ کہنے لگی کہ دوسرا باب آداب کا ہے اور اس میں بہت گنجائش ہے کیونکہ وہ تمام کمالات کو مجمع ہے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ معاویہ کے پاس اس کے ندیموں میں سے ایک شخص آیا اور عراق والوں اور ان کی سمجھ داری کا ذکر کرنے لگا اور اس کی بیوی میسون یزید کی ماں ان کی باتیں سن رہی تھی۔ جب وہ چلا گیا تو میسون نے کہا کہ اے امیرالمومنین' میں چاہتی ہوں کہ تو عراقیوں میں سے بعض لوگوں کو بلائے تاکہ وہ تجھ سے گفتگو کریں اور ان کی باتیں سنوں۔ معاویہ نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو دروازے پر اس وقت کون ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ بنو تمیم کے قبیلے کے لوگ۔ اس نے کہا کہ اندر بلا لاؤ اور وہ اندر آئے اور ان کے ساتھ احنف بنی قیس تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ میرے قریب آ' اے ابو بحر اور دونوں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اس طرح سے کہ میسون ان دونوں کی باتیں سن سکے۔ معاویہ نے کہا کہ تیرا مشورہ میرے لیے کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مانگ نکال اور مونچھوں کو چھوٹا کر اور ناخن کٹوا اور بغل کے بال نوچ اور ناف کے نیچے کے بال مونڈ اور ہمیشہ مسواک کیا کر کیونکہ اس میں بہتر فضیلتیں ہیں اور جمعے کے دن نہانے سے دونوں جمعوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- باسٹھویں رات

جب باسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ احنف بن قیس نے معاویہ سے کہا کہ ہمیشہ مسواک کیا کر۔ کیونکہ اس میں بہتر فضیلتیں اور جمعے کا نہانا دنوں جمعوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ معاویہ نے کہا کہ تیرا مشورہ خود اپنے متعلق کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں زمین پر اپنے پاؤں کے بل چلوں اور انہیں آہستہ آہستہ اٹھاؤں اور ان کو خود اپنی آنکھ سے دیکھوں۔ معاویہ نے کہا کہ جب تو اپنی قوم میں سوائے سرداروں کے کسی اور سے ملتا ہے تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں حیا سے سر نیچا کر لیتا ہوں اور خود پہلے سلام کرتا ہوں اور جس بات سے میری کوئی غرض نہیں ہوتی' اس کا ذکر نہیں کرتا اور باتیں کم کرتا ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ اور اگر تو اپنے برابر والے کے پاس جاتا ہے تو کیا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب وہ کچھ کہتے ہیں تو میں کان لگا کر سنتا ہوں اور اگر وہ سخت کلامی کرتے ہیں تو میں سخت کلامی نہیں کرتا۔

پھر معاویہ نے کہا کہ اگر اپنے سرداروں کے پاس جاتا ہے تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ بغیر ان کی طرف سے اشارے کے' سلام کرتا ہوں اور جواب کا انتظار کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے قریب بلاتے ہیں تو میں ان کے قریب جاتا ہوں اور اگر وہ مجھے دور رکھنا چاہتے ہیں تو میں ان سے دور رہتا ہوں۔ پھر معاویہ نے پوچھا کہ تو اپنی بیوی کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین' اس سے مجھے معاف رکھ۔ معاویہ نے کہا کہ تیرے سر کی قسم' ضرور بتا۔ اس نے کہا کہ میں اس کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتا ہوں اور محبت کر اظہار کرتا ہوں اور نان نفقے میں فراخ دلی سے کام لیتا ہوں' کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ معاویہ نے کہا کہ جب تو اس سے مجامعت کرنا چاہتا ہے تو تیرا کیا سلوک ہوتا ہے؟ اس نے کہا

کہ میں اس سے باتیں کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے اور اس کے بوسے لیتا ہوں یہاں تک کہ وہ خوشی سے پھول جائے۔ پھر اگر اس کی حالت وہ ہو جاتی ہے جو تو جانتا ہے تو میں اسے چت لٹا دیتا ہوں۔ اگر اس کے رحم میں نطفہ قرار پا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ خداوند اس کو مبارک بنائیو اور شقی نہ کیجیو اور اس کی خوب صورت کیجیو۔ پھر میں اٹھ کر وضو کرتا ہوں اور پہلے ہاتھوں پر پھر جسم پر پانی بہاتا ہوں۔ اس کے بعد میں اس نعمت پر جو خدا نے مجھے عطا کی ہے شکر کرتا ہوں۔

اس پر معاویہ نے کہا کہ تو نے خوب جواب دیا۔ مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں یہ مانگتا ہوں کہ رعیت کے معاملے میں خدا سے ڈر اور ان کے ساتھ پورا پورا انصاف کر۔ یہ کہہ کر وہ معاویہ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ جب وہ چلا گیا تو میسون نے کہا کہ اگر عراق میں اس کے سوا اور کوئی نہ ہو تو کافی ہے۔ اب نزہت الزماں کہنے لگی کہ یہ باب الادب کا ایک تھوڑا سا حصہ ہے اور اے بادشاہ' سن کر عمر بن الخطاب کی خلافت میں معیقب' المال کا خزانچی تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ترسیٹھ ویں رات

جب ترسیٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ نزہت الزماں نے کہا کہ اے بادشاہ' سن معیقب' بن عمر بن الخطاب کی خلافت میں بیت المال کا خزانچی تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ اس کی نظر عمر کے بیٹے پر پڑی اور اس نے اسے بیت المال میں سے ایک درہم نکال کر دے دیا۔ معیقب کہتا ہے کہ اس کو درہم دے کر میں گھر چلا گیا اور وہاں بیٹھا ہی تھا کہ عمر کا پیادہ آ پہنچا۔ میں خیر مقدم کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم اس کے ہاتھ میں ہے اور اس نے مجھ سے کہا کہ افسوس ہے تجھ پر' اے معیقب' مجھے تیرے دل میں کھوٹ معلوم ہوتا ہے' میں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس درہم کے بارے میں قیامت کے دن تجھ میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جھگڑا ہو گا۔

عمر نے ایک بار ابو موسیٰ اشعری کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: جب تجھے میرا خط ملے تو لوگوں کا حق ادا کر کے جو باقی رہے' میرے پاس بھیج دیجیو۔ اس نے اس کی تعمیل کی۔ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی ابو موسیٰ کو اسی مضمون کا خط لکھا اور اس کی بھی تعمیل کی گئی اور زیاد اس کے ساتھ آیا۔ جب خراج کا مال عثمان کے سامنے رکھا گیا تو ان کے بیٹے نے آکر اس میں سے ایک درہم لے لیا۔ اس پر زیاد رونے لگا۔ عثمان نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک بار میں عمر کے پاس بھی اسی طرح آیا تھا اور ان کے بیٹے نے ایک درہم اٹھا لیا تھا تو انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ وہ اس سے چھین لیا جائے۔ آج تیرے بیٹے نے بھی وہی کیا اور چھین لینا تو درکنار میں یہ بھی نہیں دیکھتا ہوں کہ کوئی اسے کچھ کہے۔ عثمان نے جواب دیا کہ عمر کی طرح اب لوگ ہیں کہاں!

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ میں ایک رات عمر کے ساتھ نکلا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہم نے دور سے آگ جلتی ہوئی دیکھی۔ عمر نے کہا کہ اے اسلم' غالباً وہاں سوار ہیں' جنہیں سردی لگ رہی ہے۔ چل' ان کے پاس چلیں۔ جب ہم دونوں وہاں پہنچے تو دیکھا' وہاں ایک عورت ہے اور ایک دیگچی آگ پر چڑھی ہوئی ہے اور دو بچے رو رہے ہیں۔ عمر نے کہا کہ السلام علیکم' اے روشنی والو' مگر آگ والو کہنا پسند نہ کیا' تمہارا کیا حال کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عورت نے جواب دیا کہ بھوک سے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ دیگچی کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ اسے دکھا کر بچوں کو تسلی دیتی ہوں اور قیامت کے دن خدا عمر بن الخطاب سے ان کے متعلق جواب طلب کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ عمر کو ان کے حال کی کیا خبر! عورت نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس نے لوگوں کی ذمہ داری لی ہے اور ان کے حالات سے غافل ہے! اسلم کہتا ہے کہ عمر نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ چل اور ہم تیز تیز چلنے لگے یہاں تک کہ دار الصرف پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے ایک بوری آٹا لیا اور ایک برتن میں روغن اور مجھ سے کہنے لگے کہ یہ میرے اوپر لاد دے۔ میں نے کہا کہ تیرے عوض انہیں میں لے چلتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا تو قیامت کے دن بھی میرے بوجھ اٹھائے گا! یہ سن کر میں نے وہ بوجھ ان کے اوپر لاد دیا اور ہم دوڑے یہاں تک کہ ہم نے وہ بوری اس عورت کے پاس لا کر کھڑی کر دی۔ پھر انہوں نے اس میں سے آٹا نکالا اور عورت سے کہنے لگے کہ یہ کام مجھے کرنے دے اور وہ خود دیگچی کے نیچے آگ پھونکتے جاتے تھے اور چونکہ ان کی داڑھی بڑھی تھی اس میں سے دھواں نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ جب وہ پک چکا تو انہوں نے روغن نکال کر اس میں ڈالا اور اس سے کہا کہ بچوں کو کھلاؤ اور میں اسے ٹھنڈا کرتا جاتا ہوں۔ الغرض وہ کھا کر سیر ہو گئے اور باقی چیزیں انہوں نے اس عورت کے پاس چھوڑ دیں۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ اے اسلم' میں

نے دیکھا کہ وہ واقعی بھوک سے رو رہے ہیں' اس لیے میں چاہتا تھا کہ جب تک بھوک کا سبب نہ دریافت کر لوں' یہاں سے نہ جاؤں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- چونسٹھویں رات

جب چونسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ نزہت الزماں نے کہا کہ ایک بار عمر ایک غلام چرواہے کے پاس سے گزرے اور کہا کہ ایک بھیڑ میرے ہاتھ بیچ دے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ بھیڑیں میری ملکیت نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تجھ ہی ایسے شخص کی مجھے تلاش تھی۔ یہ کہہ کر اس غلام کو انہوں نے خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ غلام نے کہا کہ خدایا' تو نے چھوٹی آزادی تو عطا کی ہے' اب بڑی آزادی بھی دیجیو! بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر نوکروں کو میٹھا دودھ پینے کو دیتے اور خود گاڑھا جما ہوا کھاتے اور نرم لباس ان کو پہناتے اور خود موٹا اور سخت پہنتے اور لوگوں کو ان کا حق دیتے بلکہ اس سے بھی زیادہ بطور بخشش کے دیتے۔ اسی طرح ایک بار انہوں نے ایک شخص کو چار ہزار درہم دیے اور ایک ہزار کا اضافہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ جس طرح تو نے اس شخص کو زیادہ دیا ہے' اپنے بیٹے کو بھی دے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس شخص کا باپ احد کی لڑائی میں ثابت قدم رہا ہے۔

حسن سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر کے پاس بہت سا مال آیا اور وہ اسے اپنی بیٹی حفصہ کے پاس لے گئے۔ حفصہ نے کہا کہ اے امیر المومنین' اپنے رشتے داروں کا حق دے۔ آپ نے فرمایا کہ اے حفصہ' یہ ٹھیک ہے کہ خدا نے رشتے داروں کا حق دینے کا ارشاد کیا ہے لیکن مسلمانوں کے مال میں سے نہیں۔ یا حفصہ' تو نے رشتے داروں کا دل خوش کر دیا لیکن اپنے باپ کو ناراض کر دیا۔ اس پر وہ اٹھ کر دامن کھینچتی ہوئی چلی گئیں۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سال بھر خدا سے گڑگڑا کر دعا کرتا رہا کہ وہ مجھے خواب میں میرے باپ کا دیدار دکھائے۔ بالاخر ایک بار میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا

کہ ابا جان' تیرا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر خدا کی رحمت مجھے بچا نہ لیتی تو میں تباہ ہو چکا تھا۔ اس کے بعد نزہت الزماں نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -------

اب اول باب کی دوسری فصل سن جو تابعین اور باقی نیک لوگوں کے متعلق ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ بغیر تین چیزوں پر افسوس کیے انسان کی روح دنیا سے نہیں جاتی۔ اول یہ کہ جو کچھ اس نے جمع کیا تھا اس سے کافی فائدہ نہ اٹھایا' دوسرے یہ کہ جو اس کی آرزوئیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں' تیسرے یہ کہ جہاں وہ جا رہا ہے وہاں کے لیے اس نے کافی سامان مہیا نہیں کیا۔ سفیان ثوری سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص زاہد ہو اور اس کے پاس دولت بھی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ جب وہ مصیبت میں ہو تو صبر کرے اور جب خدا اس کو دے تو وہ اس کا شکر کرے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب عبداللہ بن شداد مرنے کے قریب تھے تو انہوں نے اپنے بیٹے محمد کو بلایا اور اسے نصیحت کی کہ اے میرے بیٹے' میں دیکھ رہا ہوں کہ موت کا فرشتہ مجھے بلانے آ گیا ہے لہٰذا میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈریو اور خدا کا شکر گزار رہیو اور سچ بولیو۔ شکر سے نعمتوں میں زیادتی ہوتی ہے اور خدا کا ڈر بہترین توشہ ہے۔

اس کے بعد نزہت الزماں نے کہا کہ بادشاہ پہلے باب کی دوسری فصل کے چند اور نکتے بھی سننے چاہئیں۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو جو کچھ مال و دولت اس کے خاندان والوں کے پاس تھی' وہ انہوں نے ان سے لے کر بیت المال میں جمع کر دی۔ اس کی فریاد بنو امیہ نے جا کر اس کی پھوپھی فاطمہ بنت مروان سے کی۔ فاطمہ نے عمر بن عبدالعزیز کے پاس کہلا بھیجا کہ میں تجھ سے ملنا چاہتی ہوں اور رات کے وقت ملنے کو گئی۔ عمر نے اسے سواری پر سے اتارا اور وہ بیٹھ گئی۔ عمر نے کہا کہ اے پھوپھی' پہلے تو بات کر کیونکہ تو حاجت لے کر آئی ہے۔ کہہ تیرا کیا مقصد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین' تو ہی ابتدا کر کیونکہ تو ان تمام باتوں کو تاڑ جاتا ہے جو لوگوں کے سمجھ سے باہر ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ خدا نے محمد رسول اللہ کو بعض لوگوں کے لیے رحمت اور دوسروں کے لیے عذاب بنا کر بھیجا اور اس کے بعد ان کے ساتھیوں کو برگزیدہ کیا اور انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- پینسٹھ ویں رات

جب پینسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ نزہت الزماں نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کے لیے رحمت اور بعضوں کے لیے عذاب بنا کر بھیجا۔ اس کے بعد ان کے اصحاب کو برگزیدہ کر کے رسول اللہ کو اپنے پاس بلا لیا اور ان کے لیے ایک نہر چھوڑ گئے جس میں سے وہ پانی پئیں۔ ان کے بعد ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے اور انہوں نے بھی نہر کو اسی حالت میں چھوڑا اور خدا کی مرضی کے مطابق کام کیا۔ اس کے بعد عمر نے خلافت کی اور انہوں نے ایسے کام کیے جن کی طرح اور کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ مگر جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس نہر کو کاٹ کر ایک اور نہر نکالی اور معاویہ نے اپنی حکومت میں اور بہت سی نہریں کاٹ دیں اور اسی طرح یزید اور بنو مروان مثلاً عبدالملک اور ولید اور سلیمان نہریں کاٹتے گئے یہاں تک کہ بڑی نہر خشک ہو گئی۔ اب میں حاکم ہوں اور چاہتا ہوں کہ بڑی نہر پہلے کی طرح ہو جائے۔ فاطمہ نے کہا کہ میں تجھ سے گفتگو اور مذاکرہ کرنے آئی تھی لیکن اگر تیرا بیان اسی طرح کا ہے تو میں تجھ سے کچھ نہیں کہتی۔ یہ کہہ کر وہ بنو امیہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ تم نے جو عمر بن الخطاب کے خاندان میں شادی کی ہے' اس کا مزہ چکھو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو اکٹھا کیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے اس سے کہا کہ اے امیرالمومنین' تو اپنی اولاد کو کیوں غریبی میں چھوڑ جاتا ہے حالانکہ تو ان کا پاسبان ہے۔ اگر تو انہیں بیت المال میں سے اتنا دے دے کہ وہ امیر ہو جائیں تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ تیرے بعد تیرے جانشین کے دست نگر ہوں۔ عمر نے مسلمہ کی طرف غصے اور تعجب سے دیکھا اور کہا کہ اے مسلمہ' میں نے اپنی زندگی میں انہیں اس سے روکا ہے' تو پھر یہ کیونکر

ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے میں مرنے کے بعد شقی بنوں۔ میری اولاد بھی اوروں کی طرح ہے۔ جو کوئی ان میں سے خدا کی فرمانبرداری کرے گا تو خدا اس کی حالت سنبھال دے گا اور جو نافرمان ہو گا اس کی نافرمانی میں' میں مددگار نہیں بن سکتا۔ اے مسلمہ' تجھے یاد ہے کہ بنی مروان میں سے ایک شخص کے دفن میں ہم دونوں موجود تھے۔ وہیں میری آنکھ بند ہو گئی اور میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ خدا اسے سزا دے رہا ہے۔ اس سے میں ڈر گیا اور میں نے خدا سے وعدہ کیا کہ اگر میں کبھی بادشاہ ہوا تو اس شخص کی طرح کام نہ کروں گا۔ عمر بھر میں نے اس کے پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور چاہتا ہوں کہ خدا کا عفو میرا ساتھ دے۔

مسلمہ کا بیان ہے کہ ایک شخص کے' دفن کے وقت میں موجود تھا۔ جب میں دفن سے فارغ ہو چکا تو میری آنکھ لگ گئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک باغ میں ہے جہاں نہریں جاری ہیں اور وہ سفید پوشاک پہنے ہوئے ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے مسلمہ' لوگوں کو چاہیے کہ ان چیزوں کے حاصل کرنے کی خاطر نیک عمل کریں۔

اس قسم کے واقعات اور بھی بہت سے ہیں۔

ایک سچے راوی کا بیان ہے کہ عمر بن عبدلعزیز کی خلافت میں میں دودھ دوہنے کا پیشہ کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں ایک چرواہے کے پاس سے گزرا اور دیکھا کہ اس کی بھیڑیوں کے ساتھ بھیڑیے ہیں۔ میں نے بھڑیا کبھی پہلے نہیں دیکھا تھا اس لیے مجھے گمان ہوا کہ وہ ریوڑ کے کتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ان کتوں کو کیا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ کتے نہیں ہیں بلکہ بھیڑیے ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا بھیڑوں کو بھیڑیے نقصان نہیں پہنچاتے؟ اس نے جواب دیا کہ جب سر سالم ہوتا ہے تو سارا جسم سالم ہو جاتا ہے۔

ایک بار عمر بن عبدالعزیز نے مٹی کے منبر پر خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثنا کرنے کے بعد تین جملے کہے' ایک یہ کہ اے لوگو' تم اپنے بھائیوں کے متعلق دل میں نیک خیال

رکھو تاکہ تمہارا ظاہر بھی نیک ہو جائے۔ دوسرا یہ کہ دنیاداری سے اپنے آپ کو روکے رکھو۔ اور تیسرا یہ کہ کسی شخص اور آدم کے درمیان کوئی زندہ نہیں بچا بلکہ سب مر گئے۔ عبدالملک اور اس سے پہلے جتنے تھے سب مر مٹے اور عمر اور اس کے بعد جتنے آئیں گے' سب مر جائیں گے۔ مسلمہ نے کہا کہ اے امیرالمومنین' اجازت ہو تو ہم تیرے لیے ایک تکیہ بنا دیں تاکہ تو ذرا اس سے ٹیک لگا لے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن اس کی وجہ سے کہیں میری گردن عذاب میں نہ پڑے۔ اس کے بعد اس کا دم چڑھنے لگا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ فاطمہ چلانے لگی کہ اے مریم' اے مزاحم' اے فلاں' ان کی خبر لو اور وہ خود اس کے منہ پر پانی چھڑکنے اور رونے لگی۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہے اور پوچھا کہ اے فاطمہ' تو کیوں روتی ہے؟ اس نے کہا کہ تجھے اپنے سامنے گرتا دیکھ کر موت کے وقت تیرا خدا کے سامنے گرنا اور دنیا سے تیری رحلت اور اپنا تجھ سے جدا ہونا مجھے یاد آ گیا' اس وجہ سے میں رونے لگی۔ اس نے کہا کہ اے فاطمہ بس کر تو مبالغہ کرتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور پھر گر پڑا۔ فاطمہ نے اسے سینے سے لگا لیا اور کہنے لگی کہ اے امیرالمومنین' تیرے اوپر میں نے ماں باپ کو قربان کیا' ہم سب تجھ سے گفتگو کرنے سے عاجز ہیں۔

اب نزہت الزماں نے اپنے بھائی شرکان اور قاضیوں سے کہا کہ سنو' اب پہلے باب کی دوسری فصل کا تتمہ آتا ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھیاسٹھویں رات

جب چھیاسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ نزہت الزماں نے قاضیوں' گواہوں اور تاجر کے سامنے اپنے بھائی شرکان سے کہا' مگر اسے معلوم نہ تھا کہ وہ اس کا بھائی ہے' کہ اب پہلے باب کی دوسری فصل کا تتمہ آتا ہے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے حاجیوں کو یہ خط لکھا کہ میں مبارک شہر اور حج کے دن خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں تم پر ظلم کیے جانے اور تم پر زیادتی کرنے والے کی زیادتی سے بری ہوں۔ نہ تو میں نے اس کا حکم دیا اور نہ میرا یہ منشا تھا اور نہ اس کی کوئی خبر مجھے پہنچی اور نہ مجھے اس کا علم ہوا' اور مجھے امید ہے کہ خدا مجھے معاف کرے گا کیونکہ میں نے کسی کو کسی پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس لیے کہ خدا ہر مظلوم کی باز پرس مجھ سے کرے گا اور اگر میرے عاملوں میں کوئی عامل سیدھے راستے سے بھٹک جائے اور قرآن اور سنت پر عمل نہ کرے تو جب تک وہ ان کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرے تم اس کی اطاعت سے بری ہو اور انہیں کا قول ہے' خدا ان سے راضی ہو! کہ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ موت سے مجھے چھٹکارا ملے کیونکہ وہ آخری چیز ہے جس پر مومن کو اجر ملتا ہے۔

ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ تھے تو میں ان کے پاس گیا اور دیکھا کہ ان کے سامنے بارہ درہم رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا کہ وہ بیت المال میں داخل کر دیے جائیں۔ میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین' تو نے اپنی اولاد کو غریب کر دیا ہے اور نادار۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ کاش کہ تو ان کے اور خاندان کے دوسرے غریبوں کے لیے کچھ ترکہ چھوڑ جاتا! انہوں نے کہا کہ میرے قریب آ۔ جب میں ان کے قریب گیا تو انہوں نے کہا کہ تیرا یہ کہنا کہ میں نے اپنی اولاد کو غریب بنا دیا لہٰذا میں ان کے اور خاندان کے دوسرے غریبوں کے لیے کچھ

ترکہ چھوڑ جاؤں ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ میرے بعد میری اولاد اور خاندان کے لیے میرا قائم مقام اللہ ہے اور وہی ان کا نگہبان ہے اور وہ دو حالت سے خالی نہ ہوں گے‘ یا تو وہ خدا سے ڈرنے والے ہوں گے تو اس حالت میں خدا ان کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا اور یا گناہ گاری پر مصر ہوں گے تو میں اس حالت میں خدا کی نافرمانی میں ان کا معین و مددگار نہیں بننا چاہتا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور وہ بارہ لڑکے تھے۔ جب انہوں نے بیٹوں کو دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور وہ کہنے لگے کہ تمہارا باپ دو حالتوں سے خالی نہیں‘ یا تو تم امیر ہو اور وہ دوزخ میں جائے اور یا تم غریب رہو اور تمہار باپ جنت میں داخ ہو اور تمہارے باپ کو یہ زیادہ محبوب ہے کہ وہ جنت میں جائے بہ نسبت اس کے کہ تم امیر ہو۔ اب جاؤ‘ خدا تمہاری مدد کرے! میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

خالد بن صفوان سے منقول ہے کہ یوسف بن عمر میرے ساتھ ہشام بن عبدالملک کے پاس گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ اسی وقت اپنے رشتے داروں اور نوکروں کے ساتھ باہر آیا ہوا تھا۔ جب وہ سواری سے اترا تو اس کے لیے خیمے لگائے گئے اور جب لوگ بیٹھ چکے تو فرش کے ایک کنارے کی طرف سے میں آیا اور اسے دیکھا۔ جوں ہی ہماری آنکھیں چار ہوئیں تو میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین‘ خدا تجھے اپنی نعمتیں بھرپور دے! اور جو عہدہ اس نے تیرے سر ڈالا ہے اس میں تیری ہدایت کرے! اور تیری خوشی میں غم نہ ملائے! اور میں تجھے اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں کر سکتا جو تجھ سے پہلے ایک بادشاہ کو کی گئی ہے۔ ہشام اس وقت تکیہ لگائے بیٹھا ہوا تھا مگر یہ سن کر وہ سیدھا ہو بیٹھا اور کہنے لگا کہ اے صفوان‘ کہہ جو کچھ تو کہنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین آج سے پہلے ایک بادشاہ جو تجھ سے قبل گزرا ہے اسی جگہ آکر بیٹھا تھا اور اس نے اپنے ہم مجلس سے کہا کیا تم نے میرا سا جاہ و جلال کبھی دیکھا ہے؟ اور کیا کسی اور کے پاس وہ چیزیں موجود ہیں جو میرے پاس ہیں؟ اسی وقت اس کے پاس ان لوگوں میں سے ایک شخص موجود تھا جو حجت والے ہیں اور سچ بات کے

مددگار اور خود سچائی کے راستے پر چلنے والے۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ' تو نے بڑی بات پوچھی ہے۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں جواب دوں؟ بادشاہ نے کہا کہ ہاں۔
اس شخص نے کہا کہ جس حال میں تو اس وقت ہے آیا تو اس کو باقی سمجھتا ہے یا فانی؟ اس نے کہا کہ وہ ایک فانی چیز ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تو پھر یہ عجیب بات ہے کہ تو ایسی چیز پر ناز کرتا ہے جس میں تو تھوڑے دن رہے گا مگر جس کی باز پرس بہت طول طویل ہو گی اور جس کا حساب دینا تیرے اوپر فرض ہو گا۔ بادشاہ نے کہا کہ پھر میں اسے چھوڑ کر کہاں بھاگوں اور کس مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کروں؟ اس نے جواب دیا کہ یا تو بادشاہ بنا رہ اور خدا کی فرمانبرداری کر یا گدڑی پہن لے اور خدا کی عبادت کر یہاں تک کہ تیرے دن ختم ہو جائیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ کل سویرے میں تیرے پاس پھر آؤں گا۔
خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ دوسرے دن صبح کو اس شخص نے پھر بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور دیکھا کہ اس نے اپنا تاج اتار چھوڑا ہے اور وہاں سے چل دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اس قدر اس پر نصیحت کا اثر ہوا! یہ سن کر ہشام بن عبدالملک دھاڑیں مار مار کر رونے لگا یہاں تک کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی اور اس نے حکم دیا کہ میرے شاہی کپڑے اتار لو اور وہ محل میں جا کر گوشہ نشین ہو گیا یہ دیکھ کر اس کے نوکر چاکر خالد بن صفوان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تو نے امیرالمومنین کے ساتھ کیا کیا کہ اس کی لذتیں خراب ہو گئیں اور زندگی برباد۔
اس کے بعد نزہت الزماں نے شرکان سے کہا کہ اس باب میں بے حد پند و نصائح ہیں اور ان کا بیان ایک مجلس میں کرنا ناممکن ہے۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- سڑسٹھویں رات

جب سڑسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- نزہت الزماں نے شرکان سے کہا کہ اے بادشاہ' اس باب میں اتنے پند و نصائح ہیں کہ میں ایک مجلس میں ان کے بیان کرنے سے عاجز ہوں لیکن اے بادشاہ آگے چل کر میں سب کچھ بیان کر دوں گی۔

قاضیوں اور گواہوں نے کہا کہ اے بادشاہ' یہ لڑکی تو اعجوبہ ہے اور اس زمانے میں اس کی مثال نہیں اور ہم نے عمر بھر ایسا شخص دیکھا' نہ سنا۔ یہ کہہ کر انہوں نے شہزادے کو دعا دی اور رخصت ہو گئے۔ اب شرکان نے نوکروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اب تم لوگ ولیمے کی دعوت کا انتظام شروع کر دو اور طرح طرح کے کھانے پکواؤ۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور طرح طرح کے کھانے تیار کرائے۔ شرکان نے امرا اور وزراء اور رؤسا کی بیویوں کو کہلا بھیجا کہ منہ دکھائی اور دعوت کھانے سے پہلے نہ جائیں۔ ابھی عصر کا وقت بھی نہ ہوا تھا کہ دسترخوان بچھ گیا اور اس پر ایسی ایسی چیزیں آ گئیں جن سے دل خوش ہو جائے اور آنکھیں مسرور۔ مثلاً تلا ہوا گوشت اور بطخیں اور مرغیاں۔ لوگوں نے اتنا کھایا کہ سیر ہو گئے۔ دمشق کی ساری ڈومنیاں بلوائی گئی تھیں اور وہ سب موجود تھیں۔ نیز بادشاہ اور امرا کی کنیزیں جن کو گانا بجانا آتا تھا' وہ سب کی سب محل میں آئیں۔ جب شام ہوئی اور اندھیرا چھانے لگا تو قلعے سے لے کر محل تک دہنے بائیں قندیلیں روشن کی گئیں اور امرا اور وزراء اور رؤسا شہزادہ شرکان کے آگے آگے روانہ ہوئے اور ڈومنیاں اور سنگار کرنے والیاں لڑکی کو بنانے سنوارنے اور کپڑے پہنانے لے گئیں مگر انہوں نے دیکھا کہ اس کے حسن و جمال کو بناؤ سنگھار کی حاجت ہی نہیں۔

شہزادہ شرکان حمام گیا اور وہاں سے نکل کر تخت پر بیٹھ گیا اور دلہن کی منہ دکھائی

سات مختلف پوشاکوں میں اس کے سامنے کی گئی۔ اس کے بعد اس کے کپڑے اتارے گئے اور اس سے وہ بات کی گئی جو زفاف کی رات دلہنوں سے کی جاتی ہے اور شرکان اس کے ساتھ ہم بستر ہوا اور اس کا کنوار پن زائل کیا اور اسے اسی وقت حمل رہ گیا۔ اس کا ذکر لڑکی نے شرکان سے کیا اور وہ مارے خوشی کے پھولے نہ سمایا اور حکما کو حکم دیا کہ حمل کی تاریخ لکھ رکھیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ کرسی پر آکر بیٹھا اور امرا نے آکر اس کو مبارک باد دی۔ اب اس نے اپنے نج کے کاتب کو بلوایا اور اس سے کہا کہ میرے والد عمر بن النعمان کو ایک خط لکھ کہ میں نے ایک بڑی عالم اور آداب داں کنیز خریدی ہے جو حکمت کے سارے فنون سے واقف ہے۔ میں اسے ضرور بغداد بھیجوں گا تاکہ وہ میرے بھائی ضوء المکان اور میری بہن نزہت الزماں سے ملے۔ میں نے اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح نامہ لکھوا لیا ہے اور اس کے ساتھ ہم بستری کر چکا ہوں اور اسے حمل بھی رہ گیا ہے۔ الغرض اس نے لڑکی کی دانشمندی کی بڑی تعریف کی اور اپنے بھائی بہن اور وزیر دندان اور تمام امرا کو سلام لکھا اور خط پر مہر لگا دی اور قاصد کے ہاتھ سے اپنے باپ کے پاس روانہ کر دیا۔
پورے ایک مہینے کے بعد قاصد جواب لے کر لوٹا اور اس نے وہ خط شرکان کے حوالے کیا۔ شرکان نے خط لیا اور اسے کھول کر پڑھا تو اس میں بسم اللہ کے بعد یہ لکھا ہوا تھا: یہ خط اس مصیبت زدہ اور پریشان خاطر کی طرف سے ہے جس کی دو اولادیں کھو گئی ہیں اور جو اپنے وطن میں پردیسی ہے۔ یعنی بادشاہ عمر بن النعمان کی طرف سے اپنے بیٹے شرکان کے نام۔ تجھے معلوم ہو کہ تیرے جانے کے بعد مجھ پر دنیا تنگ ہو گئی ہے حتیٰ کہ میرا صبر و قرار جاتا رہا ہے اور میں اپنے رنج و الم کو چھپا نہیں سکتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب میں ایک دن سیر و شکار کے لیے جا رہا تھا تو ضوء المکان نے مجھ سے حجاز جانے کی اجازت مانگی۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ کسی مشکل میں گرفتار نہ ہو جائے اور میں نے کہا کہ اس سفر کو پار سال یا پرار سال تک ملتوی رکھ۔ جب میں سیر و شکار کے لیے گیا تو مجھے وہاں ایک پورا مہینہ لگ گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## اڑسٹھویں رات

جب اڑسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ عمر بن النعمان نے اپنے خط میں لکھا کہ سیر و شکار میں مجھے پورا مہینہ لگ گیا۔ جب میں واپس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ تیرا بھائی اور تیری بہن تھوڑے سے دام لے کر حاجیوں کے ساتھ چپکے سے حج کرنے چل دیے ہیں۔ یہ معلوم کر کے میرا دم گھٹنے لگا اور اے میرے بیٹے پھر میں حاجیوں کی واپسی کا انتظار کرنے لگا کہ شاید وہ ان کے ساتھ واپس آئیں۔ جب حاجی لوٹے تو میں نے دونوں کے متعلق دریافت کیا لیکن کسی سے کوئی خبر معلوم نہ ہوئی اور میں نے ان کی وجہ سے رنج و الم کا لباس پہن لیا۔ اب میرا دل انہیں میں لگا ہوا ہے اور نیند عنقا ہو گئی ہے اور دن رات آنسوؤں میں ڈوبا رہتا ہوں۔ اس کے بعد منجملہ اور باتوں کے اس نے لکھا کہ میں تجھے اور تیرے ساتھیوں کو سلام بھیجتا ہوں اور تجھ سے کہتا ہوں کہ ان کا پتہ لگانے میں کوتاہی نہ کیجیو۔ کیونکہ یہ ہمارے لیے ذلت کی بات ہے۔

جب شرکان نے یہ خط پڑھا تو اسے باپ کی حالت پر رنج ہوا مگر اپنے بھائی بہن کے غائب ہو جانے سے خوش ہوا اور وہ اس خط کو لے کر فوراً اپنی بیوی نزہت الزماں کے پاس گیا۔ نہ اس کو خبر تھی کہ یہ میری بہن ہے اور نہ بہن کو کہ یہ میرا بھائی ہے حالانکہ دونوں کا دن رات کا ساتھ تھا۔ اب اس کی مدت پوری ہو گئی اور وہ زچہ خانے میں آئی اور خدا نے اس کے اوپر ولادت سہل کر دی اور اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔ اس پر شرکان کو بلوایا اور اس سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے' اس کا نام اپنی مرضی کے مطابق رکھ۔ اس نے جواب دیا کہ دستور یہ ہے کہ بچے کا نام پیدائش کے ساتویں دن رکھا جاتا ہے۔ یہ کہہ کر شرکان جھکا اور اس نے اپنی بیٹی کو بوسہ دیا اور دیکھا کہ اس کے گلے میں ان جواہرات میں سے ایک لٹکا ہوا ہے جو شہزادی ابریزہ روم سے

لائی تھی۔ یہ دیکھتے ہی وہ حیران ہو گیا اور غصے میں بھر گیا اور اس کی آنکھیں طیش سے پھر گئیں اور جواہر کا قصہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ اب اس نے نزہت الزماں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے کنیز' یہ جواہر تیرے ہاتھ کیسے لگا؟ جب اس نے شرکان کے یہ الفاظ سنے تو وہ کہنے لگی کہ میں تیری اور تیرے تمام محل والوں کی آقا ہوں۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو مجھے کنیز کے نام سے یاد کرتا ہے۔ میں بادشاہ کی بیٹی شہزادی ہوں۔ اب راز فاش ہو گیا اور واقعہ کھل گیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ بادشاہ عمر بن النعمان کی بیٹی نزہت الزماں ہے۔ جب شرکان نے یہ سنا تو وہ کانپنے لگا اور اس نے سر نیچا کر لیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- انہترویں رات

جب انہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب شرکان نے یہ سنا تو اس کا دل کانپنے لگا اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ تھرتھرانے لگا اور اس نے سر نیچا کر لیا اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ دونوں ایک ہی باپ سے ہیں اور بھائی بہن ہیں اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ حیران اور پریشان تھا لیکن اس کا دل نہ مانتا تھا اور اس نے کہا کہ اے میری آقا' کیا تو واقعی بادشاہ عمر بن النعمان کی بیٹی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ شرکان نے کہا کہ اپنے باپ سے چھٹنے اور اپنے بکنے کا حال بیان کر' اور اس نے شروع سے آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا اور یہ بھی کہا کہ میں اپنے بھائی کو بیت المقدس میں بیمار چھوڑ آئی ہوں اور وہ بدو مجھے چرا لایا تھا اور اس نے تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ جب شرکان نے یہ باتیں سنیں تو اس کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کی بہن اور اس کے باپ کی بیٹی ہے اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں نے کیونکر اپنی بہن سے شادی کی! میں ابھی اس کی شادی ایک حاجب سے کیے دیتا ہوں اور اگر یہ بات ظاہر ہو گئی تو میں کہوں گا کہ میں نے دخول سے پیشتر اسے طلاق دے دی ہے اور بڑے حاجب سے اس کی شادی کر دی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے سر اٹھایا اور افسوس کرنے لگا کہ اے نزہت الزماں' تو واقعی میری بہن ہے اور جس گناہ میں ہم مبتلا ہوئے ہیں' اس کی مغفرت میں خدا سے چاہتا ہوں کیونکہ میں بھی بادشاہ عمر بن النعمان کا بیٹا شرکان ہوں۔ یہ سن کر وہ اس کی طرف دیکھنے لگی اور اسے معلوم ہو گیا کہ وہ سچ کہتا ہے۔ جب اس نے شرکان کو پہچانا تو اس کے قدم ڈگمگانے لگے اور وہ رونے اور اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگی اور کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! ہم کس گناہ میں مبتلا ہو گئے! اب کیا کریں اور اگر ماں باپ پوچھیں کہ یہ بیٹی کہاں سے آئی تو کیا جواب دوں! شرکان

نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تیری شادی میں اپنے حاجب سے کر دوں اور تو میری بیٹی کو اس کے گھر میں پالے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے کہ تو

میری بہن ہے اور جو کچھ خدا نے ہمارے ساتھ کیا اس میں اس کی کوئی مصلحت ہو گی۔ اب ہمارا راز سوائے اس کے نہیں چھپ سکتا کہ میں تیری شادی اس حاجب سے کر دوں قبل اس کے کہ کسی کو ذرا بھی خبر ہو۔

یہ کہہ کر وہ اسے دلاسا دینے اور اس کے سر کو بوسہ دینے لگا۔ اب اس نے پوچھا کہ تو اس لڑکی کا نام کیا رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کا نام قضی فکان رکھا جائے۔ اس کے بعد اس نے اس کی شادی بڑے حاجب سے کر دی اور اس کو اور اس کی بیٹی کو اس کے گھر منتقل کر دیا۔ وہاں بچی کی پرورش کنیزوں کی گود میں ہوئی اور اسے ہر روز شربت اور طرح طرح کے سفوف دیے جانے لگے۔ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر اس کا بھائی ضوء المکان دمشق میں آگ سلگانے والے کے پاس تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ بادشاہ عمر بن النعمان کا قاصد شہزادہ شرکان کے پاس آیا اور اپنے ساتھ ایک خط لایا۔ اس نے خط لے کر پڑھا تو اس میں بسم اللہ کے بعد یہ لکھا ہوا تھا کہ اے عزیز شہزادے' میں اپنے اولاد کے غم میں سخت مبتلا ہوں اور سونا سوگند ہو گیا ہے اور بیداری نے آ لیا ہے۔ اس خط بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ جوں ہی وہ تجھے ملے تو مال اور خراج فوراً روانہ کر دیجیو اور اس کے ہمراہ وہ کنیز بھی جسے تو نے خریدا اور جس کے ساتھ نکاح کیا ہے' کیونکہ میں اس کو دیکھنا اور اس کی گفتگو سننا چاہتا ہوں۔ یہاں میرے اس روم کے ملک سے ایک پارسا بڑھیا آئی ہے اور اپنے ساتھ پانچ نوجوان باکرہ کنیزیں لائی ہے اور وہ کنیزیں ان تمام علوم اور آداب میں ماہر ہیں جن کی ضرورت انسان کو پڑتی ہے اور اس بڑھیا اور ان کنیزوں کی تعریف سے زبان قاصر ہے۔ کیونکہ وہ علم اور فضیلت اور حکمت کا ذخیرہ ہیں۔ میں انہیں دیکھتے ہی ان سے محبت کرنے لگا اور میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے محل میں میری ملکیت ہو کر رہیں کیونکہ ان کی نظیر کسی بادشاہ کے پاس پائی نہیں جاتی۔ میں نے بڑھیا سے ان

کی قیمت پوچھی تو وہ کہتی ہے کہ میں دمشق کے خراج سے کم نہ لوں گی اور میرے خیال میں یہ قیمت زیادہ نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ایک ایک کی قیمت اتنی ہے۔

میں نے یہ شرط منظور کر لی ہے اور ان کو محل میں لے لیا ہے اور اب وہ میری ملکیت ہیں۔ لہٰذا خراج جلد روانہ کرنا کہ بڑھیا اپنے وطن واپس جائے اور اپنی کنیز بھی یہاں بھیج تا کہ وہ ان سے علما کے سامنے مناظرہ کرے۔ اگر وہ غالب آ گئی تو میں اسے تیرے پاس بغدا کے خراج کے ساتھ بھیج دوں گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پوری سترویں رات

جب پوری سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ بادشاہ عمر بن النعمان نے اپنے خط میں لکھا کہ اس کنیز کو بھیج دے تا کہ وہ علماء کے سامنے ان کنیزوں سے مناظرہ کرے۔ اگر وہ غالب آ گئی تو میں اسے تیرے پاس واپس کر دوں گا اور بغداد کا خراج اس کے ساتھ کر دوں گا۔

جب شرکان کو یہ خبر پہنچی تو وہ اپنی بہنوئی کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا کہ اپنی بیوی کو بلا جس کی شادی میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔ جب وہ آئی تو شرکان نے اسے خط کا مضمون سنایا اور اس سے کہنے لگا کہ بہن' تیری رائے میں اس کا کیا جواب دیا جائے۔ اس نے کہا کہ جو تیری رائے ہو مناسب ہے مگر چونکہ وہ اپنے خاندان اور وطن کی مشتاق تھی اس نے کہا کہ میرے شوہر حاجب کے ساتھ مجھے بھی بھیج دے تا کہ میں باپ سے اپنا قصہ بیان کروں اور جو کچھ مجھ پر اس بدو کے ساتھ گزری ہے' جس نے مجھے سوداگر کے ہاتھ بیچا ہے' کہوں اور یہ بتاؤں کہ سوداگر نے مجھے تیرے ہاتھ بیچا اور تو نے مجھے آزاد کر کے میرا نکاح حاجب سے کر دیا۔ شرکان نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے اور اس نے اپنی بیٹی کو لے کر دایاؤں اور ماماؤں کے سپرد کر دیا اور خراج اکٹھا کر کے اسے حاجب کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے اور اپنی بیوی کو لے کر بغداد جا' اور حکم دیا کہ ایک محمل حاجب کے لیے تیار کیا جائے اور ایک بیوی کے لیے۔

حاجب نے یہ حکم بسر و چشم منظور کیا اور شرکان نے اونٹ اور خچر لدوائے اور ایک خط لکھ کر حاجب کو دیا اور اپنی بہن نزہت الزماں سے رخصت ہوا اور اس سے وہ جواہر لے کر اور ایک خالص سونے کی لڑی میں پرو کر اپنی بیٹی کی گردن میں پہنا دیا۔ حاجب اسی رات روانہ ہو گیا۔

اب ایسا اتفاق ہوا کہ ضوء المکان اور بھٹی سلگانے والا دونوں اپنی جھونپڑی کے پاس ٹہل

رہے تھے کہ انہوں نے اونٹ اور بختی اور زین کے ہوئے خچر اور روشن مشعلیں اور قندیلیں دیکھیں اور ضوء المکان نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا سامان ہے اور کون اس کا مالک ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ دمشق کا خراج ہے جو بغداد کے بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس جا رہا ہے۔ ضوء المکان نے پوچھا کہ اس قافلے کا سردار کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ بڑا حاجب جس نے اس لڑکی کے ساتھ شادی کی ہے جو علم اور حکمت میں ماہر ہے۔ یہ سن کر وہ رونے لگا اور سوچ میں پڑ گیا اور اپنے ماں باپ اور بہن اور وطن کو یاد کرنے لگا اور اس نے بھٹی والے سے کہا کہ اب میرا یہاں ٹھہرنا مشکل ہے۔ میں اس قافلے کے ساتھ جاتا ہوں اور چلتے چلتے اپنے وطن پہنچ جاؤں گا۔ بھٹی والے نے کہا کہ قدس سے یہاں تک تیرے آنے میں تو مجھے اطمینان نہ تھا' تیرے بغداد جانے میں میں کس طرح مطمئن ہو سکتا ہوں۔ میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں اور جب تک تو اپنا مقصد حاصل نہ کر لے تیرے ساتھ رہوں گا۔ ضوء المکان نے کہا کہ بڑے شوق سے چل۔ بھٹی والے نے تیاری شروع کر دی اور اس کے لیے ایک گدھا کسا اور اس گدھے پر اس کی خرجی لادی اور اس میں راہ کے لیے کچھ توشہ رکھ لیا اور خود کمر باندھ کر تیار ہو گیا اور ذرا توقف کیا یہاں تک کہ لدے ہوئے جانور اس کے پاس سے گزرے اور اس نے دیکھا کہ حاجب ایک محمل میں سوار ہے اور اس کے آس پاس پیادے ہیں۔ اب ضوء المکان بھٹی والے کے گدھے پر سوار ہوا اور اس سے کہنے لگا کہ تو بھی میرے ساتھ سوار ہو جا۔ اس نے کہا کہ میں سوار نہ ہوں گا بلکہ تیری اردلی میں چلوں گا۔ ضوء المکان نے کہا کہ تجھے بھی کچھ دیر سوار ہونا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ اچھا جب میں تھک جاؤں۔ ضوء المکان نے کہا کہ بھائی' اب دیکھیو کہ میں گھر پہنچ کر تیرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔ چلتے چلتے اب سورج نکل آیا اور جب قیلولے کا وقت ہوا تو حاجب نے ٹھہرنے کا حکم دیا اور لوگ ٹھہر گئے اور آرام کیا اور اونٹوں کو پانی پلایا۔ اس کے بعد اس نے پھر کوچ بول دیا اور چلتے چلتے وہ پانچ دن کے بعد حماہ پہنچے اور اتر کر تین دن قیام کیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• اکہترویں رات

جب اکہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ قافلے نے تین دن تک حماہ میں ٹھہر کر کوچ کیا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے شہر میں پہنچا۔ وہاں بھی تین دن آرام کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر وہ لوگ دیار بکر پہنچے اور بغداد کی ہوا آنے لگی اور ضوء المکان کو اپنی بہن نزہت الزماں اور ماں باپ اور وطن یاد آنے لگے اور یہ بھی کہ وہ اب کس طرح بغیر اپنی بہن کے باپ کے پاس واپس جا رہا ہے۔ یہ سوچ کر وہ رونے اور آہیں بھرنے اور شکایت کرنے لگا۔ بھٹی والے نے کہا کہ ہم حاجب کے خیمے کے پاس ہیں۔ یہاں رونا اور آہیں بھرنا ٹھیک نہیں۔ ضوء المکان نے کہا کہ میں تو ضرور رووں اور اشعار پڑھوں گا۔ ممکن ہے کہ میرے دل کی آگ ذرا ٹھنڈی ہو جائے۔ بھٹی والے نے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں اس غمگینی کو اس وقت تک جانے دے جب تک ہم تیرے وطن نہ پہنچ جائیں۔ اس کے بعد جو تیرا جی چاہے کیجیو اور میں ہر دم تیرے ساتھ ہوں۔ ضوء المکان نے کہا کہ خدا کی قسم، میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا منہ بغداد کی طرف کیا۔ چاند نکلا ہوا تھا اور چاندنی پھیلی ہوئی اور اس رات نزہت الزماں کو بالکل نیند نہ آتی تھی اور وہ کروٹیں بدل رہی اور اپنے بھائی کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ اسی حالت میں اس نے اپنے بھائی ضوء المکان کو روتے ہوئے اور اشعار گاتے ہوئے سنا۔ جب وہ گا چکا تو اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

یہ تو ضوء المکان کا حال تھا اور ادھر نزہت الزماں کو رات بھر نیند نہ آئی تھی۔ کیونکہ وہ اس جگہ اپنے بھائی کو یاد کر رہی تھی۔ جب اس نے رات کے وقت وہ آواز سنی تو اس کے دل کو ذرا سکون ہوا اور وہ خوش ہو گئی اور اٹھ کر خادم کو آواز دی۔ خادم نے کہا کہ کیا حکم ہے؟ اس نے کہا کہ جا کر اس شخص کو لے آ جو اشعار

پڑھ رہا ہے۔ خادم نے کہا کہ میں نے تو کوئی شعر نہیں سنے۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• بہترویں رات

جب بہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب نزہت الزماں نے اپنے بھائی کو اشعار پڑھتے سنا تو اس نے بڑے خادم کو بلا کر کہا کہ جا کر اس اشعار پڑھنے والے کو بلا لا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو کسی کو پڑھتے نہیں سنا اور نہ میں اسے پہچانتا ہوں اور سب لوگ سو رہے ہیں۔ نزہت الزماں نے کہا کہ جس کو تو جاگتا پائے بس وہی اشعار پڑھ رہا ہے۔ خادم نے تلاش کی اور سوائے بھٹی والے اور ضوء المکان کے کسی کو جاگتا نہ پایا مگر ضوء المکان بے ہوش تھا۔ جب بھٹی والے نے خادم کو اپنے سر پر کھڑا دیکھا تو وہ ڈرا۔ خادم نے پوچھا کہ کیا تو ہی اشعار پڑھتا تھا جن کو میری آقا نے سنا ہے۔ بھٹی والے کو یقین ہو گیا کہ اشعار سن کر مالکہ کو غصہ آ گیا ہے۔ وہ ڈرا اور کہنے لگا کہ میں نے نہیں پڑھے۔ خادم نے کہا کہ پھر بتا کہ کون پڑھ رہا تھا کیونکہ تو بیدار ہے اور تو اسے ضرور جانتا ہو گا۔ بھٹی والا ضوء المکان کی خاطر ڈرا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خادم سے اسے کوئی نقصان پہنچے اور خادم کو جواب دیا کہ خدا کی قسم' میں اسے نہیں جانتا۔ خادم نے کہا کہ واللہ تو جھوٹا ہے کیونکہ یہاں سوائے تیرے اور کوئی بیدار نہیں تو اسے ضرور جانتا ہے۔ بھٹی والے نے کہا کہ واللہ' میں تجھ سے سچ کہتا ہوں اشعار گانے والا کوئی راہرو تھا جس نے مجھے جگا کر مصیبت میں ڈالا۔ اس سے خدا سمجھے! خادم نے کہا کہ اچھا اگر اب اسے دیکھیو تو مجھے خبر کیجیو اور اسے پکڑ لیجیو۔ اس نے کہا کہ اچھا تو جا اور میں اسے پکڑ کر لے آؤں گا۔ یہ سن کر خادم وہاں سے چلا گیا اور اپنی مالکہ کے پاس جا کر ماجرا بیان کیا اور کہا اسے کوئی نہیں جانتا' وہ کوئی راہ گیر ہو گا۔ یہ سن کر وہ چپ ہو گئی۔

اب ضوء المکان کا حال سنئے۔ جب اس غش سے افاقہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ چاند بیچ

آسمان پر آ چکا ہے اور صبح کی بھینی بھینی ہوا چل رہی ہے۔ اس کے دل میں تمنائیں اور غم امنڈنے لگے اور اس نے اپنی آواز سدھاری اور چاہتا ہی تھا کہ گائے کہ بھٹی والے نے کہا کہ تو کیا کرتا ہے؟ جواب دیا کہ میں اشعار پڑھنا چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کی آگ بجھے۔ بھٹی والے نے کہا کہ تجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا گزری اور اگر میں خادم کی خوشامد نہ کرتا تو وہ مجھے مار ڈالتا۔ ضوء المکان نے کہا کہ تفصیل سے بیان کر۔ اس نے کہا جب تو بے ہوش تھا تو خادم میرے پاس آیا اور اس کے پاس بادام کی لکڑی کا ایک لمبا ڈانڈا تھا اور وہ ہر شخص کے چہرے کی طرف دیکھتا جاتا اور پوچھتا جاتا کہ کس نے اشعار گائے ہیں۔ سوائے میرے کوئی بیدار نہ تھا اور اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ کوئی راہ گیر تھا۔ اس پر وہ چلا گیا اور خدا نے میری جان بچا لی ورنہ وہ مجھے مار ڈالتا۔ اب وہ مجھ سے کہہ گیا ہے کہ اگر دوبارہ سنیو تو اسے میرے پاس لے آئیو۔ جب ضوء المکان نے یہ سنا تو وہ رونے لگا اور کہا کہ دیکھوں مجھے شعر پڑھنے سے کون روکتا ہے! میں تو پڑھوں گا خواہ میرے اوپر کچھ ہی گزرے! اب میں اپنے وطن کے قریب ہوں اور کسی کی پروا نہیں کرتا۔ بھٹی والے نے کہا کہ تو اپنی ہلاکت پر تلا بیٹھا ہے۔ ضوء المکان نے کہا کہ میں تو ضرور پڑھوں گا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت سے مجھ میں اور تجھ میں جدائی ہوتی ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ جب تک تجھے تیرے وطن نہ پہنچا دوں اور تجھے تیرے باپ ماں سے نہ ملا دوں تیرا ساتھ ہرگز نہ چھوڑوں۔ ڈیڑھ سال سے تو میرے پاس ہے اور میں نے تجھے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ آخر تو اشعار پڑھنے پر اصرار کیوں کرتا ہے؟ حالانکہ ہم چلنے اور بیداری کی وجہ سے تھکے ہوئے ہیں اور سب لوگ سو رہے ہیں تاکہ ان کی تھکن اتر جائے اور سونا ان کے لیے ضروری ہے۔ ضوء المکان نے کہا کہ میں تو باز نہیں آنے کا اور اس کے درد و غم نے اسے پردہ دری پر مجبور کر دیا اور وہ اشعار پڑھنے لگا۔ جب وہ پڑھ چکا تو اس نے تین بار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ بھٹی والا اٹھا اور اس نے اسے چادر اڑھا دی۔

جب نزہت الزماں نے پہلی بار اشعار سنے تھے تو اسے اپنے باپ اور ماں اور بھائی کی یاد آئی تھی۔ اب جب دوبارہ اس نے اشعار سنے تو وہ رونے لگی اور خادم پر ناراض ہو کر کہنے لگی کہ حیف ہو تجھ پر' جس نے پہلے اشعار پڑھے تھے اس نے پھر پڑھے ہیں اور وہ شخص یہاں سے قریب ہے۔ خدا کی قسم' اگر تو اسے میرے پاس نہ لایا تو حاجب سے کہہ کر تجھے خوب پٹوا کر نکلوا دوں گی۔ لیکن یہ سو دینار لیتا جا اور اسے دے اور اسے نرمی کے ساتھ بلا لا اور اسے تکلیف مت پہنچا۔ اگر وہ لینے سے انکار کرے تو اسے یہ تھیلی دیجیو جس میں ایک ہزار دینار ہیں۔ اگر وہ اسے بھی نہ لے تو اسے مجبور مت کیجیو۔ بلکہ اس کا گھر اور پیشہ پوچھ لیجیو اور یہ کہ وہ کس ملک کا ہے اور جلد میرے پاس لوٹ کر آ جائیو دیر مت کیجیو۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- تہترویں رات

جب تہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ نزہت الزماں نے خادم کو بھیجا کہ اس کی تلاش کرے اور کہا کہ خبردار اگر تو نے پھر میرے پاس آکر کہا کہ وہ نہیں ملا! خادم گیا اور لوگوں میں ادھر ادھر گھومنے لگا اور ان کے خیموں کے اندر بھی گیا کسی کو جاگتا نہ پایا کیونکہ سب لوگ تکان کی وجہ سے سو رہے تھے۔ اب وہ بھٹی والے کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ سر کھولے بیٹھا ہوا ہے۔ خادم نے قریب آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تو نے ہی اشعار گائے ہیں۔ اسے اپنی جان کا ڈر لگا اور وہ کہنے لگا کہ اے قوم کے سردار' میں نے نہیں گائے ہیں۔ خادم نے کہا کہ جب تک تو مجھے اس شخص کے پاس نہ لے چلے گا جس نے گائے ہیں میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اگر میں بغیر اس شخص کے اپنی مالکہ کے پاس جاؤں گا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے سزا دے گی۔ جب بھٹی والے نے خادم کی باتیں سنیں تو اسے ضوء المکان کی طرف سے بہت ڈر لگا اور وہ زار زار رونے لگا اور اس نے خادم سے کہا کہ واللہ نہ میں نے اشعار گائے اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ کس نے گائے مگر میں نے ایک راہ گیر کو گاتے سنا ہے۔ میری وجہ سے گنہگار مت بن' میں پردیسی ہوں اور قدس اور خلیل سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ خادم نے کہا کہ میرے ساتھ چل اور اپنی زبان سے میری مالکہ سے بیان کر کیونکہ اس وقت تیرے سوا اور کوئی جاگتا ہوا نہیں ہے۔ بھٹی والے نے کہا کہ پہلی بار بھی تو نے مجھے اس جگہ بیٹھے دیکھا تھا۔ کوئی شخص اپنی جگہ سے یہاں ہل نہیں سکتا ورنہ اسے چوکیدار پکڑ لیں گے۔ تو واپس جا اور اگر اس کے بعد تو کسی کو شعر پڑھتے سنے' خواہ وہ دور ہو یا نزدیک' تو وہ میں ہوں گا یا میں اس کو جانتا ہوں گا اور مجھ ہی سے تجھے اس کا پتہ چلے گا۔ یہ کہہ کر اس نے خادم کے سر کو بوسہ دیا اور اس کی خوشامد کرنے لگا۔ خادم اس کو چھوڑ

کر چلا گیا اور ایک چکر لگا کر بھٹی والے کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا کیونکہ بغیر نتیجے کے اپنی مالکہ کے پاس جانے سے وہ ڈرتا تھا۔

اب بھٹی والا اٹھا اور اس نے ضوء المکان کو جگایا اور کہا کہ اٹھ کر بیٹھ جا' میں تجھ سے ماجرا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اٹھ بیٹھا اور بھٹی والے نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ ضوء المکان نے کہا کہ ارے جانے بھی دے' میں کسی کی پروا نہیں کرتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہوں کیونکہ میرا ملک قریب ہے۔ بھٹی والے نے کہا کہ آخر تو کیوں اپنے نفس اور شیطان کی پیروی کرتا ہے؟ تو کسی سے نہیں ڈرتا مگر میں اپنی اور تیری بابت ڈرتا ہوں۔ تجھے خدا کی قسم' جب تک اپنے شہر نہ پہنچ جائیو' ہرگز اشعار نہ گائیو۔ میں تجھے ایسا ہرگز نہ جانتا تھا۔ تجھے معلوم نہیں کہ یہ خانم جو حاجب کی بیوی ہے تجھے سزا دینا چاہتی ہے کیونکہ تو اسے دق کر رہا ہے۔ غالباً وہ بیمار ہے یا سفر کی تکان سے اسے نیند نہیں آتی۔ یہ دوسری مرتبہ ہے کہ اس نے خادم کو تیری تلاش میں بھیجا ہے۔ ضوء المکان اس کی باتوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوا بلکہ تیسری بار اس نے آہ کھینچی اور اشعار پڑھنے لگا۔ خادم چھپا ہوا کھڑا تھا اور اس کے اشعار سن رہا تھا۔ جب وہ پڑھ چکا تو خادم اس کے سر پر آ پہنچا۔ بھٹی جھونکنے والا یہ دیکھ کر بھاگا اور دور کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ اب کیا ہوتا ہے۔ خادم نے کہا کہ السلام علیکم' اے میرے آقا' ضوء المکان نے جواب دیا کہ وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ خادم نے کہا کہ اے میرے آقا.....

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چوہتروین رات

جب چوہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ خادم نے ضوء المکان سے کہا کہ اے میرے آقا' میں آج رات تیرے پاس تین بار آ چکا ہوں کیونکہ میری مالکہ نے تجھے یاد کیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ کون کتیا ہے جو مجھے یاد کرتی ہے؟ خدا اس پر اور اس کے ساتھ اس کے شوہر پر لعنت بھیجے! یہ کہہ کر اس نے خادم کو برا بھلا کہنا شروع کیا' لیکن خادم کو یہ مجال نہ ہوئی کہ اسے جواب دے کیونکہ اس کی مالکہ نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اسے تکلیف نہ پہنچائیو اور اسے زبردستی نہ لائیو اور اگر وہ تیرے ساتھ نہ آئے تو اسے سو دینار دیجیو۔ اس لیے خادم اس سے ملائمت سے باتیں کرنے لگا اور اس سے کہا کہ اے میرے آقا' یہ لے اور میرے ساتھ چل۔ ہم نے نہ تو تیرا کچھ بگاڑا ہے اور نہ کوئی جرم کیا ہے۔ میرا مطلب محض اتنا ہے کہ تو ہماری مالکہ کے یہاں قدم رنجہ فرمائے تاکہ وہ تجھ سے کچھ پوچھے اور پھر تو بخیر و خوبی واپس آ جائے۔ ہم تجھے ایک بڑی خوش خبری سنانا چاہتے ہیں۔ جب اس نے خادم سے یہ سنا تو اٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں پر کودتا پھاندتا چل دیا۔ بھٹی والا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور اس کو برابر دیکھا جاتا اور اپنے دل میں کہتا جاتا تھا کہ ہائے اس کی جوانی! کل وہ اسے پھانسی پر چڑھا دیں گے۔ بھٹی والا ان کے پیچھے پیچھے تھا مگر انہوں نے اس کو نہ دیکھا اور جب وہ اپنی جگہ پہنچ گئے تو وہ بھی ٹھہر گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے اشعار پڑھنے کو کہا تھا تو اس کی یہ بڑی رذالت ہو گی۔

یہ تو بھٹی والے کا قصہ ہوا۔ اب ضوء المکان کا حال سنئے۔ وہ خادم کے ساتھ چلتے چلتے محمل تک پہنچا اور خادم نے نزہت الزماں کے پاس جا کر خبر کی اور کہا کہ اے میرے آقا' جس کو تو چاہتی تھی اسے میں لے آیا ہوں اور وہ بڑا حسین جوان ہے اور ناز پروردگی کے آثار اس سے نمودار ہیں۔ جب نزہت الزماں نے یہ سنا تو اس کا دل دھڑکنے

لگا اور اس نے کہا کہ اس سے کہہ کہ کہ اشعار پڑھے تاکہ میں قریب سے بھی سنوں۔ اس کے بعد اس کا نام اور وطن پوچھیو۔ یہ سن کر خادم آیا اور کہنے لگا کہ اگر اور شعر یاد ہوں تو پڑھ' میری مالکہ تیرے قریب کھڑی سن رہی ہے۔ اس کے بعد میں تیرا نام اور وطن اور حال دریافت کروں گا۔ ضوء المکان نے کہا بسر و چشم لیکن اگر تو میرا نام جاننا چاہتا ہے تو وہ مٹ چکا ہے اور میرا پتہ فنا ہو چکا ہے اور میرا جسم گھل چکا ہے۔ اور میری سرگزشت ایسی ہے جس کی ابتدا نامعلوم ہے اور انتہا نا مفہوم اور میری حالت اس متوالے کی سی ہے جس نے بہت شراب پی لی ہو اور اپنے اوپر ظلم کیا ہو اور حوادث کا شکار بنا ہو اور جس کا سر پھر گیا ہو اور جو اپنے معاملے میں حیران و پریشان اور فکر کے سمندر میں غرق ہو۔ جب نزہت الزماں نے یہ باتیں سنیں تو وہ رو پڑی اور خوب روئی اور آہیں بھرنے لگی اور خادم سے کہا کہ اس سے پوچھ کہ کیا تو کسی عزیز دوست سے جدا ہو گیا ہے مثلاً باپ یا ماں سے۔ خادم نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور ضوء المکان نے جواب دیا کہ ہاں' میں سب سے جدا ہو گیا ہوں اور ان میں سے سب سے زیادہ عزیز میری بہن ہے جسے زمانے نے مجھ سے جدا کر دیا ہے۔ نزہت الزماں یہ سن کر چپ ہو گئی اور کہنے لگی کہ خداوندا اس کو اپنے عزیزوں سے ملا دے!

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پچھترویں رات

جب پچھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب نزہت الزماں نے اس کی باتیں سنیں تو کہنے لگی کہ خدا اسے اس کے عزیزوں سے پھر ملائے! اس کے بعد وہ خادم سے کہنے لگی کہ اس سے کہہ کہ وہ اپنے خاندان اور وطن کی مفارقت میں مجھے کچھ سنائے۔ خادم نے اپنی مالکہ کے حکم کی تعمیل کی اور ضوء المکان سرد آہ بھر کر اسے اشعار سنانے لگا۔ جب وہ اشعار پڑھ چکا اور نزہت الزماں انہیں سن چکی تو اس نے محمل کا پردہ اٹھا دیا اور اسے دیکھنے لگی۔ جب اس کی نظر ضوء المکان کے چہرے پر پڑی تو اس نے اسے پہچان لیا اور اسے یقین آ گیا کہ وہ ضوء المکان ہے اور وہ چلا اٹھی کہ بھائی ضوء المکان! وہ بھی اس کی طرف دیکھنے لگا اور اسے پہچان لیا اور چلا اٹھا کہ بہن نزہت الزماں! وہ بھائی سے لپٹ گئی اور بھائی نے اسے گود میں لے لیا اور دونوں بے ہوش ہو گئے۔ جب خادم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اسے ان پر بڑا تعجب ہوا اور اس نے دونوں پر چادر ڈال دی اور ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتا رہا۔ جب انہیں ہوش آیا تو نزہت الزماں مارے خوشی کے پھولے نہ سماتی تھی اور اس کا رنج و الم سب دور ہو گیا اور خوشی نے ان کی جگہ لے لی۔ اب ضوء المکان نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور مارے خوشی کے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور تھوڑی دیر تک وہ دونوں محمل کے دروازے پر بیٹھے رہے۔ اس کے بعد وہ کہنے لگی کہ محمل کے اندر چل اور تو اپنی سرگزشت مجھ سے بیان کر اور میں تجھ سے اپنی سرگزشت بیان کروں۔ جب وہ اندر آئے تو ضوء المکان نے کہا کہ پہلے تو کہہ۔ اس نے اپنا قصہ شروع سے لے کر آخر تک کہہ سنایا۔ اس وقت سے لے کر جب وہ اس سے سرائے میں رخصت ہوئی تھی اور یہ کہ بدو اور تاجر کے ساتھ کیا واقعہ

پیش آیا اور تاجر اسے کس طرح بدو سے خرید کر اس کے بھائی شرکان کے پاس لے گیا اور اس کے ہاتھ بیچا اور اس نے خرید کر اسے آزاد کیا اور اس کے ساتھ نکاح نامہ لکھوایا اور اس کے ساتھ ہم بستر ہوا اور جب اس کے باپ نے اس کی خبر سنی تو اس نے خط لکھ کر اسے بلوایا۔

اس کے بعد وہ کہنے لگی کہ شکر ہے خدایا جس نے میرے اوپر احسان کیا اور تجھ سے ملایا اور جس طرح ہم باپ کے یہاں سے ساتھ ساتھ نکلے تھے اسی طرح ساتھ ساتھ واپس جا رہے ہیں۔ پھر اس نے یہ بیان کیا کہ میرے بھائی شرکان نے میری شادی اس حاجب سے کر دی ہے تاکہ وہ مجھے میرے باپ تک پہنچا دے۔ بس یہ میری سرگذشت اول سے لے کر آخر تک۔ اب تو کہہ کہ میرے جانے کے بعد تجھ پر کیا گزری۔ اس نے بھی شروع سے لے کر آخر تک سارا قصہ بیان کر دیا اور یہ کہ خدا نے اس پر احسان کیا اور اس بھٹی والے سے ملا دیا اور وہ اس کے ساتھ سفر میں ہے اور اپنا مال اس پر خرچ کر رہا ہے اور دن رات اس کی خدمت کرتا ہے۔ بہن نے کہا کہ میں اس پر اس کی بہت شکر گزار ہوں۔ ضوء المکان نے کہا کہ بہن' اس بھٹی والے نے میرے ساتھ وہ احسان کیا ہے جو نہ دوست دوست کے ساتھ کرتا ہے اور نہ باپ بیٹے کے ساتھ۔ حتیٰ کہ وہ مجھے کھانا کھلاتا اور خود بھوکا رہتا ہے اور مجھے سوار کرتا اور خود پیادہ چلتا اور میرے زندہ رہنے کا سبب وہی ہے۔ نزہت الزماں نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو ہم حتی المقدور اس کا بدلہ دیں گے۔ اب نزہت الزماں نے خادم کو آواز دی اور اس نے آکر ضوء المکان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ نزہت الزماں نے اس سے کہا کہ اے نیک مرد' میں تجھے بھی خوشخبری دیتی ہوں کیونکہ تیرے ذریعے سے میں اپنے بھائی سے ملی ہوں۔ تھیلی اور جو کچھ اس میں ہے' تیرا ہے۔ اب فوراً جا کر اپنے مالک کو بلا لا۔ خادم خوش ہو گیا اور حاجب کے پاس جا کر کہا کہ میری مالکہ تجھے بلاتی ہے۔ حاجب اس کے ساتھ آیا اور اپنی بیوی نزہت الزماں کے پاس گیا اور دیکھا کہ اس کا بھائی اس کے پاس ہے اور اس نے قصہ دریافت کیا۔ بیوی نے ساری سرگزشت شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دی اور اس کے بعد کہنے

لگی کہ اے حاجب، تو نے کسی کنیز کے ساتھ شادی نہیں کی بلکہ بادشاہ عمر بن النعمان کی بیٹی کے ساتھ کی ہے۔ کیونکہ میں نزہت الزماں ہوں اور یہ میرا بھائی ضوء المکان۔

جب حاجب نے یہ سارا قصہ سنا اور اسے اس کا یقین آ گیا اور اسے سارا واقعہ معلوم ہو گیا اور وہ یہ جان گیا کہ وہ بادشاہ عمر بن النعمان کا داماد ہے تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب تو کسی نہ کسی صوبے کا میں والی بنایا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ ضوء المکان کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی سلامتی اور بہن سے ملنے پر مبارک باد دی اور فوراً نوکروں چاکروں کو حکم دیا کہ ضوء المکان کے لیے ایک خیمہ اور بہترین گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا تیار کریں۔ نزہت الزماں نے کہا کہ اب ہم وطن کے قریب پہنچ گئے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ وطن پہنچنے تک میں اپنے بھائی کے ساتھ تنہا رہوں اور ہم مل کر لطف اٹھائیں۔ یہاں تک کہ سیر ہو جائیں کیونکہ ہم بہت دنوں تک جدا رہے ہیں۔ حاجب نے کہا کہ تیرا حکم سر آنکھوں پر! یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور ان کے لیے شمعیں اور طرح طرح کی مٹھائیاں اور ضوء المکان کے لیے تین جوڑے بہترین لباس کے بھیجے۔ اس کے بعد وہ پھر محمل میں آیا اور اپنی دریا دلی بیان کی۔ نزہت الزماں نے اس سے کہا کہ خادم کو بھیج کر بھٹی والے کو بلوا اور اس کی سواری کے لیے ایک گھوڑا دے تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر چلے اور صبح شام اس کے لیے دسترخوان تیار کر اور اس سے کہہ کہ وہ ہمارا ساتھ نہ چھوڑے۔ یہ سن کا حاجب نے خادم کو بلوایا اور اسے سارے احکامات دے دیے۔ خادم نے کہا کہ بسر و چشم اور اپنے ساتھ نوکروں کو لے کر بھٹی والے کی تلاش میں گیا اور دیکھا کہ وہ قافلے کے پیچھے اپنا گدھا کس رہا ہے اور بھاگنا چاہتا ہے اور اپنی جان کے خوف اور ضوء المکان کی جدائی کے رنج سے اس کے چہرے پر آنسو بہہ رہے ہیں اور کہہ رہا ہے کہ میں نے فی سبیل اللہ اسے نصیحت کی تھی لیکن اس نے میری نہ سنی۔ معلوم نہیں کہ اب وہ کس حال میں ہے۔ ابھی وہ یہ باتیں ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ خادم اس کے سر پر آ پہنچا

اور نوکر چاکر اس کے آس پاس گھومنے لگے۔ بھٹی والے نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ خادم اس کے سر پر کھڑا ہے اور اس کے اردگرد بہت سے نوکر چاکر ہیں۔ یہ دیکھ کر

وہ سہم گیا اور اس کا رنگ فق ہو گیا۔

اب شہرزاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھترویں رات

جب چھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب بھٹی والے نے ارادہ کیا کہ اپنے گدھے پر کاٹھی رکھ کر بھاگ جائے اور جب وہ اپنے دل میں یہ باتیں کر رہا تھا کہ دیکھنا چاہیے کہ اس کا کیا حال ہو تو ابھی یہ باتیں ختم نہ کرنے پایا تھا کہ خادم اس کے سر پر آ کھڑا ہوا اور دوسرے نوکر چاکر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ جب بھٹی والے نے دیکھا کہ خادم اس کے سر پر کھڑا ہے تو اس کے پٹھے کانپنے لگے اور وہ سہم گیا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ اس نے میری ساری بھلائیوں پر پانی پھیر دیا اور وہ اس خادم اور دوسرے نوکر چاکروں کو میرے پیچھے لگایا گویا میں بھی اس کے گناہ میں شامل ہوں۔ اتنے میں خادم نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ اے جھوٹے' اشعار کون پڑھتا تھا! تو نے مجھ سے یہ کیوں کہا کہ نہ تو تو نے اشعار پڑھے اور نہ تجھے معلوم کہ کس نے پڑھے؟ حالانکہ وہ تیرا رفیق ہے۔ اس لیے میں یہاں سے لے کر بغداد تک تیرا پیچھا نہ چھوڑوں گا اور جو تیرے رفیق کا حال ہو گا وہی تیرا بھی ہو گا۔ جب اس نے خادم کو یہ کہتے سنا تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ جس سے میں ڈرتا تھا' وہی پیش آیا۔

اب خادم نے دوسرے نوکروں سے ڈانٹ کر کہا کہ اسے گدھے سے اتار لو اور انہوں نے اسے اتار لیا اور اسے گھوڑے پر سوار کیا اور قافلے کے ساتھ روانہ کر دیا اور نوکر چاکر اس کے ارد گرد تھے اور آنکھ مارتے جاتے تھے۔ خادم نے ان سے چپکے سے کہا اسے عزت سے رکھنا ذلیل نہ کرنا۔ اگر اس کا ذرا بھی بال بیکا ہوا تو تمہاری خیر نہیں۔ بھٹی والے نے جب نوکروں کو اپنے اردگرد دیکھا تو وہ زندگی سے ناامید ہو گیا اور خادم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے سردار' میں نہ اس شخص کا بھائی ہوں اور نہ عزیز' نہ میرا اس سے کوئی رشتہ ناطہ ہے' نہ ہی اس کا مجھ سے۔ میں

ایک بھٹی جھونکنے پر مامور ہوں اور میں نے ایک دن اسے کوڑے کے ڈھیر پر بیمار پایا تھا۔ قافلہ چلا جا رہا تھا اور وہ رو رہا تھا اور اس کے دل میں ہزاروں وسوسے آ جا رہے تھے اور خادم اس کے ساتھ ساتھ تھا اور اسے واقعات سے مطلع نہ کرتا بلکہ یہ کہتا کہ تو نے اور اس لڑکے نے شعر پڑھ پڑھ کر میری مالکہ کو دق کیا ہے اور تجھے اپنی جان کا خوف نہیں۔ خادم دل ہی دل میں اس پر ہنستا اور جب وہ ٹھہرتے تو وہ کھانا لاتا اور دونوں ایک ہی برتن میں کھاتے اور وہ کھانا کھا چکتے تو شراب کی صراحی منگواتا اور خود پیتا اور بھٹی والے کو پلاتا لیکن اپنی جان کے خوف اور ضوء المکان کے فراق کی وجہ سے اس کے آنسو بند نہ ہوتے اور وہ یہ سوچتا کہ پردیس میں آکر وہ کس مصیبت میں پھنس گیا! وہ یہی سوچتا جاتا اور خادم اس کے ہمراہ چلتا جاتا تھا۔ حاجب کبھی تو بادشاہ عمر بن النعمان کے بیٹے ضوء المکان اور اس کی بہن کی خدمت میں محل کے دروازے پر حاضر ہوتا اور کبھی بھٹی والے کا تماشہ دیکھتا اور نزہت الزماں اور اس کا بھائی ضوء المکان بات چیت اور شکوے شکایت میں مصروف تھے۔

وہ اسی حالت میں چلتے چلتے ملک کے قریب پہنچے اور ان کے درمیان محض تین روز کا فاصلہ رہ گیا۔ اب شام ہوتے ہی وہ اتر پڑے اور آرام کرنے لگے اور صبح تک آرام کرتے رہے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو وہ اٹھے تو سامان لادنے ہی والے تھے کہ ان کو ایک گرد اٹھتی دکھائی دی اور ہوا تاریک ہو کر اندھیری رات کی طرف ہو گئی۔ حاجب نے آواز دی کہ ٹھہرو، ابھی مت لادو اور وہ اس کے غلام سوار ہو کر گرد کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے تو انہیں گرد کے نیچے ایک بڑا لشکر نظر آیا جو متلاطم سمندر کی طرح تھا اور جس کے ساتھ جھنڈے اور علم اور ڈھول اور سوار اور سورما تھے۔ حاجب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ جب لشکر والوں نے اس کو دیکھا تو تقریباً پانچ سوار آگے بڑھ کر حاجب اور اس کے ساتھیوں کے پاس آئے اور ان کو گھیر لیا اور ایک ایک غلام کے گرد پانچ پانچ سوار جمع ہو گئے۔ حاجب نے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے اور یہ لشکر کہاں سے آیا ہے کہ ہمارے ساتھ یہ حرکت کر رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ تو کون

ہے اور کہاں سے آ رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بغداد اور خراسان کے بادشاہ عمر بن النعمان کے بیٹے شرکان کا' جو دمشق کا والی ہے حاجب ہوں اور اس نے مجھے خراج اور ہدیے لے کر اپنے باپ کے پاس بغداد بھیجا ہے۔ جب انہوں نے اس سے یہ سنا تو منہ پر رومال ڈال کر رونے لگے اور کہا کہ عمر بن النعمان فوت ہو چکا ہے اور وہ بھی زہر سے۔ تیرے لیے کوئی ہرج نہیں' تو جا کر بڑے وزیر دندان سے ملاقات کر۔

جب حاجب نے یہ سنا تو رونے پیٹنے لگا اور کہنے لگا کہ ہائے' اس سفر میں ہماری ناکامی! یہ کہہ کر وہ اس کے سب ہمراہی رونے لگے اور دوسرے لشکر میں جا کر وزیر دندان سے ملنے کی اجازت مانگی۔ وزیر نے اجازت دے دی اور اپنے خیمے لگوا کر خود ایک خیمے کے بیچ تخت پر بیٹھ گیا اور حاجب نے کہا کہ بیٹھ۔ جب وہ بیٹھ گیا تو وزیر نے اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں دمشق کا امیر حاجب ہوں اور ہدیئے اور دمشق کا خراج لے کر آیا ہوں۔ جب وزیر نے سنا تو بادشاہ عمر بن النعمان کو یاد کر کے رونے لگا اور اس سے کہا بادشاہ عمر بن النعمان کو زہر دے دیا گیا ہے اور اس کی موت کے بعد لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے کہ کس کو بادشاہ بنائیں یہاں تک کہ ان میں کشت و خون ہو گیا تھا مگر اراکین اور امراء اور چاروں قاضیوں نے ان کو روکا اور لوگوں کو اس بات پر اتفاق ہوا کہ جو کچھ چاروں قاضی کہیں' اسے سب لوگ مان لیں اور چاروں اس بات پر متفق ہیں کہ ہم دمشق جا کر شہزادہ شرکان کو لائیں اور اسے باپ کے تخت پر بٹھائیں مگر لوگوں میں ایک جماعت ہے جو اس کے دوسرے بیٹے کو تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں جس کا نام ضوء المکان اور جس کی بہن نزہت الزماں ہے پانچ سال ہوئے کہ وہ حجاز گئے تھے اور آج تک ان کا پتہ نہیں۔ جب حاجب نے یہ سنا تو اس کو یقین آ گیا کہ جو قصہ اس کی بیوی نے بیان کیا تھا' صحیح ہے۔ بادشاہ کی موت پر اسے بہت غم ہوا لیکن ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی بالخصوص ضوء المکان کے آنے کی وجہ سے کیونکہ اس کا گمان تھا کہ وہ اپنے باپ کی جگہ بغداد کے تخت

پر بیٹھے گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• سترویں رات

جب سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بادشاہ' جب شرکان کے حاجب نے وزیر دندان کی باتیں سنیں کہ بادشاہ عمر بن النعمان فوت ہو چکا ہے تو اسے افسوس ہوا لیکن اپنی بیوی اور اس کے بھائی ضوء المکان کی خاطر وہ بہت خوش تھا کہ وہ اپنے باپ کی جگہ بغداد میں بادشاہ بنے گا۔ اب اس نے وزیر دندان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا قصہ عجیب و غریب ہے۔ اے بڑے وزیر' اب جب کہ تم ہم سے ملے ہو تو خدا نے تمہاری پریشانی دور کر دی ہے اور نہایت آسانی کے ساتھ تمہاری مطلب برآری ہو گئی ہے کیونکہ خدا ضوء المکان اور اس کی بہن کو یہاں لے آیا ہے اور سارا معاملہ صاف اور آسان ہو گیا ہے۔

جب وزیر نے یہ سنا تو مارے خوشی کے پھول گیا اور حاجب سے کہنے لگا کہ بیان کر' ان کا کیا قصہ ہے اور ان پر کیا گزری اور وہ اب تک کیوں ناپید رہے؟ حاجب نے اس سے سارا قصہ کہہ سنایا جو نزہت الزماں نے اس سے بیان کیا تھا اور کہا کہ اب وہ میری بیوی ہے اور ضوء المکان کی سرگزشت بھی شروع سے آخر تک کہہ سنائی۔

جب حاجب اپنی باتیں ختم کر چکا تو وزیر دندان نے امراء اور وزراء اور ملک کے بڑے لوگوں کو بلوایا اور انہیں ساری باتوں سے مطلع کیا۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور ان واقعات سے انہیں سخت تعجب ہوا۔ اب وہ سب کے سب حاجب کے پاس آئے اور اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے اور زمین کو بوسہ دیا اور وزیر بھی فوراً حاجب کے پاس آیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس روز حاجب نے ایک بڑا دربار کیا' وہ اور وزیر تخت پر بیٹھے اور ان کے سامنے سارے امراء و اراکین اپنے اپنے درجوں کے مطابق کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے گلاب کے پانی میں شکر گھولی اور اسے پیا۔ اب امراء سے مشورہ کرنے بیٹھ گئے اور باقی لشکر کو حکم دیا کہ آہستہ آہستہ آگے

بڑھیں اور مشورہ ختم کرنے کے بعد وہ ان سے آ ملیں گے۔ انہوں نے حاجب کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور سوار ہو گئے اور جھنڈے ان کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ جب امراء مشورے سے فارغ ہو چکے تو سوار ہو کر ان سے جا ملے۔ اب حاجب وزیر دندان کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم سے آگے چل دوں تا کہ میں نئے بادشاہ کی خاطر خواہ جگہ تیار کروں اور اسے تم لوگوں کے آنے کی خبر پہنچاؤں اور یہ کہ تم نے اس کے بھائی شرکان کو چھوڑ کر اسے اپنے اوپر بادشاہ بنایا ہے۔ وزیر نے کہا کہ تیری رائے مناسب ہے۔
یہ کہہ کر حاجب اٹھا اور وزیر دندان بھی تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا اور حاجب کے سامنے تحفے پیش کیے اور اس کو قسم دی کہ انہیں قبول کرے۔ اسی طرح بڑے بڑے امرا اور منصب داروں نے تحفے تحائف پیش کیے اور اسے دعا دی اور اس سے کہا کہ سلطان ضوء المکان سے ہماری سفارش کیجیو تا کہ وہ ہمیں ہمارے عہدوں پر بحال رکھے۔ حاجب نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اپنے غلاموں کو کوچ کا حکم دے دیا۔ وزیر دندان نے حاجب کے ہمراہ خیمے بھیجے اور فراشوں کو حکم دیا کہ انہیں شہر سے ایک دن کی راہ پر نصب کریں اور انہوں نے جواب دیا کہ بہت خوب۔ حاجب سوار ہو کر خوش خوش چل دیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ سفر کیسا مبارک ہے! اور اس کے دل میں اپنی بیوی اور ضوء المکان کی قدر بڑھ گئی۔ اب وہ تیز تیز چلتے ایک جگہ پہنچا جہاں سے شہر ایک دن کے فاصلے پر تھا اور فوج کو ٹھہرنے کا حکم دیا تا کہ آرام کریں اور سلطان ضوء المکان کے لیے جگہ تیار کریں۔ اس کے بعد وہ ابھی نزہت الزماں کے بالکل قریب نہ پہنچا تھا کہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اس کے ساتھ اس کے سفید اور کالے غلام بھی پیادہ ہو گئے اور اس نے ان سے کہا کہ مالکہ سے اجازت مانگیں کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اجازت مانگی اور مالکہ نے اجازت دی اور وہ اندر جا کر اس سے اور اس کے بھائی سے ملا اور انہیں ان کے باپ کے مرنے کی خبر پہنچائی

اور یہ کہ امراء نے باپ کی جگہ اس کو بادشاہ منتخب کیا ہے اور ان کو حکومت ملنے پر مبارک باد دی۔ دونوں اپنے باپ کے مرنے کی خبر سن کر رونے لگے اور اس کے قتل کا سبب دریافت کیا۔ حاجب نے کہا کہ اس کی خبر وزیر دندان کو ہے اور وہ مع اپنے لاؤ لشکر کے عنقریب یہاں پہنچ جائے گا۔ اب اے بادشاہ سوائے اس کے اور چارہ نہیں کہ تو ان کے انتخاب کو منظور کرے کیونکہ انہوں نے یکرائے ہو کر تجھے منتخب کیا ہے اور اگر تو منظور نہیں کرے گا تو وہ کسی دوسرے کو سلطان بنا دیں گے اور اس کے ہاتھ سے تو امن و امان میں نہ رہ سکے گا' ممکن ہے کہ وہ تجھے قتل کر دے یا تم دونوں میں جھگڑا ہو اور سلطنت دونوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔

اس پر ضوء المکان تھوڑی دیر تک سر جھکائے رہا اور پھر کہنے لگا کہ میں نے منظور کیا کیونکہ اس سے مفر نہیں۔ اسے یقین آ گیا کہ حاجب کا مشورہ درست ہے اور وہ اس سے کہنے لگا کہ چچا' تو پھر میرے بھائی شرکان کا کیا حشر ہو گا؟ اس نے کہا کہ بیٹا' وہ دمشق کا سلطان ہے اور تو بغداد کا ہو گا۔ تو اپنا ارادہ مضبوط رکھ اور اپنے کام میں مشغول ہو جا۔ ضوء المکان نے اسے منظور کر لیا۔ اس کے بعد حاجب نے اسے شاہی لباس پیش کیا جو وزیر دندان اپنے ساتھ لایا تھا اور خنجر دیا اور باہر جا کر فراشوں کو حکم دیا کہ ایک بلند مقام چن کر اس میں بڑے بڑے خیمے لگائیں تا کہ جب امراء بادشاہ سے ملنے آئیں تو وہاں بیٹھ کر ان سے ملے۔ اس کے بعد اس نے باورچیوں کو حکم دیا کہ عمدہ عمدہ کھانے پکا کر حاضر کریں اور سقوں کو حکم دیا کہ پانی کی نادیں لگائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد انہیں غبار اڑتا دکھائی دیا یہاں تک کہ وہ چاروں طرف پھیل گیا۔ جب غبار پھٹا تو اس کے نیچے متلاطم سمندر کی طرح ایک جرار لشکر دکھائی دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی۔ اب اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## اٹھترویں رات

جب اٹھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب حاجب نے فراشوں کو حکم دیا کہ بڑا خیمہ لگائیں' جس میں بادشاہ دربار کر سکے تو انہوں نے

شاہی قاعدے کے موافق ایک بڑا خیمہ لگا دیا۔ جب وہ یہ کام کر چکے تو انہیں ایک غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا اور جب ہوا نے غبار کو دور کر دیا تو اس کے نیچے سے ایک جرار لشکر نکلا اور انہوں نے معلوم کیا کہ یہ بغداد و خراسان کا لشکر ہے اور اس کا سردار وزیر دندان ہے اور سب ضوء المکان کے بادشاہ ہونے پر خوش و خرم ہیں۔

ضوء المکان شاہی پوشاک پہنے ہوئے اور شاہی تلوار لگائے ہوئے تھا۔ حاجب نے اس کے سامنے گھوڑا پیش کیا اور وہ سوار ہوا اور اس کے غلام اور دوسرے لوگ جو خیمے میں اس کی خدمت میں تھے پیادہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ بڑے گنبد نما خیمے میں داخل ہوا اور بیٹھ گیا اور خنجر کو اپنے زانو پر رکھ لیا اور حاجب اس کی خدمت کے لیے اس کے آگے کھڑا ہو گیا اور غلام ہاتھوں میں برہنہ شمشیر لے کر خیمے کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں فوجیں اور لشکر آ پہنچا اور اجازت طلب کی۔ حاجب نے اندر آکر ان کے لیے اجازت چاہی اور ضوء المکان نے حکم دیا کہ دس دس کر کے اندر آ جائیں۔ حاجب نے یہ حکم ان کو پہنچا دیا اور انہوں نے اسے بسر و چشم تسلیم کر لیا اور سب کے سب آکر دروازے پر ٹھہر گئے اور ان میں سے دس دس اندر داخل ہوئے اور دروازے پر حاجب ان کے بیچ میں شامل ہو گیا اور ان کو سلطان ضوء المکان کے پاس لے گیا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو وہ اس کی ہیبت سے مرعوب ہو گئے لیکن وہ ان سے بڑی اچھی طرح ملا اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے اس کی سلامتی پر مبارک باد دی اور اس کے لیے دعا کی اور سچی قسمیں کھائیں کہ وہ اس کی کسی امر میں نافرمانی نہ کریں گے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کے

آگے زمین کو بوسہ دیا اور چلے گئے اور دوسرے دس اندر آئے اور بادشاہ نے ان کے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے والوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس کے بعد دس دس آتے رہے' یہاں تک کہ سوائے وزیر دندان کے اور کوئی باقی نہ رہا۔

اب وزیر دندان بھی اندر آیا اور بادشاہ کے آگے زمین بوس ہوا۔ صوء المکان اٹھ کر آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ مرحبا' اے وزیر اور بڑے باپ' تو نے ہمیشہ عزیز مشیر کا کام دیا ہے اور تیری تدبیریں ہمیشہ دانشمندی کے ساتھ ہوئی ہیں۔ اس کے بعد اس نے حاجب کو حکم دیا کہ فوراً دسترخوان بچھایا جائے اور سب لشکریوں کو کھانا کھلایا جائے۔ وہ سب آئے اور انھوں نے کھایا پیا۔ اس کے بعد بادشاہ ضوء المکان نے وزیر دندان سے کہا کہ لشکر کو حکم دے کہ دس دن یہاں ٹھہریں تاکہ میں تجھ سے تخلیئے میں باتیں کر لوں اور تو مجھے میرے باپ کے قتل کے سبب سے آگاہ کرے۔ وزیر نے سلطان کے حکم کی تعمیل کی اور کہا کہ یہ ضروری ہے۔ اس کے بعد وہ باہر گیا' جہاں آس پاس خیمے لگے ہوئے تھے اور فوج کو دس روز ٹھہرنے کا حکم دیا اور انھوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور وزیر نے ان کو اجازت دی کہ وہ سیرو تفریح کریں اور کوئی عہدہ دار اس کے پاس تین دن تک نہ آئے کیونکہ اس عرصے میں وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہے گا۔ اس پر سب لوگ گڑگڑا کر ضوء المکان کو دعا دینے لگے کہ وہ ہمیشہ باعزت رہے۔ اس کے بعد وزیر بادشاہ کے پاس گیا اور اس سے ساری سرگزشت بیان کی۔
بادشاہ نے رات تک انتظار کیا اور پھر اپنی بہن نزہت الزماں کے پاس جا کر اس سے پوچھا تجھے باپ کے قتل ہونے کی وجہ معلوم ہے یا نہیں؟ اس نے جواب دیا' نہیں۔
اس پر ضوء المکان نے ایک ریشمی پردہ ڈلوایا اور خود باہر کی طرف بیٹھا اور وزیر دندان کو بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس سے کہا کہ اب میرے بادشاہ عمر بن النعمان کے قتل کی وجہ بالتفصیل بیان کر۔

وزیر دندان نے کہا کہ اے بادشاہ' سن۔ جب بادشاہ عمر بن النعمان سیرو شکار سے واپس آیا اور شہر پہنچا تو اس نے تم دونوں کے متعلق دریافت کیا لیکن کوئی تمہارا پتہ معلوم

نہ ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ تم دنوں حج کرنے چلے گئے ہو۔ اس پر وہ بہت غمگین ہوا اور اسے بہت غصہ آیا اور اس کو دلی صدمہ پہنچا۔ چھ مہینے تک وہ برابر ہر آنے جانے والے سے تمہارے متعلق پوچھتا رہا لیکن کسی کو تمہاری خبر نہ تھی۔ تمہارے چلے جانے کے ایک سال بعد کا واقعہ ہے کہ ایک دن جب ہم اس کی خدمت میں حاضر تھے ایک بڑھیا آئی جس کی صورت سے عبادت کے آثار نمودار تھے۔ اس کے ساتھ پانچ کنیزیں تھیں جن کے سینے ابھرے ہوئے تھے اور جو باکرہ تھیں گویا وہ چاند تھیں اور ایسی حسین و جمیل تھیں کہ زبان ان کی تعریف سے قاصر ہے۔ علاوہ حسین ہونے کے وہ قرآن پڑھ سکتی تھیں اور حکمت اور تاریخ سے واقف تھیں۔ بڑھیا نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی اور بڑھیا حاضر ہوئی اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ اس وقت میں بادشاہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ بڑھیا کہ چہرے سے زاہد و عبادت کے آثار نمایاں ہیں تو اسے اپنے پاس بلایا۔

جب بڑھیا اس کے پاس بیٹھ گئی تو بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ اے بادشاہ' میں اپنے ساتھ پانچ کنیزیں لائی ہوں جن کا جواب کسی بادشاہ کے پاس نہیں پایا جاتا کیونکہ وہ دانشمندی اور حسن و جمال اور کمال میں یکتا ہیں۔ قرآن کی مختلف قرائتیں جانتی ہیں اور علوم اور تاریخ سے واقفیت رکھتی ہیں اور اے جہاں پناہ' وہ تیری خدمت کے لیے حاضر ہیں اور تیرے سامنے کھڑی ہیں' اور امتحان کے بعد انسان کی عزت یا ذلت کا پتہ چلتا ہے۔ مرحوم نے نظر اٹھا کر کنیزوں کی طرف دیکھا اور دیکھ کر خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم میں سے ہر ایک مجھے گزشتہ لوگوں اور قوموں کے حالات سے کچھ سنائے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• اناسی ویں رات

جب اناسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ وزیر دندان نے بادشاہ ضوء المکان سے کہا کہ مرحوم نے کنیزوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور دیکھ کر خوش ہو گیا اور ان سے کہنے لگا کہ تم میں سے ہر ایک مجھے گزشتہ لوگوں اور قوموں کے حالات سے کچھ سنائے۔ یہ سن کر ایک کنیز آگے بڑھی اور اس کے آگے زمین بوس ہو کر کہنے لگی کہ اے بادشاہ' سن۔ آداب داں شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ فضول گوئی سے اجتناب کرے اور اپنے آپ کو فضیلتوں سے آراستہ کرے اور فرائض کو پورا کرے اور کبیرہ گناہ سے پرہیز کرے اور اس کا اتنا التزام کرے کہ اسے یقین ہو کہ اگر وہ اس کو چھوڑ دے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ آداب کی بنیاد نیک اخلاق پر ہے۔ جان لے کہ کھانے پینے کا مقصد زندگی کی خواہش ہے اور زندگی کا مقصد خدا کی عبادت۔ اس لیے ضروری ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ بھلے خلق سے پیش آئے اور اس راہ سے ہرگز نہ پھرے۔ جس شخص کو جتنا زیادہ خطرہ ہوتا ہے' اسے اتنی ہی زیادہ تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ عوام الناس سے زیادہ بادشاہوں کو تدبیر اور سیاست کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ عوام الناس بغیر نتیجے کے سوچے سمجھے' کام میں پڑ جاتے ہیں۔ دوسری بات اس میں یہ ہے کہ تو جان و مال کو خدا کی راہ میں صرف کرے۔ جان کہ تیرا دشمن تیرا مقابل ہے' اس کا مقابلہ حجت کے ساتھ کر اور اس سے بچتا رہ۔ اب رہا دوست۔ تیرے اور اس کے درمیان اچھے خلق کے سوا اور کوئی قاضی نہیں۔ لہٰذا پہلے اس کو ٹھونک بجا کر دیکھ لے۔ اگر وہ دین والوں میں سے ہے تو وہ ایسا ہونا چاہیے کہ وہ ظاہری شرح کا پابند ہو اور باطن کا حتی الامکان عارف' اور اگر وہ دنیا والوں میں سے ہو تو آزاد اور سچا ہو نہ کہ جاہل اور شریر۔

جاہل اس قابل ہوتا ہے کہ خود اس کے ماں باپ اس سے کوسوں بھاگیں۔ جھوٹا آدمی

دوست نہیں ہو سکتا کیونکہ صدیق لفظ جس کے معنی دوست کے ہیں' صدق سے نکلا ہے اور صدق وہ چیز ہے جو سچے دل سے نکلتی ہے اور یہ اس وقت ناممکن ہے جب کہ زبان پر جھوٹ جاری ہو اور جان کہ شرع کی پیروی فائدہ مند چیز ہے۔ اگر تیرا دوست اس صفت سے موصوف ہو تو اس سے محبت کر اور اس سے تعلقات مت توڑ' خواہ اس سے کبھی ایسی بات بھی سرزد ہو جائے جو تجھے ناپسند ہو کیونکہ دوست عورت کی طرح نہیں ہوتا کہ آج طلاق دی اور کل پھر شادی کر لی' بلکہ اس کا دل شیشے کی طرح ہوتا ہے' جب ٹوٹ گیا تو پھر نہیں جڑ سکتا۔

اس کے بعد اس کنیز نے اپنی تقریر کے آخر میں ہماری طرف اشارہ کر کے کہا کہ عقلمندوں کا قول ہے کہ بہترین دوست وہ ہے جو نصیحت کرنے میں سب سے سخت ہو اور بہترین عمل وہ ہے' جس کا انجام اچھا ہو۔ اور بہترین تعریف وہ ہے جو آدمیوں کی زبان پر ہو۔ یہ بھی کہا گیا کہ کہ بندے کو خدا کے شکر سے غافل نہ ہونا چاہیے بالخصوص دو نعمتوں پر: عافیت اور عقل۔ اور یہ بھی لوگوں کا قول ہے کہ جو اپنے نفس کو بڑا جانتا ہے اس پر نفس کی شہوتیں آسان ہو جاتی ہیں اور جو شخص چھوٹی مصیبتوں کو بڑا کر کے دکھاتا ہے اس کو خدا بڑی مصیبتوں میں گرفتار کر دیتا ہے۔ جو شخص اپنی ہوا و ہوس کی اطاعت کرتا ہے' وہ اپنے حقوق کو ضائع کر دیتا ہے اور جو چغل خور کی باتیں سنتا ہے' اپنے دوست کو کھو بیٹھتا ہے۔ جو شخص تیرے متعلق نیک گمان رکھتا ہے' اس کے گمان کو سچا کر دکھا۔ جو شخص دشمنی میں حد سے تجاوز کرتا ہے' وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو شخص ظلم کرنے سے نہیں ڈرتا وہ تلوار سے نہیں بچتا۔

اب میں قاضیوں کے آداب کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتی ہوں۔ اے بادشاہ' جان کہ کوئی فیصلہ سچائی کے لیے سود مند نہیں ہوتا جب تک کہ چھان بین کر کے نہ کیا جائے قاضی کو چاہیے کہ تمام لوگوں کو ایک درجے پر رکھے تا کہ بڑے آدمی کو ظلم کرنے کی ہمت نہ ہو اور کمزور کو انصاف سے ناامیدی نہ ہو۔ اس کو یہ بھی چاہیے کہ مدعی

سے ثبوت مانگے اور جو انکار کرے' اس سے حلف اٹھوائے۔ مسلمانوں کے درمیان میں صلح کرانا جائز ہے مگر نہ ایسی صلح جس سے حرام' حلال ہو جائے اور حلال' حرام۔ اگر تجھے آج کسی بات میں شک ہو تو اپنی عقل سے مشورہ کر اور خدائی ہدایت سے اس کے عقد کشائی کر' تا کہ تو حق کی طرف راجع ہو' کیونکہ حق فرض ہے اور حق کی طرف رجوع کرنا باطل میں پڑے رہنے سے بہتر ہے۔ نظیروں سے آگاہی حاصل کر اور فیصلوں سے واقفیت۔ مدعی اور مدعا علیہ کے ساتھ برابر کا سلوک کر اور اپنی نظر کو محض سچائی پر موقوف رکھ اور اپنے کام کو خدا کے سپرد کر۔ مدعی پر ثبوت کا بار ڈال' اگر اس نے ثبوت پیش کر دیا تو اس کا حق اسے دے ورنہ مدعا علیہ سے حلف اٹھوا۔ یہ خدا کا حکم دیا ہے کہ حکام ظاہری حالت کے موافق احکام دیں اور باطن کو خدا پر چھوڑ دیں۔ قاضی پر یہ بھی واجب ہے کہ رنج اور بھوک کی زیادتی کے وقت فیصلہ نہ کرے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کے وقت محض خدا کی خوشنودی کا خیال رکھے کیونکہ جس کی نیت نیک ہے اور اس کے اور خدا کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں تو اس کے اور لوگوں کے درمیان خدا کافی ہے۔ زہری کہتا ہے کہ اگر قاضی میں تین چیزوں میں سے ایک بھی ہو تو اس کو معزول کر دینا چاہیے: جب وہ رذیلوں کی عزت کرے اور اپنی تعریف پسند کرے اور معزول ہونے کو ناپسند کرے۔ ایک بار عمر بن عبدالعزیز نے ایک قاضی کو معزول کیا۔ اس نے پوچھا کہ تو نے مجھے کیوں معزول کیا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تیری باتیں تیرے درجے سے بڑھ کر ہیں۔ سکندر نے اپنے قاضی سے کہا کہ میں نے تجھے ایک ایسا درجہ دیا ہے جس میں میری روح اور عزت اور مروت شامل ہے لہٰذا اس درجے کی حفاظت اپنی جان اور عقل سے کر۔ اور اس نے اپنے باورچی سے کہا کہ تو میرے جسم کا مالک ہے لہٰذا دل و جان سے اس کے ساتھ مہربانی کر۔ اور اس نے اپنے کاتب سے کہا کہ تو میری عقل کا محافظ ہے لہٰذا جو کچھ تو میری طرف سے لکھے اس میں میری حفاظت کر۔

یہ کہہ کر پہلی کنیز پیچھے ہٹ گئی اور دوسری آگے بڑھی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پوری اسی ویں رات

جب پوری اسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ یہ کہہ کر پہلی کنیز پیچھے ہٹ گئی اور دوسری نے آگے بڑھ کر تیرے والد بادشاہ کے آگے سات بار زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر تین وقتوں کے وہ معلوم نہیں ہو سکتیں: حکیم غصے کے وقت' بہادر لڑائی کے وقت اور تیرا دوست اس وقت جب تجھے اس کی ضرورت پڑے۔ اور یہ بھی ایک مقولہ ہے کہ ظالم نادم ہو کر رہتا ہے خواہ لوگ اس کی مدح کریں اور مظلوم سلامت' خواہ لوگ اس کی برائی کریں۔ خدا فرماتا ہے کہ ہرگز یہ خیال مت کر کہ جو لوگ اپنے عمل پر مغرور ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف ان باتوں میں کریں جو انھوں نے نہیں کی ہیں' عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ انہیں سخت عذاب ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں' خدا ان پر درود و سلام بھیجے! کہ سب کاموں کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص پر محض بیت کی مسئولیت ہو گی۔ انہیں کا یہ بھی کہنا ہے کہ "جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے' اگر وہ ٹھیک ہے تو کل جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے' غور سے سنو کہ وہ قلب ہے۔" سب سے زیادہ عجیب چیز جو انسان کے اندر ہے' اس کا قلب ہے کیونکہ اس کے تمام کاموں کی باگ اس کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا اگر قلب میں لالچ زور پکڑتا ہے تو حرص انسان کو ہلاک کر دیتی ہے' اگر تکلیف اس پر قابو پا جاتی ہے تو افسوس اس کو قتل کر ڈالتا ہے اور اگر قلب میں غصے کی شدت ہوتی ہے تو انسان کو خطرہ آ گھیرتا ہے اور اگر قلب کو قناعت کی نعمت عطا ہوتی ہے تو انسان رنج سے محفوظ رہتا ہے' اور اگر دل میں خوف جاگزیں ہو جاتا

ہے تو انسان دن رات غمگین رہتا ہے اور اگر دل پر کوئی مصیبت آ جاتی ہے تو رنج و الم انسان کو چکنا چور کر ڈالتے ہیں۔ اگر انسان کو دولت مل جاتی ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ اگر فاقہ اس کا گلا گھونٹتا ہے تو غم اس کو گھیر لیتا ہے اور اگر شکایت اسے جھنجھوڑتی ہے تو ضعف اس کو بے کار کر دیتا ہے۔ بہرحال سوائے اس کے اس کا کوئی علاج نہیں کہ خدا کی یاد کرے اور اپنی روزی کمائے اور آخرت کو سدھارے۔

کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ خوش حال کون شخص ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جس کی مرادنگی اس کی شہوت پر غالب آ جائے اور اس کی ہمت بہت بلندی پر پرواز کرے تاکہ اس کی معرفت میں وسعت اور معذرت میں کمی واقع ہو۔

اس کے بعد کنیز کہنے لگی کہ اب زاہدوں کے واقعات سنئے: ہشام بن بشر کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبید سے پوچھا کہ زہد کی حقیقت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اس کی تفصیل کی ہے کہ زاہد وہ ہے جو قبر اور مصیبت کو کبھی نہ بھولے اور باقی کو فانی پر ترجیح دے اور یہ نہ سمجھے کہ وہ کل بھی زندہ رہے گا اور اپنا شمار مرے ہوؤں میں کرے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابوذر کہا کرتے تھے کہ میں فقیری کو تونگری سے زیادہ دوست رکھتا ہوں اور بیماری کو صحت سے۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ خدا ابوذر پر رحم کرے! مگر میرا یہ قول ہے کہ جو اس بات پر بھروسہ رکھتا ہے کہ خدا جو کچھ کرتا ہے' اچھا کرتا ہے تو وہ ہمیشہ اس حال پر خوش رہتا ہے جس میں خدا اسے رکھتا ہے۔ ایک معتبر راوی کا قول ہے کہ ایک بار ہم نے ابن ابی اوفی کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی تو انہوں نے اس میں یا ایھاالمدثر پڑھنا شروع کیا جب وہ فاذا نقرالناقور پر پہنچے تو گر پڑے اور مر گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ثابت بنانی اتنا رویا کرتے تھے کہ ان کی آنکھیں قریب قریب جاتی رہیں۔ لوگ ایک معالج کو لائے' اس نے کہا کہ میں اس شرط پر

علاج کروں گا کہ وہ میرا کہنا مانیں۔ ثابت نے پوچھا کہ کس بات میں؟ طبیب نے کہا کہ پھر مت روئیو۔ ثابت نے جواب دیا کہ میری آنکھوں کی خوبی ہی کیا ہے اگر وہ آنسو نہ بہائیں۔ ایک شخص نے محمد بن عبداللہ سے کہا کہ مجھے نصیحت کر۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• اکیاسی ویں رات

جب اکیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ دوسری کنیز نے تیرے مرحوم والد عمر بن النعمان سے کہا کہ ایک شخص نے محمد بن عبداللہ سے کہا کہ مجھے نصیحت کر۔ اس نے کہا کہ میں تجھے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا میں مالک اور زاہد بن کر رہ اور آخرت میں مملوک اور لالچی۔ اس شخص نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ محمد نے کہا کہ دنیا سے الگ تھلگ رہنے والا دنیا اور آخرت دونوں کا مالک ہوتا ہے۔

غوث بن عبداللہ کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں دو بھائی تھے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو نے سب سے زیادہ خوفناک عمل کیا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک بار مرغی کے ڈربے کے پاس سے گزرا اور اس میں سے ایک مرغی کا بچہ اٹھایا تھا۔ یہ میرا سب سے زیادہ خوفناک عمل ہے اور تیرا کون سا سب سے زیادہ خوفناک عمل ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سب سے زیادہ خوفناک عمل جو میں کرتا ہوں یہ ہے کہ جب میں نماز پڑھنے کے لیے اٹھتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ میں اسے محص ثواب کی خاطر پڑھتا ہوں۔ ان کا باپ ان کی یہ باتیں سن رہا تھا اور اس نے کہا کہ خداوند' اگر یہ دونوں سچ کہتے ہیں تو ان کی روحیں قبض کر لے۔ ایک دانش مند کا قول ہے کہ یہ دونوں بہترین اولادیں ہیں۔ عبد بن جبر کہتے ہیں کہ جب میں فضالہ بن عبید کی صحبت میں تھا تو میں نے اس سے کہا کہ نصیحت کر۔ اس نے جواب دیا کہ یہ دو خصلتیں یاد رکھ: خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت کر اور خلق میں سے کسی کو اذیت مت پہنچا۔

اب دوسری کنیز پیچھے ہٹ گئی اور تیسری نے آگے بڑھ کر کہا کہ زہد کا باب بہت وسیع ہے لیکن نیک بزرگوں کے متعلق چند باتیں جو اس وقت میرے خیال میں آتی ہیں'

بیان کروں گی۔ ایک عارف باللہ کا قول ہے کہ میں موت سے بہت خوش ہوں اگرچہ مجھے اس میں سوائے ایک آرام کے اور کسی کا یقین نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ موت انسان اور اس کے اعمال کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے نیک اعمال دگنے ہو جائیں اور بداعمال منطقع۔ جب عطاء السلمی اپنے وعظ یا نصیحت کو ختم کرتا تو کانپنے لگتا اور زار زار روتا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے ایک بڑی مشکل کا سامنا پڑتا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں خدا کے سامنے اپنی نصیحت کے مطابق کام کرنے والا ثابت ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب علی زین العابدین بن الحسین نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے آگے کھڑا ہوتا اور کسے مخاطب کرتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ سفیان ثوری کے پڑوس میں ایک اندھا رہتا تھا۔ جب رمضان کا مہینہ آتا تو وہ گھر سے باہر اتا اور امامت کرتا مگر اس کے بعد وہ چپ ہو جاتا اور ٹھٹک جاتا۔ سفیان کا قول ہے کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو اہل القرآن لائے جائیں گے اور ان کی پہچان یہ ہو گی کہ ان پر اور لوگوں سے زیادہ رحمت کی نشانیاں ہوں گی۔ سفیان کا یہ بھی قول ہے کہ اگر انسان کے دل میں روح اس طرح سے ہو جس طرح سے ہونی چاہیے تو وہ جنت کی خوشی اور شوق اور دوزخ کے رنج اور خوف کی وجہ سے اڑ جائے۔ یہ بھی سفیان کا قول ہے کہ ظالم کا چہرہ بھی دیکھنا گناہ میں شامل ہے۔

یہ کہہ کر تیسری کنیز بھی پیچھے ہٹ گئی اور چوتھی آگے بڑھی اور کہنے لگی کہ اب میں نیک لوگوں کی چند باتیں بیان کرنا چاہتی ہوں' جو اس وقت میرے خیال میں آئی ہیں۔ بشرحانی کو قول ہے کہ میں نے خالد کو یہ کہتے سنا ہے کہ پوشیدہ شرک سے بچو۔ میں نے پوچھا کہ پوشیدہ شرک کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ کوئی شخص نماز پڑھے اور اپنے رکوع اور سجدے کو اتنا طول دے کہ اسے حدث ہو جائے۔ ایک عارف باللہ کا قول ہے کہ نیکی کرنے سے برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے بشر بن الحانی سے کہا کہ مجھے حقائق کے اسرار سے مطلع کر۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا' یہ علم ہر ایک کو سکھایا نہیں جا سکتا بلکہ مال کی زکوہ کی طرح ہر سو میں سے پانچ کو۔ ابراہیم بن ادھم کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات بہت پیاری اور اچھی معلوم ہوئی۔ ایک بار جب کہ میں نماز پڑھنے والا تھا تو میں نے دیکھا کہ بشر بھی نماز پڑھنے والا ہے' لہٰذا میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ موذان اذان دے چکے کہ اتنے میں ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے لوگو' نقصان پہچانے والی سچائی سے بچو مگر فائدہ مند جھوٹ میں کوئی ہرج نہیں۔ مجبوری پر کوئی اختیار نہیں۔ اگر بخشش نہ کی جائے تو محض باتیں بنانے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جس طرح سے کہ بخشش کے وقت خاموشی سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بشر نے ایک دانق نیچے ڈال دیا۔ میں نے اسے اٹھا لیا اور اس کے بدلے ایک درہم نکال کر اس شخص کو دیا۔ اس نے کہا کہ اسے نہیں لیتا۔ میں نے کہا کہ یہ حلال کی کمائی کا ہے۔
اس نے کہا کہ میں آخرت کی نعمتوں کے بدلے دنیا کی نعمتیں نہیں چاہتا روایت کی جاتی ہے کہ بشر حانی کی بہن احمد بن حنبل کے پاس گئی۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• بیاسی ویں رات

جب بیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ کنیز نے تیرے والد سے کہا کہ بشر حانی کی بہن احمد بن حنبل کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے دین کے امام' ہم لوگ رات کو سوت کاتتے ہیں اور دن میں گھر بار کا کام کرتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بغداد کے حاکموں کی مشعلیں ہمارے پاس سے گزرتی ہیں اور ہم چھت پر اس کی روشنی میں اپنا سوت کاتتے ہیں' کیا یہ ہمارے لیے حرام ہے؟ انہوں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بشر الحانی کی بہن۔ انہوں نے کہا کہ اے بشر کی خاندان والی' میں پرہیزگاری کے گھونٹ ہمیشہ تمہیں لوگوں کے دلوں سے پیتا ہوں۔ ایک عارف باللہ کا قول ہے کہ جب خدا کسی کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اس پر عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ مالک بن دینار جب بازاروں میں سے گزرتے اور کوئی چیز ان کو پسند آتی تو وہ کہتے کے اے نفس' صبر کر کیونکہ جو تو چاہتا ہے وہ میں تجھے ہرگز نہ دوں گا۔ اور یہ بھی انہی کا قول ہے' خدا ان سے راضی رہے! کہ نفس کی سلامتی اس کی مخالفت میں ہے' اور اس کی ہلاکت اس کی متابعت میں۔ منصور بن عمار بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال حج کے لیے کوفے کے راستے سے مکے روانہ ہوا۔ رات تاریک تھی اور میں نے سنا کہ کوئی شخص رات کے وقت بلند آواز سے یہ کہہ رہا ہے: خداوند' تیری عزت و جلال کی قسم' میں نے تیری مخالفت کی وجہ سے گناہ نہیں کئے اور نہ میں تجھ سے ناواقف تھا لیکن ان گناہوں کو تو نے ازل میں میرے لیے لکھ دیا تھا' لہٰذا میری زیادتیوں سے درگزر کر کیونکہ میں نے اپنی جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کی۔ جب وہ شخص یہ دعا مانگ چکا تو اس نے یہ آیت پڑھی "اے مومنو' اپنی اور اپنے خاندان والوں کی روحوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔" اس کے بعد میں نے

کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ کیا گرا اور میں چلتا گیا۔
دوسرے دن صبح کو جب ہم اپنے راستے پر چلے جا رہے تھے تو ہمیں ایک جنازہ نظر پڑا جس کے پیچھے پیچھے ایک بڑھیا تھی جو بالکل کمزور تھی۔ میں نے اس سے میت کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ یہ جنازہ ایک شخص کا ہے جو کل ہمارے پاس سے گزرا تھا جب کہ میرا بیٹا نماز پڑھ رہا تھا۔ جب میرے بیٹے نے قرآن کی ایک آیت پڑھی تو اس شخص کا پتہ پھٹ گیا اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

یہ کہہ کر چوتھی کنیز پیچھے ہٹ گئی اور پانچویں آگے بڑھی اور کہنے لگی کہ اب میں نیک بندوں کے حالات کچھ بیان کرنا چاہتی ہوں جو اس وقت میرے خیال میں آتے ہیں: مسلمہ بن دینار کا قول ہے کہ اگر ضمیر کی اصلاح کی جائے تو چھوٹے اور بڑے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور جب بندہ گناہوں سے دست بردار ہو جائے تو اس کے لیے کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں۔ انہیں کا قول ہے کہ جس نعمت سے خدا کا قرب حاصل نہ ہو' وہ بلا ہے۔ تھوڑی سی دنیا بڑی آخرت کو بھلا دیتی ہے اور بہت سی دنیا رہی سہی آخرت کو بھی تیرے دل سے نکال دیتی ہے۔ ابوحازم سے پوچھا گیا کہ خوش حال ترین شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر خدا کی اطاعت میں گزاری ہو' پھر لوگوں نے پوچھا کہ احمق ترین شخص کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس نے اپنی آخرت کو دوسرے کے ہاتھ دنیا کے عوض بیچ ڈالا ہو۔
روایت کی جاتی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین میں کنوئیں کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ اے میرے رب' جو بھلائی تو نے میرے لیے بھیجی ہے' میں اس کا محتاج ہوں۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا' نہ کہ لوگوں سے۔ جب وہ لڑکیاں آئیں تو انہوں نے دونوں کو پانی دیا لیکن چرواہے نہ آئے۔ جب وہ دونوں گھر گئیں تو انہوں نے اپنے باپ شعیب علیہ السلام کو خبر کی۔ انہوں نے کہا کہ شاید وہ بھوکا ہے۔ پھر انہوں نے ایک لڑکی سے کہا کہ جا کر اسے لے آ۔ جب وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی تو اس نے اپنا منہ چھپا لیا اور کہا کہ میرا باپ تجھے بلاتا ہے تاکہ

وہ تجھے ہمیں پانی پلانے کی اجرت دے۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ برا لگا اور اس کے ساتھ جانا مناسب نہ سمجھا۔

اس لڑکی کے بڑے بڑے کولہے تھے اور ہوا سے اس کا دامن اٹھ جاتا اور کولہا کھل جاتا تھا۔ اس لیے انھوں نے اپنی نظر نیچی کر لی اور لڑکی سے کہا کہ تو پیچھے پیچھے چل اور میں آگے آگے چلتا ہوں۔ لڑکی پیچھے پیچھے ہولی' یہاں تک کہ وہ شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے' رات کا کھانا تیار تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• تراسی ویں رات

جب تراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ پانچویں کنیز نے تیرے والد سے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام' حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کھانا تیار تھا اور انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ میں چاہتا ہوں کہ دنوں لڑکیوں کو پانی دینے کی اجرت تجھے دوں۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں اس گھرانے سے ہوں جو آخرت کے کام کو دنیا کے تمام سونے چاندی کے عوض بھی نہیں بیچتے۔ حضرت شعیب نے کہا کہ اے نوجوان' لیکن تو میرا مہمان ہے اور مہمانوں کو احترام کے ساتھ کھانا کھلانا میرا اور میرے بزرگوں کا دستور رہا ہے۔ حضرت موسیٰ بیٹھ گئے اور کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ کو آٹھ سال کے لیے نوکر رکھ لیا اور اس کی اجرت یہ ٹھہرائی کہ وہ اس کی شادی اپنی ایک بیٹی سے کر دیں گے اور حضرت موسی کی اجرت لڑکی کا مہر ہو گی۔ خدا نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کی شادی تیرے ساتھ کر دوں اور اس کے بدلے تو آٹھ سال میری نوکری کرے اور اگر تو دس سال پورے کر دے تو یہ تیری طرف سے احسان ہو گا لیکن میں اپنی طرف سے تجھ پر زور نہیں ڈالتا۔"

ایک شخص نے اپنے دوست کو مدت کے بعد دیکھا اور اس سے کہا کہ میں پریشان تھا کہ تجھے ایک مدت تک نہ دیکھا۔ اس نے کہا کہ ابن شہاب کے ساتھ مشغول رہنے کی وجہ سے تجھ سے نہ مل سکا۔ کیا تو اسے جانتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ہاں' وہ تیس سال سے میرا پڑوسی ہے مگر کبھی اس سے میری بات نہیں ہوئی۔ دوست نے کہا کہ تو خدا کو بھول گیا ہے' اس لیے پڑوسی کو بھی بھول گیا۔ اگر تجھے خدا سے محبت ہوتی تو پڑوسی سے بھی ہوتی۔ معلوم ہے کہ پڑوسی کا پڑوسی پر وہی حق ہے جو رشتے

دار کا۔
حذیفہ سے روایت ہے کہ میں ابراہیم بن ادھم کے ساتھ مکہ گیا تو دیکھا کہ شقیق بلخی بھی اسی سال حج کے لیے آئے ہوئے ہیں اور طواف کے وقت ہماری ملاقات ہوئی۔ ابراہیم نے کہا کہ تمہارا دستور اپنے ملک میں کیا ہے؟ شقیق نے کہا کہ جب ہمیں کھانے کو ملتا ہے تو کھاتے ہیں اور جب بھوکے رہتے ہیں تو صبر کرتے ہیں۔ ابراہیم نے شقیق سے کہا کہ بلخ کے کتوں کا بھی یہی دستور ہے لیکن جب ہمیں رزق ملتا ہے تو ہم ایثار کرتے ہیں اور بھوکے رہتے ہیں تو شکر کرتے ہیں۔ یہ سن کر شقیق ابراہیم کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ تو میرا استاد ہے۔ محمد بن عمران سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حاتم اصم سے پوچھا کہ تو کس وجہ سے خدا پر توکل کرتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ دو وجہوں سے' ایک تو یہ کہ میں جانتا ہوں کہ میرا رزق کوئی دوسرا نہیں کھا سکتا' لہٰذا مجھے اس طرف سے اطمینان ہے' دوسرے یہ کہ میں جانتا ہوں کہ میں بغیر خدا کے علم کے پیدا نہیں ہوا' لہٰذا مجھے اس کے آگے شرم آتی ہے۔
یہ کہہ کر پانچویں کنیز پیچھے ہٹ گئی اور بڑھیا نے آگے بڑھ کر تیرے باپ کے آگے نو بار زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ اے بادشاہ' زہد کے بارے میں تو نے ان سب کا بیان سنا۔ اب میں ان کی پیروی کرتی ہوں اور بزرگوں کے اقوال جو مجھ تک پہنچے ہیں' بیان کرتی ہوں۔ کہتے ہیں کہ امام شافعی رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے: پہلی تہائی علم کے لیے' دوسرے سونے کے لیے اور تیسری تہجد کے لیے۔ امام ابو حنیفہ آدھی رات جاگا کرتے تھے۔ ایک روز جب وہ کہیں جا رہے تھے تو ایک شخص ' نے دوسرے سے کہا کہ دیکھ' یہ شخص ساری رات جاگتا ہے۔ جب آپ نے یہ سنا تو کہنے لگے کہ مجھے خدا کے آگے اس بات سے شرم آتی ہے کہ لوگ میری تعریف میں ایسی بات کریں جو مجھ میں موجود نہ ہو' اس کے بعد وہ رات بھر جاگنے لگے۔
ربیع سے روایت ہے کہ امام شافعی رمضان کے مہینے میں ستر بار قرآن ختم کرتے اور یہ محض نماز کے ساتھ۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دس سال تک میں نے

جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی کیونکہ سیری سے دل سخت ہوتا ہے اور عقل زائل ہوتی ہے اور نیند آتی ہے اور نماز پڑھنے میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ عبداللہ بن محمد السکری کہتے ہیں کہ میں اور عمر ایک دن باتیں کر رہے تھے کہ اس نے کہا کہ میں نے محمد بن ادریس الشافعی سے زیادہ پرہیزگار اور خوش بیان کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ میں اور حارث بن لبیب الصفار جو مزنی کا شاگرد نہ تھا' ساتھ ساتھ باہر نکلے۔ اس کی آواز بہت اچھی تھی اور اس نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:
هذا یوم لا ینطقون ولا یوذن نهم فیعتذرون میں نے دیکھا کہ امام شافعی کا رنگ فق ہو گیا اور ان کا بدن کانپنے لگا اور وہ سخت مضطرب ہو کر بے ہوش گر پڑے۔ جب انہیں ہوش آیا تو کہنے لگے کہ خداوند' مجھے جھوٹوں کے پاس ٹھہرنے اور غافلوں کے سامنے جانے سے بچائیو! خداوندا! تیرے آگے عارفوں کے دل خصوع و خشوع کرتے ہیں' خداوند' اپنے کرم سے میرے گناہ بخش دیجیو اور اپنی پردہ پوشی سے میری آبرو رکھ لیجیو اور اپنی مہربانی سے میری کوتاہیوں کو معاف کیجیو! اس کے بعد میں اٹھ کر چلا گیا۔

ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ جب میں بغداد گیا تو امام شافعی وہیں تھے۔ میں دریا کے کنارے بیٹھا ہوا نماز کے لیے وضو کر رہا تھا کہ ایک شخص میرے پاس سے گزرا اور کہنے لگا کہ صاحبزادے' اپنا وضو ٹھیک طرح سے کر' خدا تجھے دنیا اور آخرت کی نیکی دے گا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور دیکھا کہ بہت سے لوگ اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ میں نے جلدی جلدی وضو ختم کیا اور اس کے پیچھے ہو لیا۔ اس پر اس شخص نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تو کچھ چاہتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں' جو کچھ خدا نے تجھے سکھایا ہے' مجھے بھی سکھا دے۔ اس نے کہا کہ سن' جو خدا کے سامنے سچ بولتا ہے' وہ نجات پاتا ہے اور جو اپنے دین پر جما رہتا ہے' وہ تباہی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جو دنیا سے کنارہ کشی کرتا ہے' اس کی آنکھیں آخرت کے روز ٹھنڈی ہوں گی۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اور کچھ تجھے بتاؤں؟ میں نے جواب دیا کہ

ہاں۔ اس نے کہا کہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر اور آخرت سے لو لگا اور ہر بات میں سچائی سے کام لے تا کہ تو بھی نجات پانے والوں میں سے ایک ہو۔ یہ کہہ کر وہ شخص چلتا ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے تو معلوم ہوا کہ امام شافعی۔ انہیں کا مقولہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو اس میرے علم سے فائدہ پہنچے بشرطیکہ اس میں کوئی چیز میری طرف منسوب نہ ہو۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چوراسی ویں رات

جب چوراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ بڑھیا نے تیرے والد سے کہا کہ امام شافعی کا قول ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگ میرے اس علم سے فائدہ اٹھائیں بشرطیکہ اس میں سے کچھ میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔ انہیں کا قول ہے کہ جب کبھی میں نے کسی شخص سے مناظرہ کیا تو میں نے ہمیشہ خدا سے یہی چاہا کہ وہ اسے سچائی کی طرف ہدایت کرے۔ اور سچائی کے اظہار میں اس کا معین و مددگار ہو' اور جب کبھی میں نے کسی سے مناظرہ کیا تو وہ محض سچائی کے اظہار کے لیے کیا اور اس بات کی پروا نہ کی کہ وہ سچائی خدا میری زبان سے ظاہر کراتا ہے یا اس کی زبان سے۔ انہیں کا قول ہے' خدا ان سے راضی رہے! کہ اگر تجھے اپنے علم پر مغرور ہو جانے کا ڈر ہے تو یہ سوچ لیا کر کہ تو کس کی رضا کا طالب ہے اور تجھے کن نعمتوں کی خواہش ہے اور کس عذاب سے ڈر ہے۔ جب ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ امیرالمومنین ابو جعفر المنصور نے آپ کو قاضی بنایا ہے اور دس ہزار درہم تنخواہ مقرر کی ہے تو انہوں نے منظور نہ کیا۔

جس روز ان کو یہ خیال ہوا کہ آج درہم آئیں گے اور اس روز وہ صبح کی نماز پڑھ کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور بات چیت کرنا بند کر دیا جب امیر المومنین کا فرستادہ درہم لے کر آیا اور ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ خلیفہ کے فرستادہ نے کہا کہ یہ مال حلال ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ میرے لیے حلال ہے مگر مجھے اس سے کراہت آتی ہے کہ میرے دل میں جابروں کی محبت بیٹھ جائے۔ فرستادہ نے کہا کہ تو ان کے پاس جا مگر ان کی محبت سے بچتا رہ۔ انہوں نے جواب دیا کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میں سمندر کے اندر گھسوں اور میرے کپڑے نہ بھیگیں۔

شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کلام ہے "اے نفس' اگر تو میری بات مانے تو ہمیشہ باعزت اور غنی رہے گا۔ لالچ اور امیدیں چھوڑ دے کیونکہ بہت سی امیدیں ایسی ہیں کہ موت کا منہ دکھاتی ہیں "سفیان ثوری نے ایک بار علی بن الحسن اسطمی کو یہ وصیت کی کہ ہمیشہ سچ بول اور جھوٹ اور خیانت اور ریا اور غرور سے کنارہ کش رہ کیونکہ خدا نیک کام کو گرا کر ان خصلتوں میں مبدل کر دیتا ہے۔ قرضہ اسی سے لے جو شفقت کے ساتھ قرضہ دے۔ اپنا جلیس اسی کو بنا جو تجھے دنیا سے کنارہ کشی سکھائے۔ موت کی یاد اور استغفار اکثر کیا کر اور اپنی آئندہ زندگی کے لیے خدا سے سلامتی طلب کر۔ اگر کوئی مومن تجھ سے دین کے معاملے میں سوال کرے تو اسے نیک مشورے دے۔ مومن کے ساتھ خیانت مت کر کیونکہ جو شخص مومن کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو وہ گویا خدا اور رسول کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔ دشمنی اور جھگڑے سے بچتا رہ جس چیز میں تجھے شک ہو' اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر' جس میں شک نہ ہو تاکہ تو محفوظ رہے۔ نیک کا کرنے کام حکم دے اور برے کام سے منع کر تاکہ تو خدا کا محبوب ہو جائے۔ اپنے باطن کو اچھا بنا تو خدا تیرے ظاہر کو اچھا بنائے گا۔ جو شخص تجھ سے توڑنا چاہے اس سے جوڑ اور جو تجھ پر ظلم کرے' اسے معاف کر تاکہ تو نبیوں کا رفیق بنے۔ ظاہر اور باطن میں اپنے تمام کام خدا کے سپرد کر۔ خدا سے اس طرح ڈر کہ گویا تو مر چکا ہے اور قبر سے اٹھا ہے اور حشر کی طرف جا رہا ہے اور خدا کے سامنے کھڑا ہے۔ یہ یاد کیا کر کہ تجھے دو گھروں میں سے ایک میں جانا ہے: یا عالی شان جنت میں یا جلتی ہوئی دوزخ میں۔

یہ کہہ کر بڑھیا کنیزوں کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ جب تیرے مرحوم والد نے ان کی باتیں سنیں تو اسے یقین آ گیا کہ زمانے میں ان سے بڑھ کر نہیں اور اس نے ان کے حسن و جمال پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ وہ بہت زیادہ ادب والیاں ہیں تو اس نے انہیں اپنے پاس جگہ دی اور بڑھیا کا بہت احترام کیا اور اس کے اور اس کی کنیزوں

کے رہنے کے لیے وہ محل دیا جس میں روم کے بادشاہ کی بیٹی اور شہزادی اور ابریزہ اتری تھی اور ان کے لیے بہتر سے بہتر چیزیں جن کی انہیں ضرورت تھی مہیا کیں۔ کنیزیں

اور بڑھیا وہاں دس دن تک ٹھہریں اور جب وہ اس محل میں جاتا تو بڑھیا کو رات میں نماز پڑھتے اور دن میں روزہ رکھتے دیکھتا۔ اس کی وجہ سے بادشاہ کے دل میں اس کی محبت بڑھ گئی اور مجھ سے کہنے لگا کہ اے وزیر' اس بڑھیا کا شمار صالحہ عورتوں میں ہے اور اس کی ہیبت میرے دل میں سما گئی ہے۔ گیارہویں دن اس نے اس سے کنیزوں کی قیمت ادا کرنے کے بارے میں گفتگو کی۔ بڑھیا نے کہا کہ اے بادشاہ' ان کنیزوں کی قیمت انسانوں کے لین دین سے بالاتر ہے کیونکہ ان کے عوض نہ میں سونا مانگتی ہوں اور نہ چاندی اور نہ جواہرات' خواہ کم ہوں یا زیادہ۔

جب تیرے باپ نے اس کی باتیں سنیں تو اسے تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا کہ اے آقا' آخر پھر ان کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ان کو تیرے ہاتھ محض ایک مہینے کے روزے کے بدلے دے سکتی ہوں اور اس طرح سے کہ تو دن میں روزے رکھے اور رات کو نمازیں پڑھے محض فی سبیل اللہ۔ اگر تو نے یہ شرط پوری کی تو وہ تیرے محل میں تیری ملکیت ہیں' جو چاہے ان کے ساتھ کر۔ بادشاہ کو اس کی اس انتہائی نیکی اور زہد اور پرہیزگاری پر تعجب ہوا اور اس کی قدر اس کے دل میں بڑھ گئی اور وہ کہنے لگا کہ خدا اس صالحہ عورت کے طفیل میں ہمیں فائدہ پہنچائے اور اس بات پر رضا مند ہو گیا کہ بڑھیا کی شرط کے موافق ایک مہینے کے روزے رکھے۔ بڑھیا نے اس سے کہا کہ اور میں بہت سی دعائیں دے کر تیری مددگار بنوں گی' ایک پانی کا کوزہ منگوا۔ اس نے کوزہ منگوایا اور بڑھیا نے اس سے لے کر اس پر کچھ جادو کے الفاظ پڑھے اور تھوڑی دیر تک بیٹھی کچھ پڑھتی رہی جو ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا اور نہ کبھی ہم نے سنا تھا۔ اس کے بعد اس نے کوزے کو ایک کپڑے سے ڈھانک کر اس پر مہر لگا دی اور تیرے والد کو دے دیا اور کہا کہ جب تو اول دس روزے رکھ چکے تو

گیارہویں شام کو اس چیز سے افطار کیجیو جو اس کوزے میں ہے' اس کا اثر یہ ہو گا کہ تیرے دل سے اس دنیا کی محبت نکل جائے گی اور اس میں نور ایمان بھر جائے گا۔ کل میں یہاں سے جا کر غیب کے آدمیوں سے ملوں گی جو میرے ساتھی ہیں' کیونکہ میں ان سے ملنے کی مشتاق ہوں۔ جب دس روز اور گزر جائیں گے تو میں واپس آؤں گی۔ اس کے بعد تیرے والد نے وہ کوزہ لیا اور وہاں سے اٹھ کر محل میں گوشہ نشین ہو گیا اور کوزہ اپنے ساتھ رکھ لیا اور خلوت خانے کی کنجی اپنی جیب میں رکھ لی۔ جب دوسرا دن ہوا تو بادشاہ نے روزہ رکھا اور بڑھیا چلتی ہوئی اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پچاسی ویں رات

جب پچاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ دوسرے دن بادشاہ نے روزہ رکھا اور بڑھیا چلتی ہوئی۔ جب وہ دس روزے رکھ چکا تو اس نے گیارہویں دن کوزے کو کھول کر پیا اور اپنے دل میں ایک نہایت خوشگوار اثر محسوس کیا۔ مہینے کے دوسرے عشرے میں بڑھیا لوٹی اور ایک دونے میں جو درخت کے پتوں سے مشابہ نہ تھے کچھ مٹھائی لائی اور تیرے باپ کے پاس جا کر سلام کیا۔ جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو وہ سروقد کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ مرحبا اے صالحہ عورت۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ غیب کے مردوں نے تجھے سلام کہا ہے کیونکہ میں نے ان سے تیرا ذکر کیا تھا۔ تیرا ذکر سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھے یہ مٹھائی دی ہے جو آخرت کی مٹھائیوں میں سے ہے۔ آج شام کو اس پر افطار کیجیو۔ اس پر تیرا باپ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ شکر یہ خدا کا جس نے غیب کے مردوں کو میرا دوست بنایا۔ اس کے بعد اس نے بڑھیا کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ہاتھ چومے اور اس کا اور اس کی کنیزوں کا بڑا احترام کرنے لگا۔ اب تیرے باپ کو روزے رکھتے رکھتے بیس دن گزر گئے اور چھبیسویں دن بڑھیا بادشاہ کے پاس آکر کہنے لگی کہ اے بادشاہ میں نے غیب کے مردوں سے اس محبت کا ذکر کیا ہے جو میرے اور تیرے درمیان اور ان سے کہا کہ میں کنیزوں کو تیرے پاس چھوڑ آئی ہوں اور وہ اس بات پر بہت خوش ہیں کہ کنیزیں تجھ جیسے بادشاہ کے پاس ہیں۔ وہ مرد جب ان کنیزوں کو دیکھتے تھے تو ان کے لیے بہت زیادہ دعائیں کرتے تھے جو ہمیشہ قبول ہوتی تھیں۔ لہٰذا میرا ارادہ یہ ہے کہ میں کنیزوں کو غیب کے مردوں کے پاس لے جاؤں اور ان کے لیے ان مردوں کو دعائیں حاصل کروں اور بہت ممکن ہے کہ جب وہ لوٹیں تو تیرے لیے دنیا کے خزانوں میں سے ایک خزانہ لیتی آئیں تاکہ

تو روزوں کے ختم ہونے کے بعد ان کے لیے پوشاکیں بنوائے اور باقی مال و دولت جو وہ لائیں' اپنے کام میں خرچ کرے۔

جب تیرے باپ نے بڑھیا کو یہ کہتے سنا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میں تیری مخالفت کرتا ہوں تو میں نہ خزانہ چاہتا ہوں اور نہ کوئی اور چیز لیکن یہ بتا کہ تو کب انہیں لے کر جائے گی؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ستائیسویں رات کو اور آئندہ مہینے کے پہلے روز ان کو لے کر واپس آ جاؤں گی۔ اس وقت تک تو اپنے روزے ختم کر چکا ہو گا اور وہ اپنے ایام سے فارغ ہو چکی ہوں گی اور تیری ملکیت ہوں گی اور تیری فرماں بردار۔ خدا کی قسم ہر کنیز کی قیمت تیرے ملک سے کئی گنی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے بزرگ خاتون اور پارسا عورت' مجھے یہ معلوم ہے۔ اس کے بعد بڑھیا نے کہا کہ جو تیرے محل میں تجھے سب سے زیادہ عزیز ہو' اسے بھی ان کنیزوں کے ساتھ بھیج تاکہ اسے قلبی اطمینان حاصل ہو' غیب کے مردوں کی برکت ملے۔ بادشاہ نے کہا کہ میرے پاس ایک رومی کنیز ہے' جس کا نام صفیہ ہے اور جس سے میری دو اولادیں ہیں' ایک لڑکا اور ایک لڑکی' لیکن وہ کئی سال سے گم ہیں' اس کنیز کو اپنے ساتھ لیتی جا تاکہ وہ برکت حاصل کرے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھیاسی ویں رات

جب چھیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ جب بڑھیا نے تیرے باپ سے کنیزوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا کہ میرے پاس ایک رومی کنیز ہے' جس کا نام صفیہ ہے اور جس سے میری دو اولادیں ہیں' ایک لڑکا اور ایک لڑکی لیکن وہ دونوں کئی سال سے گم ہیں۔ اسے اپنے ساتھ لیتی جا تا کہ اسے برکت ملے۔ ممکن ہے کہ رجال الغیب خدا سے دعا کریں کہ وہ اس کے دونوں بچے اسے واپس دے دے اور وہ ان سے مل جائے۔ بڑھیا نے کہا کہ تو نے خوب کہا! اس بڑھیا کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا۔
اس کے بعد تیرا باپ اپنے روزے ختم کرنے میں لگ گیا اور بڑھیا نے کہا کہ بیٹا' اب میں غیب کے مردوں کے پاس جا رہی ہوں' لہٰذا صفیہ کو بلا۔ اس نے صفیہ کو بلوایا اور وہ فوراً حاضر ہوئی اور بادشاہ نے اسے بڑھیا کے سپرد کر دیا۔ بڑھیا نے اسے دوسری کنیزوں کے ساتھ لیا اور اپنی کوٹھڑی میں جا کر بادشاہ کے لیے ایک سر بہ مہر جام لائی اور اس کے حوالے کر کے کہا جب تیسواں روزہ ہو تو حمام جائیو اور وہاں سے نکل کر اپنے محل کے ایک خلوت خانے میں اس جام کو پی کر سو جائیو۔ بس تیری مراد پوری ہو گی۔ والسلام۔
یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ہاتھ چومے۔ بڑھیا نے کہا کہ میں تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ اے پارسا خاتون' اب میں پھر کب تجھ سے ملوں گا کیونکہ میں تجھ سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ بڑھیا نے اسے دعا دی اور کنیزوں اور ملکہ صفیہ کو لے کر چل دی۔ اس کے جانے کے تین دن بعد جب چاند نکلا تو بادشاہ اٹھا اور حمام چلا گیا اور وہاں سے نکل کر اپنے محل کے خلوت خانے میں داخل ہوا اور حکم دیا کہ اس کے پاس کوئی نہ آئے اور دروازہ بند کر لیا۔

اس کے بعد جام پی کر وہ سو گیا اور ہم شام تک بیٹھے اس کا انتظار کرتے رہے لیکن وہ خلوت سے نہ نکلا۔ ہم نے خیال کیا کہ غالبًا وہ حمام اور شب بیداری اور دن میں روزے رکھنے کی وجہ سے تھکا ہوا ہے اور اسی وجہ سے اسے نیند غالب آ گئی ہے۔

دوسرے دن بھی ہم نے انتظار کیا لیکن وہ نہ نکلا۔ اب ہم لوگوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے آواز دی تاکہ وہ بیدار ہو جائے اور سبب دریافت کرے لیکن یہ بے سود نکلا۔ تب تو ہم دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے اور دیکھا کہ اس کا گوشت پارہ پارہ ہو گیا ہے اور ہڈیاں ریزہ ریزہ۔ جب ہم نے اس کو اس حال میں دیکھا تو ہمیں سخت صدمہ ہوا۔ اور ہم نے پیالہ اٹھایا تو دیکھا کہ اس کے ڈھکنے میں ایک کاغذ کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے، جس میں یہ لکھا ہے:

"جو شخص برائی کرتا ہے اس کو کوئی یاد نہیں کرتا۔ یہ اس شخص کی سزا ہے جو بادشاہوں کی بیٹیوں کو دھوکا دے کر خراب کرتا ہے۔ جو بات ہم اس کاغذ کے پڑھنے والوں پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب شرکان ہمارے ملک میں آیا تو اس نے شہزادی ابریزہ کو ہم سے فرنٹ کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اسے ہمارے یہاں سے لے بھی گیا اور تمہارے پاس لایا۔ اس کے بعد اسے ایک حبشی غلام کے ساتھ بھیجا۔ جس نے اسے قتل کر دیا اور ہم نے اسے میدان میں مقتول پڑا ہوا پایا۔ بادشاہ ایسا نہیں کرتے اور جو کوئی ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ تم کسی اور پر اس کے قتل کا الزام نہ رکھنا کیونکہ اسے اس چالاک جادوگرنی نے قتل کیا ہے جس کا نام ذات الدواہی ہے اور میں بادشاہ کی بیوی صفیہ کو لے کر اس کے باپ قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدوں کے پاس چلی گئی ہوں۔ اب ہم ضرور تم سے لڑ کر تمہیں قتل کریں گے اور تمہارا ملک چھین لیں گے اور تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے اور کوئی بھی نہ بچے گا جو آگ سلگائے مگر وہ شخص جو صلیب اور پٹی کو پوجا کرے۔"

جب ہم نے یہ کاغذ پڑھا تو سمجھ گئے کہ بڑھیا نے ہمیں دھوکا دے دیا اور اس کی چال چل گئی اور ہم چلانے اور منہ پیٹنے اور رونے لگے۔ مگر اب رونے سے کیا ہوتا تھا۔

اس کے بعد فوج میں اس بات پر جھگڑا پیدا ہوا کہ کسے بادشاہ بنایا جائے۔ بعض تجھے چاہتے تھے اور بعض تیرے بھائی شرکان کو۔ ایک مہینے تک یہ جھگڑا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کچھ لوگ جمع ہو کر تیرے بھائی شرکان کے پاس روانہ ہوئے اور سفر کرتے کرتے تجھ تک پہنچ گئے۔ یہ ہے سبب بادشاہ عمر بن النعمان کی موت کا۔

جب وزیر دندان اپنی گفتگو ختم کر چکا تو ضوء المکان اور اس کی بہن نزہت الزماں اور حاجب تینوں کے تینوں رونے لگے۔ اس کے بعد حاجب نے ضوء المکان سے کہا کہ اے بادشاہ' رونے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اپنے دل کو مضبوط اور اپنے ارادے کو پختہ کر اور اپنی مملکت کو سنبھال' کیونکہ جس نے تجھ جیسا جانشین چھوڑا ہے' اس کو مردہ نہ سمجھنا چاہیے۔ یہ سن کر اس نے رونا بند کر دیا اور حکم دیا کہ دروازے کے آگے تخت بچھایا جائے اور لشکر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ حاجب اس کے پہلو میں کھڑا ہوا اور تمام سلاحدار اس کے پیچھے اور وزیر دندان اس کے روبرو کل امراء اور اراکین اپنے اپنے مرتبے کے موافق کھڑے ہوئے۔ اب بادشاہ ضوء المکان نے وزیر دندان سے اپنے باپ کے خزانوں کے متعلق دریافت کیا اور اس نے بخوشی مال و دولت کے خزانوں کی اطلاع دی اور یہ کہ خزانوں میں کیا کیا ذخیرے اور جواہرات موجود ہیں اور جو کچھ خزانوں میں تھا وہ اس کے آگے لا رکھا۔ بادشاہ نے ان میں سے لشکر کو عطا کیا اور وزیر دندان کو ایک نہایت فاخرہ خلعت دے کر کہا کہ تو اپنی جگہ پر بحال رہ۔ وزیر نے اس کے آگے زمین چومی اور دعا دی کہ وہ زندہ رہے۔ اس کے بعد اس نے دوسرے امراء کو خلعتیں بخشیں اور حاجب سے کہا کہ دمشق کا خراج جو تیرے ساتھ ہے' اس کو پیش کر۔ جب حاجب نے مال و دولت اور تحفے تحائف اور جواہرات کے صندوق پیش کئے تو بادشاہ نے انہیں لے کر لشکر میں تقسیم کر دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ستاسی ویں رات

جب ستاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ضوء المکان نے حاجب کو حکم دیا کہ وہ دمشق کا خراج پیش کرے اور اس نے سارے مال اور تحفے تحائف

اور جواہرات کے صندوق لا کر سامنے رکھ دیے۔ اس نے لے کر سارا کا سارا لشکریوں میں تقسیم کر دیا اور کچھ باقی نہ چھوڑا۔ سارے امراء نے اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور عمر کی درازی کی دعا دی اور کہنے لگے کہ ہم نے کسی بادشاہ کو اتنی بخششیں کرتے نہیں دیکھا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو بادشاہ نے کوچ بول دیا اور تین دن سفر کرنے کے بعد چوتھے دن وہ بغداد کے پاس پہنچ گئے اور شہر میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ شہر آراستہ و پیراستہ ہے۔ بادشاہ ضوء المکان اپنے باپ کے محل میں داخل ہوا اور تخت پر بیٹھا۔ اب فوجی سردار' وزیر دندان اور دمشق کا حاجب اس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اب اس نے اپنے ذاتی کاتب سے کہا کہ میرے بھائی شرکان کے نام ایک خط لکھ اور شروع سے آخر تک سارا ماجرا لکھ اور آخر میں یہ لکھ کہ جب یہ خط تیرے پاس پہنچے فوراً تیار ہو کر فوج کے ساتھ یہاں آ جا تاکہ ہم کفار سے لڑیں اور ان سے اپنے والد کا بدلہ لیں اور اس عار کو دور کریں۔ اس خط کو لپیٹ کر اس نے مہر لگائی اور وزیر دندان سے کہنے لگا کہ تو خود اس خط کو لے جا لیکن اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا اور کہنا کہ اگر تو باپ کی سلطنت کا خواہش مند ہے تو وہ تیری ہے اور تیرا بھائی دمشق میں تیری نیابت کرنے میں خوش ہے۔ اس کی خبر ہم پہلے بھی تجھے دے چکے ہیں۔ وزیر دندان نے اس کے پاس سے رخصت ہو کر سفر کی تیاری کر دی۔ اس کے بعد ضوء المکان نے حکم دیا کہ بھٹی سلگانے والے کے لیے ایک عالی شان مکان درست کیا جائے اور وہ بہترین سامان سے سجایا جائے۔ اس کا قصہ بہت لمبا چوڑا ہے۔

اس کے بعد ایک روز کا واقعہ ہے کہ صوء المکان سیر و شکار کے لیے گیا اور جب لوٹا تو ایک امیر نے اصیل گھوڑے اور خوبصورت کنیزیں پیشکش کیں جن کی تعریف سے

زبان عاجز ہے۔ ان کنیزوں میں سے ایک اسے پسند آئی اور وہ اس کے ساتھ تخلئے میں گیا اور اسی رات ہم بستر ہوا اور وہ فوراً حاملہ ہو گئی۔ کچھ مدت کے بعد وزیر دندان سفر سے لوٹا اور بادشاہ کو خبر دی کہ تیرا بھائی شرکان آ رہا ہے اور اسے یہ مشورہ دیا کہ تو شہر کے باہر جا کر اس کا خیر مقدم کیجیو۔ ضوء المکان نے کہا کہ بسر و چشم اور حکومت کے خاص خاص لوگوں کو لے کر وہ بغداد سے ایک دن کے سفر پر پہنچا اور وہاں خیمے لگائے اور اپنے بھائی کا انتظار کرنے لگا۔ جب سویرا ہوا تو شہزادہ شرکان شام کی فوجوں کے ساتھ پہنچا جن کے ساتھ بہادر سوار اور شہ زور شیر اور جنگجو سورما تھے۔ جب فوجیں قریب آئیں اور گردو غبار اڑنے لگا اور بہادر لوگ سامنے آئے اور جھنڈے پھڑپھڑ کرنے لگے تو بادشاہ شرکان اور اس کے ساتھیوں سے ملنے کے لیے آگے بڑھا اور جوں ہی اس کی نظر اپنے بھائی پر پڑی تو وہ چاہتا تھا کہ گھوڑے پر سے اتر پڑے لیکن شرکان نے اسے قسم دی کہ ایسا مت کر اور خود پیادہ پا ہو کر چند قدم چلا اور جوں ہی وہ ضوء المکان کے پاس پہنچا تو وہ شرکان سے لپٹ گیا اور شرکان نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور دونوں زار زار رونے اور ایک دوسرے کو تسلی دینے لگے۔ اس کے بعد دونوں سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور لشکر ان کے ساتھ ہو لیا۔ یہاں تک کہ وہ بغداد پہنچے اور اتر پڑے اور شاہی محل میں داخل ہوئے اور رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو ضوء المکان نے نکل کر حکم دیا کہ فوجیں ہر طرف سے اکٹھا کی جائیں اور لڑائی اور جہاد کی منادی کر دی جائے۔ اب وہ ہر صوبے سے فوجوں کے آنے کا انتظار کرنے لگے اور جو جو آتے جاتے ان کا احترام ہوتا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک مہینہ گزر گیا اور لوگ جوق در جوق آنے لگے۔

اب شرکان نے اپنے بھائی سے کہا کہ بھائی' اپنی سرگزشت بیان کر اور اس نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا اور یہ بھی کہ بھٹی والے نے اس کے

ساتھ کیا احسان کیا۔ اس پر شرکان نے کہا کہ آیا تو نے اس کی نیکی کا بدلہ بھی دیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ابھی نہیں لیکن جب لڑائی سے لوٹوں گا تو انشاء اللہ بدلہ دوں گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• اٹھاسی ویں رات

جب اٹھاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ شرکان نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ آیا تو نے بھٹی والے کی نیکی کا بدلہ بھی دیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بھائی، ابھی تک تو نہیں، لیکن جب میں لڑائی سے لوٹوں گا اور وقت ملے گا تو انشاء اللہ میں اس کا بدلہ دوں گا۔ اب شرکان کو یہ بھی یقین آ گیا کہ جو کچھ اس کی بہن نزہت الزماں نے کہا تھا سچ تھا۔ لیکن اس نے اپنا اور بہن کا بھید کسی پر ظاہر نہیں کیا اور اس کے شوہر حاجب کے ہاتھ اسے سلام کہلا بھیجا اور بہن نے بھی اسی کے ہاتھ سلام کا جواب دیا اور اسے دعا دی اور اپنی بیٹی قضی فکان کی حالت دریافت کی۔ شرکان نے جواب دیا کہ وہ خیریت سے ہے اور صحیح و سلامت ہے۔ اس پر اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور شرکان کی شکر گزار ہوئی اور شرکان کوچ کے بارے میں مشورہ کرنے اپنے بھائی کے پاس چلا گیا۔ بھائی نے کہا کہ اے بھائی، لشکر مکمل ہو چکا ہے اور گاڑیاں ہر جگہ سے آ چکی ہیں۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ کھانے پینے کا سامان اور اسلحہ تیار کیے جائیں۔

اب ضوء المکان اپنی بیوی کے پاس گیا۔ چونکہ اس کے حمل کے پانچ مہینے ختم ہو چکے تھے اور اس نے زائچے اور حساب جاننے والے اپنی بیوی کے لیے مامور کیے اور ان کے لیے روزینے اور تنخواہیں مقرر کر دیں اور بعد ازیں کہ شام کی فوج کو آئے ہوئے تین مہینے گزر چکے تھے اور گاڑیاں اور فوجیں ہر طرف سے پہنچ چکی تھیں وہ روانہ ہو گیا اور فوجوں اور لشکروں نے کوچ کر دیا اور بے شمار سپاہی چل دیے۔ ویلم کی فوج کا سردار رستم تھا اور ترکوں کی فوج کا سردار بہرمان۔ فوج کے بیچ میں صوء المکان تھا اور اس کے دہنے اس کا بھائی شرکان اور بائیں اس کا بہنوئی حاجب۔ اسی حالت میں وہ

ایک مہینے تک سفر کرتے رہے۔ جمعے کے روز وہ کسی جگہ ٹھہر جاتے اور تین دن تک آرام کرتے کیونکہ بے شمار لوگ ان کے ساتھ تھے۔ اسی طرح کوچ کرتے کرتے وہ روم کے ملک میں پہنچے اور وہاں سے ہر گاؤں اور جاگیر والے اور غربا بھاگ بھاگ کر ڈر کے مارے قسطنطنیہ چلے گئے۔ جب ان کے بادشاہ افریدون نے یہ خبر سنی تو وہ اٹھ کر ذات الدواہی کے پاس گیا' کیونکہ اس نے وہ چال چلی تھی اور بغداد جا کر بادشاہ عمر بن النعمان کو قتل کیا تھا اور کنیزوں اور شہزادی صفیہ کو لے کر اپنے ملک واپس آئی تھی۔ جب وہ اپنے بیٹے کے پاس پہنچی جو روم کا بادشاہ تھا اور اسے اپنی جان کا خطرہ نہ رہا تو وہ اپنے بیٹے سے کہنے لگی کہ خوش ہو کیونکہ میں نے تیری بیٹی ابریزہ کا بدلہ لے لیا ہے اور بادشاہ عمر بن النعمان کو قتل کر دیا ہے اور صفیہ کو لے آئی ہوں۔ لٰہذا فورا اٹھ اور قسطنطنیہ کے بادشاہ کے پاس جا کر اسے اس کی بیٹی صفیہ واپس دے اور اس سے سارا ماجرا بیان کر تا کہ ہم اپنے بچاؤ کا سامان مہیا کریں اور لڑائی کی تیاری کریں۔ پس تیرے ساتھ قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون کے پاس چلتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مسلمان ہم سے لڑنے میں دیر نہ کریں گے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ذرا توقف کر جب وہ ہمارے ملک کے قریب پہنچیں گے تو ہم لڑائی کی تیاری کریں گے۔

اب انہوں نے فوجیں اور لڑائی کا سامان تیار کرنا شروع کیا اور جوں ہی ان کو معلوم ہوا کہ فوجیں جمع ہو گئیں اور سامان تیار ہو گیا ہے تو وہ قسطنطنیہ روانہ ہو گئے اور ذات الدواہی ان کے ہراول کے ساتھ تھی۔ جب وہ قسطنطنیہ کے قریب پہنچے تو بادشاہ افریدون اعظم کو خبر ملی کہ روم کا بادشاہ حردوب آ رہا ہے اور وہ اس کے خیر مقدم کے لیے روانہ ہوا اور اس سے مل کر اس کی خیریت اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ حردوب نے اس سے اپنی ماں ذات الدواہی کی چال بازیاں بیان کیں جن سے اس نے مسلمانوں کے بادشاہ کو قتل کیا اور اس کے پاس سے شہزادی صفیہ کو لے آئی اور کہا کہ وہ یہ بھی کہتی ہے کہ مسلمان اپنی فوج جمع کر کے آ رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں ضروری

ہے کہ ہم یک جان و دو قالب ہو کر ان کا مقابلہ کریں۔ بادشاہ افریدون کو اپنی بیٹی کی واپسی اور عمر بن النعمان کے قتل پر بڑی خوشی ہوئی اور اس نے مدد مانگنے کے لیے سارے ملکوں میں ایلچی بھیج دیے اور انہیں بادشاہ عمر بن النعمان کے قتل ہونے کا سبب کہلا بھیجا۔ اب عیسائیوں کی فوجیں جوق جوق آنی شروع ہو گئیں اور ابھی تین مہینے پورے نہ ہونے پائے تھے کہ روم کی فوجیں مکمل ہو گئیں اور ہر چہار طرف سے فرنگی آ پہنچے۔ مثلاً فرانسیسی اور جرمن اور دوبرہ اور جورنہ اور بندقیہ اور پیلے رنگ کے باقی تمام لوگ۔ جب فوجیں مکمل ہو گئیں اور ان سے میدان بھر گئے تو بادشاہ افریدون اعظم نے حکم دیا کہ قسطنطنیہ سے کوچ کریں اور وہ روانہ ہو گئے اور دن تک برابر کوچ کرنے کے بعد وہ وادی النعمان کے پاس پہنچے جو سمندر کے قریب ایک بڑی وسیع وادی ہے۔ فوجیں وہاں تین دن ٹھہریں اور چوتھے دن جب انہوں نے وہاں سے کوچ کا ارادہ کیا تو انہیں خبر ملی کہ اسلام کی فوجیں اور خیرالانام کی ملت کے حامی آ رہے ہیں۔ اس لیے وہ تین دن اور وہاں ٹھہر گئے اور چوتھے دن انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی۔ یہاں تک کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ ابھی ایک پہر دن گزرا تھا کہ گرد پھٹی اور ہوا میں مل کر اڑ گئی اور نیزوں کے ستاروں اور تلواروں کی بجلیوں نے اس کا اندھیرا دور کر دیا اور اس کے نیچے سے اسلامی جھنڈے اور محمدی علم نمودار ہوئے اور سوار سمندر کی موج کی طرح آگے بڑھے اور زرہ بکتر میں وہ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے چاند کے اوپر بادل۔

اب دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی اور دو سمندر موجزن ہوئے اور آنکھ سے آنکھ ملی تو پہلا شخص جو میدان میں جنگ کے لیے آمادہ ہوا وزیر دندان تھا اور شام کی فوجیں جن کی تعداد تیس ہزار سوار تھی اور وزیر کے ساتھ ترکی سردار رستم اور دیلمی سردار بہرام بیس ہزار سواروں کے ساتھ تھے۔ یہ اس طرف مشغول تھے کہ ان کے پیچھے سے ایک لشکر سمندر کے کنارے سے آ پہنچا جو فولاد کی زرہ بکتروں میں ڈوبا ہوا تھا اور ایسا چمک

رہا تھا جیسے کہ کالی رات میں چمکتا ہوا چاند۔ یہ عیسائیوں کا لشکر تھا جو عیسیٰ اور مریم اور مردود صلیب کے نعرے لگا رہے تھے اور وہ لوگ وزیر دندان اور اس کے ہمراہیوں شام کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ یہ ساری ترکیبیں بڑھیا ذات الدواہی کی تھیں۔ کیونکہ روانگی سے پہلے بادشاہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا تھا کہ بتا کیا کرنا چاہیے۔ یہ ساری تیری کرتوت ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے بڑے بادشاہ اور اے زبردست امام' میں تجھے ایک ایسی ترکیب بتاتی ہوں کہ جس کا تدارک شیطان سے بھی نہ ہو سکے خواہ وہ اپنے سارے منحوس ساتھیوں کو کیوں نہ لے آئے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• نواسی ویں رات

جب نواسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ یہ ساری ترکیبیں بڑھیا کی تھیں کیونکہ کوچ سے پہلے بادشاہ نے اس سے آکر پوچھا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے کیونکہ اس مہم کا سبب تو ہی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے بڑے بادشاہ اور زبردست امام' میں تجھے ایسی چال بتاتی ہوں جس کا تدارک خود شیطان سے نہ ہو سکے خواہ وہ اپنے سارے منحوس ساتھیوں کو کیوں نہ لے آئے اور وہ ترکیب یہ ہے کہ تو پچاس ہزار فوج کو جہازوں پر بٹھا کر سمندر کے راستے سے جبل الدخان بھیجے اور وہ وہاں سے نہ ہٹیں جب تک کہ وہاں اسلامی جھنڈے نہ پہنچ جائیں۔ اس وقت تم لوگ ان پر حملہ کرنا اور بحری لشکر ان پر پیچھے سے چھاپہ مارے۔ اسی وقت جب کہ ہم خشکی کی طرف سے حملہ آور ہوں۔ اس وقت کوئی بھی بچ کر نہ جا سکے گا اور ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور ہم پھر ہمیشہ آرام سے رہیں گے۔ بادشاہ افریدون کو بڑھیا کی باتیں ٹھیک معلوم ہوئیں اور اس نے کہا کہ اے چالباز بوڑھیوں کی سردار اور اٹھتے ہوئے فتنوں کے وقت دانشمندوں کی مرجع' تیری رائے بہت ٹھیک ہے۔

جب اسلام کے لشکر نے اس وادی میں ان پر حملہ کیا تو قبل اس کے کہ ان کے ہوش درست ہوں ان کے خیموں میں آگ لگ گئی اور تلواریں جسموں کو پاش پاش کرنے لگیں۔ اب بغداد اور خراسان کی فوجیں آگے بڑھیں جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور ان کے ہراول میں ضوء المکان تھا جب کفار کے لشکر نے' جو سمندر میں تھا ان کو دیکھا تو وہ سمندر سے نکل کر ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جوں ہی ضوء المکان کی نظر ان پر پڑی تو اس نے کہا کہ اے منتخب نبی کے گروہ' کفار کی طرف پلٹ پڑو رحمٰن اور رحیم خدا کے حکم کے موافق کافروں اور نافرمانوں سے جنگ کرو۔ اور شرکان مسلمانوں کے لشکر کے دوسرے حصے کو لے کر آگے بڑھا جن کی تعداد بھی ایک لاکھ

بیس ہزار تھی۔ کفار کا لشکر سولہ لاکھ تھا۔ جب مسلمانوں کی ان سے مڈبھیڑ ہوئی تو ان کے دل مضبوط ہو گئے اور انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ خدا نے ہمیں کامیابی کا وعدہ دیا ہے اور کفار کو ناکامی کی گھڑی دی ہے اور وہ تلواریں اور نیزے لے کر پل پڑے۔ شرکان صفوں کو پھاڑتا ہوا نکلا اور ہزاروں پر پل پڑا اور ایسی جنگ کی کہ جس سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں۔ وہ کفار کی فوج میں ادھر سے ادھر جاتا اور تیز تلوار سے ان کا کام تمام کرتا اور اللہ اکبر کے نعرے مارتا رہا یہاں تک کہ اس نے دشمن کو سمندر کے کنارے مار کر بھگا دیا اور ان کے بدن کانپنے لگے اور خدا نے اسلام کو فتح دی اور لوگ اس طرح لڑ رہے تھے کہ گویا وہ بے پیے نشے میں ہیں۔ اس لڑائی میں چون ہزار کافر کام آئے اور مسلمان محض ساڑھے تین ہزار شہید ہوئے۔ اس رات نہ دین کا شیر شہزادہ شرکان سویا اور نہ اس کا بھائی ضوء المکان بلکہ دونوں لوگوں کو مبارک باد دیتے اور اور زخمیوں کی تیمار داری کرتے اور فوج کو یہاں کامیابی اور سلامتی اور قیامت کے دن ثواب کی خوشخبری دیتے رہے۔

یہ تو مسلمانوں کا حال تھا۔ اب قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون اور روم کے بادشاہ اور اس کی ماں بڑھیا ذات الدواہی کا قصہ سنئے۔ انھوں نے لشکر کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ ہم مراد کو پہنچ چکے اور اپنا دل ٹھنڈا کر چکے تھے لیکن ہمیں اپنی فوج کی زیادتی پر گھمنڈ تھا' اس وجہ سے ہم ناکام رہے۔ بڑھیا ذات الدواہی نے ان سے کہا کہ سوائے اس کے تمھیں کسی بات سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا تم مسیح کا قرب حاصل کرو اور سچے دین کو مضبوطی سے پکڑو۔ مسیح کی سچائی کی قسم' کہ مسلمانوں کے لشکر کی قوت کی وجہ محض یہ شیطان تھا جس کا نام شہزادہ شرکان ہے۔ بادشاہ افریدون نے کہا کہ میں نے یہ ٹھان لی ہے کہ کل میں خود صفیں آراستہ کروں اور مسلمانوں کے مقابلے میں مشہور شہسوار لوقا بن شلوط کو بھیجوں کیونکہ اگر اس نے شہزادہ شرکان کا مقابلہ کیا تو وہ اسے قتل کر دے گا اور اس کے علاوہ اور سورماؤں کو بھی نیچا دکھائے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ بچے گا اور میں نے یہ بھی ٹھان لی ہے کہ تمھیں

آج رات میں پاک دھونی سے متبرک بناؤں۔ جب انہوں نے اس کی باتیں سنیں تو زمیں بوس ہوئے۔ یہ دھونی دینے کی خوشبو ان کے کافر اور لعین لاٹ پادری کا فضلہ تھا اور لوگ اس کی اتنی قدر کرتے اور اس کی برائیوں کو اتنا اچھا سمجھتے تھے کہ روم کے بڑے بڑے پادری اس کو ریشمی کپڑے میں رکھ کر اور اس میں مشک اور عنبر ڈال کر تمام عیسائی ملکوں میں بھیجتے اور جب اس کی خبر بادشاہوں کو پہنچتی تو اس کا ایک ایک درہم ہزار ہزار دینار دے کر خریدتے۔ حتیٰ کہ بادشاہ دلہنوں کو خوشبو دینے کے واسطے اسے منگاتے اور دوسرے پادری اس میں اپنا فضلہ بھی ملا دیتے ورنہ وہ دس ملکوں کے لیے کافی نہ ہوتا تھا۔ خاص خاص بادشاہ تو اسے سرمے میں ملا کر آنکھوں میں لگاتے اور اس سے بیماروں اور معدے کے مریضوں کا علاج کرتے۔

جب دوسرا دن ہوا اور روشنی پھیلی اور سواروں نے اپنے ہاتھوں میں نیزے لیے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## نوے ویں رات

جب پوری نوویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب سویرا ہوا اور روشنی پھیلی اور سواروں نے اپنے ہاتھوں میں نیزے لیے تو بادشاہ افریدون نے اپنے خاص خاص پادریوں اور روٗسا کو بلایا اور ان کو خلعتیں دیں اور ان کی پیشانیوں پر صلیب کھینچی اور انہیں اس خوشبو سے معطر کیا جس کا بیان اوپر کیا جا چکا ہے جو لاٹ پادری اور دغاباز امام کا فضلہ تھا اور لوقا بن شلوط کو طلب کیا جسکا نام لوگوں نے مسیح کی تلوار رکھا تھا اور اسے اسی فضلے کی دھونی دی اور دھونی دینے کے بعد وہ گندگی اس کے جسم پر ملی اور اس کے رخساروں کو اس سے لتھیڑ دیا اور اس کی مونچھوں پر مل دی۔ روم کے سارے ملک میں اس ملعون لوقا سے بڑھ کر نہ کوئی سورما تھا اور نہ تیر انداز اور نہ شمشیرزن اور نہ نیزہ باز۔ وہ بڑا بدصورت تھا۔ اس کا چہرہ گدھے کا تھا اور صورت بندر کی اور ناک نقشہ زہریلے سانپ کا۔ اس کی نزدیکی معشوق کی دوری سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اس کے حصے میں رات سے محض تاریکی آئی تھی اور شیر سے محض بدبو اور چیتے سے محض گندی سانس اور کفر سے محض اس کی پھکا اور اب اس نے آگے بڑھ کر بادشاہ افریدون کے قدم چومے اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ افریدون نے اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو دمشق کے والی اور عمر بن النعمان کے بیٹے شرکان کا مقابلہ کر اور اس مصیبت سے ہمیں پناہ دے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی پیشانی پر صلیب کھینچی اور سمجھا کہ عنقریب فتح ہونے والی ہے۔

اب لوقا بادشاہ افریدون کے پاس سے چل دیا اور وہ معلون ایک مشکی گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس کا لباس سرخ تھا اور اس کی زرہ سونے کی تھی جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ میں تین پھل والا نیزہ تھا۔ گویا وہ احزاب کی جنگ کے دن ملعون

شیطان ہے۔ اب وہ اور اس کے ساتھ کفار آگے بڑھے گویا وہ دوزخ میں جا رہے ہیں اور ایک مناد عربی میں یہ کہتا تھا کہ اے محمد کی امت' (خدا ان پر درود و سلام بھیجے!) سوائے سیف الاسلام شرکان کے جو دمشق کا حاکم ہے اور کوئی مقابلے میں نہ آئے۔

ابھی اس کی بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ میدان میں ایک شور اٹھا جو ہر شخص کو سنائی دیا اور گھوڑے کی ٹاپیں دونوں صفوں کے درمیان پٹ پٹ پڑنے لگیں اور لوگوں کو حنین کی لڑائی یاد آ گئی' بزدل لوگ ڈر گئے اور گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ جب اسے پہچانا تو وہ بادشاہ عمر بن النعمان کا بیٹا شہزادہ شرکان تھا۔ جب اس کے بھائی ضوء المکان نے اس ملعون کو دیکھا اور منادی سنی تو وہ اپنے بھائی شرکان کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ وہ تجھ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ایسا ہے تو کیا کہنا! جب لوگ ساری باتیں سمجھ چکے اور منادی سن چکے جو یہ تھی کہ سوائے شرکان کے اور کوئی نہ نکلے تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ ملعون روم کا شہسوار ہے جو یہ قسم کھا چکا تھا کہ میں دنیا کو مسلمانوں سے خالی کر دوں گا ورنہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔

یہ وہی شخص تھا جس نے لوگوں کے کلیجے جلا دیے تھے اور جس کی بہادری سے ترکی دیلمی اور کردی فوجیں ڈرتی تھیں۔ غرض اب شرکان نکلا گویا وہ غضب ناک شیر تھا۔ اس کا گھوڑا حبشی غزال کی طرح تھا اور اس نے اسے لوقا کی طرف بڑھایا اور اس کے پاس پہنچ کر اپنے نیزے کو افعی سانپ کی طرح اپنے ہاتھ میں ہلایا اور عربی کے رجزیہ اشعار پڑھنے لگا۔

لیکن لوقا نہ اشعار کا مطلب سمجھا اور نہ اس کی اہمیت بلکہ اپنے ہاتھ سے منہ پر طمانچے لگائے اور اس کا مقصد اس سے صلیب کی تعظیم تھی جو اس کی پیشانی پر منقوش تھی اور پھر ہاتھ چومنے لگا اور نیزے کا رخ شرکان کی طرف کر کے گھوڑے کو اس کی طرف ایڑ لگائی۔ پھر اس نے نیزے کو ایک ہاتھ سے اوپر اچھالا یہاں تک کہ وہ نظروں سے غائب ہو گیا اور دوسرے ہاتھ سے اسے روک لیا جس طرح کہ جادوگر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے نیزے کو اس زور سے شرکان کی طرف پھینکا جیسے کہ ٹوٹتا

ہوا تارا۔ اس پر لوگ شور کرنے لگے اور ڈرے کہ کہیں شرکان کو ضرر نہ پہنچے۔ لیکن جب نیزہ شرکان کے قریب پہنچا تو اس نے اسے اڑتا ہوا پکڑ لیا اور لوگ دنگ رہ گئے۔ اب شرکان نے اسی نیزے کو جو اس نے عیسائی سے لیا تھا' اپنے ہاتھ میں لے کر اتنا موڑا کہ قریب تھا کہ وہ ٹوٹ جائے اور اسے اوپر کی طرف ہوا میں پھینکا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہو گیا اور جب وہ گرا تو دوسرے ہاتھ سے فی الفور پکڑ لیا زور سے ایک نعرہ لگایا اور کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس نے سات طبق آسمان پیدا کیا ہے' میں اس ملعون کو قتل کر کے سارے جہان میں اس کی تشہیر کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے وہ نیزہ لوقا کی طرف پھینکا۔ لوقا نے چاہا کہ ویسا ہی کرے جیسا کہ شرکان نے کیا تھا اور اپنا ہاتھ بڑھایا کہ نیزے کو ہوا میں پکڑے۔ اس پر شرکان نے فوراً دوسرا نیزہ اس کی طرف پھینکا جو آکر ٹھیک صلیب پر لگا جو اس کی پیشانی پر تھی اور خدا نے اس کی روح فوراً دوزخ میں پہنچا دی جو بری رہنے کی جگہ ہے۔ جب کفار نے لوقا بن شلوط کو مر کر گرتے دیکھا تو وہ اپنا منہ پیٹنے اور ہائے افسوس چلانے اور خانقاہوں کے پادریوں سے مدد طلب کرنے لگے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت مل تھی۔

○○○

• اکیانوے ویں رات

جب اکیانوویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب کفار نے لوقا بن شلوط کو بے جان ہو کر گرتے دیکھا تو وہ اپنا منہ پیٹنے اور ہائے افسوس چلانے اور خانقاہوں کے پادریوں سے مدد طلب کرنے لگے' اور کہنے لگے کہ کہاں ہیں صلیبیں اور کیا ہوا رہبانوں کا زہد و تقویٰ! اب سب کے سب شرکان پر ٹوٹ پڑے اور تلواروں اور نیزوں کو بلند کیا اور دھاوا بول دیا اور دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہو گئی اور گھوڑوں کی ٹاپیں مردوں کے سینوں پر پڑنے لگیں اور تلواروں اور نیزوں کا دور دورہ ہو گیا اور کلائیاں اور پنجے کمزور پڑنے لگے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑوں کی ٹانگیں ہی نہیں اور لڑائی کے رجز خوان نعرے لگانے لگے اور ہاتھ سن پڑ گئے اور دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا اور دونوں لشکر جدا ہو گئے۔ شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی وجہ سے بہادروں کو نشہ چڑھ گیا اور میدان مقتولوں سے بھر گیا اور زخمیوں کی کثرت ہو گئی اور یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ کون مرا اور کون زخمی ہوا۔

اب شرکان اپنے بھائی ضوء المکان اور وزیر دندان اور حاجب سے آکر ملا اور اس نے اپنے بھائی ضوء المکان اور حاجب سے کہا کہ خدا نے کفار کے لیے ہلاکت کا دروازہ کھول دیا ہے' اس پر شکر ہے اس خدا کا جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ ضوء المکان نے اپنے بھائی سے کہا کہ ہم اس بات پر ہمیشہ خدا کا شکر ادا کریں گے کہ اس نے عرب اور عجم سے اس مصیبت کو دور کر دیا' اور لوگ نسلاً بعد نسل اس کارنامے کا ذکر کریں گے جو تو نے ملعون لوقا کے ساتھ کیا جو انجیل کے محرف کا ہم نام ہے اور اس بات کا کہ تو نے نیزے کو ہوا میں سے پکڑ کر اس شخص پر ضرب لگائی جو دنیا میں خدا کا دشمن تھا۔ تیرا یہ قصہ قیامت تک لوگوں کے زباں زد رہے گا۔ اب شرکان نے حاجب سے کہا کہ اے عالی قدر حاجب اور زبردست پیشوا اور اس نے جواب دیا کہ میں حاضر

ہوں۔ شرکان نے کہا کہ تو وزیر دندان اور بیس ہزار سواروں کے ساتھ سمندر کی طرف روانہ ہو جا جو یہاں سے سات فرسخ ہے اور تیزی کے ساتھ کوچ کر۔ جب تو ساحل کے قریب پہنچ جائے اور تجھ میں اور دشمن میں دو فرسخ کا فاصلہ رہ جائے تو تم لوگ گڑھوں میں چھپ جانا۔ جب کفار کشتیوں سے اتریں گے تو تمہیں نعرے سنائی دیں گے۔ جب تم یہ دیکھنا کہ ہمارا لشکر پیچھے ہٹ رہا ہے گویا وہ بھاگ رہے ہیں اور کفار ان کا ہر طرف سے تعاقب کر رہے ہیں حتیٰ کہ ساحل اور خیموں کی طرف سے بھی' تو تم گھات میں لگے رہنا اور جب تمہیں ایک جھنڈا دکھائی دے جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہو تو تم ہرا جھنڈا بلند کرنا اور اللہ اکبر کہہ کر ان پر پیچھے سے حملہ کر دینا اور اس بات کی کوشش کرنا کہ دشمن کی فوج بھاگتے ہوئے کفار اور سمندر کے درمیان حائل نہ ہونے پائے۔ حاجب نے کہا کہ بسر و چشم' اور سب لوگ اس پر فوراً راضی ہو گئے اور وہ لوگ تیاری کر کے روانہ ہو گئے اور شرکان کے حکم کے بموجب حاجب نے اپنے ساتھ وزیر دندان اور بیس ہزار سوار لے لیے۔

جب صبح ہوئی تو لوگ سوار ہو گئے اور انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور نیزوں کو رکابوں پر رکھ لیا اور زرہ بکتر پہن لیے اور میدانوں اور پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔ دوسری طرف پادریوں نے نعرے لگانے شروع کیے اور اپنے سر کھول دیے اور جہاز کے مستولوں پر صلیبیں بلند ہوئیں اور وہ ہر طرف سے ساحل پر اترنے لگے اور انہوں نے گھوڑوں کو خشکی پر اتارا اور لڑائی کا تہیہ کر لیا اور تلواریں چمکنے لگیں اور فوجیں آمنے سامنے آئیں اور نیزے تاروں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر زرہوں پر گرنے لگے اور سواروں اور پیادوں کے سروں پر موت کی چکی چلنے لگی اور جسموں سے سر جدا ہونے لگے اور زبانیں گونگی ہونے لگیں اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور لوگوں کے چھکے چھوٹنے لگے اور تیز تلواریں اپنا کام کرنے لگیں اور کھوپڑیاں اڑنے اور کلائیاں کٹنے لگیں اور گھوڑے خون میں ڈوب گئے اور داڑھیاں رنگ گئیں اور اسلام کے لشکر نے رسول اللہ پر درود

اور سلام اور خدا پر حمد و ثنا کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ ادھر کفار کا لشکر صلیب اور زنار اور شراب اور شراب کشوں اور پادریوں اور رہبانوں اور عیدوں اور لاٹ پادری کی تعریف میں مشغول ہوا۔ اب ضوء المکان اور شرکان دونوں ٹھہر گئے اور ان کی فوجیں پیچھے ہٹیں گویا کہ وہ دشمن کے سامنے سے بھاگ رہی ہیں اور کفار کا لشکر یہ خیال کر کے کہ وہ بھاگ رہے ہیں ان کی طرف بڑھا اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی کا تہیہ کر لیا اور مسلمانوں نے بلند آواز سے سورہ البقرہ کی شروع کی آیتیں پڑھنی شروع کیں اور مقتول لوگ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلے جانے لگے اور رومی منادیہ ندا کرنے لگا کہ اے مسیح کے بندو اور سچے دین والو' اے لاٹ پادری کے خادمو' کامیابی تمہیں اپنا منہ دکھا رہی ہے' اسلام کا لشکر بھاگنے کے لیے پر تول رہا ہے لہٰذا ان کی طرف پیٹھ مت پھیرو بلکہ ان کی گردنوں میں تلواریں بھونک دو اور ان کا پیچھا نہ چھوڑو' ورنہ مسیح ابن مریم سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں جس نے گہوارے میں باتیں کی ہیں' قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون نے بھی یہی خیال کیا کہ کفار کا لشکر فاتح ہے مگر اس کا اسے گمان نہ ہوا کہ یہ مسلمانوں کی ایک عمدہ ترکیب ہے اور اس نے روم کے بادشاہ کو کامیابی کی مبارک باد بھیجی اور یہ کہلا بھیجا کہ یہ محض لاٹ پادری کے فضلے کی برکت ہے جس کی خوشبو حاضر اور غائب صلیب کے بندوں کی داڑھیوں اور مونچھیوں میں پھیل گئی ہے اور میں معجزوں اور تیری بیٹی ابریزہ کی جو عیسائی اور باکرہ ہے اور بپتسمے کے پانی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ایک جہاد کرنے والے کو نہ چھوڑوں گا اور اس نیت کو پورا کر کے چھوڑوں گا۔ یہ پیغام لے کر ایلچی روانہ ہو گیا اور کفار آپس میں چلا چلا کر کہنے لگے کہ لوقا کا بدلہ لو۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• بانوے ویں رات

جب بانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- کفار نے ایک دوسرے سے چلا کر کہا کہ لوقا کا بدلہ لو اور روم کے بادشاہ نے بلند آواز سے کہا کہ ہاں یہ ابریزہ کا قصاص ہے! یہ سن کر بادشاہ ضوء المکان نے نعرہ لگایا کہ اے جزا و سزا دینے والے خدا کے بندو' تلواروں کی سفیدی اور نیزوں کی زردی سے کافروں اور نافرمانوں کا قلع قمع کر دو۔ یہ سن کر مسلمان کافروں پر ٹوٹ پڑے اور تیز تلواروں سے ان کی گردنیں اڑانے لگے اور مسلمانوں کا منادی یہ ندا کرنے لگا کہ اے منتخب نبی کے پیارو' دین کے دشمن جانے نہ پائیں۔ یہ کریم اور غفار خدا کے راضی کرنے کا وقت ہے اور اے قیامت کے دن نجات کے خواستگارو جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ شرکان مع اپنے دستے کے کفار پر ٹوٹ پڑا اور ان کے بھاگنے کا راستہ بند کر دیا اور صفوں کے درمیان ادھر ادھر جانے اور گھومنے پھرنے لگا۔ اب وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوش رو' سوار کفار کے لشکر کو کاٹتا ہوا چلا جاتا ہے اور کافروں کے درمیان شمشیر اور نیزہ بازی کر رہا ہے اور سروں اور بدنوں کو کاٹ کاٹ کر زمین پر پھینکتا جاتا ہے اور کفار اس کی زدوں سے تھرا رہے ہیں اور ان کی گردنیں اس کے نیزے اور تلوار کے آگے جھک رہی ہیں۔ اس کے پاس دو تلواریں ہیں' ایک نظر کی اور دوسری شمشیر اور دو نیزے' ایک اس کا قد اور دوسرا نیزہ۔ جب شرکان نے اسے دیکھا تو کہنے لگا کہ اے شہسواروں کے شہسوار' میں تجھے قرآن اور خداوندی نشانیوں کی قسم دیتا ہوں' بتا کہ تو ہے کون؟ کیونکہ تو نے کافروں اور نافرمانوں کو بھگا کر جزا و سزا کے خدا کو راضی کیا ہے جس کو ایک کام دوسرے سے غافل نہیں کرتا۔ سوار نے کہا کہ کل میرا تیرا معاہدہ ہوا تھا اور آج تو مجھے بھول گیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا لی اور اس کی پوشیدہ خوب روئی ظاہر ہو گئی اور وہ ضوء المکان تھا۔ یہ

دیکھ کر شرکان خوش ہو گیا لیکن ڈرا کہ کہیں بہادر اور سورما اس پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔ یہ دو وجوہ سے تھا: ایک تو یہ کہ وہ ابھی کم سن تھا' کہیں اسے نظر نہ لگ جائے۔

دوسرے یہ کہ اس کی زندگی حکومت کے لیے اشد ضروری تھی۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ' تو اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہا ہے' اپنے گھوڑے کو میرے گھوڑے کے قریب لے آ۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دشمن تجھے نقصان نہ پہنچائیں۔ مصلحت یہ ہے کہ تو دشمنوں کے لشکر سے نکل جا اور اپنے تیروں سے جو کبھی خطا نہیں کرتے' دشمنوں پر حملہ کر۔ ضوء المکان نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جنگ میں تجھ سے پیچھے نہ رہوں اور تیرے سامنے اپنی جان نہ چراؤں۔

اب اسلامی لشکر کفار پر ٹوٹ پڑا اور انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کے مقابلے میں جہاد کا حق ادا کر دیا اور کفر اور تفرقے اور فساد کی قوت کو توڑ دیا۔ جب بادشاہ افریدون نے دیکھا کہ روم کی کیسی کرکری ہوئی اور وہ دم دبا کر بھاگے تو اسے بے حد رنج پہنچا اور جوں ہی انہوں نے کشتیوں کا رخ کیا تو سمندر کے کنارے سے مسلمانوں کا لشکر ان پر حملہ آور ہوا' ان کے آگے آگے سورماؤں کو زیر کرنے والا وزیر دندان تھا جو تلوار اور نیزہ لے کر پل پڑا تھا۔ اسی طرح امیر بہرام جو شام کے صوبوں کا حاکم تھا اور جس کے ساتھ بیس ہزار سورما تھے' اور اسلامی فوجوں نے انہیں آگے اور پیچھے سے گھیر لیا۔ مسلمانوں کے ایک دستے نے ادھر کا رخ کیا جدھر کشتیاں سپاہیوں سے بھری ہوئی تھیں اور ان پر موتیں برسانی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ وہ سمندر میں کود پڑے۔ کافروں کی بڑی تعداد اس روز ماری گئی جو ایک لاکھ بہادروں سے زیادہ تھی اور ان کے سورماؤں میں سے نہ چھوٹا بچا نہ بڑا۔ ان کی تمام کشتیاں علاوہ بیس کے مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جن میں بہت سا مال و دولت تھا اور مسلمانوں کو اتنا غنیمت کا مال ملا جتنا اس سے پہلے کبھی کسی کو نہ ملا تھا اور نہ ایسی جنگ کبھی پہلے ہوئی تھی۔ علاوہ ذخیروں اور مقتولوں کے مال کے جن کا حد و حساب نہیں مسلمانوں کے ہاتھ پچاس

ہزار گھوڑے لگے اور انہیں اتنی خوشی ہوئی جس سے زیادہ ممکن نہیں کیونکہ خدا نے ان کو مدد دی اور کامیابی عطا فرمائی۔

یہ تو ان کا حال ہوا۔ اب بھگوڑوں کا حال سنئے۔ وہ بھاگ کر قسطنطنیہ پہنچے مگر پہلی خبر ان کے متعلقین کو یہ پہنچی تھی کہ بادشاہ افریدون مسلمانوں پر غالب آ گیا ہے اور بڑھیا ذات الدواہی نے کہا تھا کہ میں جانتی ہوں کہ میرا بیٹا روم کا بادشاہ شکست نہیں کھا سکتا اور اسلامی لشکر سے بالکل نہیں ڈرتا بلکہ وہ ساری دنیا کو عیسائی بنا کر چھوڑے گا۔ اس لیے اس نے بادشاہ افریدون اعظم سے کہا تھا کہ شہر کو سجائے اور انہوں نے خوشیاں منائیں اور شرابیں پیں کیونکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ قسمت نے کیا گل کھلائے ہیں۔ وہ خوشیاں منا رہے تھے کہ غم و رنج کی خبر ان کو پہنچی اور بیس کشتیاں جو وہاں سے بھاگی تھیں' آ گئیں اور انہیں میں روم کا بادشاہ بھی تھا۔ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے سمندر کے کنارے ان کا خیر مقدم کیا اور انہوں نے بیان کیا کہ مسلمانوں نے ان کی کیسی گت بنائی اور یہ کہہ کر وہ بہت روئے اور چلائے اور خوشخبری کی خوشی مٹی میں مل گئی۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ لوقا بن شلوط پر کیا گزری اور موت کے تیر نے اس کا کس طرح کام تمام کیا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ افریدون پر قیامت ٹوٹ پڑی اور اسے یقین ہو گیا کہ مصیبت اب ٹالے نہیں ٹلتی اور لوگوں میں ماتم برپا ہو گیا اور ان کی ہمتیں پست ہو گئیں اور عورتیں گریہ و زاری کرنے لگیں اور ہر طرف رونا پیٹنا مچ گیا۔

جب روم کا بادشاہ' بادشاہ افریدون کے پاس پہنچا اور اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ مسلمانوں کا بھاگنا محض دھوکے کی ٹٹی تھی تو اس نے یہ بھی کہا کہ جو سپاہ یہاں پہنچ چکی ہے اس کے علاوہ اب کوئی اور نہیں لوٹنے کا۔ جب بادشاہ افریدون نے یہ باتیں سنیں تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا کہ شاید حضرت مسیح ان سے ناراض ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا ہے۔ اس کے بعد لاٹ پادری

غمگین صورت بنائے ہوئے بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے ہمارے باپ' ہمارا لشکر تباہ ہو گیا ہے اور مسیح نے ہم کو سزا دی ہے۔ پادری نے کہا کہ غمگین مت ہو اور افسوس مت کرو' تم میں سے ضرور کسی نے مسیح کی شان میں گناہ کیا ہے اور اس گناہ کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا ہے۔ لیکن اب ہم گر جاؤں اور خانقاہوں میں تمہارے لیے دعا کریں گے اور یہ محمدی لشکر تم سے ہٹا لیے جائیں گے۔ اس کے بعد بڑھیا ذات الدواہی آئی اور کہنے لگی کہ اے بادشاہ' مسلمانوں کا لشکر بہت زیادہ ہے اور بغیر چالبازی کے ہم ان کا کچھ کر نہیں سکتے۔ میرا ارادہ ہے کہ ان کے پاس جا کر کوئی حیلہ اور فریب کروں۔ یقین ہے کہ میں ان کے شہسوار اور سردار تک پہنچ کر اس کو بھی اسی طرح قتل کر دوں گی جس طرح کہ اس کے باپ کو کیا تھا۔

اگر میرا فریب چل گیا تو پھر اس کے لشکر کا ایک آدمی بھی اپنے ملک واپس نہ جا سکے گا کیونکہ ان سب کی قوت کا سبب وہی ایک شخص ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ شام کے عیسائی جو ہر مہینے اور ہر سال اپنا مال بیچنے جاتے ہیں' میری مدد کریں۔ کیونکہ انہیں کے ذریعے سے میرا مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ جب تو کہے یہ ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ شام کے شہر نجران سے سو آدمی بلوائے جائیں اور لوگ انہیں بادشاہ کے پاس لے آئیں۔

بادشاہ نے کہا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کیا نقصان پہنچا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ بادشاہ نے کہا کہ سنو۔ اس عورت نے اپنی جان کو مسیح پر قربان کر دیا اور چاہتی ہے کہ تمہارے ساتھ مسلمانوں کے بھیس میں جائے اور کوئی ایسا حیلہ کرے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے اور مسلمان ہم تک نہ آ سکیں۔ بتاؤ کہ کیا تم بھی اپنی جانیں مسیح کی نذر کر سکتے ہو؟ میں تمہیں ایک من سونا دوں گا۔ تم میں جو زندہ رہے گا وہ سونے سے فائدہ اٹھائے گا اور جو مر جائے گا مسیح اسے بدلہ دے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ' ہم اپنی جانیں مسیح پر فدا کرتے ہیں

اور تیرے اوپر قربان ہوتے ہیں۔ اب بڑھیا نے ضرورت کے موافق کچھ جڑی بوٹیاں لیں اور انہیں پانی میں ڈال کر آگ پر ابالا یہاں تک کہ ان میں سے ایک سیاہ مادہ نکل آیا۔ جب وہ ٹھنڈا ہو گیا تو اسے رومال کے ایک کونے میں مل کر ان کے چہروں پر پھیر دیا اور اپنے لباس کے اوپر کشیدے کی ایک عبا پہن لی اور اپنے ہاتھ میں ایک تسبیح لے لی۔ اس طرح سے وہ بادشاہ کے پاس گئی اور بادشاہ نے اور نہ دوسرے مصاحبوں میں سے کسی نے اسے پہچانا۔ جب اس نے اپنا چہرہ کھول دیا تو مجلس میں ہر ایک نے اس مکر پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کا بیٹا خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ مسیح تیری ذات کو سلامت رکھے! اس کے بعد وہ نجران کے عیسائیوں کو لے کر چل دی اور بغداد کے لشکر کا رخ کیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ترانویں رات

جب ترانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب بادشاہ افریدون نے یہ باتیں سنیں تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو ڈر کے مارے اس کی آنتیں منہ کو آنے لگیں اور اس نے بڑھیا ذات الدواہی سے اس کی شکایت کی۔ یہ ملعونہ جادوگرنیوں کی جادوگرنی تھی۔ اور سحر اور فریب میں شطارہ' پتریا اور مکارہ' فاجرہ اور غدارہ۔ اس کے منہ سے بدبو آتی تھی' اس کی پلکیں سرخ اور چہرہ زرد تھا۔ منہ سیاہ اور آنکھیں چندھی اور جسم خارش دار اور بال بھورے اور پیٹھ کبڑی اور رنگ بدنما اور ناک بہتی ہوئی۔ لیکن اس نے اسلامی کتابیں پڑھی تھیں اور کعبے کا سفر کیا تھا اور یہ سب محض اس وجہ سے کہ اسے مختلف مذہبوں سے واقفیت ہو جائے اور قرآن کی آیتیں یاد ہو جائیں۔ دو سال تک وہ یہودی بن کر بیت المقدس میں رہی تھی تاکہ وہ جن و انس کے جادووں کی ماہر ہو جائے۔ وہ مصیبتوں کی ایک مصیبت اور بلاؤں کی ایک بلا تھی۔ اس کا دین فاسد تھا اور وہ کسی مذہب کی بھی پیرو نہ تھی۔ وہ زیادہ تر اپنے بیٹے بادشاہ حردوب روم کے بادشاہ کے ساتھ رہتی تھی اور اس کی وجہ وہی کنواری لڑکیاں تھیں' کیونکہ اسے مالش کرانا بہت مرغوب تھا اور اگر اس میں دیر ہوتی تو وہ بے چین ہو جاتی۔ جو لڑکی اسے پسند ہوتی تو وہ اسے ترکیب بتا دیتی اور اس پر زعفران ملتی جس کی وجہ سے وہ لڑکی دیر تک شہوت کے مارے بے چین رہتی۔ جو لڑکی اس کا کہنا مانتی تو وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتی اور اپنے بیٹے کی توجہ اس کی طرف مبذول کراتی اور جو اس کا کہنا نہ مانتی تو وہ اسے ہلاک کرنے کی ترکیبیں لگاتی۔ ابریزہ کی کنیزیں مرجانہ اور ریحانہ اور اترجہ یہ جانتی تھیں اور خود شہزادی ابریزہ اس سے نفرت کرتی تھی اور اس کے قریب سونا پسند نہ کرتی تھی کیونکہ اس کی بغل سے بدبو نکلتی تھی اور اس کی گندگی کی بو مردار جانور سے بدتر تھی اور اس کا بدن

تاڑ کے پتوں سے زیادہ سخت تھا اور وہ لوگوں کو جواہرات دے کر اور پھسلا کر مالش کے لیے آمادہ کرتی تھی اور ابریزہ اس سے خدا کی پناہ مانگتی تھی۔

اب ہم اس کے فریب اور چالبازیوں کا پھر ذکر کرتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے عیسائیوں اور ان کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی فوجوں کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس کے بعد بادشاہ حردوب بادشاہ افریدون کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے بادشاہ' اب ہمیں نہ لاٹ پادری کی ضرورت ہے اور نہ اس کی دعا کی بلکہ ہم اب والدہ ذات الدواہی کی رائے پر چلیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ اپنے لامتناہی مکر و فریب سے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ کیا کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی ساری قوت کے ساتھ ہمارے اوپر بڑھ رہے ہیں اور عنقریب یہاں پہنچ کر ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ جب بادشاہ افریدون نے یہ باتیں سنیں تو اس کے دل میں ڈر بیٹھ گیا اور اس نے فوراً تمام عیسائی ممالک کو خطوط لکھے کہ کوئی عیسائی اور صلیب کا پوجنے والا پیچھے نہ رہے۔ بالخصوص وہ جو قلعوں کے مالک ہیں' بلکہ پیادے اور سوار اور عورتیں اور بچے سب کے سب آئیں کیونکہ مسلمانوں کے لشکر ہمارے ملک میں پہنچ چکے ہیں' لہٰذا جلدی کرو قبل اس کے کہ مصیبت سر پر سوار ہو جائے۔

یہ تو ان لوگوں کا حال ہوا اب ذات الدواہی بڑھیا کا ماجرا سنئے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر سے چل دی اور ان کو مسلمان سوداگروں کا لباس پہنایا اور سو خچروں پر انطاکی کپڑے لادے مثلاً سنہرے کام کی اطلس اور شاہانہ مخمل وغیرہ وغیرہ اور بادشاہ افریدون کا ایک پروانہ اس کے پاس تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ سوداگر شام کے ملک کے ہیں اور ہمارے ملک میں آئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص ان کو نقصان نہ پہنچائے اور ان سے دسواں حصہ چنگی کا نہ لے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے وطن اور امن کی جگہ پہنچ جائیں۔ کیونکہ ملک کی معموریت کا دارومدار سوداگروں پر ہے اور یہ لوگ لڑائی جھگڑے والے نہیں ہیں۔ ملعون ذات الدواہی نے ان سے کہا کہ میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے ایک چال چلنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اے ملکہ' جو تیرا جی چاہے ہمیں

حکم دے، ہم ماننے کے لیے تیار ہیں، مسیح تیری کوششوں کو کامیاب کرے! اس کے بعد بڑھیا نے سفید اون کا ایک نہایت نفیس لباس پہنچا اور اپنی پیشانی پر رگڑ کر ایک بڑا

نشان بنایا اور اس پر ایک روغن ملا جو اس نے خود بنایا تھا جس سے وہ نشان چمکنے لگا۔ یہ ملعون بڑھیا لاغر جسم کی تھی اور اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے دونوں پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور اس طرح سے مسلمانوں کے لشکر تک پہنچی۔ وہاں پہنچ کر اس نے بیڑیاں اتار ڈالیں مگر ان کے نشان اس کی پنڈلیوں میں بن گئے تھے اور اس نے ان نشانوں پر دم الاخوین ملا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے خوب مارو اور ایک صندوق میں بند کر دو اور توحید کے کلمے کو زور سے پڑھو۔ ایسا کرنے میں تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تجھے کیوں کر مار سکتے ہیں۔ کیونکہ تو ہماری آقا ذات الدواہی ہے اور اس بادشاہ کی ماں جس پر ہمیں فخر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور ضرورت کے وقت برے کام بھی اچھے ہو جاتے ہیں۔ اور جب تم مجھے صندوق میں بند کر چکنا تو اس کو اور اس سامان کے ساتھ خچروں پر لاد دینا اور اسے لے کر اسلامی لشکر کے بیچ میں ہو کر لے جانا اور کسی بات سے نہ ڈرنا۔ اگر مسلمانوں میں سے کوئی تعرض کرے تو اسے سارے خچر اور سارا مال حوالے کر دینا اور ان کے بادشاہ ضوء المکان کے پاس جا کر فریاد کرنا اور کہنا کہ ہم کافروں کے ملک میں تھے اور انہوں نے ہم سے کچھ نہ لیا بلکہ ایک پروانہ لکھ کر ہمیں دے دیا کہ ہم سے کوئی تعرض نہ کرے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم نے ہمارا مال چھین لیا اور یہ روم کے بادشاہ کا پروانہ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی شخص برا سلوک نہ کرے اور اگر بادشاہ پوچھے کہ تم کو روم کے ملک میں کتنا فائدہ ہوا تو جواب دینا کہ ہمیں فائدے میں ایک زاہد ملا ہے جو پندرہ سال سے ایک تہہ خانے میں بند تھا اور دن رات دہائی مانگتا مگر اس کی کوئی مدد نہ کرتا بلکہ کافر اسے رات دن تکلیف پہنچاتے۔ ہمیں اس کا بالکل علم نہ تھا حالانکہ ہم بہت دنوں قسطنطنیہ میں ٹھہرے اور اپنا مال بیچا اور دوسرا مال خریدا اور تیار ہو کر اپنے ملک کو روانہ ہو

گئے اور رات بھر سفر کی گفتگو ہوتی رہی۔
جب صبح ہوئی تو ہمیں دیوار پر ایک تصویر نظر آئی۔ ہم نے قریب جا کر غور سے دیکھا تو وہ حرکت میں آئی اور کہنے لگی کہ اے مسلمانو' تم میں سے کوئی ہے جو رب العالمین کے ساتھ سودا کرے؟ ہم نے پوچھا کہ یہ کس طرح؟ اس تصویر نے جواب دیا کہ خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تم سے باتیں کروں تا کہ تمہارا اعتقاد قوی ہو اور مذہب کے لشکر میں جاؤ کیونکہ ان میں خدا کی تلوار اور زمانے کا سورما شاہزادہ شرکان ہے۔ اسی کے ذریعے سے خدا قسطنطنیہ کو فتح کرے گا اور عیسائی مذہب والوں کو تباہ کرے گا۔ جب تم تین دن کی راہ طے کر چکو گے تو تمہیں ایک خانقاہ ملے گی جس کا نام دیر مطروحنی ہے۔ اس میں ایک صومعہ ہے تم لوگ سچی نیت سے وہاں جاؤ اور عزم بالجزم کر کے کسی نہ کسی حیلے سے اس صومعے میں داخل ہو۔ اس میں ایک عبادت گزار شخص رہتا ہے جو بیت المقدس کا رہنے والا اور جس کا نام عبداللہ ہے۔ اس کا شمار دین دار ترین لوگوں میں ہے اور اس میں ایسی کرامتیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ ایک رہبان نے اسے دھوکا دے کر اپنے تہہ خانے میں قید کر دیا ہے اور وہ وہاں ایک مدت سے پڑا ہے۔ اب خدا کی مرضی ہے کہ اس کو رہا کر دیا جائے کیونکہ اس کو آزاد کرنا بہترین جہاد ہے۔ جب بڑھیا اور اس کے ساتھیوں میں اس بات پر اتفاق ہو گیا تو اس نے کہا کہ جب شاہزادہ شرکان تمہاری طرف متوجہ ہو جائے تو اس سے کہنا کہ جب ہم نے اس تصویر سے یہ باتیں سنیں تو ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ بڑا عابد ہے۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چورانویں رات

جب چورانویویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب بڑھیا اور اس کے ہمراہیوں میں اس پر اتفاق ہو گیا تو اس نے کہا کہ جب شاہزادہ شرکان تمہاری طرف متوجہ ہو جائے تو اس سے کہنا کہ جب ہم نے اس تصویر سے یہ باتیں سنیں تو ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ عابد بڑے صالحین میں سے ہے اور خدا کا ایک مخلص بندہ ہے۔ تین دن سفر کرنے کے بعد ہمیں وہ خانقاہ دکھائی دی تو ہم اس کی طرف پھرے اور وہاں ایک دن خرید و فروخت میں مشغول رہے جیسا کہ سوداگروں کا دستور ہے۔ جب دن ختم ہو چکا اور رات کا اندھیرا پھیل گیا تو ہم اس خانقاہ کی طرف چلے جس میں وہ تہہ خانہ تھا اور ہم نے سنا کہ وہاں کوئی شخص قرآن کی آیتیں اور اشعار پڑھ رہا ہے۔ اس کے بعد بڑھیا نے کہا کہ جب تم مجھے مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا دو گے اور میں وہاں پہنچ جاؤں گی تو دیکھنا کہ میں کس طرح دغابازی سے ان سب کو قتل کرتی ہوں۔ جب عیسائیوں نے بڑھیا کی یہ باتیں سنیں تو پہلے تو انہوں نے اس کے ہاتھ چومے پھر اسے خوب مارا کیونکہ اس کا کہنا ماننا ان کے اوپر فرض تھا اور اسے صندوق میں بند کر کے مسلمانوں کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

یہ تو اس ملعونہ ذات الدواہی اور اس کے ہمراہیوں کا قصہ ہوا۔ اب مسلمانوں کے لشکر کا حال سنئے۔ جب خدا نے انہیں فتح دی اور کشتیوں کا مال و دولت ان کو غنیمت میں ملا تو وہ ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے اور ضوء المکان نے اپنے بھائی سے کہا کہ خدا نے ہمیں اس وجہ سے فاتح کیا ہے کہ ہم انصاف پسند اور ایک دوسرے کے فرمانبردار ہیں۔ ایک شرکان' خدا کے واسطے میرا کہنا مان کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے باپ کے عوض دس بادشاہوں کو قتل کروں اور پچاس ہزار عیسائیوں کو ذبح کروں اور قسطنطنیہ

میں داخل ہوں۔ اس کے بھائی شرکان نے کہا کہ میری جان تجھ پر فدا ہو! میں ضرور جہاد کروں گا خواہ مجھے اس کے لیے ان کے ملک میں کئی سال ٹھہرنا پڑے۔ لیکن بھائی' دمشق میں میری ایک لڑکی ہے جس کا نام قضی فکان ہے اور مجھے اس سے بڑی محبت ہے کیونکہ وہ ایک اعجوبہ ہے اور اب وہ بالغ ہو چکی ہو گی۔ ضوء المکان نے کہا کہ میں بھی اپنی کنیز کو حاملہ چھوڑ کر آیا ہوں جبکہ اس کے دن قریب تھے اور مجھے معلوم نہیں کہ خدا نے مجھے کیا عطا کیا ہے۔ اے بھائی' وعدہ کر کہ اگر میرا لڑکا ہو تو تو مجھے اپنی بیٹی قضی فکان عنایت کرے گا تا کہ وہ میرے بیٹے کی ہو جائے۔ اس بارے میں تو قسم کھا اور وعدہ کر۔ شرکان نے کہا کہ بسر و چشم اور اپنے بھائی کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور کہا کہ اگر تیرے لڑکا ہو تو میں اپنی بیٹی اسے دوں گی۔ ضوء المکان اس پر خوش ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کو دشمن پر فتح کی مبارک باد دینے لگے۔

وزیر دندان نے بھی شرکان اور اس کے بھائی کو مبارک باد دی اور ان سے کہا کہ اے بادشاہو' خدا نے ہمیں اس وجہ سے فتح دی کہ ہم نے اپنی جانیں اس کے نذر کر دی ہیں اور اہل و عیال اور وطن کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ اب میری رائے یہ ہے کہ ہم ان کا پیچھا کریں اور محاصرہ کر کے ان سے جنگ کریں تا کہ خدا ہماری آرزو پوری کرے اور ہم اپنے دشمنوں کو جڑ سے کاٹ کر پھینک دیں۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو ان کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کی راہ سے روانہ ہو اور ہم خشکی خشکی چلیں اور ڈٹ کر لڑائی میں مقابلہ کریں۔ اس کے بعد وزیر دندان ان کو لڑائی کے لیے ابھارتا رہا اور ان سے کہنے لگا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مدد ہمیں عطا کی اور سونا چاندی غنیمت میں دیا۔ یہ سن کر ضوء المکان نے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور وہ نہایت تیزی کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ وہ ایک وسیع سبزہ زار میں پہنچے جہاں طرح طرح کی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ جانور چر رہے اور ہرن چوکڑی بھر رہے تھے۔ اس سے پہلے چھ روز انہیں بیابان میں گزرے تھے۔ اس لیے جب وہ اس سبزہ زار میں پہنچے تو عجیب و غریب نہروں اور نہایت نفیس پھلوں کا نظارہ کرنے

لگے۔ یہ قطعہ گویا جنت کا ٹکڑا تھا اور اپنا لباس پہن کر آراستہ و پیراستہ ہو گیا تھا اور شاخیں نشے میں جھوم رہی تھیں اور جھک گئی تھیں اور ان میں تسنیم کی شراب اور صبح کی نسیم' دونوں آکر مل گئی تھیں اور انہیں دیکھ کر دیکھنے والے کی عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ جب ضوء المکان نے دیکھا کہ اس سبزہ زار کے درخت جھکے ہوئے ہیں اور پھول کھلے ہوئے ہیں اور چڑیاں چہک رہی ہیں تو اس نے اپنے بھائی شرکان کو آواز دی اور اس سے کہا کہ اے بھائی' ایسی جگہ دمشق میں بھی نہیں۔ لٰہذا تین دن تک ہم یہاں سے آگے نہ بڑھیں گے بلکہ یہیں آرام کریں گے تا کہ اسلامی لشکر میں نئی روح پیدا ہو جائے اور رذیل کافروں کے مقابلے کی قوت ان میں آ جائے۔ اس لیے انہوں نے وہاں ڈیرے ڈنڈے ڈال دیے۔

اسی اثناء میں انہیں دور سے آواز سنائی دی اور ضوء المکان نے اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہاں شام کے سوداگر ٹھہرے ہوئے آرام کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لشکریوں میں سے کسی نے ان کا کچھ مال لے لیا ہے جو ان کے پاس تھا اور جو وہ کفار کے ملک سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سوداگر آئے اور انہوں نے چلانا اور بادشاہ کی دہائی دینا شروع کیا۔ ضوء المکان نے یہ دیکھ کر انہیں بلوایا اور انہوں نے حاضر ہو کر کہا کہ اے بادشاہ' جب ہم کفار کے ملک میں تھے تو کسی نے کچھ نہ لوٹا۔ اب یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ جب ہم مسلمانوں کے ملک میں آ پہنچے ہیں تو ہمارے مسلمان بھائی ہمارا مال لوٹ رہے ہیں! جب ہم نے تمہارے لشکروں کو دیکھا تو ہم ان کے پاس آئے اور انہوں نے جو کچھ ہمارے پاس تھا' چھین لیا۔ یہ ہے ہمارا سارا قصہ۔ اس کے بعد انہوں نے قسطنطنیہ کے بادشاہ کا پروانہ نکال کر اسے دیا اور شرکان نے اسے لے کر پڑھا اور کہنے لگا کہ جو کچھ تم سے چھینا گیا ہے' وہ ہم تمہیں ابھی واپس دلا دیں گے تمہیں چاہیے کہ تم تجارت کا مال کافروں کے ملک میں نہ لے جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اے ہمارے آقا' خدا ہمیں ان کے ملک میں اس لیے لے گیا تھا کہ ہمیں وہ چیز حاصل ہو جو کسی غازی کو اب تک نہیں ملی ہے اور نہ

تم کو تمہارے تمام غزووں میں حاصل ہوئی ہے۔ شرکان نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جو تمہارے ہاتھ لگی ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا بیان ہم تنہائی میں کر سکتے ہیں کیونکہ اگر یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی تو ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم بھی ہلاک نہ ہو جائیں اور تمام وہ مسلمان لوگ بھی جو آئندہ روم کے ملک میں جائیں۔ ان لوگوں نے وہ صندوق پوشیدہ رکھا تھا جس میں ملعونہ ذات الدواہی تھی۔ اب ضوء المکان اور اس کا بھائی انہیں لے کر تنہائی میں گئے اور انہوں نے ان سے زاہد کی سرگزشت تفصیل کے ساتھ بیان کی اور رونے لگے اور وہ دونوں بھی رو پڑے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- **پچانویں رات**

جب پچانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب وہ عیسائی جو سوداگروں کے بھیس میں تھے ضوء المکان اور اس کے بھائی شرکان کے ساتھ تنہائی میں گئے تو انہوں نے اس زاہد کا حال تشریح کے ساتھ بیان کیا اور رونے لگے اور وہ دونوں بھی رو پڑے اور عیسائیوں نے وہی باتیں بیان کیں جو اس شطارہ ذات الدواہی نے ان سے کہ تھیں۔ یہ سن کر شرکان کو اس زاہد پر بڑا ترس آیا اور اس کا دل کڑھنے لگا اور اس میں فی سبیل اللہ جوش پیدا ہو گیا اور اس نے ان سے پوچھا کہ تم اس زاہد کو چھڑا لائے ہو یا وہ ابھی تک اس خانقاہ میں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس کو نکال لائے ہیں اور اس خانقاہ کے رہبان کو ہم نے قتل کر دیا ہے تاکہ ہم پر کوئی مصیبت نہ آئے۔ اس کے بعد موت کے ڈر سے ہم بھاگ آئے ہیں۔ بعض معتبر لوگوں سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس خانقاہ میں سونے اور چاندی اور جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ لوگ صندوق لائے اور اس ملعونہ کو اس میں سے نکالا اور وہ کالے پن اور دبلے پن کی وجہ سے کھیرے کی کھانپ معلوم ہوتی تھی اور اس کے زنجیریں اور بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جب ضوء المکان اور دوسرے حاضرین نے اسے دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ نیک ترین عابد اور بہترین زاہد ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اس کی پیشانی اس روغن کی وجہ سے چمک رہی تھی جو اس نے اپنے منہ پر ملا تھا۔ یہ دیکھ کر ضوء المکان اور اس کا بھائی دونوں رونے لگے اور اٹھ کر اس کے ہاتھ پاؤں چومے اور آہیں بھرنے لگے۔ لیکن اس نے اشارے سے کہا کہ رونا بند کر دو اور میری بات سنو۔ اس کے حکم کی تعمیل میں انہوں نے رونا بند کر دیا اور وہ کہنے لگی کہ سنو' جو کچھ میرے مالک نے میرے ساتھ کیا ہے' میں اس سے راضی ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ جو بلا مجھ پر نازل ہوئی تھی' وہ میرا امتحان کرنے کے

لیے تھی۔ جو شخص مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر نہیں کرتا اس کی رسائی جنت تک نہیں ہوتی۔ میری تمنا محض یہ تھی کہ میں اپنے وطن کو لوٹوں' نہ اس لیے کہ میں تکلیفوں سے ڈرتا تھا بلکہ اس لیے کہ میں چاہتا تھا کہ میری موت ان مجاہدوں کے گھوڑوں کے پاؤں تلے ہو جو قتل ہونے کے بعد مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں۔

جب بڑھیا یہ باتیں کہہ چکی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس کی پیشانی روغن کی مالش کی وجہ سے چمک رہی تھی۔ شرکان نے اٹھ کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اس کے لیے کھانا منگوایا لیکن اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے پندرہ سال سے کچھ نہیں کھایا ہے' اب اس وقت میں کس طرح افطار کر سکتا ہوں! حالانکہ میرے مولیٰ نے مجھے کفار کی قید سے چھٹکارا دیا ہے اور ایسی تکلیف دور کر دی ہے جو دوزخ کے عذاب سے زیادہ سخت تھی۔ اس لیے میں غروب تک صبر کرنا چاہتا ہوں۔ جب شام ہوئی تو شرکان اور ضوء المکان نے آکر اس کے آگے کھانا پیش کیا اور کہنے لگے کہ اے زاہد' کھا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ وقت کھانے کا نہیں ہے بلکہ مہربان مالک کی عبادت کرنے کا ہے۔ یہ کہہ کر وہ محراب میں کھڑی ہو گئی اور نماز پڑھنے لگی یہاں تک کہ ساری رات گزر گئی۔ اس طرح سے اس نے تین دن اور تین راتیں گزار دیں اور سوائے التحیات پڑھنے کے کبھی نہ بیٹھی۔ جب ضوء المکان نے اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ اس کا معتقد ہو گیا اور شرکان سے کہنے لگا کہ اس عابد کے لیے سابر کا ایک خیمہ لگوا اور فرشتوں کو اس کی خدمت کے لیے متعین کر دے۔ چوتھے دن اس نے کھانا مانگا اور اس کے سامنے ایسے ایسے کھانے پیش کیے گئے جن کے کھانے کو دل چاہتا ہے اور جنہیں دیکھ کر آنکھیں خوش ہو جاتی ہیں مگر اس نے ان تمام کھانوں میں سے سوائے ایک روٹی اور نمک کے کچھ نہ کھایا اور اس کے بعد روزے کی نیت کر لی اور جب رات ہوئی تو وہ نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ شرکان نے ضوء المکان سے کہا کہ اس نے دنیا کو انتہا درجے چھوڑ رکھا ہے اور اگر اس وقت میں جہاد میں نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ مرتے دم تک رہ کر خدا کی عبادت

کرتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس کے خیمے میں جا کر تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ باتیں کروں۔ ضوء المکان بولا کہ میرا جی بھی یہی چاہتا ہے اور چونکہ ہم کل قسطنطنیہ

پر جہاد کرنے جا رہے ہیں اس لیے اس وقت سے بہتر اور کوئی گھڑی ہمارے پاس نہیں۔ وزیر دندان نے کہا کہ میرا بھی جی اس زاہد کے دیکھنے کو چاہتا ہے تا کہ وہ میرے لیے دعا مانگے کہ میری مراد اس جہاد میں بر آئے اور میں خدا سے جا ملوں کیونکہ میں دنیا کو چھوڑ چکا ہوں۔

جب رات ہوئی تو وہ اس شطارہ ذات الدواہی کے پاس اس کے خیمے میں گئے اور دیکھا کہ وہ کھڑی نماز پڑھ رہی ہے۔ وہ اس کے قریب آئے اور اس پر ترس کھا کر رونے لگے لیکن وہ ان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئی یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی اور اس نے سلام پھیرا اور ان کی طرف مخاطب ہو کر انہیں سلام کیا اور ان سے آنے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اے عابد' کیا تو نے ہمیں اپنے اردگرد روتے نہیں سنا؟ اس نے جواب دیا کہ جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ اپنے وجود سے خارج ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نہ کسی کی آواز سنتا ہے اور نہ کسی کو دیکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تو اپنے قید ہونے کا سبب بتائے اور آج رات ہمارے لیے دعا کرے کیونکہ تیری دعا ہمارے لیے قسطنطنیہ کی حکومت سے بہتر ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اگر تم لوگ مسلمانوں کے سردار نہ ہوتے تو میں تم سے کبھی یہ ماجرا بیان نہ کرتا کیونکہ میں سوائے خدا کے اور کسی سے شکایت نہیں کرتا۔ لو میرے قید ہونے کا قصہ سنو۔ میں قدس میں بعض ابدال اور حال والوں کے ساتھ تھا مگر میں اپنے آپ کو ان سے بڑا نہ سمجھتا تھا کیونکہ خدا نے مجھ میں تواضع اور زہد کا مادہ دیا تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ میں سمندر میں جا کر پانی پر چلنے لگا۔ معلوم نہیں کہ کس طرح مجھ میں غرور سما گیا اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میری طرح کون ہے جو پانی پر چلے! اسی وقت سے میرے دل میں قساوت آ گئی اور خدا نے میرے دل میں سفر کی محبت ڈال دی اور میں روم کے ملک میں گیا اور ایک سال تک سفر کرتا

رہا۔ یہاں تک کہ کوئی ایسی جگہ باقی نہ رہی جہاں میں نے خدا کی عبادت نہ کی ہو۔
جب میں اس جگہ پہنچا تو میں اس پہاڑ پر چڑھا اور وہاں ایک راہب کی خانقاہ ہے جس کا نام مطروحنی ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ نکل کر میرے پاس آیا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہنے لگا کہ جب سے تو روم کے ملک میں آیا ہے میں تجھے دیکھ رہا ہوں اور تیری وجہ سے اسلامی ممالک کا شوق میرے دل میں پیدا ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے خانقاہ کے اندر لے گیا اور ایک اندھیری کوٹھڑی میں میرے ساتھ گیا۔ جب میں اس کے اندر تھا تو اس نے مجھے غافل پا کر باہر سے دروازہ بند کر دیا چالیس دن تک مجھے بے کھانے پینے کے اس میں پڑا رہنے دیا کیونکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ مجھے بند کر کے مار ڈالے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک بڑا پادری آیا جس کا نام دقیانوس تھا اور جس کے ساتھ دس لڑکے تھے اور ایک لڑکی جس کا نام تماثیل تھا اور جس کی مثال حسن میں ناپید ہے۔
جب وہ لوگ خانقاہ میں آئے تو راہب مطروحنی نے ان سے میرا قصہ بیان کیا۔ پادری نے کہا کہ اسے نکالو کیونکہ اب تو اس میں اتنا گوشت بھی باقی نہ رہا ہو گا کہ چڑیاں کھا سکیں۔ جب انہوں نے اس اندھیری کوٹھڑی کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ میں محراب میں کھڑا نماز اور قرآن پڑھ رہا اور خدا کی تسبیح کر رہا اور اس کے آگے گڑگڑا رہا ہوں۔ جب انہوں نے میری یہ حالت دیکھی تو مطروحنی کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے۔
جب انہوں نے اسے یہ کہتے سنا تو سب کے سب میرے اوپر دوڑ پڑے اور دقیانوس اور اس کے ساتھیوں نے مجھے پکڑ کر خوب مارا۔ یہ دیکھ کر میں موت کی تمنا کرنے لگا اور اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ سزا ہے اس شخص کی جو تکبر کرتا ہے اور اس چیز پر گھمنڈ کرتا ہے جو اس کے رب نے اسے عطا کی ہے۔ اور جو خود اس کی طاقت سے باہر ہے اور اے نفس' تجھ میں غرور اور گھمنڈ آ گیا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ غرور سے خدا سخت ناراض ہوتا ہے اور دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دوزخ میں جاتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے بیڑیاں پہنا کر کوٹھڑی میں پھر بند کر

دیا اور جو اس مکان کا تہہ خانہ تھا اور ہر تیسرے دن لوگ میرے پاس ایک جو کی ٹکیہ اور تھوڑا سا پانی رکھ جاتے اور ہر مہینے یا دوسرے مہینے بڑا پادری آتا اور اس خانقاہ میں داخل ہوتا۔ اس اثناء میں اس کی بیٹی تماثیل بڑی ہو گئی کیونکہ جب میں نے اسے پہلے دیکھا تھا تو اس کی عمر نو سال کی تھی اور میں پندرہ سال قید میں رہا۔ اس لیے اب اس کی عمر چوبیس سال کی ہے اور اس سے زیادہ حسین نہ ہمارے ملک میں ہے اور نہ روم کے ملک میں۔ اس کے باپ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں بادشاہ اسے مجھ سے نہ چھین لے۔ اس نے اپنے آپ کو مسیح کے حوالے کر رکھا تھا۔ بجز اس کے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ سواروں کا لباس پہن کر سواری کرتی تھی اور حسن و جمال میں اس کا جواب نہ تھا۔ جو کوئی اسے دیکھتا اسے یہ نہ معلوم ہوتا کہ وہ عورت ہے۔ باپ نے اپنا سارا مال اس خانقاہ میں جمع کر رکھا تھا اور جس کسی کے پاس قیمتی چیزیں ہوتیں وہ انہیں اسی خانقاہ میں لا کر رکھتا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے وہاں طرح طرح کے سونے اور چاندی کی چیزیں اور جواہرات دیکھے ہیں اور ایسے ایسے برتن اور دیگر چیدہ چیزیں جن کی تعداد سوائے خدا کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ ان چیزوں کے مستحق تم ان کافروں سے زیادہ ہو۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ جو کچھ اس خانقاہ میں ہے اسے لے کر مسلمانوں اور بالخصوص مجاہدین پر خرچ کرو۔

جب سوداگر قسطنطنیہ پہنچے اور اپنا تجارت کا مال بیچ چکے تو اس تصویر نے جو دیوار پر ہے' ان سے گفتگو کی اور یہ ایک کرامت ہے جو خدا نے مجھ کو عطا کی ہے' اور انہوں نے خانقاہ میں آ کر پادری مطروحنی کو پہلے تو خوب مارا اور اس کی داڑھی پکڑ کر اسے کھینچا اور وہ انہیں اس جگہ لے گیا جہاں میں تھا' اور پھر اسے قتل کر دیا اور وہاں سے بھاگ آئے تاکہ وہ بھی کہیں مارے نہ جائیں۔ کل رات پھر تماثیل اس خانقاہ میں آئے گی جیسا کہ اس کا دستور ہے اور اس کا باپ مع اپنے غلاموں کے اس کے ساتھ ہو گا کیونکہ وہ اسے اکیلا چھوڑنے سے ڈرتا ہے۔ اگر تم اس کا نظارہ کرنا چاہتے

ہو تو میرے پیچھے پیچھے آؤ اور میں پادری دقیانوس کا سارا خزانہ اور مال جو اس پہاڑ میں ہے' تمہارے حوالے کر دوں گا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں سونے چاندی کے پیالوں میں شراب پیتے دیکھا ہے اور ان کے پاس ایک کنیز دیکھی ہے جو عربی کے گیت گاتی ہے۔ کاش کہ یہ پیاری آواز قرآن پڑھنے کے کام میں آئے! اور اگر تمہاری مرضی ہو تو اس خانقاہ میں جا کر چھپ رہنا یہاں تک کہ دقیانوس اپنی بیٹی کی ساتھ وہاں آئے اور تم لڑکی کو پکڑ لینا کیونکہ سوائے شاہزادے شرکان یا بادشاہ ضوء المکان کے اور کوئی اس کے قابل نہیں ہے۔

جب انہوں نے یہ باتیں سنیں تو وہ خوش ہو گئے۔ لیکن وزیر دندان کو اس کا یقین نہ آیا اور اس کی باتیں اس کی سمجھ میں نہ آئیں لیکن بادشاہ کے ڈر کی وجہ سے اس نے بڑھیا سے کچھ نہ کہا اگرچہ اس کی باتوں کا اسے یقین نہ آیا اور اس کے چہرے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس کی باتیں ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اب بڑھیا ذات الدواہی نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کر پادری آئے اور سبزہ زار پر ان لشکروں کو دیکھ کر اس کی ہمت اندر آنے کی نہ ہو۔ لہٰذا بادشاہ نے حکم دے دیا کہ لشکر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو جائے اور کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اپنے ساتھ سو سوار اور بہت سے خچر لے کر اس پہاڑ کی طرف جاؤں اور خانقاہ سے سارا مال لاد لاؤں۔ اس نے حکم دیا کہ بڑا حاجب فوراً حاضر ہو اور وہ حاضر ہوا اور تمام سردار اور ترک اور دیلمی آئے۔ بادشاہ نے کہا کہ صبح ہوتے ہی تم لوگ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر دو' اور اے حاجب' میں رائے اور تدبیر کے لیے تجھے اپنا نمائندہ بناتا ہوں اور اے رستم' تو جنگ میں میرے بھائی کی جگہ ہے' اور کسی سے یہ مت کہنا کہ ہم تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔ تین دن کے بعد ہم تم سے آ ملیں گے۔ اس کے بعد اس نے سو سوار منتخب کیے جو بڑے سورما تھے اور وہ اس کا بھائی شرکان اور وزیر دندان اور سو سوار صندوق اور خچر لے کر چل دیے تاکہ ان پر مال لاد کر لائیں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھیانویں رات

جب چھیانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ شرکان اور اس کا بھائی ضوء المکان اور وزیر دندان اور سو سوار اس خانقاہ کی طرف روانہ ہو گئے جس کی تعریف ملعونہ ذات الدواہی نے کی تھی اور مال و دولت لادنے کے لیے اپنے ساتھ خچر اور صندوق لے لیے۔

جب صبح ہوئی تو حاجب نے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور وہ چل دیے اور ان کو خیال تھا کہ شرکان اور ضوء المکان اور وزیر دندان ان کے ساتھ ہیں اور یہ ان کو خبر نہ تھی کہ وہ خانقاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ تو لشکر کا قصہ ہوا۔ اب شرکان اور اس کے بھائی ضوء المکان اور وزیر دندان کا حال سنئے۔ وہ شام تک ٹھہرے رہے۔ اس اثناء میں وہ کافر لوگ جو ذات الدواہی کے ساتھ آئے تھے' اس کے پاس آئے اور اس کے ہاتھ چومے اور جانے کی اجازت مانگی' اس نے اجازت دے دی اور وہ چپکے سے چلے گئے اور اس نے ان سے کہہ دیا کہ اسے اپنے حیلے کے لیے کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو بڑھیا نے ضوء المکان اور اس کے ساتھیوں سے آکر کہا کہ میرے ساتھ پہاڑ پر چلو اور تھوڑے سے لشکری اپنے ساتھ لے لو۔ انہوں نے اس کا کہنا مان لیا اور پانچ سواروں کو پہاڑ کے دامن میں چھوڑ دیا اور باقی ذات الدواہی کے ساتھ ہو لیے اور اسی خوشی کی وجہ سے اس میں اور زیادہ قوت آ گئی۔ ضوء المکان نے کہا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس زاہد کو قوت عطا کی جس کی نظیر دنیا میں نہیں۔ اس اثناء میں اس چڑیل نے کبوتر کے ذریعے سے ایک خط قسطنطنیہ کے بادشاہ کو بھیجا جس میں اس نے سارا ماجرا بیان کیا اور آخر میں لکھا کہ میں چاہتی ہوں کہ تو روم کے بہادروں میں سے دس ہزار سوار میرے پاس روانہ کر اور وہ چھپ کر پہاڑ کے دامن دامن آئیں تاکہ مسلمانوں کے

لشکر کو ان کی خبر نہ ہو اور وہ آ کر خانقاہ میں چھپ جائیں اور اس بات کا انتظار کریں کہ مسلمانوں کے بادشاہ اور اس کے بھائی کے ساتھ ان کے پاس پہنچ جاؤں کیونکہ میں ان کو پھسلا کر وہاں لا رہی ہوں اور ان کے ساتھ سوائے وزیر اور سو سواروں کے اور کوئی نہیں ہے۔ میں ان کو عنقریب صلیبوں پر چڑھا دوں گی اور جو خانقاہ میں ہیں اور میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ راہب مطروحنی کو قتل کر دیا جائے کیونکہ بغیر اس کے میری چال نہیں چل سکتی۔ اگر میری چال چل گئی تو مسلمانوں میں سے ایک بھی اپنے ملک کو واپس نہ جا سکے گا اور مطروحنی کو نصرانی ملت اور صلیب کے پجاریوں پر قربان ہو جانا پڑے گا اور سارا لشکر ابتداً اور انتہ مسیح کے لیے ہے۔ جب یہ خط قسطنطنیہ پہنچا تو کبوتروں کا داروغہ اسے بادشاہ افریدون کے پاس لایا اور اس نے خط پڑھتے ہی فوراً لشکر کو نکالا اور ہر سپاہی کو ایک ایک گھوڑا اور اونٹ اور خچر اور راہ کا توشہ دے کر حکم دیا کہ اس خانقاہ میں پہنچ جائیں اور وہ اس مشہور خانقاہ میں پہنچ کر وہاں چھپ گئے۔

یہ تو ان لوگوں کا حال ہوا۔ ادھر بادشاہ ضوء المکان اور اس کا بھائی شرکان اور وزیر دندان اور لشکر جب خانقاہ پہنچے اور اس کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے راہب مطروحنی کو دیکھا کہ وہ آگے بڑھ کر ان کا حال دریافت کرنے آ رہا ہے۔ زاہد نے کہا کہ اس ملعون کو قتل کر ڈالوں اور انہوں نے تلوار کا ایک وار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد وہ ملعونہ ان کو اس جگہ لے گئی جہاں نذریں چڑھائی جاتی ہیں اور وہاں انہیں ایسی ایسی نایاب چیزیں ملیں جن کا ذکر بھی اس نے ان سے نہ کیا تھا اور انہوں نے ان کو اکٹھا کر کے صندوقوں میں بند کیا اور خچروں پر لادا۔ مگر مسلمانوں کے ڈر سے نہ تماثیل وہاں آئی اور نہ اس کا باپ۔ ضوء المکان اس دن' دن بھر اس کا انتظار کرتا رہا اور پھر دوسرے دن اور پھر تیسرے دن۔ شرکان نے کہا کہ خدا کی قسم میرا دل اسلامی لشکر میں لگا ہوا ہے' معلوم نہیں کہ ان پر کیا گزری ہو گی؟ اس کے بھائی نے کہا کہ ہم سارا مال تو لے چکے ہیں اور میرا خیال ہے کہ نہ تماثیل

اس خانقاہ میں آئے گی اور نہ اور کوئی کیونکہ روم کے لشکر کی بری گت بن چکی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے اس پر قناعت کریں اور یہاں سے چل دیں' یقین ہے کہ قسطنطنیہ کے فتح کرنے میں خدا ہماری مدد کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ پہاڑ سے نیچے اترے اور ذات الدواہی ان کو روک نہ سکی تا کہ ان کا فریب کھل نہ جائے اور چلتے چلتے وہ درے کے دہانے پر پہنچے جہاں بڑھیا نے دس ہزار سواروں کو کمین گاہ میں بٹھلا رکھا تھا۔ جب ان سواروں نے ان کو دیکھا تو انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کی طرف نیزے سیدھے کر لیے اور تلواریں کھینچ لیں اور کفر کے کلموں کے نعرے لگانے لگے اور اپنی غداری کے تیروں کو چلوں میں لگا لیا۔ جب ضوء المکان اور اس کے بھائی شرکان اور وزیر دندان کی نظر ان پر پڑی تو دیکھا کہ وہ بہت بڑا لشکر ہے اور وہ کہنے لگے کہ خدا جانے اس لشکر کو کس نے ہماری خبر دے دی! شرکان نے کہا کہ بھائی' یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں ہے بلکہ شمشیر زنی اور تیر اندازی کا ہے' اپنے ارادوں کو مضبوط کر لو اور اپنے دلوں کو قوی۔ کیونکہ یہ درہ مثل ایک سڑک کے ہے جس کے دو دروازے ہیں۔ عرب و عجم کے مالک کی قسم' کہ اگر یہ جگہ تنگ نہ ہوتی تو میں ان سب کو ملیا میٹ کر دیتا خواہ ایک لاکھ سوار ہی کیوں نہ ہوتے۔

ضوء المکان نے کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا تو ہم پانچ ہزار سوار اپنے ساتھ لے آتے۔ وزیر دندان نے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ دس ہزار سوار بھی ہوتے تو اس تنگ جگہ میں بیکار تھے لیکن ان لوگوں کے مقابلے میں خدا ہماری مدد کرے گا۔ میں اس درے سے بخوبی واقف ہوں کہ وہ تنگ ہے اور جانتا ہوں کہ اس میں بہت سی پناہ لینے کی جگہیں ہیں کیونکہ جب ہم نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا تو بادشاہ عمر بن النعمان کے ساتھ ہم یہاں کفار سے لڑے تھے اور یہیں قیام کیا تھا۔ یہاں کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ چلو ہم یہاں سے نکل چلیں قبل اس کے کہ کفار کا لشکر ہم پر ازدحام کرے اور ہم سے پہلے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائے اور وہاں سے ہمارے اوپر پتھر برسائے اور ہم

ان کا کچھ نہ کر سکیں۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ جلدی سے اس درے سے نکل جائیں کہ اتنے میں زاہد نے انہیں دیکھ کر کہا کہ اس ڈرنے کے کیا معنی؟ کیونکہ تم تو اپنی جانیں خدا کی راہ میں بیچ چکے ہو۔ مجھے دیکھو کہ میں پندرہ سال زمین کے نیچے قید رہا لیکن کبھی خدا سے شکایت نہ کی کہ تو نے کیا کیا۔ تم بھی خدا کی راہ میں لڑو۔ جو تم میں سے مارا جائے گا اس کو جنت میں گھر ملے گا اور جو مارے گا اس کی عزت بڑھے گی۔

جب انہوں نے زاہد کی یہ باتیں سنیں تو ان کا غم غلط ہو گیا اور وہ ثابت قدم ہو گئے اور کفار نے ہر طرف سے ان پر دھاوا بول دیا اور تلواریں ان کی گردنوں کے ساتھ کھیلنے لگیں اور ان کے درمیان موت کا جام چلنے لگا اور مسلمانوں نے خدا کے حکم کے بموجب سخت جنگ کی اور دشمن کے بدن نیزوں اور تیروں سے چھلنی کر دیے۔ ضوء المکان تلوار کے وار کرتا اور سورماؤں کو نیچا دکھاتا اور پانچ پانچ دس دس کر کے ان کے سر اڑاتا تھا۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ اس کی نظر اس ملعونہ پر پڑی کہ وہ تلوار سے ان کی طرف اشارہ کر رہی اور ان کو اکسا رہی ہے اور جو شخص ڈرتا ہے بھاگ کر اس کے پاس جاتا ہے اور وہ انہیں اشارے سے کہتی ہے کہ شرکان کو قتل کرو اور وہ ٹولیاں بنا کر اسے قتل کرنے آتے ہیں لیکن جب وہ اس پر حملہ کرتے ہیں تو وہ حملہ کر کے انہیں بھگا دیتا ہے۔ اس کے بعد دوسری ٹولی حملہ کرتی ہے اور وہ بھی پیٹھ پھیر کر بھاگتی ہے اور وہ تلوار لے کر ان کے پیچھے دوڑتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ کفار کے مقابلے میں ان کی فتح اس عابد کی برکت سے ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے کہ خدا کی عنایت کی نظر اس عابد کی طرف ہے اور اس کی پاک نیت کی وجہ سے خدا نے میرا عزم مضبوط کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ مجھ سے ڈرتے ہیں اور میرے پاس نہیں پھٹکتے اور جب حملہ کرتے ہیں تو دم دبا کر بھاگتے ہیں۔ اب انہوں نے باقی دن بھی لڑتے گزارا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ جب رات ہونے لگی

تو انھوں نے اس درے کے ایک غار میں پناہ لی کیونکہ انہیں بہت تکلیف پہنچی تھی اور پتھر آکر لگے تھے۔ اس روز ان کے پینتالیس آدمی کام آئے۔ جب وہ اکٹھا ہوئے تو انھوں نے اس زاہد کو ڈھونڈا لیکن اس کا پتہ کہیں نہ چلا۔ اس پر انہیں بہت صدمہ ہوا اور انھوں نے خیال کیا کہ شاید وہ شہید ہو گیا۔ شرکان نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا کہ وہ ربانی اشاروں سے سواروں کے دل بڑھا رہا ہے اور رحمانی نشانیوں سے ان کو پناہ میں لے رہا ہے۔

وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ ملعونہ ذات الدواہی ان کے سامنے پہنچی۔ اس کے ہاتھ میں بڑے سردار کا سر تھا جو بست ہزاری تھا اور بڑا ظالم اور بدکردار اور مردود شیطان تھا۔ اسے ایک ترک نے تیر سے مارا تھا اور خدا نے اس کو بہت جلد جہنم واصل کر دیا تھا۔ جب کفار نے دیکھا کہ اس مسلمان نے ان کے سردار کے ساتھ کیا کیا تو سب کے سب اس کے اوپر ٹوٹ پڑے اور اسے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خدا نے اسے فوراً جنت میں داخل کر دیا۔ اس معلونہ نے اس کا سر کاٹ کر شرکان اور بادشاہ ضوء المکان اور وزیر دندان کے سامنے لا کر پھینک دیا۔ جب شرکان نے یہ دیکھا تو وہ کود کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے عابد مجاہد اور زاہد' خدا کا شکر ہے کہ ہم نے تجھے صحیح سلامت پھر دیکھا۔ اس نے جواب دیا کہ بیٹا' میں چاہتا تھا کہ آج مجھے شہادت نصیب ہو اور میں کفار کے لشکر میں پل پڑا تھا لیکن وہ مجھ سے ڈر کر بھاگتے تھے۔ جب دونوں لشکر جدا ہونے لگے تو مجھے رشک آیا اور میں نے ان کے بڑے سردار پر جو ان کا سپہ سالار تھا حملہ کر دیا جو ایک ہزار سواروں کا مقابلہ کر سکتا تھا اور اس کے سر کو بدن سے جدا کر دیا اور کفار میں سے کسی کی یہ ہمت نہ پڑی کہ میرے نزدیک پھٹکے اور یہ اس کا سر حاضر ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ستانویں رات

جب ستانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب ملعونہ ذات الدواہی بیست ہزاری سردار کا سر لائی تو اسے ضوء المکان اور اس کے بھائی شرکان اور وزیر دندان کے سامنے لا کر پھینک دیا اور کہنے لگی کہ جب میں نے تمہاری حالت دیکھی تو مجھے تم پر رشک آیا اور میں نے ان کے بڑے سردار پر حملہ کر دیا اور تلوار سے وار کر کے اس کا سر اڑا دیا اور کسی کافر کی ہمت نہ پڑی کہ میرے پاس پھٹکے۔ اب وہ سر لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ تمہارے دل جہاد کے لیے مضبوط ہو جائیں اور تم اپنی تلواروں سے خدا کو راضی کر لو۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم جہاد میں مشغول ہو اور میں تمہارے لشکر کے پاس جاؤں' خواہ وہ قسطنطنیہ ہی میں کیوں نہ ہوں' اور وہاں سے بیس ہزار سوار لا کر ان کافروں کا قلع قمع کرا دوں۔ شرکان نے کہا کہ اے زاہد' تو کس طرح جائے گا؟ وادی کے چاروں طرف تو کفار گھیرا ڈالے پڑے ہیں۔ معلونہ نے کہا کہ خدا مجھے ان کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا اور وہ مجھے نہ دیکھ سکیں گے اور اگر کسی نے مجھے دیکھا بھی تو وہ میرے پاس آنے کی جسارت نہ کرے گا کیونکہ میں اس وقت فنا فی اللہ ہوں گا اور خدا میری طرف سے اپنے دشمنوں سے لڑے گا۔ شرکان نے کہا کہ اے زاہد' تو سچ کہتا ہے کیونکہ میں نے خود اس کا مشاہدہ کیا ہے' اور اگر تو شام ہی سے جا سکے تو یہ ہمارے لیے بہتر ہو گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ابھی جاتا ہوں اور اگر تو چاہتا ہے کہ میرے ساتھ چلے اور تجھے کوئی نہ دیکھ سکے تو اٹھ' اور اگر تیرا بھائی بھی ہمراہ ہونا چاہے تو ہم اس کو بھی ساتھ لے چلیں گے لیکن کسی اور کو نہیں کیونکہ ولی اللہ دو سے زیادہ کو نہیں چھپا سکتا۔ شرکان نے کہا کہ میں تو اپنے ساتھیوں کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن اگر میرا بھائی اس پر راضی ہو جائے تو مضائقہ نہیں کہ وہ تیرے ساتھ جائے اور اس مصیبت سے اسے چھٹکارا

ملے کیونکہ وہ مسلمانوں کا پشت و پناہ ہے اور خدا کی تلوار۔ اگر وہ چاہے تو وزیر دندان کو اپنے ساتھ لیتا جائے یا کسی اور کو ان منحوسوں کے مقابلے کے لیے ہمارے پاس دس ہزار سوار بھیج دے۔ سب لوگ مشورہ کر کے اس رائے سے متفق ہو گئے۔ اس کے بعد بڑھیا نے کہا کہ مجھے پہلے جانے دو تا کہ میں دیکھ آؤں کہ کافر سو رہے یا جاگ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی تیرے ساتھ چلیں گے اور خدا پر بھروسہ کریں گے۔ اس نے کہا کہ اگر میں تمہارا کہنا مانوں تو پھر مجھے الزام نہ دینا بلکہ خود اپنے آپ کو۔ میری رائے ہے کہ تم مجھے ان کی خبر لے آنے دو۔ شرکان نے کہا کہ تو جا اور ہماری وجہ سے دیر مت کر، ہم تیرا انتظار کریں گے۔ ذات الدواہی چل دی اور اس کے جانے کے بعد شرکان نے اپنے بھائی سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر یہ زاہد بڑی کرامت والا نہ ہوتا تو اس ظالم سردار کو کبھی قتل نہ کر سکتا۔ اس زاہد کی کرامت یہی کافی ہے کہ اس نے اس سردار کو قتل کر کے کفار کی شان و شوکت مٹا دی، کیونکہ وہ ظالم، پر غرور اور مردود شیطان تھا۔

وہ زاہد کی یہی کرامتیں بیان کر رہے تھے کہ معلونہ ذات الدواہی آ پہنچی اور اس نے دعویٰ کیا کہ تمہیں کافروں پر فتح ملے گی۔ انہوں نے اس پر زاہد کا شکریہ ادا کیا کیونکہ ان کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ محض حیلہ اور فریب ہے۔ اس ملعونہ نے پوچھا کہ جہاں پناہ ضوء المکان کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حاضر ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ اپنے ساتھ وزیر کو لے لے اور میرے پیچھے پیچھے آ تا کہ ہم قسطنطنیہ چلیں۔ ذات الدواہی کفار سے کہہ آئی تھی کہ وہ کیا چال چل رہی ہے اور اس پر وہ بے حد خوش تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہمارا دل اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم اپنے سردار کے بدلے ان کے بادشاہ کو قتل نہ کر لیں کیونکہ اس سردار سے بڑھ کر کوئی شہسوار ہمارے پاس نہ تھا۔ جب اس منحوس بڑھیا ذات الدواہی نے ان سے کہا تھا کہ میں مسلمانوں کے بادشاہ کو تمہارے پاس لا رہی ہوں تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ جب تو اسے ہمارے پاس لائے گی تو ہم اسے بادشاہ افریدون کے پاس لے جائیں

گے۔ اب بڑھیا ذات الدواہی آگے آگے چلی اور ضوء المکان اور وزیر دندان پیچھے پیچھے ہو لیے اور اس نے کہا کہ چلو' خدا تمہیں برکت دے! ان دونوں نے کہا کہ بسم اللہ اور قضا اور قدر کا تیر ان کے آ لگا۔ بڑھیا ان کے ساتھ چلتے چلتے رومیوں کے لشکر کے بیچ میں پہنچ گئی جو اس تنگ درے میں تھا جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے اور کفار ان کو دیکھتے اور ان سے کچھ نہ کہتے کیونکہ اس ملعونہ نے ان کو یہ پٹی پڑھا دی تھی۔
جب ضوء المکان اور وزیر دندان نے کفار کے لشکر کو دیکھا کہ وہ ان کو دیکھ رہے ہیں مگر کچھ نہیں کرتے تو وزیر دندان نے کہا کہ بے شک یہ اس زاہد کی کرامت ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ خدا کے خاص بندوں میں سے ہے۔ ضوء المکان نے کہا کہ واللہ' میرے خیال میں کفار اندھے ہو گئے ہیں کیونکہ ہم ان کو دیکھتے ہیں اور وہ ہمیں نہیں دیکھتے۔ وہ ابھی زاہد کی تعریف اور اس کی کرامتوں اور زہد اور عبادت کا ذکر کر ہی رہے تھے کہ کفار ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو گھیر کر پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ کیا تمہارے ساتھ اور بھی کوئی ہے؟ ہم اسے بھی گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ وزیر دندان نے کہا کہ کیا تمہیں یہ شخص نظر نہیں آتا جو ہمارے سامنے کھڑا ہے؟ لیکن کفار نے جواب دیا کہ مسیح اور راہبوں اور بڑے پادری اور پوپ کی قسم ہمیں سوائے تمہارے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ ضوء المکان نے کہا کہ واللہ ہمارے اوپر خدا کا قہر نازل ہوا ہے۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- اٹھانویں رات

جب اٹھانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب کفار نے بادشاہ ضوء المکان اور وزیر دندان کو گرفتار کر لیا تو وہ ان سے کہنے لگے کہ تمہارے ساتھ اور بھی کوئی ہے تا کہ ہم اس کو بھی پکڑ لیں؟ وزیر دندان نے کہا کہ کیا تمہیں یہ تیسرا شخص دکھائی نہیں دیتا جو ہمارے ساتھ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسیح اور راہبوں اور لاٹ پادری اور پوپ کی سچائی کی قسم، ہمیں سوائے تم دو کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ کہہ کر کفار نے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور رات کے لیے ان پر پہرے دار مقرر کر دیئے، اور بڑھیا ذات الدواہی وہاں سے چلتی ہوئی۔ وہ افسوس کرنے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ بزرگوں کا کہنا نہ ماننے سے اس سے بھی زیادہ مصیبت آتی ہے اور اس کی سزا یہ آفت ہے جو ہمارے اوپر نازل ہوئی۔

یہ تو ضوء المکان اور وزیر دندان کی سرگزشت ہوئی۔ ادھر جب شرکان جاگا اور صبح نمودار ہوئی تو وہ اٹھا اور اس نے فجر کی نماز پڑھی اور پھر وہ اپنے لشکریوں کو لے کر کفار سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا اور ان کے دل مضبوط کیے اور ان کے ساتھ ہر طرح کی نیکی کرنے کا وعدہ کیا، اور وہ چل کھڑے ہوئے اور یہاں تک کہ کفار کے پاس آ پہنچے۔ جب کفار کی نظر ان پر پڑی تو وہ دور سے پکار اٹھے کہ اے مسلمانو، ہم نے تمہارے بادشاہ اور اس کے وزیر کو جو تمہارا منتظم ہے گرفتار کر لیا ہے اور اگر تم ہم سے جنگ کرنے سے باز نہ آؤ گے تو ہم تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ اور اگر تم اپنے آپ کو حوالہ کر دو گے تو ہم تمہیں اپنے بادشاہ کے پاس لے چلیں گے اور وہ تم سے اس شرط پر صلح کرے گا کہ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ اور اپنے ملک کو چلے جاؤ، اور نہ تم ہمیں نقصان پہنچاؤ اور نہ ہم نقصان پہنچائیں۔ اگر تم نے یہ شرط بخوشی منظور کر لی تو اس میں تمہارا فائدہ ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو سوائے قتل کے

چارہ نہیں۔ ہم اب تمہیں ساری باتیں سمجھا چکے ہیں، اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ جب شرکان نے ان کی باتیں سنیں تو اسے یقین آ گیا کہ اس کا بھائی اور وزیر دندان گرفتار ہو گئے ہیں تو اسے بے حد رنج ہوا اور وہ رونے لگا اور اس کی قوت سلب ہو گئی اور اسے موت کا یقین آ گیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ آخر ان کے گرفتار ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے! کیا ان سے زاہد کے حق میں کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہے یا انہوں نے اس کا کہنا نہیں مانا اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ اس کے بعد مسلمان کفار کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گئے اور ان کے بہت سے آدمی قتل کیے اور اس روز بہادر اور بزدل میں فرق معلوم ہو گیا اور تلواریں اور نیزے خون میں رنگ گئے اور ان پر کفار اس طرح گرتے تھے جیسے شراب پر مکھیاں ہر طرف سے گرتی ہیں۔ شرکان اور اس کے ساتھی موت سے نڈر ہو کر لڑتے تھے یہاں تک کہ وادی میں خون بہنے لگا اور زمین مقتولوں سے بھر گئی۔

جب رات ہوئی تو دونوں لشکر علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے اور مسلمان پھر اسی غار میں لوٹ کر آئے اور اپنے فائدے اور نقصان کا جائزہ لیا اور انہیں معلوم ہوا کہ اب ان میں سے بہت کم باقی رہ گئے ہیں اور سوائے خدا اور تلوار کے اور کسی پر بھروسہ نہیں کیونکہ اس دن ان کے پینتیس بڑے بڑے شہسوار شہید ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنی تلواروں سے کئی ہزار پیادوں اور سواروں کا کام تمام کر دیا تھا۔ جب شرکان نے یہ دیکھا تو وہ دل تنگ ہوا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟

انہوں نے جواب دیا کہ جو خدا کی مرضی ہے وہی ہو گا۔ جب دوسرا دن ہوا تو شرکان نے اپنے باقی ساتھیوں سے کہا کہ اگر تم آج جنگ کے لیے جاؤ گے تو تم میں سے ایک بھی بچ کر نہ لوٹے گا کیونکہ ہمارے پاس بہت تھوڑا کھانا پینا رہ گیا ہے۔ اب یہ رائے مجھے ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ تم لوگ تلواریں کھینچ کر اس غار کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ تاکہ اگر کوئی تم پر حملہ کرے تو تم اپنے آپ کو بچا سکو۔ غالباً زاہد

مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہو گا اور دس ہزار سوار لا رہا ہو گا جو کفار سے لڑنے میں ہماری مدد کریں گے اور غالباً کفار اسے اور اس کے ساتھیوں کو نہ دیکھ سکیں گے۔

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ رائے ٹھیک ہے اور اس کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اب لشکر نکل کر غار کے دروازے پر آ گیا اور لوگ اس کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور جو کافر وہاں آتا وہ اسے قتل کر دیتے اور دروازے کے پاس پھٹکنے نہ دیتے اور وہ کفار کے مقابلے میں جمے رہے یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ننانوے ویں رات

جب ننانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ مسلمانوں کا لشکر غار کے دروازے پر آکر اس کے دونوں طرف کھڑا ہو گیا اور کفار کو پاس پھٹکنے نہ دیتا تھا اور جو کوئی حملہ آور ہوتا تو قتل کر دیا جاتا اور مسلمان ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا' اور شرکان کے پاس محض پچیس آدمی رہ گئے۔ کفار کہنے لگے کہ نہ معلوم یہ جنگ کب ختم ہو گی کیونکہ ہم مسلمانوں سے لڑتے لڑتے تھک گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ چلو ہم ان پر دھاوا بول دیں کیونکہ اب ان کے ساتھ محض پچیس نفر باقی رہ گئے ہیں۔ اگر ہم ان کو زیر نہ کر سکے تو ہم آگ جلا کر ان کو تباہ کر دیں گے۔ اس کے بعد اگر انہوں نے ہار مان لی اور اپنے آپ کو حوالے کر دیا تو ہم انہیں گرفتار کر لیں گے اور اگر نہ مانا تو ہم انہیں آگ میں جل جانے دیں گے تاکہ سمجھ دار لوگ ان سے عبرت حاصل کریں اور مسیح ان کے آباؤ اجداد پر رحم نہ کرے اور نہ عیسائیوں کی جنت میں انہیں جگہ دے۔ یہ کہہ کر وہ لکڑیاں لائے اور غار کے منہ پر رکھ کر ان میں آگ لگا دی اور شرکان اور اس کے ساتھیوں کو مرنے کا یقین ہو گیا اور انہوں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ ان کے رئیس نے اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہا جس نے مسلمانوں کو قتل کرنے کو مشورہ دیا تھا کہ ان کو محض افریدون بادشاہ کے پاس قتل کیا جا سکتا ہے تاکہ اس کے دل کی بھڑاس نکل جائے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں قیدی رکھیں اور کل ان کو لے کر قسطنطنیہ جائیں اور بادشاہ افریدون کے حوالے کر دیں اور اس کا جو جی چاہے ان کے ساتھ کرے۔ لوگوں نے کہا کہ بس یہی ٹھیک رائے ہے اور ان کی مشکیں باندھ کر ان پر پہرے دار مقرر کر دیئے۔ جب رات زیادہ ہوئی تو کافر کھیل کود اور کھانے پینے میں مشغول

ہوئے' اس کے بعد انہوں نے شراب منگوائی اور اتنی پی کہ سب کے سب لیٹ گئے اور شرکان اور اس کا بھائی مقید تھے اور علیٰ ہذا لقیاس دوسرے سورما بھی۔

اب شرکان کی نظر اپنے بھائی پر پڑی اور اس نے کہا کہ اے بھائی' اب چھٹنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ ضوء المکان نے کہا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں' ہماری حالت تو ایسی ہے جیسے پنجروں میں چڑیاں۔ شرکان غصے میں بھرا بیٹھا تھا اور طیش کے مارے الٹی سانسیں لے رہا تھا۔ اب اس نے زور لگایا اور بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ جب وہ آزاد ہو گیا تو پہرے داروں کے چودھری کے پاس گیا اور اس کی جیب سے کنجیاں نکالیں اور ضوء المکان اور وزیر دندان اور باقی قیدیوں کو چھڑایا اور اپنے بھائی اور وزیر دندان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ پہرے داروں میں سے تین کو قتل کر ڈالوں اور ان کے لباس لے کر ہم تینوں پہن لیں اور اس رومی لباس کے ساتھ ان کے درمیان میں سے نکل چلیں تاکہ وہ ہم کو پہچان نہ سکیں اور ہم اپنے لشکر میں پہنچ جائیں۔

ضوء المکان نے کہا کہ یہ رائے مجھے ٹھیک نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ہم انہیں قتل کریں گے تو کوئی نہ کوئی ان کی آواز سن لے گا اور کفار کو متنبہ کر دے گا اور وہ ہمیں مار ڈالیں گے۔ صائب رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم اس درے سے نکل چلیں۔ اس رائے کو سب لوگوں نے مان لیا۔ جب وہ درے سے ذرا فاصلے پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ کچھ گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور سوار سو رہے ہیں۔

شرکان نے اپنے بھائی سے کہا کہ چلو ہم سب ان میں سے ایک ایک گھوڑا لے لیں کیونکہ ان سواروں کی تعداد بھی پچیس تھی اور خدا نے اپنی کسی حکمت کی بنا پر انہیں نیند میں غرق کر رکھا تھا۔ اس کے بعد شرکان نے کفار کے اسلحہ میں سے اتنی تلواریں اور نیزے لے لیے جس قدر کہ ان کو ضرورت تھی اور ان کے گھوڑوں پر سوار ہو کر چل دیئے۔

کافر اس گمان میں تھے کہ ضوالمکان اور اس کے بھائی اور ان کے ساتھیوں کو کوئی چھڑا نہیں سکتا اور نہ وہ بھاگ سکتے ہیں۔ جب وہ قید سے رہا ہو کر امن و امان میں پہنچ

گئے تو شرکان اپنے دوسرے ہمراہیوں سے جا ملا اور دیکھا کہ وہ اس کے انتظار میں ہیں اور سخت بے چین اور بے حد پریشان ہیں۔ شرکان ان کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ڈرو مت کیونکہ خدا نے ہمیں بچا لیا ہے۔ اب میری یہ رائے ہے' اور غالباً وہ ٹھیک ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ تم سب کے سب پہاڑ پر چڑھ جاؤ اور یک زبان ہو کر تکبیر کا نعرہ لگاؤ اور کہو کہ اسلامی لشکر آ پہنچا۔ جب ہم سب ایک ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں گے تو وہ تتر بتر ہو جائیں گے اور کوئی ترکیب ان کی سمجھ میں نہ آئے گی کیونکہ وہ سب بدمست ہیں۔ یہ یہی خیال کریں گے کہ مسلمانوں کے لشکر نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور ان میں پل پڑے ہیں' اس لیے وہ آپس میں ایک دوسرے کو تلواروں سے مارنے لگیں گے کیونکہ نشہ اور نیند ان پر غالب ہے' اور خود انہیں کہ تلواروں سے ان کا کام تمام ہو جائے گا اور دن چڑھے تک وہ تلواریں چلاتے رہیں گے۔ ضوء المکان نے کہا کہ یہ رائے ٹھیک نہیں ہے بلکہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے لشکر کی طرف چل دیں اور بالکل زبان نہ کھولیں کیونکہ اگر ہم نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا تو وہ جاگ اٹھیں گے اور ہم پر حملہ کر دیں گے اور ہم میں سے کوئی نہ بچے گا۔ شرکان نے کہا کہ اگر وہ جاگ پڑے تو ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری یہ رائے مان لو' اس میں خیریت ہے۔ ان سب نے مان لیا اور پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور تکبیر کا نعرہ لگایا اور خدا کے خوف سے پہاڑ اور درخت اور پتھر بھی نعرہ لگانے لگے' اور کفار یہ تکبیر سن کر شور مچانے لگے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## پوری سوویں رات

جب پوری سوویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ شرکان نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس رائے میں میرا ساتھ دو اور اس میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ انہوں نے مان لیا اور پہاڑ پر چڑھ کر تکبیر کا نعرہ بلند کر دیا اور خدا کے خوف سے پہاڑ اور درخت اور پتھر بھی ان کے ساتھ نعرہ لگانے لگے۔ کفار نے جب یہ سنا تو وہ ایک دوسرے کو شور مچا کر جگانے لگے اور سب نے ہتھیار باندھ لیے اور چلا اٹھے کہ مسیح کی سچائی کی قسم' دشمن ہم پر آ پڑے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا اور ان میں سے اتنے مارے گئے کہ ان کی گنتی سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ قیدیوں کو ڈھونڈنے لگے لیکن ان کا نشان تک نہ پایا۔ اس پر ان کے سرداروں نے کہا کہ یہ ساری کرتوت انہیں قیدیوں کی ہے جو ہمارے پاس تھے' لہٰذا ان کا پیچھا کرو اور ان تک پہنچ کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دو اور بالکل مت ڈرو۔ یہ سن کر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور ان کے پیچھے دوڑے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کو آ گھیرا۔ جب ضوء المکان نے یہ دیکھا تو وہ اور بھی ڈرا اور اپنے بھائی سے کہنے لگا کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہ سامنے آ گئی اور اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم جہاد بول دیں۔ یہ سن کر شرکان چپ ہو گیا اور ضوء المکان نے پہاڑ پر سے اتر کر تکبیر کا نعرہ لگایا اور سب لوگوں نے اس میں اس کا ساتھ دیا اور اپنے اوپر جہاد فرض کر لیا اور اپنی جانوں کو خدا کی عبادت کے لیے رہن کر دیا۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ ان کو لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور رسول اللہ پر درود و سلام کی آوازیں سنائی دیں۔ جب وہ ان کی آوازوں کی طرف ملتفت ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی فوجیں اور موحدین کے لشکر آ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کے دل

مضبوط ہو گئے اور شرکان نے کفار پر حملہ کر دیا اور اس نے اور اس کے مسلمان ساتھیوں نے تکبیر اور تہلیل کے نعرے بلند کیے اور زمین اس کے زلزلے سے کانپ اٹھی اور کفار کا لشکر پہاڑ پر منتشر ہو گیا اور مسلمانوں نے تلواروں اور نیزوں سے ان کا پیچھا کیا اور ان کے سر بدنوں سے اڑا دیے۔ ضوء المکان اور اس کے مسلمان بھائی برابر کفار کی گردنیں اڑا رہے تھے کہ دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا۔ اب مسلمان اکٹھا ہوئے اور رات بھر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے رہے۔ جب صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو انہوں نے دیکھا کہ دیلمیوں کا سردار بہرام اور ترکوں کا سردار رستم بیس ہزار سواروں کے ساتھ جو شیروں کی طرح ہیں چلے آ رہے ہیں۔ جب ان کی نظر ضوء المکان پر پڑی تو سواروں نے پیادہ ہو کر اس کو سلام کیا اور اس کے آگے زمین بوس ہوئے۔ ضوء المکان نے ان سے کہا کہ خوش ہو کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کفار ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے کو اپنی سلامتی اور قیامت کے دن کے ثواب پر مبارک باد دینے لگے۔

اسلامی لشکر کے اس جگہ پہنچنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب امیر بہرام اور امیر رستم اور بڑا حاجب مسلمانوں کے لشکر کو لے کر جھنڈوں کو لہراتے ہوئے قسطنطنیہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ کفار نے شہر پناہ پر چڑھ کر برجوں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے اور جوں ہی انہوں نے سنا کہ اسلامی لشکر اور محمدی جھنڈے آ رہے ہیں تو ساری گڑھیاں لڑائی کے سامان سے آراستہ کر دیں اور جب انہوں نے ہتھیاروں کی جھنکاریں اور شوروغل سنا تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان آ رہے ہیں اور گرد کے نیچے سے گھوڑوں کی آواز آ رہی ہے کیونکہ وہ ٹڈیوں کی طرح منتشر اور بادلوں کی طرح برس رہے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو قرآن پڑھتے اور خدا کی تسبیح کرتے سنا۔ اور جو کچھ بڑھیا ذات الدواہی نے اپنے مکر اور فریب اور بہتان اور شرارت سے کیا تھا اس کی خبر کفار کو ہو گئی تھی۔ جب وہ کفار کے لشکر کے قریب آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس میں اتنے پیادے اور سوار اور عورتیں اور لڑکے ہیں کہ وہ ابلتے ہوئے سمندر کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

یہ دیکھ کر ترکوں کے امیر نے دیلمیوں کے امیر سے کہا کہ اے امیر' ہمیں دشمن سے جو شہر پناہ کے اوپر ہے اندیشہ ہے۔ دیکھ ان برجوں کو اور ان لوگوں کو جو متلاطم

سمندر کی طرح ہیں۔ ان کی تعداد ہم سے سو گنی ہے اور ہمیں اس طرف سے اطمینان نہیں ہے کہ کسی جاسوس نے ان کو یہ خبر نہ پہنچا دی ہو کہ بادشاہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ ہمیں دشمن سے یوں بھی اندیشہ ہے کیونکہ وہ بے شمار ہیں اور جن کو ہمیشہ مدد پہنچ سکتی ہے اور ہمارے ساتھ نہ بادشاہ ضوء المکان ہے اور نہ اس کا بھائی اور نہ عالی قدر وزیر دندان۔ اس وجہ سے وہ ان کی غیبت کا فائدہ اٹھا کر ہمارے مقابلے میں باہمت ہو جائیں گے اور تلوار سے ہمارا بالکل قلع قمع کر دیں گے اور ہم میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ تو موصل والوں اور ترکوں میں سے دس ہزار سوار لے کر ہمارے ساتھیوں کی تلاش میں مطروحنی کی خانقاہ اور ملوقنا کے سبزہ زار کو جا۔ اگر تم نے میرا کہنا مان لیا اور روانہ ہو گئے تو اس میں بھلائی ہے ورنہ کفار ضرور ان کو دبا رہے ہوں گے اور تم ان کے چھٹکارے کا سبب ہو گے' اور اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو پھر مجھ پر ملامت نہ کرنا۔ اور اگر تم جاؤ تو جلد ہمارے پاس واپس آنا کیونکہ بدگمانی دانشمندی کی دلیل ہے۔ دیلمیوں کے سردار نے اس کی بات مان لی اور دونوں سرداروں نے بیس ہزار سوار منتخب کیے اور وہ راستوں کو طے کرتے اس سبزہ زار اور خانقاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ تھا ان کے آنے کا سبب۔

اب بڑھیا ذات الدواہی کا حال سنئے۔ جب وہ بادشاہ ضوء المکان اور اس کے بھائی شرکان اور وزیر دندان کو کفار کے حوالے کر چکی تو اس بیسوا نے ایک گھوڑا لیا اور اس پر سوار ہوئی اور کفار سے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ مسلمانوں کے لشکر میں جا کر ان کو تباہ کرنے کا کوئی حیلہ کروں کیونکہ وہ قسطنطنیہ پہنچ چکے ہیں اور ان سے کہوں کہ تمہارے ساتھی قتل ہو چکے ہیں۔ جب وہ مجھ سے یہ خبر سنیں گے تو وہ تتر بتر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدوں اور اپنے بیٹے روم کے بادشاہ حردوب کے پاس جا کر یہ خبر پہنچاؤں گی اور وہ دونوں اپنے لشکر لے کر مسلمانوں پر حملہ کر

دیں گے اور ان کو ایسا تباہ کریں گے کہ ان میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔ یہ کہہ کر وہ رات بھر گھوڑے پر چلتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو اسے بہرام اور رستم کا لشکر دکھائی دیا اور وہ ایک جھاڑی میں چھپ گئی اور اپنا گھوڑا بھی وہیں چھپا دیا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر آہستہ آہستہ چلنے لگی اور اپنے دل میں کہتی جاتی تھی کہ شاید مسلمانوں کے لشکر قسطنطنیہ کی لڑائی سے بھاگ کر آ رہے ہیں۔ جب وہ ان کے قریب پہنچی اور انہیں دیکھا اور ان کے جھنڈوں پر غور کیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ شکستہ نہیں ہیں اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ بغیر بھاگے اور بے ڈرے اپنے بادشاہ اور ساتھیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ ان کی طرف مردو شیطان کی طرح تیز تیز دوڑی اور ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہنے لگی کہ اے خدائی لشکر والو' فوراً جاؤ اور شیطانی گروہ کے ساتھ جہاد کرو۔ جب بہرام نے اسے دیکھا تو وہ اس کی طرف بڑھا اور گھوڑے سے اتر کر اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس سے کہا کہ ولی اللہ' تو انہیں کس حال میں چھوڑ کر آیا ہے؟ اس نے کہا کہ کچھ مت پوچھ کہ ان کا حال کیسا بدتر ہے اور وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں کیونکہ جب ہمارے ساتھیوں نے مطروحنی کی خانقاہ سے مال و دولت لے کر قسطنطنیہ کا رخ کیا تو ان کے اوپر کفار کا ایک زبردست لشکر ٹوٹ پڑا۔ اس کے بعد اس ملعونہ نے ان کے ڈرانے کو ان سے سارا قصہ بیان کر دیا اور کہا کہ اکثر ان میں سے مارے گئے ہیں اور سوائے پچیس آدمیوں کے اور کوئی نہیں بچا۔

بہرام نے کہا کہ اے زاہد' تو ان سے کب جدا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اسی رات۔ بہرام نے کہا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے تیرے لیے زمین کو لپیٹ دیا حالانکہ تو پیدل چل رہا ہے اور تیرے ساتھ ہاتھ میں محض کھجور کی ایک ٹہنی ہے' لیکن تو ضرور ان اولیاء میں سے ہے جو اڑتے ہیں اور جن پر وحی کا الہام ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ان جھوٹ اور دغابازی کی باتوں سے جو اس نے سنی تھیں حیران اور پریشان تھا اور کہنے لگا کہ لاحول ولا قوہ الا باللہ' ہماری دوڑ دھوپ

بیکار ہو گئی اور ہمارا دل بیٹھ گیا اور ہمارا بادشاہ پکڑا گیا اور اس کے ہمراہی گرفتار ہو گئے۔ اس کے بعد وہ دن رات مارا مار بھاگتے رہے اور صبح کے وقت وہ درے کے منہ پر پہنچ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ضوء المکان اور اس کا بھائی تکبیر اور تہلیل اور رسول اللہ پر درود اور سلام کے نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی اس نے اور اس کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا اور کفار کو اس طرح گھیر لیا جیسے کہ سیلاب بیابان کو اور ان کے اوپر کڑکنے لگے جس سے بہادر ڈر گئے اور پہاڑ گونج اٹھے۔ جب سویرا ہوا اور روشنی پھیل گئی اور صبح کی نسیم نے ضوء المکان کی خوشبو ان تک پہنچائی اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو پہچانا تو جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے انہوں نے ضوء المکان اور اس کے بھائی شرکان کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ شرکان نے وہ تمام واقعہ بیان کیا جو ان کو غار میں پیش آیا تھا۔ جس پر انہیں تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ اب ہمارے ساتھ جلد قسطنطنیہ چلو کیونکہ ہم اپنے ساتھیوں کو وہاں چھوڑ آئے ہیں اور ہمارا دل انہیں میں لگا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے اور خدا پر بھروسہ کیا اور ضوء المکان نے مسلمانوں کا دل مضبوط کیا اور اسے اس کے بھائی شرکان نے سلامتی پر مبارک باد دی اور اس کی کارگزاری کا شکریہ ادا کیا۔ اب وہ تیزی کے ساتھ چلنے لگے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ایک سو ایک ویں رات

جب ایک سو ایک ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ شرکان نے اپنے بھائی ضوء المکان کو سلامتی پر مبارک باد دی اور اس کی کارگزاری کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ تو ان کا حال ہوا' اب بڑھیا ذات الدواہی کا قصہ سنئے۔ بہرام اور رستم کے لشکر سے ملنے کے بعد وہ اس جھاڑی میں واپس گئی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے تیزی سے دوڑایا یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئی جو قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ وہاں وہ اتر پڑی اور اپنے گھوڑے کی باگ تھام کر حاجب کے خیمے میں پہنچی۔ جب حاجب نے اسے دیکھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور اشارے سے اسے مرحبا کہا اور پھر خبر پوچھی۔ اس نے جھوٹ اور دروغ آمیز خبر اسے بھی سنا دی اور کہنے لگی کہ مجھے امیر رستم اور امیر بہرام کی جان کا اندیشہ ہے کیونکہ میں ان سے راستے میں ملا تھا جب وہ لشکر کے ساتھ تھے اور ان کو بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس روانہ کر آیا ہوں۔ ان کے ساتھ بیس ہزار سوار ہیں مگر کفار کی تعداد ان سے زیادہ ہے لہٰذا اب میں یہ چاہتا ہوں کہ تو بہت جلد اپنا کل لشکر ان کے پاس بھیج دے ورنہ وہ سب کے سب مارے جائیں گے۔ آخر میں اس نے کہا کہ جلدی کر۔ جب حاجب دوسرے مسلمانوں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ رونے لگے۔ لیکن ذات لدواہی نے ان سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو اور اس مصیبت پر صبر کرو' تمہارے پاس محمدی امت کے بزرگوں کی مثالیں موجود ہیں' جو شہید ہو گا اس کے لیے خدا نے محلوں والی جنت تیار کر رکھی ہے۔ مرنا تو ہر ایک کو ہے لیکن جہاد میں مرنا بہتر ہے۔ جب حاجب نے ملعونہ ذات الدواہی کی باتیں سنیں تو اس نے امیر بہرام کے بھائی کو بلوایا جو بڑا شہسوار تھا اور جس کا نام ترکاش تھا اور اس کے لیے دس ہزار بہادر شیر

دل سواروں کو منتخب کر کے کوچ کا حکم دے دیا اور وہ دن بھر اور رات بھر چلنے کے بعد مسلمانوں کے قریب پہنچ گئے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو شرکان نے گرد اٹھتی ہوئی دیکھی تو اسے مسلمانوں کے متعلق اندیشہ ہوا اور وہ کہنے لگا کہ یہ لشکر ہماری طرف آ رہا ہے‘ اگر وہ مسلمانوں کا لشکر ہے تو یہ ہمارے لیے ضرور فتح کا باعث ہے اور اگر یہ کفار ہیں تو تقدیر سے چارہ نہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی ضوء المکان کے پاس آکر کہا کہ ڈریو مت کیونکہ میں اپنی جان قربان کر کے تجھے تباہی سے بچاؤں گا۔ اگر یہ لوگ اسلام کے لشکر والے ہیں تو نور علیٰ نور اور اگر یہ ہمارے دشمن ہیں تو سوائے لڑائی کے چارہ نہیں۔ لیکن میری یہ آرزو ہے کہ مرنے سے پہلے ایک بار میں اس عابد سے مل لوں تاکہ میں اس سے یہ درخواست کروں کہ وہ میرے لیے یہ دعا کرے کہ میں مروں تو شہید ہو کر مروں۔

وہ اسی گفتگو میں تھے کہ جھنڈے دکھائی دینے لگے جن پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ شرکان نے بلند آواز سے پوچھا کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خیرو عافیت سے ہیں‘ اور ہم اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں ڈر تھا کہ کہیں تم کو تکلیف نہ پہنچے۔ اب لشکر کا سردار گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اس کے سامنے زمین بوس ہو کر کہنے لگا کہ اے ہمارے آقا‘ بادشاہ اور وزیر دندان اور رستم اور میرے بھائی بہرام کا کیا حال ہے؟ کیا وہ سب بخیریت ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں‘ سب خیریت سے ہیں لیکن ہماری خبر تمہیں کس نے دی؟ انہوں نے جواب دیا کہ زاہد نے‘ اور یہ کہا کہ وہ میرے بھائی بہرام اور رستم سے ملا تھا اور اس نے ہم کو تمہارے پاس روانہ کیا ہے‘ اور اس نے ہم سے یہ کہا تھا کہ کفار نے تم کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور مجھے یہ الٹی بات نظر آتی ہے کیونکہ تم جیتے ہوئے ہو۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ وہ تمہارے پاس کسی طرح پہنچا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ پیدل‘ اور وہ ایک دن رات میں اتنا چلتا تھا جتنا کہ ایک تیز سوار دس دن میں۔ شرکان نے کہا کہ لاریب وہ ولی اللہ ہے۔ اور اب وہ کہاں

ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسے اپنے اسلامی لشکر کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں اور وہ انہیں کافروں اور نافرمانوں سے لڑنے کے لیے ابھار رہا ہے۔ یہ سن کر شرکان خوش ہو گیا اور ان کی اور زاہد کی سلامتی پر خدا کا شکر کیا اور مقتولوں پر خدا کے رحم کی دعا مانگی۔ وہ کہنے لگے کہ یہی قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ یہ کہہ کر وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

وہ چل ہی رہے تھے کہ انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی جس سے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور دن تاریک ہو گیا۔ شرکان نے اس گرد کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کافروں نے اسلامی لشکر کو زک نہ دے دی ہو کیونکہ یہ گرد مشرق سے مغرب تک چھا گئی ہے اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی ہے۔ پھر اس گرد کے نیچے تاریکی کا ایک مستول سا دکھائی دیا جو مصیبت کے دن سے زیادہ تاریک تھا اور یہ ستون ان کے قریب آتا چلا گیا جو قیامت کے خوف سے زیادہ خوف ناک تھا۔ یہ دیکھ کر سوار اور پیادے اس کی طرف تیز تیز بڑھے تاکہ اس بدحالی کا سبب دریافت کریں اور ان کی نظر اس زاہد پر پڑی اور وہ سب کے سب جمع ہو کر اس کے ہاتھ چومنے لگے اور وہ زاہد کہتا جاتا تھا کہ اے بہترین شخص کی امت کے لوگو اور تاریکی کے چراغو' کفار نے مسلمانوں کو دھوکا دے دیا ہے لہٰذا جلد موحدین کے لشکر کی مدد کو پہنچو اور ان کو ملعون کافروں کے ہاتھ سے چھڑاؤ' کیونکہ انہوں نے ان کے خیموں پر حملہ کر دیا ہے اور وہ سخت مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اس سے پہلے وہ اپنی جگہ پر امن و امان میں تھے۔

جب شرکان نے یہ باتیں سنیں تو اس کا دل بے چین ہو گیا اور وہ حیران اور پریشان ہو کر گھوڑے سے کود پڑا اور زاہد کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ اس کے بھائی ضوء المکان اور لشکر کے باقی سوار پیادوں نے بھی یہی کیا مگر وزیر دندان الگ رہا اور وہ اپنے گھوڑے سے نہ اترا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم' میرا دل اس زاہد سے متنفر ہے کیونکہ محض فساد ڈالنے والے دین کی ریاکاری کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کو چھوڑو اور اپنے مسلمان ساتھیوں

کے پاس چلو۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو خدا کی بارگاہ سے نکالے ہوئے ہیں۔ میں نے بادشاہ عمر بن النعمان کے ساتھ کئی جہاد کیے ہیں اور اس جگہ سے گزرا ہوں۔ شرکان نے اس سے کہا کہ ایسا برا گمان مت کر۔ تجھے معلوم نہیں کہ یہ عابد مومنین کو لڑائی کے لیے ابھارتا ہے اور تلواروں اور تیروں کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔ پیٹھ پیچھے اس کی برائی مت کر کیونکہ پیٹھ پیچھے برائی کرنا بری بات ہے اور نیک بندوں کا گوشت زہر آلود ہوتا ہے دیکھ کہ وہ ہمیں دشمن سے لڑنے کے لیے ابھارتا ہے۔ اگر خدا کو اس سے محبت نہ ہوتی تو بعد اس کے کہ وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا رکھ چکا ہے اس کے لیے زمین کو لپیٹ نہ دیتا۔ اس کے بعد شرکان نے حکم دیا کہ زاہد کے لیے ایک نوبی خچر لایا جائے تاکہ وہ اس پر سوار ہو اور زاہد سے کہا کہ اے زاہد پارسا اور عابد' سوار ہو۔ لیکن اس نے اسے منظور نہ کیا اور سوار ہونے سے انکار کر دیا اور ریاکاری سے زہد کا اظہار کیا تاکہ اس کی مراد حاصل ہو' اور ان کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ زاہد فریبی اور مکار ہے۔ اس کے بعد وہ زاہد سواروں اور پیادوں کے درمیان پیدل چلتا تھا جس طرح کہ مکار لومڑی کسی دغابازی کی سوچ میں ہو' اور بلند آواز سے قرآن کی آیتیں پڑھتا تھا اور خدا کی تسبیح کرتا تھا۔ اب وہ لوگ چلتے چلتے اسلامی لشکر کے پاس پہنچ گئے اور شرکان نے دیکھا کہ وہ مغلوب ہو چکے ہیں اور حاجب بھاگنے کے لیے تیار ہے اور رومی تلواروں نے اچھوں اور بروں سب کا کام تمام کر دیا ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو دو ویں رات

جب ایک سو دو ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ شرکان نے مسلمانوں کو ابتر حالت میں اور حاجب کو بھاگنے کے لیے تیار دیکھا۔ تلوار نے نیکوں اور بدوں کا کام تمام کر دیا تھا۔ اس شکست کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت دین کی دشمن ملعون ذات الدواہی نے دیکھا کہ بہرام اور رستم اپنے لشکر کے ساتھ شرکان اور اس کے بھائی ضوء المکان کی طرف روانہ ہو گئے تو وہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف چل دی اور وہاں سے امیر ترکاش کو روانہ کر دیا جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اور اس کا مقصد اس سے یہ تھا کہ مسلمانوں کا لشکر متفرق ہو جائے تاکہ وہ کمزور ہو جائیں اس کے بعد وہ ان کو چھوڑ کر قسطنطنیہ چل دی اور وہاں پہنچ کر رومی سرداروں کو بلند آواز سے پکارا کہ ایک رسی لٹکا دو تاکہ میں یہ خط اس میں باندھ دوں اور تم اسے لے کر اپنے بادشاہ کو پہنچا دو تاکہ وہ اور میرا بیٹا اسے پڑھیں اور جو کچھ میں نے اس میں کرنے کے لیے کہا ہے وہ کریں اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے باز آئیں۔ انھوں نے ایک رسی لٹکا دی اور بڑھیا نے اس میں خط باندھ دیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا: یہ خط بڑی چالباز اور شطارہ ذات الدواہی کی طرف سے بادشاہ افریدون کے نام ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے ایک ایسی چال چلی ہے جس سے تم مسلمانوں کو تباہ کر سکتے ہو۔ لہٰذا تم مطمئن رہو' میں نے ان کو اور ان کے بادشاہ اور وزیر کو قید کر لیا ہے اور ان کے لشکر میں جا کر ان کو خبر کر دی ہے اور ان کا زور ٹوٹ گیا ہے اور ان کی قوت کمزور ہو گئی اور جو لوگ قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں' میں نے ان کو دھوکا دے کر ان میں سے بارہ ہزار سواروں کو امیر ترکاش کے ساتھ قیدی لشکر کی مدد کے لیے بھیج دیا ہے اور اب ان میں سے بہت تھوڑے یہاں باقی رہ گئے ہیں۔ اب میں یہ چاہتی ہوں کہ تم آج ہی اپنا تمام لشکر لے کر ان پر دھاوا

بول دو اور ان کے خیموں پر حملہ کر دو لیکن تم ایک ساتھ سب کے سب نکلنا اور ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑنا کیونکہ حضرت مسیح تم پر مہربان ہیں اور عذرا مریم کی توجہ تمہاری طرف ہے اور میں چاہتی ہوں کہ حضرت مسیح میری اس کارگزاری کو نہ بھولیں۔"

جب بڑھیا کا خط بادشاہ افریدون کے پاس پہنچا تو وہ خوشی کے پھولا نہ سمایا۔ وہ بھی خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ دیکھ' میری ماں نے کیسی چال چلی ہے جس کی وجہ سے تلواروں کی بالکل ضرورت نہ رہی' محض اس کی موجودگی خوفناک جنگ کا کام کرتی ہے۔ بادشاہ افریدون نے کہا کہ مسیح تیری ماں کو سلامت رکھے! یہ کہہ کر اس نے سرداروں کو حکم دیا کہ شہر کے باہر کوچ بول دیں۔ یہ خبر کل قسطنطنیہ میں مشہور ہو گئی اور جیسا کہ لشکر اور صلیب کے مددگار نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے تیر' تلواریں کھینچ لیں اور کفر اور الحاد کے کلموں کے نعرے لگانے اور خدا کی نافرمانی کرنے لگے۔ جب حاجب نے یہ دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ رومی ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارا بادشاہ موجود نہیں ہے۔ اب وہ ہمارے اوپر دھاوا بول دیں گے اور ہمارے لشکر کا بڑا حصہ بادشاہ ضوء المکان کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ حاجب نے غصے میں آ کر کہا کہ مسلمانوں کے لشکر اور مضبوط دین کے حامیو' اگر تم بھاگے تو تباہ ہو جاؤ گے اور اگر ڈٹے رہے تو فتح پاؤ گے۔ جان لو کہ بہادری صبر کرنے کا نام ہے اور کوئی تنگی ایسی نہیں ہے جس کو خدا کشادہ نہ کر سکے۔ خدا تمہیں برکت دے اور تمہیں عنایت کی نظر سے دیکھے! یہ سنتے ہی مسلمانوں نے تکبیر کہنی شروع کر دی اور موحدین نعرے لگانے لگے اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی ہونے لگی اور تیز تلواریں اور نیزے اپنا کام کرنے لگے اور خون کے ندی نالے بہنے لگے اور پادریوں اور رہبانوں نے اپنے منتر پڑھنے شروع کر دیئے اور اپنی پیٹیاں کس لیں اور صلیبیں اٹھا لیں۔ ادھر مسلمانوں نے جزا و سزا کے مالک کے نعرے بلند کیے اور زور زور سے قرآن پڑھنے لگے اور رحمٰن اور شیطان کے

گروہوں میں مڈبھیڑ ہو گئی اور سر، بدنوں سے اڑنے لگے اور خدا کے حبیب نبی کی امت پر نیک فرشتے آنے جانے لگے اور تلواریں چلتے چلتے دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا

چھا گیا اور کفار نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کا خیال تھا کہ وہ عذاب سے بچ گئے اور مشرکوں کو ایمان والوں کی تباہی کا حوصلہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی اور روشنی پھیلی۔ اب حاجب اور اس کا لشکر سوار ہوا اور سب لوگ خدا سے فتح کے آرزو مند ہوئے اور ادھر والے ادھر والوں میں مل جل گئے اور جنگ برپا ہو گئی اور کھوپڑیاں اڑنے لگیں اور بہادر ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھے اور بزدل پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے اور موت کے قاضی نے فیصلے کرنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ سورما زینوں سے گرنے لگے اور سبزہ زار مردوں سے بھر گئے۔ مسلمانوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگے اور رومی ان کے بعض خیموں اور دوسری جگہوں پر قابض ہو گئے اور مسلمانوں نے میدان چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ کر لیا۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ شرکان مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ آ پہنچا اور موحدین کے جھنڈے اڑنے لگے اور شرکان نے آگے بڑھ کر کفار پر حملہ کر دیا اور اس کے پیچھے ضوء المکان پہنچ گیا اور ان دونوں کے بعد وزیر دندان حملہ آور ہوا اور علی ہذا لقیاس دیلمیوں کا سردار بہرام اور رستم اور اس کا بھائی ترکاش۔ جب کافروں نے دیکھا تو ان کی عقل جاتی رہی اور ان کی تدبیریں سلب ہو گئیں اور گرد اٹھنے لگی اور چاروں طرف پھیل گئی اور نکو کردار مسلمان اپنے نیک بھائیوں سے آ ملے اور شرکان حاجب سے ملا اور اس کی ثابت قدمی کا شکر گزار ہوا اور اسے مدد اور فتح یابی کی خوش خبری سنائی۔ مسلمان خوش ہو گئے اور ان کے دل مضبوط ہو گئے اور انہوں نے اپنے دشمنوں پر دھاوا بول دیا اور خالصتاً للہ جہاد میں مشغول ہو گئے۔ جب کافروں نے اسلامی جھنڈے دیکھے جن پر اسلامی خلوص کے الفاظ لکھے ہوئے تھے تو وہ واویلا کرنے اور خانقاہوں کے راہبوں سے مدد مانگنے لگے اور یوحنا اور مریم اور مردود صلیبوں کے نعرے لگانے لگے اور ان کے ہاتھ لڑائی سے رک گئے۔ اب بادشاہ افریدون روم کے بادشاہ کے پاس آیا اور ان

میں سے ایک میمنے کے ساتھ ہوا اور دوسرا میسرے کے ساتھ۔ ان کے ساتھ ایک مشہور سوار تھا جس کا نام لادیا تھا' وہ بیچ میں آیا اور انہوں نے لڑائی کے لیے صف بندی شروع کر دی حالانکہ وہ ڈر رہے اور کانپ رہے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے صف بندی کی اور شرکان اپنے بھائی ضوء المکان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ' وہ لوگ واقعی لڑنا چاہتے ہیں اور ہم بھی اس سے زیادہ کیا چاہتے ہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر میں سے سب سے زیادہ ثابت قدم لوگوں کو آگے بڑھاؤں کیونکہ تدبیر آدھی زندگی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے صائب رائے والے' تیرا کیا مطلب ہے؟ شرکان نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں کفار کے لشکر کے قلب کی طرف ہوں اور وزیر دندان ان کے میسرے اور تو میمنے کی طرف ہو اور امیر بہرام داہنے اور امیر رستم بائیں بازو' یعنی تو' اے عظیم الشان بادشاہ' جھنڈوں اور علموں کے نیچے ہو کیونکہ تو ہماری پشت و پناہ ہے اور خدا کے بعد ہمارا بھروسہ تیرے اوپر ہے اور ہم سب تجھ پر قربان ہیں تاکہ تجھے کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اس پر ضوء المکان نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نعرے بلند ہونے لگے اور تلواریں کھینچ گئیں۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ رومی لشکر سے ایک سوار برآمد ہوا۔ جب وہ قریب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک سست رو خچر پر سوار ہے جو تلواروں کی زد سے ڈر کر اپنے سوار کو بھگائے لیے چلا آ رہا ہے اور اس کا چار جامہ سفید ریشم کا ہے اور اس پر ایک کشمیری قالین پڑا ہوا ہے اور اس کے اوپر ایک بوڑھا شخص سوار ہے جو خوش رو' ہے اور جس کے چہرے سے ہیبت ٹپکتی ہے اور وہ سفید اون کا لباس پہنے ہوئے ہے' اور وہ خچر کو دوڑائے چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کے قریب آ گیا اور کہنے لگا کہ میں تم لوگوں کی طرف ایلچی بن کر آیا ہوں اور ایلچی کا کام محض پیغام پہنچانا ہے۔ لہٰذا اگر تم لوگ مجھے امان دو اور بات کرنے کی اجازت دو تو میں تمہیں پیغام پہنچاؤں۔ شرکان نے اس سے کہا کہ تجھے امان ہے' تجھے نہ تلوار کی ضرب کا ڈر ہے اور نہ نیزے کی زد کا۔ یہ سن کر وہ بوڑھا پیادہ ہو گیا اور اس نے صلیب کو گردن سے

اتار کر سلطان کے سامنے رکھ دیا اور اس طرح گڑگڑانے لگا جیسے کوئی انعام کا خواہش مند ہو' مسلمانوں نے پوچھا کہ تو کیا پیغام لایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں افریدون بادشاہ کا فرستادہ ہوں۔ میں نے اسے یہ رائے دی تھی کہ وہ انسانی صورتوں اور خدا کی بنائی ہوئی تصویروں کو تلف نہ کرے اور اس پر میں نے ثابت کر دیا کہ بہتر یہ ہے کہ خونریزی بند کر دی جائے اور محض دو سوار میدان میں آ کر لڑیں۔ اس نے میری بات مان لی ہے اور تمہیں یہ پیغام بھیجا ہے کہ میں اپنی جان کو اپنے لشکر کے اوپر قربان کرنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا بادشاہ بھی ایسا ہی کرے اور اپنی جان کو اپنے لشکر پر قربان کر دے۔ اگر وہ مجھے قتل کر دے گا تو کفار کے لشکر کو کوئی سہارا باقی نہ رہے گا اور اگر میں اسے قتل کر دوں گا تو اسلامی لشکر کا کوئی سہارا باقی نہ رہے گا۔

جب شرکان نے یہ باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ اے راہب مجھے منظور ہے کیونکہ یہ انصاف کی بات ہے اور اس سے اختلاف نہیں کرتا۔ خود میں اس کے مقابلے میں آؤں گا اور اس سے جنگ کروں گا کیونکہ جس طرح وہ کافروں کا شہ سوار ہے' میں مسلمانوں کا شہ سوار ہوں۔ اگر اس نے مجھے قتل کر دیا تو وہ فاتح ٹھہرے گا اور مسلمان لشکر کے لیے سوائے بھاگنے کے اور کوئی چارہ نہ ہو گا۔ لہٰذا اے راہب اس کے پاس واپس جا اور کہہ کہ کل ہم دونوں میں مقابلہ ہو گا کیونکہ میں آج سفر کر کے آ رہا ہوں اور تھکا ہوا ہوں اور آرام کرنے کے بعد کسی ملامت کی گنجائش نہیں۔ راہب خوش خوش واپس گیا اور بادشاہ افریدون اور بادشاہ حردوب کے پاس پیغام لے گیا اور بادشاہ افریدون یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس کا درد و الم دور ہو گیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں اس شرکان پر شمشیر کا وار اور نیزے کی زد کروں گا۔ اگر میں نے اسے مار لیا تو ان کی ہمت پست ہو جائے گی اور ان کا زور ٹوٹ جائے گا۔

دراصل یہ اس کو ذات الدواہی نے لکھا تھا اور خط میں یہ بھی ذکر کیا تھا کہ شرکان سورماؤں کا شہ سوار اور سورما ہے اور اس نے افریدون کو شرکان سے خبردار کیا تھا لیکن

افریدون بھی بڑا شہ سوار تھا کیونکہ اسے جنگ میں طرح طرح کے کرتب آتے تھے۔ اسے گوپھن پھینکنا اور تیر اندازی کرنا اور لوہے کی سلاخ سے لڑنا آتا تھا اور سخت سے سخت لڑائی سے وہ ڈرتا نہ تھا۔ اس لیے جب افریدون نے راہب کا پیغام سنا کہ شرکان نے اس سے جنگ کرنا منظور کر لیا ہے تو مارے خوشی کے اس کی باچھیں کھل گئیں کیونکہ اسے اپنے اوپر بھروسہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس کی طاقت کو کوئی نہیں پہنچتا۔ وہ رات کفار نے خوشی اور سرور اور شراب خوری میں گزاری۔

جب دوسرا دن ہوا تو سوار گندمی نیزے اور سفید تلواریں لے کر نکلے ہی تھے کہ اتنے میں ایک سوار میدان میں نکلا جو ایک اصیل گھوڑے پر سوار تھا اور جنگ اور مبازرے کے لیے بالکل تیار تھا اور اس کے اعضا مضبوط تھے۔ یہ سوار فولاد کی زرہ پہنے ہوئے تھا اور سخت سے سخت مقابلے کے لیے تیار تھا۔ اس کے سینے پر جواہرات کا ایک آئینہ تھا اور ہاتھ میں ایک تیز تلوار اور ہلکا خولنجی نیزہ تھا جو عجیب و غریب فرنگی ساخت کا تھا۔ اب اس سوار نے اپنی نقاب اٹھا دی اور کہنے لگا کہ جو مجھے جانتا ہے اس کے لیے محض یہی کافی ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا تو وہ عنقریب جان لے گا کہ میں کون ہوں۔ میں ذات الدواہی کی برکتوں میں ڈوبا ہوا افریدون ہوں۔ ابھی وہ یہ جملہ ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ مسلمانوں کا شہ سوار شرکان اس کے سامنے آ گیا۔ وہ ایک مشکی گھوڑے پر سوار تھا جس کی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی۔ شرکان کا لباس موتیوں اور جواہرات سے پرویا ہوا تھا اور اس کی کمر سے ہندی فولاد کی بجھی ہوئی تلوار بندھی تھی جو گردنوں کو کاٹتی اور مشکل امور کو آسان کر دیتی تھی۔ اس کی ہیبت سے وہ دونوں صفوں کے درمیان گھوڑا دوڑانے لگا اور سارے سوار اس کی طرف نظر اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ افریدون نے چلا کر کہا کہ اے ملعون' حیف ہو تجھ پر۔ کیا تو مجھے بھی ویسا ہی سمجھتا ہے جیسے کہ اور سواروں کو جن سے تو نے مقابلہ کیا ہے اور جو تیرے مقابلے میں بالکل نہ ٹھہر سکے۔

اب دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا دو پہاڑ ایک

دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں یا دو سمندر موجزن ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب آتے اور دور ہٹتے اور ملتے اور جدا ہوتے تھے۔ دونوں کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹتے' کبھی مذاق کرتے' کبھی سنجیدہ ہو جاتے' کبھی تلواریں چلاتے اور کبھی نیزے' اور دونوں لشکر ان کی طرف دیکھتے تو کوئی تو یہ کہتا کہ شرکان غالب ہے اور کئی افریدون کو غالب بتاتا۔ دونوں سوار اسی حالت میں تھے کہ چہ میگوئیاں بند ہو گئیں اور گردو غبار اٹھنے لگا اور دن ڈھل گیا اور سورج پیلا پڑنے لگا اور بادشاہ افریدون نے شرکان سے للکار کر کہا کہ مسیح کے دین اور سچے اعتقاد کی قسم' تو محض حملہ آور سوار اور خوب لڑنے والا ہے' مگر تو دھوکے باز ہے اور تیری فطرت نیکوں کی سی نہیں ہے کیونکہ میں ترے افعال تعریف کے قابل نہیں پاتا اور نہ تیری جنگ شہزادوں کی سی جنگ پاتا ہوں اور تیری قوم تجھ کو غلام بچہ کہتی ہے اور وہ تیرے لیے ایک گھوڑا نکال کر لائے ہیں جو تیرا نہیں ہے تاکہ تو اس پر سوار ہو کر جنگ کرے۔ میں اپنے مذہب کی قسم کھاتا ہوں کہ تیری لڑائی سے میں عاجز آ گیا ہوں اور تیری شمشیر زنی اور نیزہ بازی سے تھک گیا ہوں اور اگر تو آج رات مجھ سے جنگ جاری رکھنا چاہتا ہے تو نہ اپنے ہتھیار بدل اور نہ اپنا گھوڑا تاکہ سواروں پر تیری شرافت اور جنگ ظاہر ہو جائے۔ جب شرکان نے اسے یہ کہتے سنا کہ خود اس کے لوگ اسے غلام بچہ کہتے ہیں تو اسے طیش آ گیا اور وہ پیچھے کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ ان سے اشارے سے کہے کہ وہ نہ اس کا گھوڑا بدلیں اور نہ ہتھیار کہ اتنے میں افریدون نے اپنے نیزے کو حرکت دی اور اسے شرکان کی طرف پھینک کر مارا۔ جب شرکان پیچھے پھرا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ اس ملعون کا مکرو فریب ہے اور اس نے جلدی سے اپنا منہ پھیرا' مگر اتنے میں نیزہ اس کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بچانا چاہا اور جھک کر کاٹھی کی کمان تک پہنچ گیا مگر نیزہ اس کے سینے میں آ کر لگا' اور چونکہ شرکان کا سینہ ابھرا ہوا تھا نیزہ اس کے سینے کی کھال میں

چھ گیا۔ اس پر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔ ملعون افریدون بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ اس نے اسے مار لیا ہے اور چلا کر اس نے کفار کے آگے خوشی کا اظہار کیا اور کافروں کے دل بڑھ گئے اور ایمان والے رونے لگے۔ جب ضوء المکان نے اپنے بھائی کو گھوڑے پر جھکتا ہوا دیکھا اور ڈرا کہ وہ کہیں گر نہ پڑے تو اس نے سواروں کو اس طرف دوڑایا اور وہ بڑھ کر اسے اس کے پاس لے آئے اور کافروں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور دونوں لشکر پل پڑے اور دونوں صفیں گڈ مڈ ہو گئیں اور یمنی تلواریں موت برسانے لگیں' جو شخص سب سے پہلے شرکان کے پاس پہنچا' وہ وزیر دندان تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو تین ویں رات

جب ایک سو تین ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب ضوء المکان نے دیکھا کہ اس لعین نے شرکان پر بھالا پھینک کر مارا تو اس کا خیال ہوا کہ وہ مر گیا اور اس نے فوراً سواروں کو دوڑایا اور سب سے آگے جو لوگ پہنچے' وہ وزیر دندان اور ترکوں کا سردار بہرام اور دیلمیوں کا سردار رستم تھے۔ جب وہ پہنچے تو شرکان کو جھکا ہوا پایا اور اسے سہارا دے کر وہ اسے اس کے بھائی ضوء المکان کے پاس لے آئے اور اسے غلاموں کے سپرد کر کے خود لڑنے اور نیزہ اندازی کرنے چلے گئے۔ جنگ بڑی شدت کی ہوئی اور بھالوں کے پھل آپس میں ٹکرانے لگے اور چہ میگوئیاں بند ہو گئیں اور سوائے بہتے ہوئے خون اور جھکی ہوئی گردنوں کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اور تلواریں گردنیں اڑا رہی تھیں اور لڑائی شدت سے ہو رہی تھی یہاں تک کہ رات زیادہ ہو گئی اور دنوں فریق لڑتے لڑتے تھک گئے اور انہوں نے جنگ بند کرنے کی منادی کی اور ہر فریق اپنے اپنے خیموں میں واپس گیا۔ کفار سارے کے سارے اپنے بادشاہ افریدون کے پاس گئے اور اس کے آگے زمین بوس ہوئے اور پادریوں اور راہبوں نے اسے شرکان کو زیر کرنے پر مبارک باد دی۔ اس کے بعد بادشاہ افریدون قسطنطنیہ میں داخل ہوا اور حکومت کی کرسی پر بیٹھا اور بادشاہ حردوب نے آکر کہا کہ مسیح تیری کلائی مضبوط کر دے اور ہمیشہ تیری مدد کرے اور جو کچھ میری نیک ماں تیرے حق میں دعا کرے' وہ اسے قبول کرے! اب شرکان کے بعد مسلمانوں کی کوئی ٹیک باقی نہیں رہی۔ افریدون نے کہا کہ کل فیصلہ ہے جب کہ میں لڑائی میں جاؤں گا اور ضوء المکان کو طلب کر کے اس کو قتل کر دوں گا تو ان کے لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

یہ تو کفار کا حال ہوا۔ اب اسلامی لشکر کا قصہ سنئے۔ جب ضوء المکان خیموں کی طرف لوٹا تو وہ اپنے بھائی کی دیکھ بھال میں مشغول ہوا کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس کی بری

حالت ہے اور جان کا خوف ہے۔ لہٰذا اس نے وزیر دندان اور رستم اور بہرام کو مشورے کے لیے بلایا اور ان کی یہ رائے ہوئی کہ حکیموں کو علاج کے لیے بلایا جائے اور وہ رونے اور کہنے لگے کہ دنیا پھر ایسا شخص پیدا نہ کرے گی اور انہوں نے وہ رات جاگ کر گزاری۔ آخر رات میں وہ زاہد ان کے پاس روتا ہوا آیا۔ جب ضوء المکان نے اسے دیکھا تو وہ سروقد کھڑا ہو گیا اور زاہد کا ہاتھ لے کر اپنے بھائی کے زخم پر پھیرا اور قرآن کی کچھ آیتیں پڑھیں اور پڑھ کر اس پر دم کیا اور صبح تک اس کے پاس جاگتا رہا۔ اب شرکان کو افاقہ ہوا اور اس نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی زبان منہ کے اندر گھمانے اور باتیں کرنے لگا۔ بادشاہ ضوء المکان خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ زاہد کی برکت کا اثر ہے۔ شرکان نے کہا کہ میں اپنی صحت پر خدا کا شکر کرتا ہوں کیونکہ میں اب تندرست ہوں۔ اس معلون نے مجھے دھوکا دیا تھا اور اگر میں بجلی سے زیادہ تیزی کے ساتھ نہ گھوم جاتا تو بھالا میرے سینے میں اتر جاتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بچا لیا۔ کہہ کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ ضوء المکان نے جواب دیا کہ وہ تیری وجہ سے گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ شرکان نے کہا کہ میں بخیر و عافیت ہوں اور زاہد کہاں ہے؟ وہ زاہد سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ ضوء المکان نے کہا کہ وہ تیرے سرہانے ہے۔ یہ سن کر شرکان نے اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے ہاتھ چومے اور زاہد کہنے لگا کہ اے بیٹے، صبر کر، خدا تجھے بڑا اجر دے گا کیونکہ جتنی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اجر بڑھتا ہے۔ شرکان نے کہا کہ میرے لیے دعا کر اور اس نے دعا کی۔

جب سویرا ہوا تو روشنی چمکی تو مسلمان لڑائی کے میدان میں نکلے اور کفار تلواریں اور بھالے ان پر چلانے پر تل گئے۔ مسلمانوں کے لشکر نے آگے بڑھ کر لڑنا چاہا اور ہتھیار کھینچ لیے اور بادشاہ ضوء المکان اور افریدون ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب ضوء المکان میدان میں نکلا تھا تو اس کے ساتھ وزیر دندان اور حاجب بھی نکلے تھے اور انہوں نے ضوء المکان سے کہا تھا کہ ہم تیرے اوپر قربان ہوتے ہیں لیکن اس نے جواب دیا کہ بیت اللہ اور زمزم اور مقام ابراہیم کی قسم، میں ان جنگلی گدھوں

پر حملہ کرنے سے نہ باز آؤں گا جب وہ میدان میں آیا تو تلوار اور بھالے کے کرتب دکھانے لگا جس سے سوار دنگ رہ گئے اور دونوں فریق حیران ہو گئے۔ اب اس نے میمنے پر حملہ کر کے ان کے دو سرداروں کو قتل کیا اور میسرے پر حملہ کر کے بھی دو سرداروں کو مار ڈالا اور بیچ میدان میں کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ افریدون کہاں ہے تا کہ میں اسے ذلت کی موت ماروں؟ اس ملعون نے ارادہ کیا کہ دھوکا دے کر اس پر پلٹ پڑے لیکن جب بادشاہ حردوب نے یہ حالت دیکھی تو اس نے اسے قسم دے کر کہا کہ تو نہ نکل اور کہنے لگا کہ اے بادشاہ' کل تیری جنگ تھی اور آج میری ہے۔ میں اس کی بہادری کو دھیان میں نہیں لاتا۔ یہ کہہ کر وہ نکل پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار تھی اور ان کے نیچے ایک گھوڑا گویا وہ عنتر کا گھوڑا ابجر تھا اور مشکی تھا۔ اب دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرنے اور ایک دوسرے کی ضرب سے بچنے لگے اور جو جو کرتب ان کو یاد تھے' دکھانے لگے اور کبھی آگے بڑھ کر اور کبھی پیچھے ہٹ کر حملہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں تنگ آ گئے اور ان میں زیادہ صبر کرنے کی طاقت نہ رہی۔ اتنے میں ضوء المکان نے ایک نعرہ اور ارمنوں کے بادشاہ حردوب پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ اس کا سر اڑا دیا اور اس کی جان نکال دی۔

جب کافروں نے یہ دیکھا تو سب کے سب اس پر ٹوٹ پڑے لیکن اس نے بیچ میدان میں سب کا مقابلہ کیا۔ اب تلواریں اور بھالے چلنے لگے یہاں تک کہ خون کے ندی نالے بہنے لگے۔ مسلمان تکبیر اور تہلیل اور رسول اللہ پر درود کے نعرے لگاتے اور دل کھول کر لڑتے تھے اور خدا نے ان کو فتح اور کافروں کو شکست کی ذلت نصیب کی۔

وزیر دندان نے نعرہ لگایا کہ بادشاہ عمر بن النعمان اور اس کے بیٹے شرکان کا بدلہ لو۔ اس نے اپنا سر برہنہ کر لیا اور ترکوں کو للکار کر پکارا۔ چوبیس ہزار سے زیادہ اس کے ایک جانب میں تھے اور وہ سب کے سب ایک دم ٹوٹ پڑے اور کفار کے لیے سوائے بھاگنے کے اور چارہ نہ رہا۔ تیز تلواروں نے ان میں سے تقریباً پچاس ہزار سواروں کا خاتمہ کر دیا اور اس سے زیادہ گرفتار ہوئے تھے۔ جب وہ بھاگ کر دروازے میں

داخل ہونے لگے تو بھیڑ کی وجہ سے وہ کثیر تعداد میں مارے گئے۔ اس کے بعد رومیوں نے دروازہ بند کر لیا اور مارے ڈر کے شہر پناہ پر چڑھ گئے اور مسلمانوں کے جتھے فتح ہو کر اپنے خیموں میں آئے۔ بادشاہ ضوء المکان اپنے بھائی کے پاس آیا اور دیکھا کہ اس کی حالت بہت اچھی ہے اور اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے بھائی کے پاس آ کر اس کی سلامتی پر اسے مبارک باد دی۔ شرکان نے کہا کہ یہ اس پارسا زاہد کی برکت ہے' سوائے اس کی دعا کے جو ہمیشہ قبول ہوتی ہے' تم کبھی کامیاب نہ ہوتے کیونکہ وہ دن بھر بیٹھا مسلمانوں کی فتح یابی کی دعا مانگتا رہا ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چارویں رات

جب ایک سو چارویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب ضوء المکان اپنے بھائی شرکان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ عابد کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ خوش ہو گیا اور آگے بڑھ کر اس کی سلامتی پر اس کو مبارک باد دی۔ شرکان نے کہا کہ ہم سب پر اس زاہد کی برکت کا اثر ہے۔ اگر وہ تمہارے لیے دعا نہ کرتا تو تمہیں کبھی فتح نہ ہوتی کیونکہ وہ دن بھر مسلمانوں کے لیے دعا کرتا رہا ہے اور جب میں تمہاری تکبیریں سنتا تھا تو میرا دل مضبوط ہو جاتا تھا اور مجھے یقین ہوتا تھا کہ تم اپنے دشمنوں پر غالب آ رہے ہو۔ اب اے بھائی' تو اپنا حال سنا۔ اس نے سارا واقعہ بیان کیا جو اسے معلون حردوب کے ساتھ پیش آیا تھا اور یہ کہا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے اور خدا کی لعنت اسے لے گئی ہے۔ جب ذات لدواہی نے جو زاہد کے بھیس میں تھی' اپنے بیٹے بادشاہ حردوب کے قتل کی خبر سنی تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن اس نے اسے پوشیدہ رکھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کی مسیح کہ قسم' میری زندگی بے کار ہو گی اگر میں نے اس کا دل اس کے بھائی شرکان پر نہ جلایا ہو جس طرح کہ اس نے میرا دل عیسائی ملت اور صلیب کے پجاریوں کی پشت پناہ بادشاہ حردوب پر جلایا ہے لیکن یہ باتیں اس نے اپنے دل میں ہی رکھیں۔ وزیر دندان اور بادشاہ ضوء المکان اور حاجب شرکان کے پاس بیٹھے رہے اور اس کے لیے مرہم اور مالش بناتے رہے اور اس کو دوا پلائی یہاں تک کہ وہ بحال ہو گیا اور وہ خوش ہو گئے۔ اس کی خبر انہوں نے لشکر کو دی اور سب مسلمان اس پر خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ وہ کل ہمارے ساتھ محاصرے میں شریک ہو گا۔ اب شرکان نے ان سے کہا کہ تم آج لڑے ہو اور جنگ کرتے کرتے تھک گئے ہو اس لیے تمہیں چاہیے کہ زیادہ مت جاگو بلکہ اپنی اپنی جگہ جا کر سو رہو۔ انہوں

نے اس کا کہنا مان لیا اور اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور شرکان کے پاس سوائے چند غلاموں اور بڑھیا ذات الدواہی کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ اس نے بڑھیا سے کچھ باتیں کیں اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا اور غلام بھی لیٹ گئے اور ان پر نیند غالب آ گئی اور وہ مردوں کی طرح بے ہوش ہو گئے۔

یہاں تک تو شرکان اور اس کے غلاموں کا قصہ ہوا مگر ان کے سو جانے کے بعد بڑھیا ذات الدواہی اکیلی جاگتی رہی اور جب دیکھا کہ شرکان نیند میں ڈوبا ہوا ہے تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ گنجی لچھنی یا چت کبرا سانپ ہے اور اس نے اپنی کمر سے زہر آلود خنجر نکالا جس کی زد سے پتھر بھی پگھل جاتا اور اسے کھینچ کر شرکان کے پاس پہنچی اور اس کی گردن پر چلا کر اسے ذبح کر ڈالا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد وہ دوڑ کر غلاموں کے پاس گئی جو سو رہے تھے اور ان کی گردنیں بھی کاٹ ڈالیں اس ڈر سے کہ کہیں وہ جاگ نہ پڑیں۔ پھر وہ وہاں سے نکل کر بادشاہ کے خیموں کے پاس گئی اور دیکھا کہ پہرے دار ابھی تک سوئے نہیں ہیں اور وہاں سے پھر کر وزیر دندان کے خیمے کے پاس پہنچی مگر دیکھا کہ وہ قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ وزیر نے اسے دیکھ کر کہا کہ اے زاہد عابد مرحبا۔ جب اس نے وزیر کو یہ کہتے سنا تو اس کا دل کانپنے لگا اور اس نے کہا کہ اس وقت میرے اس جگہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک ولی اللہ کی آواز سنی ہے اور میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔ وزیر نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ' آج رات میں اس زاہد کا پیچھا کروں گا اور اٹھ کر پیچھے ہو لیا۔ جب اس معلونہ نے اس کے پاؤں کی آہٹ سنی اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ اس کے پیچھے آ رہا ہے تو وہ ڈری کہ کہیں اس کا راز نہ کھل جائے اور وہ اپنے دل میں کہنے لگی کہ اگر میں نے اس کو کوئی چکمہ دیا تو میری فضیحت ہو جائے گی۔ اس لیے وہ دور ہی سے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ اے وزیر' میں اس ولی کے پیچھے جا رہی ہوں تاکہ یہ دیکھوں کہ وہ

کون ہے؟ جب مجھے یہ معلوم ہو جائے گا تو میں اس سے تیرے لیے اجازت مانگوں گی کہ تو بھی اس سے ملے اور تیرے پاس آ کر تجھے خبر دوں گی۔ اگر اس کی اجازت سے پہلے تو میرے ساتھ چلے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مجھ سے بیزار نہ ہو جائے۔

جب وزیر نے یہ سنا تو شرم کے مارے اسے کچھ جواب نہ دیا اور اسے چھوڑ کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا اور سونے کا ارادہ کیا مگر نیند نہ آئی اور ایسا معلوم ہوا کہ دنیا اس پر ٹوٹے پڑتی ہے۔ اب وہ اٹھ کر اپنے خیمے سے باہر آیا اور دل میں کہنے لگا کہ چلو شرکان کے پاس چل کر صبح تک اس سے باتیں کریں۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا اور شرکان کے خیمے میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ خون کے نالے بہہ رہے ہیں اور تمام غلام ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے ایسی زور دار چیخ ماری کہ سب لوگ جاگ پڑے اور اس کی طرف دوڑے اور دیکھا کہ خون بہہ رہا ہے اور وہ واویلا کرنے لگے۔

اب بادشاہ ضوء المکان کی آنکھ کھل گئی اور اس نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ لوگوں نے بیان کیا کہ تیرا بھائی اور اس کے غلام قتل ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے خیمے میں گیا اور دیکھا کہ وزیر دندان رو پیٹ رہا ہے اور اس کے بھائی کا جسم بے سر کے پڑا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بے ہوش ہو گیا اور سارا لشکر رونے پیٹنے اور ضوء المکان کے گرد چکر لگانے لگے۔ جب اسے ذرا ہوش آیا تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور علیٰ ہذا القیاس وزیر رستم اور بہرام بھی۔ اور حاجب تو چلانے اور واویلا کرنے لگا اور اسے اتنا صدمہ پہنچا کہ اس نے وہاں سے جانے کی اجازت مانگی۔

بادشاہ نے پوچھا کہ آخر میرے بھائی کو کس نے قتل کیا؟ اور وہ زاہد کہاں ہے جو دنیا سے دست بردار ہو چکا ہے؟ وزیر نے کہا کہ یہ آفت اسی شیطان زاہد کی برپا کی ہوئی ہے۔ خدا کی قسم، میرا دل اس سے شروع سے لے کر آخر تک متنفر تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ریاکاری کرنے والے مکار اور خبیث ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے بادشاہ سے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ وہ اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا مگر اس نے اجازت

نہ دی۔ اب تمام لوگ رونے پیٹنے لگے اور خدا سے دعا مانگی کہ وہ زاہد ان کے ہاتھ لگ جائے جو منافق اور ناہنجار ہے۔ انہوں نے شرکان کی تجہیز و تکفین کر کے اسے اسی پہاڑی پر دفن کر دی اور اس کی خوبیاں یاد کر کر کے رونے لگے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو پانچویں رات

جب ایک سو پانچویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ انہوں نے شرکان کی تجہیز و تکفین کر کے اسی پہاڑ پر دفن کر دیا اور اس کی خوبیاں یاد کر کر کے رونے لگے اب وہ لوگ شہر کے دروازے کے کھلنے کا انتظار کرنے لگے لیکن نہ تو دروازہ کھلا اور نہ شہر پناہ پر کوئی دکھائی دیا۔ اس پر سب کو تعجب ہوا اور ضوء المکان کہنے لگا' جب تک میں اپنے بھائی شرکان کا بدلہ نہ لے لوں اور قسطنطنیہ کو تباہ نہ کر ڈالوں اور عیسائی بادشاہوں کو قتل نہ کر لوں اس وقت تک میں یہاں سے نہ ٹلوں گا خواہ اس میں کئی سال لگ جائیں اور میں اس رذیل دنیا سے کوچ کر جاؤں۔ اب اس نے وہ مال منگوایا جو انہوں نے مطروحنی کی خانقاہ سے لوٹا تھا اور لشکریوں کو بلا کر ان میں تقسیم کر دیا اور کسی کو بھی محروم نہ کیا۔ اس نے ہر گروہ میں سے تین تین سو سوار بلوائے اور ان سے کہا کہ یہ خرچ تم اپنے اپنے لوگوں کے گھر پہنچا دوں کیونکہ جب تک میں اپنے بھائی شرکان کا بدلہ نہ لے لوں' یہاں سے نہیں ہٹنے کا۔ خواہ اس میں کئی سال لگ جائیں اور میں یہیں مر مٹوں۔ جب لشکریوں نے یہ سنا تو انہوں نے وہ مال لیا جو اس نے ان کو عطا کیا تھا اور کہنے لگے کہ بسر و چشم۔ ضوء المکان نے قاصدوں کو طلب کر کے انہیں خطوط دیئے اور کہا کہ ان خطوں اور مال کو لشکریوں کے گھر پہنچا دو' ان سے کہنا کہ ہم صحیح و سلامت ہیں اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کر رہے ہیں اور یا تو ہم اس کو تباہ کر کے چھوڑیں گے اور یا مر جائیں گے' خواہ اس میں مہینے اور سال کیوں نہ لگ جائیں۔ بغیر اسے فتح کئے ہم یہاں سے نہ جائیں گے۔ اس کے بعد اس نے وزیر دندان سے کہا کہ ایک خط میری بہن نزہت الزماں کو لکھ اور اس میں ہمارا حال اور جو کچھ ہم پر گزری ہے' بیان کر اور یہ لکھ

کہ وہ میرے بیٹے کی اچھی طرح خبر گیری کرے' کیونکہ جب میں روانہ ہوا تھا تو بچہ ہونے والا تھا اور اب ہو چکا ہو گا۔ اگر لڑکا پیدا ہوا ہو جیسا کہ میں نے سنا ہے تو قاصد فوراً واپس آکر مجھے خبر دیں۔ یہ کہہ کر اس نے ان کو کچھ مال دے کر روانہ کیا اور وہ فوراً چل دیئے۔ لوگ ان کو رخصت کرنے کے لیے گئے اور اپنا مال بھی ان کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب وہ چلے گئے تو بادشاہ نے وزیر دندان سے کہا کہ لوگوں کو حکم دے کہ وہ شہر پناہ کے قریب جمع ہوں۔ جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ شہر پناہ کے اوپر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس پر ان کو بڑا تعجب ہوا اور بادشاہ غمگین ہوا اور وہ اپنے بھائی شرکان پر مغموم تھا اور خائن زاہد پر حیران و پریشان۔ تین دن تک وہ اسی حالت میں رہے لیکن انہیں کوئی نظر نہ آیا۔

یہ تو مسلمانوں کا حال تھا۔ اب رومیوں اور ان تین دن تک ان کے جنگ سے غائب ہونے کا حال سنئے۔ جب ذات الدواہی شرکان کو قتل کر چکی تو وہ تیزی کے ساتھ شہر پناہ پر پہنچی اور رومی زبان میں پہرے داروں سے کہا کہ میرے لیے ایک رسی لٹکا دو۔ انہوں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں ذات الدواہی ہوں۔ وہ اسے پہچان گئے اور انہوں نے اس کے لیے رسی لٹکا دی۔ اس نے وہ رسی اپنے باندھ لی اور انہوں نے اسے اوپر کھینچ لیا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچی تو بادشاہ افریدون نے اس کے پاس جا کر اس نے کہا کہ یہ کیا خبر ہے جو میں نے مسلمانوں سے سنی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میرا بیٹا حردوب مارا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس پر وہ رونے چلانے لگی اور اتنا روئی کہ افریدون اور سارے حاصرین رو پڑے۔ اب اس نے افریدون سے کہا کہ میں شرکان اور اس کے تیس غلاموں کو ذبح کر آئی ہوں۔ اس پر افریدون خوش ہو گیا اور اس نے اس کے ہاتھ چومے اور اس کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ خدا اسے اس کے بیٹے پر صبر عطا کرے۔ اس نے جواب دیا کہ مسیح کی قسم' میں اس سے خوش نہیں ہوں کہ ایک عالی شان بادشاہ کے بدلے مسلمان کتوں میں سے ایک کتا مارا جائے۔ میں ضرور کوئی نہ کوئی ایسی چال چلوں گی اور ایسی ترکیب لڑاؤں گی کہ

بادشاہ ضوء المکان اور وزیر دندان اور حاجب اور رستم اور بہرام اور اس کے لشکر میں سے دس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالوں۔ میرے بیٹے کے سر کا بدلہ شرکان نہیں ہو سکتا۔

یہ ہرگز ممکن نہیں۔ اس کے بعد اس نے بادشاہ افریدون سے کہا کہ جہاں پناہ' میں چاہتی ہوں کہ اپنے بیٹے کا سوگ کروں اور چٹی کو کاٹ پھینک دوں اور صلیبوں کو توڑ ڈالوں۔ افریدون نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے کر' میں تیری کسی بات کی مخالفت نہ کروں گا اور تیرا سوگ کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہو میرے نزدیک کم ہے کیونکہ وہ خواہ کتنے ہی سال تک ہمارا محاصرہ کیوں نہ کریں' ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور انہیں سوائے تکلیف اور تکان کے کچھ نہ ملے گا۔

جب وہ ملعونہ آفت بپا کر چکی اور مکر و فریب سے فارغ ہو چکی تو اس نے دوات اور کاغذ لیا اور یہ خط لکھا: یہ خط ذات الدواہی کا مسلمانوں کے نام ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے تمہارے ملک میں آکر تمہارے بڑے لوگوں کو دھوکا دیا اور پہلے تمہارے بادشاہ عمر بن النعمان کو اس کے محل کے اندر قتل کیا اور درے اور غار کی لڑائی میں بہت سے لوگوں کو مارا اور آخر میں شرکان اور اس کے غلاموں کو ذبح کیا۔ اگر خدا' نے میرے ساتھ موافقت کی اور شیطان نے میرا کہنا مانا تو میں بادشاہ اور وزیر دندان کو بھی قتل کر کے چھوڑوں گی۔ میں وہی ہوں جو زاہد کے بھیس میں آئی تھی اور تمہارے ساتھ فریب اور حیلے کیئے تھے۔ اگر اس کے بعد تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ اور اگر تم اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہو تو ٹھہرے رہو۔ اگر تم کئی سال بھی یہاں رہو گے' تب بھی اپنی مراد نہ پاؤ گے والسلام"۔ اس خط کے لکھنے کے بعد اس نے تین دن تک بادشاہ حردوب کا سوگ کیا۔ چوتھے دن اس نے ایک سردار کو بلوایا اور کہا کہ اس خط کو تیر میں باندھ کر مسلمانوں کی طرف پھینک دے۔ اس کے بعد وہ کلیسا میں جا کر اپنے بیٹے کے مرنے پر گریہ و زاری کرنے لگی اور اس کے جانشین سے کہا کہ میں ضوء المکان اور اسلام کے باقی سرداروں کو مار کر چھوڑوں گی۔

یہ تو اس کا بیان ہوا۔ اب مسلمانوں کا حال سنیئے۔ تین دن انہوں نے رنج و غم میں گزارے

اور جب چوتھا دن ہوا تو انھوں نے شہر پناہ کی طرف ایک سردار کو دیکھا جس کے پاس ایک تیر تھا اور تیر میں خط بندھا ہوا تھا۔ انھوں نے اس تیرے کے پھینکنے کا انتظار کیا اور جب تیر آیا تو بادشاہ نے وزیر دندان سے کہا کہ اس کو پڑھ۔ جب اس نے وہ خط پڑھا اور ضوء المکان نے سنا اور اس کا مطلب اس کی سمجھ میں آیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور اس کے فریب پر وہ چلانے اور پیٹنے لگا۔ وزیر نے کہا کہ میرا دل اس سے ہمیشہ متنفر تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس پتریا نے ہمیں کس طرح دو بار دھوکا دیا! لیکن خدا کی قسم' جب تک میں اسے چڑیا کی طرح پنجرے میں نہ بند کر دوں اور اس کو خود اس کے بالوں سے باندھ کر قسطنطنیہ کے دروازے پر سولی نہ چڑھا دوں' یہاں سے نہیں ٹلنے کا۔ اس کے بعد وہ اپنے بھائی کو یاد کر کے رونے لگا۔ ادھر جب ذات الدواہی کفار کے پاس گئی اور انہیں اپنی کارگزاری سنائی تو وہ شرکان کے مارے جانے اور ذات الدواہی کی سلامتی سے بڑے خوش ہوئے۔ اس کے بعد مسلمان قسطنطنیہ کے دروازے کی طرف بڑھے اور بادشاہ نے ان سے یہ وعدہ کیا کہ اگر میں نے یہ شہر فتح کر لیا تو میں سارا غنیمت کا مال تم لوگوں میں برابر تقسیم کر دوں گا۔ اس کے ساتھ اس کے بھائی کے غم میں اس کے آنسو نہ تھمتے تھے اور اس کا جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ وزیر دندان نے اس کے پاس آ کر کہا کہ غمگین مت ہو کیونکہ تیرا بھائی محض اپنی قضا سے مرا ہے اور رنج و غم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ رونا پیٹنا بند کر اور ہتھیار اٹھانے کے لیے اپنے دل کو مضبوط کر۔ اس نے کہا کہ اے وزیر' میرا دل باپ اور بھائی کے مرنے کی وجہ سے غم زدہ ہے اور اس وجہ سے بھی کہ ہم اپنے وطن سے دور ہیں۔ میرا دل رعیت میں لگا ہوا ہے۔ یہ سن کر وزیر اور تمام حاضرین رونے لگے اور انھوں نے مدت تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ اسی اثناء میں ایک امیر بغداد سے خبر لے کر پہنچا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ بادشاہ ضوء المکان کی بیوی کے لڑکا بڑا ہو کر بڑا ہونہار نکلے گا کیونکہ ابھی سے اس سے عجیب و غریب باتیں سرزد ہوتی ہیں۔ نزہت الزماں نے عالموں اور واعظوں کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ تمہارے

لیے منبروں پر دعا کریں اور نمازوں میں بھی اس کا انتظام کر دیا ہے۔ ہم سب بخیریت ہیں اور بارش خوب ہوئی اور تیرا دوست بھٹی والا نہایت آرام و آسائش سے ہے اور اس کے پاس بہت سے خادم اور غلام ہیں لیکن اسے اب تک تمہاری خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ والسلام۔ ضوء المکان نے کہا کہ اب میری پیٹھ مضبوط ہو گئی ہے کیونکہ خدا نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے اور اس کا نام کان ماکان ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو چھویں رات

جب ایک سو چھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب بادشاہ ضوء المکان کو خبر ملی کہ اس کی بیوی کے لڑکا پیدا ہوا ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب میری پیٹھ مضبوط ہو گئی ہے کیونکہ میرے ایک بیٹا ہوا ہے اور اس کا نام کان ماکان ہے۔ اس نے وزیر دندان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سوگ کو ختم کر دوں اور اپنے بھائی کے لیے قرآن ختم کراؤں اور خیرات کروں۔ وزیر نے جواب دیا کہ تیرا خیال بہت ٹھیک ہے۔ اس لیے اس نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمے گڑوائے اور لشکر میں سے ان لوگوں کو اکٹھا کیا جو قرآن پڑھنا جانتے تھے اور ان میں سے بعض تو قرآن پڑھتے اور بعض صبح تک خدا کے ذکر میں مشغول رہتے تھے اور بادشاہ ضوء المکان قبر پر آتا اور آنسو بہاتا اور اس کے ساتھ سب رونے لگتے۔ ایک بار وہ قبر پر آیا اور مارے غم و الم کے قبر پر گر پڑا اور وزیر شعر پڑھ پڑھ کر رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جیسے کہ پروئے ہوئے موتی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد شرکان کے ندیموں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ایسا رونے لگا جس سے اس کے اندرونی غم کا پتہ چلتا تھا اور شرکان کے احسانوں کا ذکر کرتا جاتا تھا۔ اس کے بعد ضوء المکان اور وزیر دندان واویلا کرنے لگے اور سارے لشکری رونے پیٹنے لگے پھر وہ لوگ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور بادشاہ وزیر دندان کی طرف مخاطب ہو کر جنگ کے بارے میں مشورہ کرنے لگا۔ یہ حالت کئی دن تک جاری رہی اور ضوء المکان رنج و غم کے مارے روتا پیٹتا رہا۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ میں لوگوں کے حالات اور بادشاہوں کے قصے اور عاشقوں کی حکایتیں سننا چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کا درد دور ہو جائے اور رونا پیٹنا جاتا رہے۔ وزیر نے کہا کہ اگر تیری طبیعت محض اس بات سے بہل سکتی ہے تو بادشاہوں کے عجیب و غریب قصے اور گزشتہ عاشقوں کے حالات سنے

تو کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ تیرے مرحوم والد کے زمانے میں سوائے قصہ گوئی اور شعر خوانی کے میرا اور کوئی کام نہ تھا۔ آج رات میں تجھ سے ایک عاشق و معشوق کی کہانی کہوں گا کہ تیرے دل کی تسکین ہو۔ جب ضوء المکان نے وزیر سے یہ سنا اس کا دل اس کے وعدے میں لگا رہا اور رات ہونے کا انتظار کرتا رہا تاکہ سنے کہ وزیر دندان پرانے بادشاہوں اور عاشقوں کی کیا کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ابھی پوری طور سے رات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس نے موم بتیاں اور قندیلیں جلانے کا حکم دے دیا اور کہا کہ کھانے پینے کی چیزیں اور خوشبو کے آلات لاؤ۔ جب وہ لوگ یہ سب چیزیں لے آئے تو اس نے وزیر کو بلوایا اور وہ حاضر ہوا۔ اس کے بعد اس نے بہرام اور رستم اور ترکاش اور حاجب کو بلوایا اور وہ حاضر ہوئے۔ جب وہ سب حاضر ہو چکے تو اس نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے وزیر' رات ہو چکی ہے اور اس نے اپنے پردے ہمارے اوپر ڈال دیئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جن کہانیوں کا تو نے وعدہ کیا تھا' وہ سنا۔ وزیر نے جواب دیا کہ بسر و چشم۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو ساتویں رات

جب ایک سو ساتویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب وزیر اور حاجب اور رستم اور بہرام' ضوء المکان کے پاس حاضر ہوئے تو اس نے وزیر دندان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے وزیر' رات ہو چکی ہے اور اس نے اپنے پردے ہمارے اوپر ڈال دیئے ہیں' اب ہم چاہتے ہیں کہ جن کہانیوں کا تو نے وعدہ کیا ہے' وہ سنا۔ وزیر نے جواب دیا کہ بسر و چشم۔

○ تاج الملوک اور شہزادی دینا کی کہانی

اے نیک بخت بادشاہ ------ سن ایک کہانی عاشق و معشوق اور ان کے پیغام بر کی' اور وہ عجیب و غریب باتیں جو ان کے درمیان پیش آئی ہیں' جن کے سننے سے غم غلط ہوتا ہے اور اگر حضرت یعقوب کی طرح بھی رنج ہو تو وہ دور ہو جاتا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ پرانے زمانے میں اصفہان کے پہاڑوں کے اس طرف ایک شہر تھا جس کا نام مدینہ خضرا تھا اور اس میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا' جس کا نام سلیمان شاہ تھا۔ وہ بڑا بخشش والا اور محسن اور عادل اور امن پسند اور فاضل اور داد گر تھا۔ ہر ملک سے مسافر اس کے پاس آتے اور اس کا ذکر ہر ملک اور ہر شہر میں لوگوں کی زبان پر تھا' اس نے ایک مدت تک عزت اور امن و امان کے ساتھ حکومت کی۔ لیکن اس کے نہ کوئی بیوی تھی اور نہ اولاد۔ اس کا ایک وزیر تھا جو عطا و بخشش میں اس سے کم نہ تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے وزیر کو اپنے پاس بلوایا اور کہنے لگا کہ اے میرے وزیر' بیوی بچے نہ ہونے کی وجہ سے میرا دل تنگ ہے اور میری ہمت ٹوٹ گئی اور میرا جسم کمزور ہو گیا ہے۔ یہ کسی بادشاہ کا دستور نہیں رہا ہے جس کی رعایا میں

امیر اور غریب سب ہوں۔ ان کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ ان کے بعد ان کی اولاد رہے گی اور وہ روز افزوں ترقی کرتی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "نکاح کرو اور اپنی نسل کی تعداد بڑھاؤ کیونکہ تمہاری وجہ سے میں قیامت کے دن دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔" اے وزیر' اس میں تیری کیا رائے ہے؟ جو مناسب مشورہ ہو' وہ مجھے دے۔ جب وزیر نے یہ بات سنی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے کہا کہ جہاں پناہ' خدا ایسا نہ کرے کہ میں خدائی باتوں میں دخل انداز ہوں۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں خدا کے غضب میں مبتلا ہوں؟ میری رائے میں تو ایک کنیز خرید لے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اے وزیر' سن۔ اگر بادشاہ ایک کنیز خریدتا ہے تو اسے اس کا حسب نسب معلوم نہیں ہوتا' اور نہ اس کی طبیعت کی برائیوں کی خبر ہوتی ہے' کہ وہ ان سے بچ سکے اور نہ اچھائیوں کی تاکہ وہ ان سے مانوس ہو۔ اگر اس نے اس کے ساتھ ہم بستری کی اور وہ حاملہ ہو گئی تو اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ لڑکا منافق' ظالم اور خونریزی پیدا کرتا ہے۔ ایسی عورت کی مثال شور زمین کی سی ہوتی ہے! اگر اس میں کوئی چیز بوئی جائے تو وہ اچھی طرح سے پیدا نہیں ہوتی اور جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ دیر تک نہیں رہتی۔ ایسی اولاد پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور وہ خدا کے اوامر و نواہی کی پرواہ نہیں کرتی۔ اس لیے میں کنیز خرید کر ہرگز اس کا سبب نہیں ہونا چاہتا بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو کسی بادشاہ کی بیٹی سے میری نسبت کرائے جس کا حسب نسب سب جانتے ہوں اور جس کے حسن و جمال کی سب تعریف کرتے ہوں۔ اگر تو میرے لیے کوئی ایسی لڑکی پیدا کرے جو حسب و نسب والی اور کسی مسلمان بادشاہ کی بیٹی ہو تو میں اس کے پاس پیغام بھیجوں گا اور گواہوں کی شہادت کے ساتھ اس سے نکاح کروں گا تاکہ خدا مجھ سے راضی ہو۔

وزیر نے جواب دیا کہ خدا نے تیری آرزو پوری کر دی اور تیری مراد حاصل ہو گئی۔ میں نے سنا ہے کہ ارض بیضا کے بادشاہ زہر شاہ کی ایک بیٹی ہے جو حسن و جمال میں یکتا ہے اور جس کی تعریف سے زبان قاصر ہے اور جس کی نظیر اس زمانے میں موجود

نہیں کیونکہ وہ خوبروئی میں مکمل ہے اور قد میں متعدل۔ اس کی آنکھیں کالی کالی اور بال لمبے لمبے اور کمر پتلی اور کولہے بھاری۔ جب وہ سامنے آتی ہے تو فتنہ بپا کرتی ہے اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو قتل کرتی ہے اور دلوں اور آنکھوں دونوں پر برابر جادو کرتی ہے۔ جب وزیر اس لڑکی کی تعریف کر چکا تو وہ سلیمان شاہ سے کہنے لگا کہ میری رائے یہ ہے کہ تو اس کے باپ کے پاس ایک ایسا ایلچی بھیجے جو ہوش مند اور باخبر اور تجربہ کار ہو تاکہ وہ تیری نسبت کا پیغام اس کے باپ کو نہایت سلیقے سے دے کیونکہ اس کی مثال نہ قریب کے ملکوں میں پائی جاتی ہے اور نہ دور کے اور تجھے اس سے بڑا خط حاصل ہو گا اور خدا تجھ سے خوش ہو گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "اسلام میں رہبانیت نہیں۔"

یہ سن کر بادشاہ بے حد مسرور ہوا اور اس کا دل باغ باغ ہو گیا اور اس کا رنج مٹ گیا اور وہ وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے وزیر' یہ کام سوائے تیرے اور کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ تو عقل و شعور میں کمال رکھتا ہے۔ اب تو گھر جا کر خانہ داری کے امور طے کر اور تیار ہو کر کل روانہ ہو جا اور اس لڑکی کے لیے پیغام لے جا کیونکہ تیرے بیان کی وجہ سے اس کی جگہ میرے دل میں ہو گئی ہے اور بغیر اس کے مت لوٹیو۔ وزیر نے کہا کہ بسر و چشم اور گھر جا کر جواہرات اور نفیس چیزیں منگوائیں جو بادشاہوں کو ہدیے میں دی جا سکتی ہیں اور جو وزن میں کم اور قیمت میں زیادہ ہوں۔ ان کے علاوہ اس نے عربی گھوڑے اور داؤدی زرہیں اور مال و دولت کے صندوق لیے جن کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی۔ ان سامانوں کو اس نے خچروں اور اونٹوں پر لادا اور سو فصد حبشی غلام اور سو کنیزیں لے کر وزیر جھنڈوں اور علموں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے اسے بادشاہ کا یہ حکم ملا تھا کہ بہت جلد واپس آئیو۔

جب وہ روانہ ہو گیا تو سلیمان شاہ کے دن نہایت بے چینی سے گزرے اور وہ دن رات اسی لڑکی کی محبت میں گرفتار رہتا تھا۔ ادھر وزیر دن رات میدانوں اور بیابانوں کو طے

کرتا چلا جاتا تھا' یہاں تک کہ اس کے اور اس شہر کے درمیان جہاں وہ جا رہا تھا محض ایک دن کی راہ باقی رہ گئی۔ یہاں وہ ایک دریا کے کنارے اتر پڑا اور اپنے ایک خاص شخص کو بلا کر حکم دیا کہ تو زہر شاہ کے پاس فوراً جا کر میرے آنے کی خبر دے۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم اور فوراً اس شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو یہ اتفاق ہوا کہ اسی وقت بادشاہ زہر شاہ کے دروازے کے سامنے اپنے ایک "ہوا محل" میں بیٹھا ہوا تھا اور اسے آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ کوئی پردیسی ہے تو اس نے حکم دیا کہ اسے یہاں لاؤ۔ ایلچی آیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ ارض خضرا اور جبال اصفہان کے بادشاہ سلیمان شاہ کا وزیر آ رہا ہے۔ اس پر بادشاہ زہر شاہ خوش ہو گیا اور ایلچی کا بہت اچھی طرح سے خیر مقدم کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر محل گیا اور اس سے پوچھا کہ تو نے وزیر کو کس جگہ چھوڑا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اسے آج صبح فلاں دریا کے کنارے چھوڑا ہے اور وہ کل تیری خدمت میں پہنچ جائے گا' خدا تجھے اپنی نعمتیں ہمیشہ دے اور تیرے والدین پر رحم کرے! زہر شاہ نے اپنے ایک وزیر کو حکم دیا کہ سلیمان شاہ کی تعظیم کی خاطر تو بڑے بڑے خواصوں اور حاجبوں اور نوابوں اور حکومت کے اراکین کو لے کر وزیر کو خیر مقدم کے لیے جا کیونکہ اس کا حکم تمام دنیا پر چلتا ہے۔

یہ تو زہر شاہ کا قصہ ہوا۔ اب وزیر کا حال سنئے۔ وہ آدھی رات تک اس جگہ ٹھہرا رہا اور اس کے بعد وہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب صبح نمودار ہوئی اور پہاڑوں اور وادیوں میں سورج چمکا تو اس کو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ زہر شاہ کا وزیر حاجب اور ملک کے دوسرے اراکین اور حکومت کے خاص خاص لوگ اس کے پاس پہنچ گئے اور ابھی شہر تک پہنچنے میں کئی فرسخ باقی تھے۔ وزیر کو یقین آ گیا کہ اب میری مراد بر آئی ہے اور ان لوگوں کو سلام کیا جو اس سے ملنے آئے تھے۔ اب وہ لوگ برابر اس کے آگے آگے چلتے رہے یہاں تک کہ وہ بادشاہ کے محل میں پہنچ گئے اور محل

کے دروازے کی ساتویں دہلیز پر اترے جہاں کوئی شخص سواری پر نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ جگہ بادشاہ کے قریب تھی' لہٰذا وزیر گھوڑے پر سے اتر کر پیادہ پا ہو لیا اور چلتے چلتے ایک اونچے ایوان میں پہنچا جس کے صدر میں مرمر کا ایک تخت پڑا ہوا تھا' جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور جس کے چاروں پائے ہاتھی دانت کے تھے۔

اس تخت پر سبز اطلس کا فرش تھا اور اس پر سرخ سونے کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ تخت کے اوپر ایک شامیانہ تھا جو موتیوں اور جواہرات سے جڑا ہوا تھا۔ اس تخت پر زہر شاہ جلوہ افروز تھا اور حکومت کے اراکین اس کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے تھے

جب وزیر اس کے پاس پہنچا اور اس کے روبرو کھڑا ہوا تو اس کا دل مطمئن ہو گیا اور اس کی زبان کھل گئی اور اس نے وزیرانہ فصاحت اور بلیغانہ لسانیت سے گفتگو شروع کی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو آٹھویں رات

جب ایک سو آٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب بادشاہ سلیمان کا وزیر بادشاہ زہر شاہ کے پاس پہنچا اور اس کا دل مطمئن ہو گیا اور اس کی زبان کھل گئی اور اس نے وزیرانہ فصاحت اور بلیغانہ لسانیت سے گفتگو شروع کی اور نہایت ادب سے اس کو مخاطب کیا۔ بادشاہ زہر شاہ نے اسے اپنے قریب بلایا اور نہایت عزت و احترام سے اپنے پہلو میں جگہ دی اور ہنس مکھ چہرہ بنا کر اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگا۔ صبح تک یہی عالم رہا۔ اب اس ایوان میں کھانا لایا گیا۔ جب سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے تو دسترخوان بڑھایا گیا اور تمام حاضرین رخصت ہو گئے اور سوائے خاص درباریوں کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ جب وزیر نے دیکھا کہ اب خلوت ہے تو وہ اٹھا اور اس نے بادشاہ کی تعریف کی اور اس کے آگے زمین بوس ہوا اور کہنے لگا کہ اے عالی شان بادشاہ اور زبردست آقا' میں جو تیرے پاس تیزی کے ساتھ آیا تیری خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ وہ ایک کام سے ہے جس میں تیرے لیے بھلائی اور فلاح اور فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نکاح کا پیغام لے کر تیرے پاس آیا ہوں اور تیری باحسب و نسب بیٹی کی نسبت بادشاہ سلیمان شاہ سے کرانا چاہتا ہوں جو بڑا عادل اور صلح پسند اور فاضل اور داد گر ہے اور جس کی حکومت ارض خضرا اور جبل اصفہان پر ہے۔ اس نے تیرے لیے بہت سے ہدیے اور طرح طرح کے تحفے بھیجے ہیں اور وہ تجھ سے رشتہ چاہتا ہے۔ کیا تجھے یہ رشتہ منظور ہے؟ یہ کہ کر وزیر چپ ہو گیا اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

جب بادشاہ زہر شاہ نے یہ باتیں سنیں تو وہ سروقد کھڑا ہو گیا اور تعظیماً زمین کو بوسہ دیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ بادشاہ ایلچی کے آگے ایسی انکساری کا اظہار کرتا ہے اور ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے خدا کی حمد و ثناء کی اور کھڑے

کھڑے کہنے لگا کہ اے بزرگ وزیر اور محترم آقا' میری گفتگو سن۔ میں اپنے آپ کو بادشاہ سلیمان شاہ کی رعیت سمجھتا ہوں اور اس کے ساتھ نسبت کرنا ہمارے لیے شرف کا باعث ہے اور میں خود اس نسبت کی دل سے آرزو رکھتا ہوں اور میری بیٹی اس کی کنیز ہے اور اس سے بڑھ کر میری کیا آرزو ہو سکتی ہے کہ وہ میرا سہارا اور پشت پناہ ہو۔ یہ کہہ کر اس نے قاضیوں اور گواہوں کو طلب کیا اور انہوں نے گواہی دی کہ بادشاہ سلیمان شاہ نے اپنے وزیر کو نکاح کا وکیل بنا کر بھیجا ہے اور بادشاہ زہر شاہ بخوشی اپنی بیٹی کی وکالت کرتا ہے۔ قاضیوں اور گواہوں نے نکاح باندھ دیا اور دونوں کے لیے کامیابی کی دعا کی۔

اب وزیر نے کھڑے ہو کر تمام ہدیے اور نفیس تحفے بادشاہ زہر شاہ کے پیش کش کیے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنی بیٹی کا جہیز تیار کرانا شروع کیا اور وزیر کا بہت احترام کیا اور ہر چھوٹے بڑے کو ولیمے کی دعوت دی اور دو مہینے تک خوشیاں رچاتا رہا اور کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جس سے دل اور آنکھ کو فرحت حاصل نہ ہو سکتی ہو۔ جب دلہن کی ساری ضروریات پوری ہو چکیں تو بادشاہ نے خیمے نکلوائے اور ان کو شہر کے باہر لگوایا اور کپڑوں کو صندوق کے اندر بند کیا اور رومی اور ترکی کنیزوں کو آراستہ و پیراستہ کیا اور دلہن کے ہمراہ نفیس نفیس چیزیں اور قیمتی جواہرات کیے۔ اس کے لیے سرخ سونے کا محل بنوایا گیا تھا اور اس میں موتی اور جواہرات جڑے گئے تھے جہیز بیس خچروں پر لادا گیا تھا اور محل ایسا تھا جیسا کہ محل کا کمرہ اور محل والی خوبصورت حوروں میں سے ایک حور تھی اور اس کی قیام گاہ گویا جنت کا ایک محل تھا۔ اب سارا جہیز اور مال لاد کر جمع کیا گیا اور انہوں نے اسے خچروں اور اونٹوں پر لادا۔ بادشاہ زہر شاہ تین فرسخ تک ان کے ہمراہ گیا اور وہاں وزیر اور اس کے ہمراہیوں کو رخصت کر کے خوش و خرم اپنے گھر واپس آیا۔

ادھر وزیر شاہزادی کو لے کر روانہ ہو گیا اور جنگل اور بیابان طے کرتا ہوا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• ایک سو نویں رات

جب ایک سو نویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ وزیر شہزادی کو لے کر روانہ ہو گیا۔ جنگل اور بیابان طے کرتا اور دن رات تیز رفتاری سے چلتا ہوا اپنے شہر سے تین روز کی راہ پر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے بادشاہ سلیمان شاہ کو دلہن کے آنے کی خبر بھیجی اور ایلچی نے تیزی کے ساتھ جا کر بادشاہ کو خبر کی کہ دلہن آ رہی ہے۔ بادشاہ سلیمان شاہ خوش ہو گیا اور اس نے ایلچی کو خلعت عطا کی اور لشکر کو حکم دیا کہ بڑے جلوس کے ساتھ روانہ ہوں اور دلہن اور اس کے ساتھیوں کا بڑے احترام کے ساتھ خیر مقدم کریں اور اپنی بہترین وردیاں پہن کر اور سر پر جھنڈے اڑاتے ہوئے جائیں۔ ادھر انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور روانہ ہو گئے اور ادھر شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا گیا کہ کوئی کنواری پردہ نشین یا محترم آزاد عورت یا ضعیف بڑھیا ایسی نہ ہونا چاہیے جو دلہن کو دیکھنے نہ آئے۔ اس لیے سب کی سب اسے دیکھنے اور بڑی سے بڑی بیگمیں اس کی خدمت کرنے کے لیے ادھر ادھر دوڑتی تھیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دلہن کو رات کے وقت بادشاہ کے محل میں لائیں اور حکومت کے اراکین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ راستوں کو سجائیں اور وہاں ٹھہرے رہیں۔ جب تک کہ دلہن غلاموں اور کنیزوں کے ہمراہ اور اپنے باپ کی دی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے وہاں سے گزر نہ جائے۔ دلہن وہاں پہنچی تو لشکر اس کے داہنے بائیں ہو لیا اور محمل چلتے چلتے محل کے قریب پہنچ گیا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو اس کا تماشہ دیکھنے نہ نکلا ہو۔ ڈھول بجتے جاتے تھے اور نیزوں کے کرتب ہوتے جاتے تھے اور بگل شور مچاتے جاتے تھے اور خوشبوئیں مہک رہی تھیں اور جھنڈے لہلہا رہے تھے اور گھوڑے ایک دوسرے سے سبقت کر رہے تھے اور یہاں تک کہ وہ محل کے دروازے پر پہنچ گئے اور غلام

محمل کو لے کر پردہ سرا میں داخل ہوئے اور اس کے حسن سے سارا محل چکا چوند ہو گیا اور اس کی زیب و زینت سے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔

جب رات ہوئی تو غلاموں نے پردہ سرا کے پردے اٹھا دیئے اور احتیاط کے ساتھ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں دلہن نکلی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا تاروں کے درمیان چاند ہے یا موتیوں کے ہار میں ایک بے بہا موتی۔ وہاں سے نکل کر وہ خلوت خانے میں داخل ہوئی جہاں اس کے لیے ایک مرمر کا تخت بچھایا گیا تھا جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس تخت پر وہ جلوہ افروز ہوئی اور بادشاہ اس کے پاس آیا اور خدا نے اس کی محبت اس کے دل میں ڈال دی اور بادشاہ ایک مہینے تک اس کے ساتھ رہا مگر وہ پہلی رات ہی حاملہ ہو چکی تھی۔ جب مہینہ پورا ہوا تو وہ نکل کر حکومت کے تخت پر بیٹھا اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل و انصاف کرنے میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ اس کی بیوی کے حمل کے ایام پورے ہو گئے اور نویں مہینے کے آخری دن صبح کو اسے زچہ کا درد محسوس ہوا اور وہ ولادت کی کرسی پر بیٹھی۔ خدا نے اس کی ولادت آسان کر دی اور اس کے لڑکا پیدا ہوا جس کے چہرے سے نیک بختی کے آثار نمودار تھے۔ جب بادشاہ کو بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور قاصد کو بہت کچھ انعام دیا۔ مارے خوشی کے وہ بیٹے کے پاس آیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان اسے بوسہ دیا اور اس کی خوبصورتی پر اسے تعجب ہوا۔ دائیوں نے بچے کو لے کر اس کی نال کاٹی اور اس کی آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ اس کا نام تاج الملوک فاران رکھا گیا اور اسے محبت کا دودھ پلایا گیا اور اقبال کی گود میں اس نے پرورش پائی۔ اسی طرح دن اور سال گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی عمر سات سال ہو گئی۔ اب بادشاہ سلیمان نے علماء اور حکما کو طلب کیا اور حکم دیا کہ وہ اسے خوش خطی اور حکمت اور آداب کی تعلیم دیں۔ چند سال کے بعد وہ تمام چیزیں پڑھ کر فارغ ہو گیا۔ جب وہ ان تمام علوم میں ماہر ہو چکا جو بادشاہ چاہتا تھا تو اس نے اسے معلموں اور فقہا سے اٹھا کر ایک استاد کے سپرد کیا جو اس کو شہ سواری سکھائے استاد اس کو شہ سواری

کی تعلیم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی عمر چودہ سال ہو گئی۔ جب وہ کسی کام کے لیے باہر جاتا تو جو اس کو دیکھتا' اس پر فریفتہ ہو جاتا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو دسویں رات

جب ایک سو دسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ جب سلیمان شاہ کا بیٹا تاج الملوک فاران شہ سواری میں ماہر ہو گیا اور اس فن میں کوئی اس کا ہم پلہ نہ رہا تو جب کبھی وہ کسی کام کے لیے باہر جاتا تو اس کے انتہائی حسن کی وجہ سے جو سے دیکھتا' اس پر فریفتہ ہو جاتا' یہاں تک کہ لوگ اس کی تعریف میں اشعار نظم کرتے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے بڑے شرفا اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتے۔ جب وہ اٹھارہ سال کا ہوا تو اس کے سرخ و سفید رخساروں پر سبزہ کا آغاز ہوا اور ایک تل نے جو عنبر کے دانے کی طرح تھا' سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ لوگوں کی عقلیں اور نظریں اس پر محو ہونے لگیں۔ جب وہ اس طرح جوان ہو گیا اور اس کی خوبصورتی اور بھی نکھر آئی تو اس کے دوست احباب سب کی یہی تمنا تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد وہی بادشاہ ہو اور وہ لوگ اس کے امرا بنیں۔ شہزادے کو سیرو شکار سے بہت شوق پیدا ہو گیا اور وہ ایک پہر کے لیے بھی اس سے دست بردار نہ ہونا چاہتا تھا مگر اس کا باپ سلیمان شاہ اسے ہمیشہ اس سے منع کرتا تھا۔ اس ڈر سے کہ کہیں جنگل کے وحشی جانوروں سے اسے نقصان نہ پہنچے لیکن شہزادہ اس سے باز نہ آتا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے خادموں سے کہا کہ دس دن کا کھانا پینا اور چارہ دانہ ساتھ لے لو' اور انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیرو شکار کے لیے روانہ ہوا تو چار دن تک جنگل میں چلتے چلتے وہ لوگ ایک سبزہ زار میں پہنچے اور دیکھا کہ وہاں جنگلی جانور چر رہے ہیں اور درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اور چشمے بہہ رہے ہیں۔ تاج الملوک نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ایک بڑے حلقے میں یہاں جال ڈال دو اور فلاں جگہ پر حلقے کے پاس ہم سب ملیں گے۔ انہوں

نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اس جگہ ایک بڑے حلقے میں جال بچھا دیئے۔ طرح طرح کے ہرن اور دوسرے وحشی جانور وہاں آکر جمع ہوئے اور لوگوں کو دیکھ کر شور مچانے لگے اور گھوڑوں کو دیکھ کر بھاگنے لگے۔ لہٰذا انہوں نے شکاری کتے اور تیندوے شکرے ان پر چھوڑ دیئے۔ اور ان کی طرف تیر چلانے اور ان کو مار کر گرانے لگے۔ ابھی وہ حلقے کے آخر تک نہ پہنچے تھے کہ بے شمار جنگلی جانور ان کے ہاتھ لگے اور جو رہ گئے تھے' بھاگ گئے۔ اس کے بعد تاج الملوک چشمے کے کنارے اترا اور شکار منگوا کر انہیں تقسیم کیا اور خاص خاص جنگلی جانور اپنے باپ سلیمان شاہ کے لیے علیحدہ رکھے اور انہیں بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ باقی جانور اس نے اپنے اراکین میں تقسیم کئے اور رات اسی جگہ بسر کی۔

جب صبح ہوئی تو ایک بڑا قافلہ وہاں پہنچا جس کے ساتھ بہت سے تاجر اور سفید اور کالے غلام تھے۔ اس قافلے نے بھی اس چشمے اور سبزہ زار پر ڈیرے ڈنڈے ڈال دیئے۔ جب تاج الملوک نے انہیں دیکھا تو اس نے اپنے ایک درباری سے کہا کہ ان لوگوں کا حال دریافت کر کے مجھے بتا کہ وہ یہاں کیوں اترے ہیں؟ جب فرستادہ ان کے پاس پہنچا تو ان سے کہنے لگا کہ جلد بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تاجر ہیں اور یہاں آرام کرنے کے لیے اترے ہیں کیونکہ ہم دور سے چل کر آئے ہیں۔ یہاں ہم نے اس لیے منزل کی ہے کہ ہمیں بادشاہ سلیمان شاہ اور اس کے بیٹے کی طرف سے اطمینان ہے اور جو کوئی بھی اس کی حکومت میں اترتا ہے وہ امن میں رہتا ہے۔ ہم شہزادے تاج الملوک کے لیے نفیس کپڑے لے کر آئے ہیں۔ یہ سن کر فرستادہ شہزادے کے پاس واپس آیا اور جو کچھ اس نے تاجروں سے سنا تھا' وہ بیان کیا۔ شہزادے نے کہا کہ چوں کہ وہ میرے لیے کچھ چیزیں لائے ہیں لہٰذا میں جب تک ان سے نہ مل لوں یہاں سے نہ ٹلوں گا اور شہر نہ جاؤں گا یہ کہہ کر وہ سوار ہو گیا اور اس کے غلام اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے یہاں تک کہ وہ قافلے کے پاس پہنچ گیا۔ تاجر اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور اس کے لیے نصرت اور اقبال اور

عزت کے دوام اور بزرگیوں کی دعا مانگی اور سرخ اطلس کا خیمہ اس کے لیے نصب کیا جس میں موتیوں اور جواہرات کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے اور اس کے لیے انھوں نے ریشمی فرش پر شاہی گدے لگائے جس کا سرہانہ زمرد سے کڑھا ہوا تھا۔

تاج الملوک بیٹھ گیا اور غلام ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور تاجروں کو بلوا کر اس نے کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے' لا کر دکھاؤ۔ تاجر اپنا اپنا مال اس کے پاس لائے اور اس نے دیکھ کر جو چیزیں اس کے قابل تھیں لے لیں اور ان کی پوری قیمت ادا کر دی۔ اس کے بعد وہ سوار ہو کر روانہ ہو ہی رہا تھا کہ اس کی نظر قافلے پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ ان میں ایک خوبصورت نوجوان ہے جس کی پوشاک نفیس اور چہرہ خوبصورت ہے' پیشانی آب و تاب والی اور منہ چاند کا سا' لیکن اس جوان کا حلیہ بدلا ہوا اور رنگ زرد پڑ گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ احباب کا فراق اسے غم زدہ کیئے ہوئے ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # ایک سو گیارہویں رات

جب ایک سو گیارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ تاج الملوک کی نظر قافلے پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ ان کے درمیان ایک خوبصورت نوجوان ہے جس کی پوشاک نفیس ہے اور چہرہ خوبصورت' پیشانی آب و تاب والی اور منہ چاند سا۔ لیکن اس جوان کا حلیہ بدلا ہوا ہے اور رنگ زرد پڑ گیا ہے۔ گویا وہ احباب کی جدائی کے صدمے اٹھا رہا ہے اور بہت رو پیٹ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور وہ درد آمیز اشعار پڑھ رہا ہے۔ جب وہ اشعار پڑھ چکا تو رونے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ تاج الملوک اس کو دیکھ رہا تھا اور اس کے حال پر حیران تھا۔ جب اسے ذرا افاقہ ہوا تو وہ کھوکھلی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے اور پھر اشعار پڑھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور بے ہوش ہو گیا۔

جب تاج الملوک نے اسے اس حالت میں دیکھا تو وہ حیران ہو گیا اور چل کر اس کے پاس گیا۔ جب اس کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ شہزادہ اس کے پاس کھڑا ہے اور وہ فوراً اٹھ کر اس کے آگے زمیں بوس ہوا۔ تاج الملوک نے کہا کہ تو اپنا مال ہمارے سامنے کیوں نہیں لایا؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے مالک' میرے سامان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تیرے قابل ہو۔ تاج الملوک نے کہا کہ اپنا سامان ضرور مجھے دکھا اور اپنا حال سنا کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو رو رہا ہے اور غم زدہ ہے۔ اگر تو مظلوم ہے تو میں ظلم کی تلافی کر دوں گا اور اگر مقروض ہے تو تیرا قرضہ ادا کر دوں گا۔ جب سے میں نے تجھے دیکھا ہے میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔

اب تاج الملوک نے دو کرسیاں منگوائیں اور انہوں نے ایک کرسی لا کر رکھی جو ہاتھی دانت اور آبنوس کی تھیں اور جس کی جالی سونے اور ریشم کی تھی اور اس جوان کے

لیے انہوں نے ریشمی فرش بچھایا۔ تاج الملوک کرسی پر بیٹھ گیا اور جوان کو فرش پر بٹھایا اور اس سے کہنے لگا کہ اب سامان دکھا۔ جوان نے کہا کہ اس کا ذکر مت کر کیونکہ میرا مال تیرے شان کے قابل نہیں۔ تاج الملوک نے کہا کہ تجھے دکھانا ہو گا اور ایک غلام کو حکم دیا کہ اس کا مال لے آئے اور وہ زبردستی لے آیا۔ جب جوان نے اپنا سامان دیکھا تو اس کے آنسو بہنے لگے اور وہ رونے اور آہیں بھرنے اور شکوہ شکایت کرنے لگا اور اس کی ہچکی بندھ گئی اور وہ اشعار پڑھ کر گانے لگا اس کے بعد اس نے اپنا سامان کھولا اور ایک ایک کر کے تاج الملوک کو دکھانے لگا۔ منجملہ اور چیزوں کے ایک اطلس کی پوشاک تھی جس میں سونے کا کام تھا جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی۔ جب تاج الملوک نے اسے کھولا تو اس کے بیچ میں سے ایک ٹکڑا کپڑے کا نکل پڑا۔ جوان نے جلدی سے اسے لے کر اپنی ران کے نیچے دبا لیا اور بے ہوش ہو گیا اور اسی حالت میں اشعار گانے لگا۔ تاج الملوک کو اس کی شعر خوانی پر بڑا تعجب ہوا مگر اسے اس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ جب اس نے وہ ٹکڑا لے کر اپنی ران کے نیچے دبا لیا تو تاج الملوک نے پوچھا کہ یہ کیا کپڑا ہے؟ اس نے کہا کہ اے میرے مالک تجھے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں۔ شہزادے نے کہا کہ دکھا تو سہی' اس نے کہا کہ اسی کپڑے کی وجہ سے تو میں اپنا مال تجھے نہیں دکھاتا تھا کیونکہ میرے لیے ممکن نہیں کہ وہ میں تجھے دکھاؤں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو بارہویں رات

جب ایک سو بارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ اس جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ اس کپڑے کی وجہ سے تو میں اپنا مال تجھے نہ دکھاتا تھا کیونکہ میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں وہ کپڑا تجھے دکھاؤں۔ تاج الملوک نے کہا کہ میں ضرور دیکھوں گا اور اصرار کیا اور ناراض ہوا۔ اس پر جوان نے اس کپڑے کو ران کے نیچے سے نکالا اور رونے اور آہیں بھرنے اور شکوہ شکایت کرنے لگا اور بہت سی آہیں بھر کر اشعار گا کر پڑھنے لگا۔ جب وہ اشعار گا چکا تو تاج الملوک نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیری حالت ابتر ہے۔ بتا کہ تو اس کپڑے کو دیکھ کر کیوں روتا ہے؟ جب جوان نے کپڑے کا نام سنا تو وہ آہیں بھرنے لگا اور کہا کہ اے میرے مالک میرا قصہ اور میری حالت عجیب و غریب ہے جو اس کپڑے کے ٹکڑے اور اس کی مالکہ اور ان تصویروں کے بنانے والی کے ساتھ پیش آئی۔ یہ کہہ کر اس نے وہ کپڑا کھول کر پھیلا دیا اور تاج الملوک نے دیکھا کہ اس میں ایک ہرن کی تصویر' ریشم اور سنہری کلابتوں سے بنی ہوئی ہے۔ اس ہرن کے سامنے ایک اور ہرن کی تصویر ہے جو روپہلے کلابتوں سے کڑھی ہوئی ہے۔ اس ہرن کے گلے میں سرخ سونے کا ایک طوق پڑا ہوا ہے جس میں زبرجد کے تین نگ جڑے ہیں۔ جب تاج الملوک نے اس زردوزی کی خوبصورتی کو ملاحظہ کیا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکل پڑا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو وہ چیز سکھائی جو اسے نہ آتی تھی۔ تاج الملوک کا دل اس کے قصے میں لگا ہوا تھا۔ اس نے جواب سے کہا کہ اپنا قصہ سنا جو تجھے اس ہرن والی کے ساتھ پیش آیا۔

○ عزیزہ اور اس کی کہانی

جوان نے کہا کہ اے میرے آقا سن۔ میرے باپ کا شمار بڑے تاجروں میں تھا لیکن میرے سوا اس کی کوئی اور اولاد نہ تھی اور میرے ایک چچیری بہن تھی جس کی تربیت میرے ساتھ میرے باپ کے گھر میں ہوئی تھی کیونکہ اس کا باپ مر چکا تھا اور مرنے سے پہلے اس نے میرے باپ سے یہ شرط لے لی تھی کہ وہ میری شادی اس کے ساتھ کرے۔ جب میں بالغ ہو گیا اور وہ بالغہ تو انہوں نے نہ اس کا پردہ مجھ سے کرایا اور نہ میرا اس سے۔ میرے باپ نے میری ماں سے اس کے متعلق گفتگو کی اور کہا کہ اسی سال ہم عزیز کا عقد عزیزہ سے کر دیں گے اور دونوں والدین اس پر رضا مند ہو گئے اور میرے باپ نے ولیمہ کا سامان کرنا شروع کر دیا۔ ادھر تو یہ ہو رہا تھا اور ادھر میں اور میری چچیری بہن باہم ایک ہی فرش پر سوتے تھے اور ہمیں کچھ خبر نہ تھی لیکن وہ مجھ سے زیادہ باعقل و شعور تھی۔ جب میرے باپ نے شادی کا سامان تیار کر لیا اور سوائے اس کے اور کچھ باقی نہ رہا کہ نکاح نامہ لکھوا لیا جائے اور میں اس کے ساتھ ہم بستر ہوں تو میرے باپ نے ارادہ کیا کہ جمعہ کے روز نماز کے بعد نکاح نامہ مرتب ہو۔ اس کے بعد میرا باپ اپنے تاجر دوستوں کے پاس گیا اور انہیں اس کی خبر کی اور میری ماں اپنی سہیلیوں اور اپنے رشتے داروں کے پاس گئی اور اس کو دعوت دے آئی۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو براتیوں کے بیٹھنے کا کمرہ دھلوایا گیا اور اس کا مرمر خوب صاف کیا گیا اور سارے مکان میں فرش بچھوایا گیا اور ہر ضرورت کی چیز مہیا کی گئی اور دیواروں پر سنہری پردے ڈالے گئے اور لوگ تیار ہو گئے کہ جمعہ کی نماز کے بعد ہمارے گھر آئیں۔ میرے باپ نے جا کر حلوے اور مٹھائیوں کی سینیاں تیار کیں اور سوائے نکاح نامے کے اور کوئی چیز باقی نہ رہی۔

اب میری ماں نے مجھے حمام بھیجا اور میرے پیچھے بہترین لباس کا ایک جوڑا بھجوایا۔ حمام سے نکل کر میں نے اس جوڑے کو پہن لیا اور وہ عطر میں بسا ہوا تھا۔ جب میں اسے پہن کر چلا تو اس کی خوشبو سے تمام راستے مہک اٹھے۔ اب میں جامع مسجد جانے کا

ارادہ کر ہی رہا تھا کہ مجھے اپنا ایک دوست یاد آیا اور میں اس کی تلاش میں لوٹ پڑا تا کہ نکاح نامے کے لکھے جانے کے وقت وہ بھی موجود ہو اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں نماز کے وقت تک اس سے فارغ ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر میں ایک گلی میں داخل ہوا جہاں پہلے کبھی نہ گیا تھا اور حمام اور نئی پوشاک کی وجہ سے جو میں پہنے ہوئے تھا' پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ پسینہ بہہ رہا تھا ور خوشبو پھیل رہی تھی۔ اس لیے میں گلی کے کنارے ایک چوکی پر ذرا آرام کرنے بیٹھ گیا اور ایک کڑھا ہوا رومال جو میرے پاس تھا' نیچے بچھا لیا۔ اب مجھے اور زیادہ گرمی معلوم ہونے لگی اور پسینہ پیشانی سے بہہ بہہ کر چہرے پر آنے لگا مگر میں رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ نہ پونچھ سکتا تھا کیونکہ وہ میرے نیچے بچھا ہوا تھا۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ اپنا دامن لے کر اپنے رخساروں سے پسینہ پونچھوں کہ اتنے میں اوپر سے ایک سفید رومال میرے پاس آ گرا جو نسیم سے زیادہ ہلکا تھا اور جس کی شکل بیمار کی صحت سے زیادہ لطیف تھی۔

میں نے اس رومال کو اٹھا لیا اور سر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ وہ رومال کہاں سے گرا ہے کہ اتنے میں میری اس ہرن والی سے چار آنکھیں ہو گئیں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو تیرہویں رات

جب ایک سو تیرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ میں سر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ رومال کہاں سے گرا ہے؟ کہ اتنے میں اس ہرن والی سے میری آنکھیں چار ہو گئیں اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک چھجے پر پیتل کے جھروکے کے پاس کھڑی ہے۔ اس جیسا حسین میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور بالجملہ اس کی تعریف کرنے سے میری زبان قاصر ہے۔ جب اس نے مجھے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا تو اس نے ایک انگلی اپنے منہ میں لی اور بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے ملا کر اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان اپنے سینے پر رکھا۔ پھر اس نے اپنا سر چھجے کے اندر کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا اور چلی گئی۔ یہ دیکھ کر میرے سینے میں اک آگ سی لگ گئی اور اسے دیکھنے کے ساتھ ہی ہزاروں آرزوئیں جوش مارنے لگیں اور میں حیران ہو کر رہ گیا لیکن نہ میں نے اس کی کوئی بات سمجھی اور نہ اس کے اشارے میری سمجھ میں آئے۔ میں نے دوبارہ چھجے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا مگر اس کو بند پایا اور میں مغرب تک بیٹھا انتظار کرتا رہا لیکن نہ میں نے کوئی آواز سنی اور نہ کسی کو دیکھا۔ جب میں اس کے دیدار سے ناامید ہو گیا تو اس رومال کو لے کر وہاں سے اٹھا اور اسے کھولا تو اس میں سے مشک کی خوشبو نکل رہی تھی۔ اس خوشبو سے مجھے اتنی فرحت ہوئی کہ گویا میں جنت میں ہوں۔ اب میں نے اس رومال کو اپنے ہاتھ میں لے کر کھولا تو اس میں سے ایک مہین کاغذ کا پرزہ گرا۔ جب میں نے اس پرزے کو کھولا تو دیکھا کہ وہ نہایت لطیف خوشبوؤں میں بسا ہوا ہے اور اس کے بیچ میں تین اشعار لکھے ہوئے ہیں اور دو حاشیوں پر دو دو شعر۔ جب میں نے وہ اشعار پڑھے جو رومال پر لکھے ہوئے تھے تو میرے دل میں آگ بھڑک اٹھی اور آرزوؤں اور پریشانیوں کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں وہ رومال اور کاغذ لے کر گھر آیا

اور کوئی تدبیر وصل کی سمجھ میں نہ آتی تھی اور نہ اپنے عشق کی حالت کسی سے تفصیل کے ساتھ بیان کر سکتا تھا۔ جب میں گھر پہنچا تو بہت رات گزر چکی تھی اور میں نے دیکھا میری چچیری بہن بیٹھی رو رہی ہے۔

جب اس نے مجھے دیکھاتو وہ آنکھوں سے آنسو پونچھ کر میرے سامنے آئی اور اس نے میرے کپڑے اتارے اور میرے غائب ہو جانے کا سبب پوچھا اور کہا کہ سارے امیرو کبیر اور تجار وغیرہ یہاں آئے تھے اور قاضی اور گواہ بھی موجود تھے۔ ان سب نے کھانا کھایا اور دیر تک بیٹھے تیرے آنے کا انتظار کرتے رہے تا کہ نکاح نامہ مرتب کریں۔ جب انہیں تیری طرف سے ناامیدی ہو گئی تو ایک ایک کر کے چلے گئے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ تیرا باپ اس وجہ سے سخت ناراض ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ ایک سال سے پہلے پھر نکاح نامہ نہ لکھوائے گا کیونکہ اس شادی کی تیاری کی وجہ سے وہ مقروض ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ آخر آج تجھ پر کیا گزری جو اب تک گھر نہ آیا اور تیری غیر موجودگی کی وجہ سے یہ ساری باتیں پیش آئیں؟ میں نے کہا کہ اے بہن' کچھ مت پوچھ کر مجھ پر کیا گزری' اور میں نے اس سے رومال کا قصہ اور ساری سرگزشت اول سے آخر تک بیان کر دی۔ اس نے کاغذ اور رومال لے کر پڑھا کہ اس میں کیا لکھا ہے اور اس کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے۔ اس کے بعد اس نے پوچھا کہ اس لڑکی نے تجھ سے کیا کہا اور کیا اشارہ کیا؟ میں نے جواب دیا کہ بات تو اس نے کچھ نہیں کی مگر اپنی ایک انگلی منہ میں لی۔ پھر اس کو بیچ کی انگلی سے ملا کر دونوں کو اپنے سینے پر رکھا اور زمین کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنا سر اندر لے گئی اور چھجے کو بند کر دیا اور میں نے پھر اس کو نہ دیکھا اور میرا دل اس کے ساتھ چلتا ہوا' سورج ڈوبتے تک میں نے انتظار کیا کہ شاید وہ پھر چھجے پر آئے' لیکن وہ نہ آئی اور میں ناامید ہو کر وہاں سے اٹھا اور یہاں آیا۔ یہ ہے میری ساری داستان اور اب چاہتا ہوں کہ تو میری اس مصیبت میں مدد کرے۔

یہ سن کر اس نے اپنا سر اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگی کہ بھائی' اگر تو میری آنکھوں کا بھی خواہش مند ہو تو میں تیرے آگے رکھ دوں گی اور تیری آرزو پوری کرنے میں تیری مدد کروں گی اور اس کی آرزو پوری کرنے میں اس کی مدد کروں گی کیونکہ جس طرح تو اس کی محبت میں گرفتار ہے وہ بھی تیرے عشق میں سرگشتہ و پریشان ہے۔ میں نے کہا کہ اس کے اشاروں کے کیا معنی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ منہ میں انگلی رکھنے کے یہ معنے ہیں کہ تو اس کے لیے ایسا ہے جیسا کہ بدن کے لیے روح اور وہ تیرے وصال کی مشتاق ہے۔ رومال کے معنے ہمیشہ یہ ہوتے ہیں کہ دوست دوست کو سلام بھیجتا ہے۔ کاغذ کے ورق کے یہ معنے ہیں کہ اس کی روح تجھی میں لگی ہوئی ہے اور اس کا دونوں انگلیوں کا چھاتیوں کے درمیان سینے پر رکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ تو دو روز کے بعد وہاں جاتا کہ اس کا رنج و الم دور ہو جائے۔ اے بھائی' تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تجھ پر دل و جان سے عاشق ہے۔ یہ ہے میرے خیال میں اس کے اشاروں کی تفسیر۔ اگر میں باہر آتی جاتی ہوتی تو میں تم دونوں کو بہت جلد ملا دیتی اور تمہاری پردہ پوشی کرتی۔ جوان نے کہا' جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں دو دن صبر کروں گا اور میں واقعی دو دن تک گھر کے اندر بیٹھا رہا اور باہر آنا جانا بند کر دیا اور نہ کھاتا تھا اور نہ پیتا۔ بلکہ اپنی چچیری بہن کی گود میں سر رکھے پڑا رہتا تھا۔ وہ مجھے تسلی دیتی اور کہتی تھی کہ دل کو مضبوط کر اور بے چین مت ہو۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چودھویں رات

جب ایک سو چودھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ جب دو دن گزر چکے تو میری چچا زاد بہن نے مجھ سے

کہا کہ خوش ہو اور دل شاد ہو اور دل مضبوط کر اور کپڑے بدل اور وعدے کے مطابق اس کے پاس جا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور اس نے میرے کپڑے بدلوائے اور خوشبو لگائی۔ اب میں اٹھا اور دل کو مضبوط کر کے نکل کھڑا ہوا اور چلتے چلتے اس گلی میں پہنچ گیا اور اسی چوکی پر جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں بیٹھا ہوں گا کہ چھجا کھلا اور میں نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑا۔
جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دل مضبوط کر کے اور پختہ ارادہ کر کے دوبارہ اسکی طرف دیکھا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک آئینہ اور ایک سرخ رومال ہے۔ جوں ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے اپنی کلائی برہنہ کر کے پانچوں انگلیاں کھول دیں اور ان پانچ انگلیوں اور ہتھیلی سے اپنا سینہ ٹھونکا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر اس نے آئینے کو چھجے سے باہر نکالا اور اس سرخ رومال کو لے کر اندر چلی گئی۔ پھر لوٹی اور رومال کو تین بار نیچے گلی کی طرف لٹکایا۔ اس طرح سے کہ وہ لٹکاتی اور پھر اٹھا لیتی تھی۔ اس کے بعد اس نے رومال کو نچوڑ کر اپنے ہاتھ میں لپیٹ لیا اور اپنے سر کو باہر نکالا اور پھر اندر کی طرف کر لیا اور چھجے کو بند کر کے چلی گئی اور ایک بات بھی نہ کی۔ میں حیران تھا اور اس کے اشاروں کو بالکل نہ سمجھا اور عشا کے وقت تک بیٹھ کر گھر لوٹ آیا۔ اب آدھی رات ہو گئی تھی اور میں نے دیکھا کہ میری چچیری بہن ہاتھ پر سر رکھے بیٹھی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور وہ اشعار پڑھ رہی ہے۔
جب میں نے اس کے شعر سنے تو میرا غم دوبالا ہو گیا اور درد و الم بڑھ گیا اور میں

گھر کے ایک کونے میں گر پڑا۔ وہ اٹھ کر میرے پاس آئی اور اس نے مجھے اٹھایا اور میرے کپڑے اتارے اور اپنی آستین سے میرے آنسو پونچھے اور میرا ماجرا پوچھا۔ میں نے اپنی ساری داستان جو اس کے ساتھ پیش آئی تھی سنا دی۔ اس نے کہا کہ بھائی ہتھیلی اور پانچ انگلیوں سے اشارے کے یہ معنے ہیں کہ پانچ دن کے بعد آ' اور آئینے اور سرخ رومال لٹکانے اور اٹھانے اور چھجے سے سر نکالنے کے معنے یہ ہیں کہ رنگریز کی دوکان پر بیٹھ کر میرے قاصد کا انتظار کر۔ اس کی باتیں سنتے ہی میرے دل کی آگ بھڑک اٹھی اور میں نے کہا کہ اے بہن' خدا کی قسم' تیری تفسیر بالکل درست ہے کیونکہ اس گلی میں ایک یہودی رنگریز کی دوکان ہے۔ یہ کہہ کر میں رونے لگا مگر میری چچیری بہن نے کہا کہ اپنا ارادہ پکا رکھ اور دل کو مضبوط کر کیونکہ تجھے اوروں کی طرح اس محبت کی کامیابی میں زیادہ مدت نہ لگے گی اور عشق کی حرارت زیادہ نہ ستائے گی بلکہ ایک ہی ہفتے میں تیری مراد حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے تیری فریاد بے کار ہے۔ یہ کہہ کر وہ مجھے تسلی دینے لگی اور میرے لیے کھانا لائی۔ میں نے ایک لقمہ اٹھایا اور چاہا کہ کھاؤں لیکن نہ مجھ سے کچھ کھایا گیا نہ پیا گیا اور نہ نیند آتی تھی اور رنگ زرد پڑ گیا اور رنگ روپ بگڑ گیا کیونکہ اس سے پہلے میں کبھی عاشق نہ ہوا تھا اور محبت کا مزہ نہ چکھا تھا۔ اس وجہ سے میں دبلا ہو گیا اور میری وجہ سے میری چچا زاد بہن دبلی ہونے لگی۔ وہ ہر رات میری تسلی کے لیے عاشقوں اور معشوقوں کی کہانیاں سناتی یہاں تک کہ میں سو جاتا اور جب میری آنکھ کھلتی تو میں دیکھتا کہ وہ میری خاطر جاگ رہی ہے اور اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے ہیں۔ اسی حالت میں وہ پانچوں دن گزر گئے۔ اب میری چچیری بہن نے اٹھ کر میرے لیے پانی گرم کیا اور مجھے نہلایا اور کپڑے بدلے اور کہا کہ اس کے پاس جا' خدا تیری مراد پوری کرے اور تیری آرزو بر لائے اور تجھے تیرے معشوق سے ملائے! میں چل کھڑا ہوا اور چلتے چلتے اسی گلی میں پہنچا۔ یہ سنیچر کا دن تھا اور میں نے دیکھا کہ رنگریز کی دوکان

بند ہے مگر میں وہاں بیٹھ گیا۔ یہاں تک عصر کی اذان ہوئی اور پھر سورج پیلا پڑنے لگا اور مغرب کی اذان ہوئی اور پھر رات ہو گئی مگر نہ میں نے اسے دیکھا اور نہ اس کی آواز سنی اور نہ کوئی خبر آئی۔ چونکہ میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا مجھے ڈر لگا اور میں اٹھ کر متوالوں کی طرح جھومتا چل دیا اور گھر پہنچا اور دیکھا کہ میری چچیری بہن عزیزہ کھڑی ہوئی ہے اور ایک ہاتھ سے کھونٹی پکڑے ہوئے ہے جو دیوار میں گڑی ہوئی ہے اور دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھے ہوئے ہے اور آہیں بھر بھر کر اشعار پڑھ رہی ہے۔
جب وہ فارغ ہوئی تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر اپنی آستین سے میرے آنسو پونچھے اور مسکرانے لگی اور مجھ سے کہا کہ اے بھائی' خدا نے جو تجھے دیا ہے وہ مبارک ہو! مگر تو رات کو اپنے معشوق کے ساتھ کیوں نہیں سویا اور اپنا ارمان کیوں نہیں نکالا؟
جب میں نے یہ سنا تو میں نے اپنے پاؤں سے اس کے سینے میں ٹھوکر ماری اور وہ وہیں کمرے میں گر پڑی اور اس کی پیشانی ایک کھونٹی پر لگی جو کمرے کے ایک طرف گڑی ہوئی تھی۔ جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ اس کی پیشانی پھٹ گئی ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو پندرہویں رات

جب ایک سو پندرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ جب میں نے اپنی چچیری بہن کے سینے پر ٹھوکر ماری تو وہ کمرے میں گر پڑی اور اس کی پیشانی میں کیل لگ گئی اور وہ پھٹ گئی اور اس سے خون بہنے لگا۔ اس پر وہ چپ ہو گئی اور اس نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور کوئی چیز جلا کر اس کو زخم میں بھر دیا اور اوپر سے پٹی باندھ لی اور جو خون فرش پر گرا تھا' اس کو رگڑ کر پونچھ ڈالا گویا کہ کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آئی اور مسکرا کر نرمی سے کہنے لگی کہ بھائی جو کچھ میں نے کہا تھا اسے میرا مقصد نہ تیرا مذاق اڑانا تھا اور نہ اس کا۔ میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور میں چاہتی تھی کہ تھوڑا سا خون نکل جائے۔ اب میرا سر ہلکا ہو گیا ہے اور میرے ماتھے میں آرام ہے۔ اب بتا کہ آج تجھ پر کیا گزری؟ میں نے اس روز کی ساری سرگزشت بیان کر دی اور اس کے بعد رونے لگا۔ اس نے کہا کہ اے میرے چچیرے بھائی خوش ہو کہ تیری مراد بر آئی اور تیری آرزو پوری ہو گئی کیونکہ یہ مقصد براری کی نشانی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ غائب ہو کہ تیرا امتحان کرنا چاہتی ہے اور یہ جاننا چاہتی ہے کہ تو صبر کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور محبت میں سچا ہے کہ نہیں۔ کل تو پھر اسی جگہ جا کر دیکھیو کہ وہ کیا اشارہ کرتی ہے۔ اب خوشی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور تیرا غم دور ہونے والا ہے۔ وہ مجھے تسلی دیتی جاتی تھی اور میرا رنج و غم بڑھتا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ میرے لیے کھانا لائی مگر میں نے ایک ایسی ٹھوکر ماری کہ ساری پیالیاں ایک طرف جا پڑیں اور میں نے کہا کہ ہر عاشق پاگل ہوتا ہے۔ نہ تو اسے کھانے کی طرف میلان ہوتا ہے اور نہ سونے میں مزہ آتا ہے۔ میری چچیری بہن عزیزہ نے کہا کہ بھائی واللہ یہ محبت کی علامت ہے اور رونے لگی۔ اب اس نے پیالیوں کے ٹکڑے

جمع کیے اور گرا ہوا کھانا پونچھ کر اٹھایا اور باتیں کرنے لگی اور میں خدا سے یہ دعا مانگ رہا تھا کہ صبح ہو۔

جب صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو میں پھر وہاں گیا۔ جلدی سے گلی میں داخل ہوا اور اس چوکی پر جا کر بیٹھ گیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ چھجا کھلا اور اس نے اپنا سر اس میں سے نکالا اور مسکرائی۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گئی اور پھر نکلی تو اس کے پاس ایک آئینہ تھا اور ایک تھیلی اور ایک سبزی کا گملا اور اس کے ہاتھ میں ایک قندیل۔ پہلے تو اس نے آئینے کو لے کر تھیلی میں ڈال دیا اور پھر اس کا منہ باندھ کر اسے گھر کے اندر پھینک دیا۔ پھر اس نے اپنے بال اپنے چہرے پر لٹکا دیے اور تھوڑی دیر کے لیے قندیل کو گملے پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ ان تمام چیزوں کو لے کر اندر چلی گئی اور بالاخانے کو بند کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر میں بے حال ہو گیا کہ وہ پوشیدہ اشارے کرتی ہے مگر کوئی بات نہیں کرتی اور میری محبت کی آگ بھڑک اٹھی اور میرا عشق اور درد اور زیادہ ہو گیا۔ اب میں روتا ہوا اور غمگین وہاں سے لوٹا۔ جب میں گھر کے اندر آیا تو میں نے دیکھا کہ میری چچیری بہن دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھی ہے اور اس کا دل رنج و غم اور رشک سے جل رہا ہے لیکن اس کی محبت اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی محبت کا حال مجھ سے بیان کرے کیونکہ وہ دیکھ رہی تھی کہ میں عشق میں مبتلا ہوں۔ اب جو میری نظر اس کے اوپر پڑی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سر پر دو پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ ایک تو اس واقعے کی وجہ سے جو اس کے ماتھے کے ساتھ پیش آیا تھا اور دوسری اس کی آنکھوں پر کیونکہ روتے روتے اس کے سر میں درد ہونے لگا تھا اور اس کا حال بہت برا تھا اور وہ رو رو کر اشعار پڑھ رہی تھی۔ جب وہ اس سے فارغ ہوئی تو اس نے رو کر میری طرف دیکھا اور میں اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ اب وہ اٹھ کر میرے پاس آئی مگر اپنی محبت کا اظہار نہ کر سکی اور تھوڑی دیر تک چپ رہنے کے بعد کہنے لگی کہ بھائی' بتا کہ آج کیا واقعہ

اس کے ساتھ پیش آیا؟ میں نے اس سے سارا حال بیان کر دیا اور وہ کہنے لگی کہ ذرا اور صبر کر کیونکہ تیرے وصال کے دن آ پہنچے ہیں اور تیری آرزو پوری ہونے والی ہے۔ آئینے سے اشارہ کرنے اور اسے تھیلی میں ڈال دینے کے یہ معنی ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کا انتظار کر۔ بالوں کو چہرے پر ڈالنے کے یہ معنے ہیں کہ جب رات ہو جائے اور اندھیرا پھیل جائے اور دن کی سفیدی جاتی رہے تو آئیو۔ سبزی والے گملے کا یہ مطلب ہے کہ وہ تجھ سے کہنا چاہتی ہے کہ جب تو آئے تو اس باغ میں آئیو جو گلی کے پیچھے ہے اور قندیل سے اشارہ کرنے کے یہ معنے ہیں کہ جب تو باغ میں داخل ہو تو جہاں تجھے قندیل جلتی ہوئی دکھائی دے' وہاں آکر اس کے پاس بیٹھ جائیو اور میرا انتظار کیجیو۔ کیونکہ تیری محبت مجھے مارے ڈالتی ہے۔ جب میں نے اپنی چچیری بہن کی یہ باتیں سنیں تو میں محبت کے جوش میں چیخ اٹھا اور کہنے لگا کہ آخر تو کب تک مجھے دلاسا دے گی اور میں اس کے پاس جا کر نامراد لوٹوں گا اور تیری تفسیر کے صحیح معنے معلوم نہ ہوں گے؟ یہ سن کر میری چچیری بہن ہنسنے لگی اور اس نے کہا کہ بس اب تیرے لیے اتنا صبر باقی ہے کہ تو آج کا دن گزر جانے دے۔ یہاں تک کہ دن ختم ہو جائے اور رات کا اندھیرا پھیل جائے۔ اس وقت تیرا وصال اس کے ساتھ ہو جائے گا اور تیرا ارمان نکل جائے گا۔ یہ بات ٹھیک ہے اور اس میں کوئی چال نہیں۔

اس کے بعد وہ میرے پاس آکر نرم کلامی سے مجھے تسلی دینے لگی مگر اس کی یہ ہمت نہ پڑی کہ میرے لیے کھانا لاتی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں میں اس سے ناراض نہ ہو جاؤں۔ مگر وہ چاہتی تھی کہ میرا میلان اس کی طرف ہو اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ میرے پاس آکر میرے کپڑے بدلے۔ جب وہ یہ کر چکی تو اس نے مجھ سے کہا کہ بھائی' بیٹھ تا کہ میں تیرے ساتھ باتیں کروں جس سے دن گزرنے تک تیرا دل بہلے اور اگر خدا نے چاہا تو رات ہونے سے پہلے تو اپنی محبوبہ کی بغل میں ہو گا۔ مگر میں اس کی طرف بالکل ملتفت نہ ہوا اور رات کے آنے کا انتظار کرتا رہا اور

کہتا تھا کہ اے رب' رات جلد لا۔ جب رات ہوئی تو میری چچیری بہن بلک بلک کر رونے لگی اور اس نے مجھے خالص مشک کا ایک دانہ دے کر کہا کہ اے میرے چچیرے بھائی' یہ دانہ اپنے منہ میں ڈال لے اور جب تو اپنی محبوبہ سے ہم صحبت ہو اور تیری آرزو اس سے پوری ہو جائے اور تیری مراد بر آئے تو اسے یہ شعر پڑھ کر سنا دیجیو:
اے عاشقو' خدا کے واسطے یہ تو کہو کہ جب کسی پر عشق کا جنون سوار ہو تو وہ کیا کرے؟ اس کے بعد اس نے مجھے بوسہ دیا اور قسم دی کہ میں یہ شعر اس وقت پڑھوں جب کہ میں اس کے پاس سے رخصت ہو رہا ہوں اور میں نے کہا کہ بسر و چشم۔
جب عشا کا وقت ہوا تو میں روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے اس باغ تک پہنچ گیا اور دیکھا کہ اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ میں اس کے اندر داخل ہو گیا اور مجھے دور سے ایک روشنی نظر آئی اور میں اس طرف چل دیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے وہاں ایک نشست گاہ دیکھی جس کے اوپر ہاتھی دانت اور آبنوس کا گنبد تھا اور اس گنبد کے بیچ میں ایک قندیل لٹک رہی تھی۔ نشست گاہ کا فرش ریشم کا تھا جو سونے اور چاندی کے تاروں سے کڑھا ہوا تھا اور اس پر ٹھیک اس قندیل کے نیچے سونے کے شمع دان میں ایک بہت بڑی موم بتی جل رہی تھی اور نشست گاہ کے بیچ میں ایک حوض تھا جس میں طرح طرح کی مورتیں تھیں اور اس کے کنارے چینی کی ایک بڑی صراحی تھی جس میں شراب بھری ہوئی تھی اور دسترخوان کے اوپر بلور کا ایک جام رکھا ہوا تھا جس پر سونے کا کام تھا۔ ان تمام چیزوں کے پاس سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک بڑا طشت تھا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں قسم قسم کے میوے تھے۔ مثلاً انجیر اور انار اور انگور اور نارنگیاں اور کھٹ مٹھے اور سنگترے' اور ان کے درمیان میں خوشبودار پھول رکھے ہوئے تھے۔ مثلاً گلاب اور چنبیلی اور مہندی اور نسریں اور نرگس' اور طرح طرح کے عطر۔ میں اس جگہ کو دیکھ کر دنگ ہو گیا اور بہت خوش ہوا اور میرا رنج و الم دور ہو گیا۔ لیکن خدا کی مخلوق میں سے میں نے کسی کو وہاں نہ دیکھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو سولھویں رات

جب ایک سو سولھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ میں اس جگہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اور بہت خوش ہوا۔ لیکن خدا کی مخلوق میں سے میں نے کسی کو وہاں نہیں دیکھا اور نہ کوئی غلام یا کنیز وہاں دکھائی دی اور نہ کوئی ایسا شخص جس نے ان کو سجایا ہو اور نہ کوئی رکھوالی کرنے والا۔ میں وہاں بیٹھ کر اپنی دلی محبوبہ کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ پہلا پہر گزر گیا اور پھر دوسرا پہر اور پھر تیسرا پہر مگر وہ نہ آئی۔ بھوک کی تکلیف بڑھتی جاتی تھی کیونکہ ایک مدت سے میں نے محبت کی زیادتی کی وجہ سے کچھ نہ کھایا تھا۔ اب جبکہ میں نے اس جگہ کو دیکھا اور مجھے یقین آ گیا کہ میری چچازاد بہن نے میری محبوبہ کے اشاروں کی ٹھیک تعبیر کی ہے تو مجھے اطمینان ہوا اور بھوک کی تکلیف محسوس ہونے لگی اور ان کھانوں کی خوشبو سے جو دسترخوان پر تھے میرا دل للچانے لگا اور جبکہ میں نے دیکھا کہ میں اس کے اندر ہوں اور مجھے وصال کا یقین ہو گیا تو میرا دل چاہا کہ کھاؤں۔ اور میں دسترخوان کی طرف بڑھا اور اس پر سے چادر اتار دی اور دیکھا کہ دسترخوان کے بیچ میں چینی کا ایک طشت ہے جس میں چار مرغیاں سرخ تلی ہوئی اور مسالے دار رکھی ہوئی ہیں اور طشت کے اردگرد چار پیالے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک میں حلوہ اور دوسرے میں انار دانے اور تیسرے میں بقلاوہ اور چوتھے میں شہدپارے' یعنی میٹھی اور ترش دونوں طرح کی چیزیں۔ اب میں نے شہدپاروں میں سے کچھ چکھا اور ایک ٹکڑا گوشت کا کھایا۔ پھر بقلاوے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور جتنا کھا سکا کھایا۔ پھر حلوے کی باری آئی اور اس میں سے میں نے ایک یا دو تین یا چار چمچے کھائے۔ پھر کچھ مرغی کا گوشت کھایا اور ادھر ادھر سے ایک ایک نوالہ اٹھایا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا اور اعضاء ڈھیلے پڑ گئے۔ جاگتے جاگتے میں تھکا ہوا تو تھا ہی' ہاتھ دھو کر تکیے پر سر

رکھ کر لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی اور دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ میری آنکھ اس وقت تک نہ کھلی جب تک کہ دھوپ نے مجھے جلانا شروع نہ کیا کیونکہ کئی دن سے میں نے نیند کا مزہ نہ چکھا تھا۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میرے پیٹ پر ایک ٹکڑا نمک کا اور ایک کوئلے کا رکھا ہوا ہے۔ میں اٹھ بیٹھا اور کپڑے جھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن کسی کو وہاں نہ پایا اور دیکھا کہ میں بغیر کسی بچھونے کے مرمر کے فرش پر ہوں۔ اس پر مجھے بڑا اچنبھا ہوا اور میں بہت رنجیدہ ہوا اور میرے آنسو رخساروں پر بہنے لگے اور میں نے اپنے اوپر بڑا افسوس کیا اور اٹھ کر گھر چلا آیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ میری چچیری بہن اپنے ہاتھ سے سینہ پیٹ رہی ہے اور آنسوؤں کی بارش ہو رہی ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے آنسو پونچھ کر میرے پاس آئی اور نرمی سے کہنے لگی کہ اے میرے چچیرے بھائی' تیرے عشق کے معاملے میں خدا تجھ پر مہربان ہے کیونکہ تیرا معشوق تجھ سے محبت کرتا ہے اور میں تیرے فراق میں روتی اور غمگین رہتی ہوں اور تو مجھے لعنت ملامت کرتا اور برا بھلا کہتا ہے لیکن خدا میری وجہ سے تجھ پر ناراض نہ ہو! اس کے بعد وہ میرے اوپر غصے سے مسکرائی اور مجھے پیار کیا اور میرے کپڑے اتار کر ان کو پھیلا دیا اور کہنے لگی کہ واللہ' یہ اس شخص کی خوشبو نہیں ہے جو اپنے محبوب سے فائز المرام ہوا ہو' لہٰذا بھائی' ذرا اپنی واردات تو بیان کر۔ میں نے اپنی ساری واردات بیان کر دی اور وہ دوبارہ غصے کی مسکراہٹ مسکرائی اور کہنے لگی کہ میرا دل بھرا ہوا اور دکھی ہے۔ خدا کرے کہ جس نے تیرا دل دکھایا کبھی سکھی نہ ہو! اس عورت کا تیرے اوپر بڑا اثر رہا ہے۔ مگر بھائی' مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تجھے اس سے نقصان نہ پہنچے۔ نمک کے معنے یہ ہیں کہ تو نیند میں غرق ہے اور بدمزہ ہے اور لہٰذا ضروری ہے کہ تو نمک میں بسایا جائے تاکہ طبیعت تجھ کو قے کے ساتھ باہر نہ پھینک دے۔ تو اپنے آپ کو بڑے عاشقوں میں شمار کرتا ہے مگر عاشقوں کے لیے نیند حرام ہے۔ اس لیے تیرا محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ مگر

بھائی' اس کی محبت بھی جھوٹی ہے۔ کیونکہ جب اس نے تجھے سوتا پایا تو جگایا نہیں۔ اگر اس کی محبت سچی ہوتی تو وہ تجھے جگا دیتی۔ اور کوئلے کے معنے یہ ہیں کہ خدا تیرا منہ کالا کرے کیونکہ تیرا محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے اور تو ابھی بچہ ہے اور سوائے کھانے پینے اور سونے کے تیرا اور کوئی مقصد نہیں۔ یہ ہے تفسیر اس کے اشاروں کی۔ خدا کرے کہ تجھے اس سے چھٹکارا ملے۔ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں سینہ کوٹنے لگا اور کہا کہ خدا کی قسم یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ میں سو گیا تھا مگر عاشقوں کو سونا نہ چاہیے' میں نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ کھانے اور سونے نے مجھے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ اب کیا کرنا چاہیے! میں اور زیادہ رونے لگا اور میں نے اپنی چچیری بہن سے کہا کہ مجھے کوئی ترکیب بتا تاکہ میں اس پر عمل کروں اور میرے اوپر رحم کھا' خدا تیرے اوپر رحم کرے! ورنہ میں مر جاؤں گا۔ میری چچیری بہن کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔

اب شہرزاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو سترہویں رات

جب ایک سو سترہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ میں نے اپنی چچیری بہن سے کہا کہ مجھے کوئی ترکیب بتا تاکہ میں اس پر عمل کروں اور میرے اوپر رحم کھا' خدا تیرے اوپر رحم کرے! اسے مجھ سے بڑی محبت تھی اور اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ لیکن بھائی' میں تجھ سے بارہا کہہ چکی ہوں کہ اگر میں باہر آتی جاتی تو تم دونوں کو جلد ملا دیتی اور تمہاری پردہ پوشی کرتی۔ یہ کام میں محض تیری رضامندی کے لیے کروں گی اور اگر خدا نے چاہا تو تم دونوں کے ملانے میں جان توڑ کوشش کروں گی۔ لیکن میری بات سن اور میرا کہنا مان۔ تو پھر اسی جگہ جا اور جہاں پہلے بیٹھا تھا' بیٹھ۔ جب عشا کا وقت ہو تو اسی جگہ جا کر بیٹھ جانا جہاں پہلے بیٹھا تھا لیکن خبردار کچھ کھانا مت کیونکہ کھانے سے نیند آتی ہے اور تیرے لیے سونا مضر ہے وہ چوتھائی رات گزرنے کے بعد تیرے پاس آئے گی۔ بس جا خدا تجھے اس کی برائی سے بچائے۔

جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں خوش ہو گیا اور خدا سے دعا مانگنے لگا کہ رات جلد ہو۔ جب رات ہوئی اور میں جانے لگا تو میری چچازاد بہن نے مجھ سے کہا کہ اس سے ملنے کے بعد جب تو واپس آنے لگے تو مذکورہ شعر ضرور پڑھیو۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔ اب میں وہاں سے روانہ ہو کر باغ میں پہنچا اور دیکھا کہ وہ جگہ کل کی طرح آراستہ اور وہاں ضرورت کے مطابق کھانے پینے اور نقل اور عطریات وغیرہ موجود ہیں۔ میں نشست گاہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے کھانے کی خوشبوئیں آنے لگیں اور میرے دل نے چاہا کہ کھاؤں۔ میں نے دل کو کئی بار روکا مگر وہ رک نہ سکا اور میں اٹھ کر دسترخوان کے پاس آیا اور اس کی چادر اٹھائی اور دیکھا کہ رکابی مرغ کے گوشت کی رکھی ہوئی ہے اور اس کے اردگرد چار پیالے ہیں جن میں طرح طرح

کے کھانے ہیں۔ میں نے ہر ایک میں سے ایک ایک لقمہ کھایا اور خوب حلوہ کھایا اور ایک ٹکڑا گوشت کا بھی کھایا اور زعفرانی یخنی پی اور چونکہ وہ مزے دار معلوم ہوئی‘ اس لیے چمچہ لے کر اسے خوب پیا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور میرا پیٹ خوب بھر گیا اور میری پلکیں بھاری پڑنے لگیں۔ میں نے ایک تکیہ لے کر اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور خیال کیا کہ سوؤں گا نہیں۔ لیکن میری آنکھ بند ہو گئی اور میں سو گیا۔ جب میں بیدار ہوا تو سورج نکل چکا تھا اور میں نے دیکھا کہ میرے پیٹ کے اوپر ایک ٹخنے کی ہڈی اور ایک لکڑی کا کھلونا اور ایک کھجور کی گٹھلی اور ایک خرنوب کا بیج رکھا ہوا ہے‘ لیکن فرش وغیرہ غائب ہے گویا کہ رات یہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اب میں نے یہ ساری چیزیں پھینک دیں اور غصہ سے اٹھ کر چل گیا۔

گھر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ میری چچیری بہن سسکیاں لے لے کر رو رہی ہے۔ میں اسے لعنت ملامت کرنے اور برا بھلا کہنے لگا اور وہ رہ پڑی۔ پھر اس نے آنسو پونچھے اور میرے پاس آکر مجھے بوسے دینے اور مجھے سینے سے لگانے لگی اور میں اس سے دور بھاگتا تھا اور اپنے آپ کو برا بھلا کہتا تھا۔ اس نے کہا کہ اے میرے چچیرے بھائی‘ تو آج رات بھی سو گیا۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں‘ مگر جب میں جاگا تو میں نے ٹخنے کی ایک ہڈی اور کھجور کی ایک گٹھلی اور کھلونے کی ایک لکڑی اور خرنوب کا ایک بیج پایا۔ معلوم نہیں اس کا اس سے کیا مطلب ہے۔ یہ کہہ کر میں رونے لگا اور اس کے پاس آکر میں نے کہا کہ ان اشاروں کے معنے بیان کر اور بتا کہ اب کیا کروں اور اس مصیبت میں میری مدد کر۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ کھلونے کی لکڑی سے جو اس نے تیرے پیٹ کے اوپر رکھی تھی‘ اس کا یہ مطلب ہے کہ تو تو حاضر ہے مگر تیرا دل غائب اور گویا وہ کہنا چاہتی ہے کہ عشق اس طرح نہیں ہوتا۔ اس لیے تو اپنا شمار عاشقوں میں مت کر اور کھجور کی گٹھلی سے یہ اشارہ ہے کہ اگر تو واقعی عاشق ہوتا تو تیرے دل میں محبت کی آگ لگی ہوتی اور تو کبھی سونے کا مزہ نہ چکھتا۔ محبت کی لذت کھجور کی طرح ہے جو دل میں انگارے پیدا کر دیتی ہے۔ خرنوب

کے بیچ کے یہ معنے ہیں کہ عاشق کا دل تھکا ہوا ہوتا ہے اور گویا وہ یہ کہنا چاہتی ہے کہ ہمارے فراق پر ایوب کا سا صبر کر۔

جب میں نے یہ تفسیر سنی تو میرے سینے میں شعلے بھڑکنے لگے اور غم دوبالا ہو گیا اور میں چلانے اور کہنے لگا کہ میری کم بختی کی وجہ سے خدا نے میرے اوپر نیند مسلط کر دی۔ اس کے بعد میں نے اپنی چچیری بہن سے کہا کہ تجھے میری جان کی قسم، کوئی نہ کوئی تدبیر نکال جس سے میں اس تک پہنچ سکوں۔ وہ رونے لگی اور اس نے کہا کہ اے عزیز، اے میرے چچیرے بھائی، میرا دل افکار میں غرق ہے اور میرے منہ سے بات نہیں نکلتی لیکن آج پھر اسی جگہ جا مگر سونا مت تاکہ تیری مراد بر آئے۔ یہی مناسب مشورہ ہے اور بس۔ میں نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں آج نہ سوؤں گا اور تیرا کہنا مانوں گا۔ اب میری چچیری بہن اٹھ کر میرے لیے کھانا لائی اور کہنے لگی کہ ابھی پیٹ بھر کر کھا لے تاکہ تو سیر ہو جائے اور میں نے خوب پیٹ بھر کر کھا لیا۔ جب رات ہوئی تو میری چچیری بہن اٹھی اور میرے لیے ایک عمدہ لباس لائی اور مجھے پہنایا اور مجھے قسم دے کر کہا کہ میں اس شعر کو ضرور پڑھوں اور نیند سے مجھے خبردار کیا۔ میں اپنی چچیری بہن کے پاس سے اٹھ کر باغ کی طرف چل دیا اور اس نشست گاہ پر پہنچ کر ادھر ادھر باغ میں دیکھنے لگا۔ جب رات کا اندھیرا پھیلا تو میں انگلیوں سے اپنی آنکھوں کو کھولنے اور سر ہلانے لگا۔

اب شہرزاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو اٹھارہویں رات

جب ایک سو اٹھارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ میں باغ میں پہنچ کر اس نشست گاہ پر چڑھ گیا اور باغ میں ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور جوں ہی رات کا اندھیرا چھایا' میں اپنی انگلیوں سے آنکھیں کھولنے اور سر ہلانے لگا جاگتے جاگتے مجھے بھوک لگ گئی اور کھانوں کی خوشبو سے میری بھوک اور بھی زیادہ ہو گئی۔ دسترخوان کے پاس جا کر میں نے اس کی چادر اٹھا دی اور ہر قسم کے کھانوں میں سے ایک ایک لقمہ کھایا اور ایک ٹکڑا گوشت کا کھایا اور شراب کی صراحی کے پاس آکر میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں ایک ہی جام پیوں گا۔ اب میں نے ایک جام پیا اور پھر دوسرا اور پھر تیسرا یہاں تک کہ میں دس جام چڑھا گیا اور ہوا جو لگی تو میں مردے کی طرح زمین پر گر پڑا اور صبح تک پڑا رہا۔ جب میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں باغ کے باہر پڑا ہوں اور میرے پیٹ پر ایک تیز چھری اور ایک لوہے کا سکہ رکھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں کانپ اٹھا اور ان دونوں چیزوں کو لے کر گھر آیا اور دیکھا کہ میری چچیری بہن کہہ رہی ہے کہ میں اس گھر میں مسکین اور غم زدہ ہوں اور سوائے گریہ و زاری کے میرا کوئی مددگار نہیں۔ جب میں داخل ہوا تو لمبا لمبا پڑ گیا اور چھری اور سکہ ہاتھ سے پھینک دیا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو میں نے اس سے ساری سرگزشت بیان کی اور کہا کہ میری مراد کبھی بر نہ آئے گی۔ جب اس نے مجھے روتے اور غم زدہ دیکھا تو اسے میری حالت پر بہت ترس آیا اور وہ کہنے لگی کہ میں تو عاجز آ گئی۔ میں نے تجھے ہر بار مشورہ دیا کہ سوئیو مت مگر تو نے میرا مشورہ کبھی نہ مانا اور اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ میں نے کہا خدا کے لیے یہ تو بتا کہ چھری اور لوہے کے سکے کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ لوہے کے سکے سے اس کی دہنی آنکھ مراد ہے'

گویا وہ اس کی قسم کھاتی اور کہتی ہے کہ خدا اور میری داہنی آنکھ کی قسم' اگر تو پھر آیا اور آکر سو گیا تو میں تجھے اس چھری سے ذبح کر ڈالوں گی۔ اے بھائی' میں ڈرتی ہوں کہ اس کے مکر و فریب سے کہیں تجھے نقصان نہ پہنچے' تیرے اوپر میرا دل کڑھتا ہے مگر میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ اگر تجھے اپنے اوپر اتنا بھروسہ ہے کہ وہاں جا کر تو پھر نہ سو جائے گا' تو جا اور سو مت' کیونکہ اسی حالت میں تیری مراد بر آئے گی اور اگر تیرا خیال ہے کہ تو وہاں جا کر پھر پہلے کی طرح سو جائے گا اور تو وہاں گیا اور سو گیا تو وہ تجھے ذبح کر ڈالے گی۔ میں نے کہا کہ بہن' پھر کیا کرنا چاہیے۔ خدا کے لیے تو اس مصیبت میں میری مدد کر۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم لیکن تیری مراد اسی حالت میں بر آئے گی جبکہ تو میری بات سنے اور میرا کہنا مانے۔ میں نے کہا کہ میں تیری بات سنوں گا اور تیرا کہنا مانوں گا۔ اس نے کہا کہ جب جانے کا وقت آئے گا تو میں بتاؤں گی۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے سینے سے لگا کر فرش پر لٹا دیا اور میرے ہاتھ پاؤں دابنے لگی۔ یہاں تک کہ نیند مجھ پر غالب آئی اور میں سو گیا اور پنکھا لے کر میرے سرہانے بیٹھ گئی اور دن ڈھلے تک پنکھا جھلتی رہی۔ جب اس نے مجھے جگایا اور میں جاگا تو میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ میں پنکھا لیے میرے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے اور آنسوؤں سے اس کے کپڑے تر ہیں۔

جب اس نے دیکھا کہ میں جاگ اٹھا تو وہ اپنے آنسو پونچھ کر میرے لیے کھانا لائی لیکن میں نے کھانے سے انکار کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا نہ تھا کہ میرا کہنا مانیو' لہذا کھا۔ اب میں نے کھایا اور اس کی مخالفت نہ کی۔ وہ میرے منہ میں نوالے دیتی جاتی تھی اور میں چباتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے عناب کا شربت پلایا اور میرے ہاتھ دھلائے اور رومال سے انہیں پونچھا اور میرے اوپر گلاب کا عرق چھڑکا اور میں آرام کے ساتھ اس کے پاس بیٹھا رہا۔ جب رات تاریک ہوئی تو اس نے مجھے کپڑے پہنائے اور کہا کہ بھائی' ساری رات جاگیو اور سوئیو مت۔ کیونکہ وہ آج تیرے پاس اخیر رات میں آئے گی اور اگر خدا نے چاہا تو آج

رات تیرا اس سے وصل ہو جائے گا لیکن میری نصیحت نہ بھولیو۔ یہ کہہ کہ وہ رونے لگی اور اتنا روئی کہ میرا دل کڑھنے لگا اور میں نے اس سے کہا کہ تو نے کیا نصیحت کی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ جب تو اس کے پاس سے لوٹیو تو وہ شعر جس کا میں نے ذکر کیا تھا' پڑھیو۔ اب میں خوش خوش اس کے پاس سے روانہ ہوا اور باغ میں پہنچ کر نشست گاہ میں جا بیٹھا۔ میں سیر تو تھا ہی' اس لیے چوتھائی رات تک بیٹھا جاگتا رہا اور مجھے معلوم ہوتا تھا کہ رات کیا ہے' ایک پورا سال ہے۔ اب جاگتے جاگتے تین چوتھائی رات گزر چکی اور مرغے بانگ دینے لگے اور زیادہ جاگنے کی وجہ سے مجھے زور کی بھوک لگی۔ میں اٹھا اور دسترخوان کے پاس جا کر اتنا کھایا کہ سیر ہو گیا اور میرا سر بھاری پڑنے لگا اور میں سونا چاہتا ہی تھا کہ مجھے دور سے روشنی اتی دکھائی دی۔ میں نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور نیند کو ٹالا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ آ پہنچی۔ اس کے ساتھ دس کنیزیں تھیں اور وہ ان کے بیچ میں ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کہ تاروں کے بیچ میں چودھویں رات کا چاند' وہ سبز اطلس کا ایک لباس پہنے ہوئی تھی جو سرخ سونے سے کڑھا ہوا تھا۔

جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ کیا وجہ ہے کہ تو جاگ رہا ہے سویا نہیں۔ چونکہ تو جاگتا رہا' اس لیے مجھے یقین ہو گیا کہ تو عاشق ہے کنیزوں کو اشارہ کیا کہ چلی جائیں اور وہ چلی گئیں۔ اب وہ میرے پاس آئی اور مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور اس نے مجھ کو بوسے دیے اور میں نے اس کو۔ اس نے میرا اوپر کا ہونٹ چوسا اور میں نے اس کا نیچے کا ہونٹ۔ پھر میں نے اس کی کمر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو لپٹا لیا اور آپس میں ہنسی مذاق کرنے لگے۔ یہ رات دل کی مسرت اور آنکھ کی ٹھنڈک کی رات تھی اور ہم دونوں لیٹ کر صبح تک سوتے رہے۔ جب میں جانے لگا تو اس نے مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ ٹھہر' میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## ایک سو انیسویں رات

جب ایک سو انیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ جب میں چلنے لگا تو اس نے مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ ٹھہر' میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتی اور تجھے مشورہ دینا چاہتی ہوں۔ میں ٹھہر گیا اور اس نے ایک رومال کھول کر یہ کپڑے کا ٹکڑا نکالا اور اسے میرے سامنے پھیلا دیا میں نے اس میں اس طرح کی ایک ہرن کی تصویر دیکھی اور اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور میں نے اسے لے لیا اور ہم دونوں میں یہ وعدہ ہوا کہ میں ہر رات اس سے ملنے کے لیے باغ میں آیا کروں۔ اب میں خوش خوش اس سے رخصت ہوا اور مارے خوشی کے وہ شعر یاد سے اتر گیا جو میری چچیری بہن نے پڑھنے کے لیے کہا تھا۔ جب اس نے مجھے یہ کپڑا دیا جس پر ہرن کی تصویر ہے تو مجھ سے کہا کہ یہ میری بہن نے کاڑھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تیری بہن کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ اس کا نام نور الہدیٰ ہے۔ اس کپڑے کو حفاظت سے رکھیو۔ اب میں خوش خوش اس سے رخصت ہو کر چلا اور چلتے چلتے گھر پہنچا اور دیکھا کہ میری چچیری بہن لیٹی ہوئی ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے آنسو بہنے لگے اور میرے پاس آکر اس نے میرے سینے کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ تو نے وہ شعر بھی پڑھا ہے جو میں نے تجھ سے پڑھنے کے لیے کہا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں بھول گیا اور اس کے بھول جانے کی وجہ یہ غزال ہے۔ یہ کہہ کر میں نے وہ کپڑا اس کے آگے پھینک دیا۔ وہ کھڑی ہوتی اور پھر بیٹھ جاتی تھی اور بے چین تھی اور اس کے آنسو بہنے لگے اور اس نے یہ دو شعر پڑھے:

"اے فراق کے طالب' ذرا ٹھہر جا اور ہم کنار ہونے پر گھمنڈ مت کر"
"ذرا صبر کر کیونکہ زمانے کی عادت دھوکہ بازی اور وصال کے بعد فراق ہے۔"

جب وہ یہ اشعار پڑھ چکی تو اس نے کہا کہ اے میرے چچیرے بھائی' مجھے یہ کپڑا دکھا۔ جب میں نے اسے دکھایا تو اس نے اسے لے کر کھولا اور دیکھا کہ اس کے اندر کیا ہے۔ جب دوسرے دن میرے جانے کا وقت ہوا تو اس نے کہا کہ بھائی جا' خدا تجھے سلامت رکھے! اور جب اس کے پاس سے لوٹیو تو وہ شعر پڑھ دیجیو جو میں نے تجھ سے پہلے ہی دن کہا تھا اور جس کو تو بھول گیا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ شعر ایک بار اور پڑھ دے اور اس نے پڑھ دیا۔ اس کے بعد میں باغ میں پہنچ کر اسی نشست گاہ میں داخل ہوا اور دیکھا کہ وہ لڑکی میرا انتظار کر رہی ہے۔ جب اس کی نظر میرے اوپر پڑی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے مجھے بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس کے بعد ہم نے کھایا پیا اور اپنا ارمان پہلے کی طرح نکالا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے وہ شعر پڑھا:

"اے عاشقو' خدا کے لیے یہ تو کہو کہ جب انسان کا عشق بہت زور پکڑے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟"

جب اس نے یہ شعر سنا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے یہ شعر پڑھا:

"اسے چاہیے کہ اپنے عشق کو روک تھام کر رکھے اور اپنا بھید ظاہر نہ ہونے دے اور جو کچھ اس پر گزرے' اس پر صبر کرے اور فروتنی اختیار کرے"

میں نے اس شعر کو برزبان یاد کر لیا اور میں خوش تھا کہ میں نے اپنی چچیری بہن کی خواہش پوری کر دی اور وہاں سے روانہ ہو کر اپنی چچیری بہن کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ لیٹی ہوئی ہے اور میری ماں اس کے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو میری ماں نے کہا کہ ایسے چچیرے بھائی پر لعنت ہو! یہ تو نے کس طرح گوارا کیا کہ تیری چچیری بہن بیمار ہو اور تو یہ بھی نہ پوچھے کہ کیا بیماری ہے؟ جب میری چچیری بہن نے مجھے دیکھا تو اس نے اپنا سر اٹھایا اور اٹھ کر بیٹھ گئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ عزیز تو نے وہ شعر پڑھا جو میں نے کہا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں' مگر جب اس نے وہ شعر سنا تو وہ رونے لگی اور اس نے ایک شعر پڑھا جو

میں نے بر زبان یاد کر لیا ہے۔ میری چچیری بہن نے کہا کہ سنا۔ جب میں نے سنایا تو وہ زار زار رونے لگی اور پھر اس نے یہ دو شعر پڑھے۔

"وہ کس طرح عشق کی روک تھام کر سکتا ہے جب عشق اسے مارے ڈالتا ہو اور ہر روز اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہو۔"

"وہ صبر کرنا چاہتا ہے کیونکہ صبر اچھی چیز ہے مگر وہ اسے کیا کرے کہ اس کا ایک ہی دل ہے اور وہ بھی پاش پاش۔"

میری چچیری بہن نے مجھ سے کہا کہ جب تو پھر اس کے پاس جائیو تو یہ دونوں شعر جو تو نے ابھی سنے ہیں' اس کے سامنے پڑھ دیجیو۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر میں عادت کے موافق باغ پہنچا اور ہمارے درمیان وہ باتیں پیش آئیں' جن کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے وہ دونوں شعر پڑھ دیئے۔ انہیں سن کر اس کے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے یہ شعر پڑھا:

"اگر اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنا بھید پوشیدہ رکھ سکے تو میرے خیال میں اس کے لیے مر جانا بہتر ہے۔"

میں نے یہ شعر بر زبان یاد کر لیا اور گھر گیا۔ جب میں اپنی چچیری بہن کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے اور میری ماں اس کے سرہانے بیٹھی ہے۔ جب اس نے میری آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگی کہ عزیز' تو نے وہ دونوں شعر اس کو سنا دیے؟ میں نے کہا کہ ہاں' لیکن ان کو سن کر وہ رونے لگی اور اس نے یہ شعر پڑھا: "اگر میں اتنی طاقت۔۔۔ الخ" جب میری چچیری بہن نے وہ شعر سنا تو پھر بے ہوش ہو گئی اور جب اسے ہوش آیا تو وہ یہ دو شعر پڑھنے لگی:

"میں نے سنا اور تسلیم کر لیا اور مر گئی۔ میرا سلام اس کو پہنچا دو جو مجھے وصل سے روکتا ہے۔"

"جن کو نعمت ملی ہے ان کو وہ نعمت مبارک اور بے چارے عاشق کو غم کے گھونٹ!"

جب رات ہوئی تو میں عادت کے مطابق باغ میں گیا اور دیکھا کہ لڑکی میرا انتظار کر رہی ہے۔ ہم نے ساتھ ساتھ بیٹھ کر کھایا پیا اور صبح تک سوتے رہے۔ جب میں چلنے لگا تو وہ اشعار پڑھے جو میری چچا زاد بہن نے کہے تھے۔ انہیں سن کر وہ چلانے اور رونے پیٹنے لگی اور کہا کہ آہ! ان اشعار کی کہنے والی مر چکی ہے۔ یہ کہہ کر وہ رو پڑی اور کہنے لگی کہ اے ناشاد' ان اشعار کے کہنے والی سے تیرا کیا تعلق ہے؟ میں نے کہا کہ وہ میری چچیری بہن ہے۔ اس نے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اگر وہ تیری چچیری بہن ہوتی تو تجھے بھی ضرور اس سے ایسی ہی محبت ہوتی جیسے کہ اسے تجھ سے ہے۔ تو ہی اس کے مرنے کا سبب ہے جس طرح تو نے اسے مارا' خدا تجھے مارے! خدا کی قسم' اگر تو نے مجھ سے کہا ہوتا کہ تیری ایک چچیری بہن ہے تو میں کبھی تجھ کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دیتی۔ میں نے کہا کہ جو اشارے تو میرے ساتھ کرتی تھی' اس کے معنے وہی بتاتی تھی اور اسی نے مجھے تجھ سے ملنے کی تدبیر بتائی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو میں تجھ سے ہرگز نہ مل سکتا۔ اس نے کہا کہ کیا وہ ہمارے متعلق جانتی تھی؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ جیسے تو نے اسے جوانی کی حسرت میں مارا' خدا تجھے بھی جوانی کی حسرت میں مارے! اس کے بعد اس نے کہا کہ جا اور اسے دیکھ۔ میں پریشان خاطر وہاں سے چل کھڑا ہوا اور چلتے چلتے اپنی گلی میں پہنچا اور دیکھا کہ وہاں رونا پیٹنا مچ رہا ہے۔ میرے پوچھنے پر لوگوں نے کہا کہ ہم نے عزیزہ کو دروازے کے پیچھے مردہ پایا ہے۔ جب میں مکان کے اندر گیا اور میری ماں نے مجھے دیکھا تو وہ کہنے لگی کہ اس کا عذاب تیری گردن پر ہے۔ خدا اس کا خون معاف نہ کرے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پوری ایک سو بیسویں رات

جب پوری ایک سو بیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- نوجوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ پھر میں مکان کے اندر داخل ہوا اور جوں ہی میری ماں نے مجھے دیکھا مجھ سے کہنے لگی کہ اس کا عذاب تیرے سر ہے۔ خدا اس کا خون نہ بخشے! ایسے چچیرے بھائی پر خدا کی مار! اس کے بعد میرا باپ آیا اور ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کیا اور اس کی قبر پر قرآن ختم کرائے اور وہاں تین دن تک ٹھہرنے کے بعد گھر واپس آئے اور میں اس کے مرنے پر سخت غمگین تھا۔ میری ماں نے میرے پاس آکر کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ تو مجھے بتائے کہ تو نے اس کے ساتھ کیا کیا جس سے اس کا پتہ پھٹ گیا اور اے میرے بیٹے' میں اس سے ہمیشہ پوچھتی تھی کہ تو کیوں بیمار ہے؟ لیکن وہ کچھ نہ کہتی تھی۔ اب میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ تو بتا کہ تو نے اس کے ساتھ کیا کیا کہ وہ مر گئی؟ میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ خدا اس کا بدلا تجھ سے لے کیونکہ اس نے مجھ سے کچھ نہ کہا بلکہ ہمیشہ اپنا راز چھپاتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ مر گئی مگر تجھ پر ناراض نہ ہوئی! جب اس کا دم نکلا تو میں اس کے پاس تھی اور اس نے آنکھیں کھول کر مجھ سے کہا تھا کہ اے میرے چچا کی بیوی' خدا تیرے بیٹے کو میرا خون معاف کرے اور اس سے بدلہ نہ لے! خدا مجھے اس فانی دنیا سے ہمیشگی کی آخرت میں لیے جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میری بیٹی' خدا تجھے اور تیری جوانی کو سلامت رکھے! میں نے اس کی بیماری کا سبب بہت پوچھا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ مسکرا کر کہا کہ اے میرے چچا کی بیوی' اپنے بیٹے سے کہہ دیجیو کہ جب وہ اس شخص کے پاس جائے جہاں روز جایا کرتا ہے تو رخصت کے وقت وہ

یہ دو جملے کہہ دے: وفا خوب ہے اور بے وفائی نامرغوب" یہ اس کے ساتھ میری مہربانی ہے تا کہ میں مرنے کے بعد بھی اس کے ساتھ ویسی ہی نیکی کروں جیسی کہ زندگی میں کرتی تھی۔ اس کے بعد اس نے تیرے لیے مجھے ایک چیز دی اور مجھے قسم دے کر کہا کہ میں وہ تجھے اس وقت تک نہ دوں جب تک کہ تجھے اس پر روتا اور نوحہ کرتا نہ دیکھ لوں۔ وہ چیز میرے پاس ہے اور جب میں تجھے اس حالت میں دیکھوں گی جس کا میں نے ذکر کیا ہے تو تجھے دے دوں گی۔ میں نے کہا کہ دکھا تو سہی لیکن اس نے یہ بھی نہ مانا۔

ادھر میں اپنے عیش میں مشغول ہو گیا اور میری چچیری بہن کی یاد دل سے اتر گئی کیونکہ میری عقل اپنی جگہ پر نہ تھی اور میرا دل یہی چاہتا تھا کہ میں دن رات اپنی محبوبہ کے پاس رہوں۔ اب مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ رات ہو گئی اور میں باغ گیا اور دیکھا کہ لڑکی میرا انتظار کرتے کرتے بے چین ہے۔ ابھی اسے میری موجودگی کا پورا یقین بھی نہ ہوا تھا کہ وہ مجھ سے لپٹ گئی اور میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور میری چچیری بہن کا حال پوچھنے لگی۔ میں نے جواب دیا کہ وہ فوت ہو گئی اور ہم نے اس کے لیے دعائیں کروائیں اور قرآن ختم کرائے۔ اس کو مرے چار دن ہو چکے ہیں اور آج پانچواں ہے۔ یہ سن کر وہ چلانے اور رونے لگی اور کہنے لگی کہ میں نے کہا نہ تھا کہ تو اسے مار کر چھوڑے گا۔ اگر تو مجھے اس کا حال مرنے سے پہلے بتا دیتا تو میں اس کے ان احسانوں کا بدلہ دیتی جو اس نے میرے ساتھ کیے ہیں کیونکہ اس نے میرے ساتھ نیکی کی ہے اور تجھے مجھ سے ملایا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو ہم دونوں کبھی نہ ملتے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو اس گناہ کی وجہ سے مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ میں نے کہا کہ اس نے مرنے سے پہلے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے تمام باتیں بیان کر دیں جو میری ماں نے کہی تھیں۔ اس نے کہا میں تجھے قسم دیتی ہوں کہ جب تو اپنی ماں کے پاس جائیو تو پوچھیو کہ وہ تیرے لیے کون

سی چیز چھوڑ گئی ہے۔ میں نے کہا کہ میری ماں نے یہ بھی کہا ہے کہ میری چچیری بہن مرتے وقت مجھے یہ پیغام دے گئی ہے کہ جب میں اس جگہ جاؤں جہاں میں روزانہ جایا کرتا ہوں تو یہ دو جملے کہوں: "وفا خوب ہے اور بے وفائی نامرغوب" جب لڑکی نے یہ سنا تو کہنے لگی کہ خدا اس پر رحمت بھیجے کیونکہ اس نے تجھے مجھ سے بچا لیا ہے۔ میں تجھے نقصان پہنچانا چاہتی تھی لیکن اب نہ پہنچاؤں گی اور نہ تکلیف دوں گی۔

اس پر مجھے تعجب ہوا اور میں نے پوچھا کہ آخر وہ کیا نقصان تھا جو تو مجھے پہنچانا چاہتی تھی حالانکہ ہم دونوں کے درمیان محبت ہے؟ اس نے کہا کہ تو مجھ پر مرتا ہے لیکن تو ابھی کم سن ہے اور ناتجربہ کار اور تیرے دل میں چھل فریب نہیں کیونکہ تجھے ہم لوگوں کے مکرو فریب کی خبر بھی نہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو وہ تیری مدد کر سکتی کیونکہ وہی تیری سلامتی کا سبب ہوئی اور تجھے ہلاکت سے بچاتی رہی۔ اب میں تجھے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تو کسی سے اس کا ذکر مت کیجیو اور نہ ہم لوگوں میں سے کسی کی طرف متوجہ ہو جیو خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ خبردار! خبردار! تو ابھی ناتجربہ کار ہے اور عورتوں کے چھل فریب سے واقف نہیں اور جو شخص کہ تجھے اشاروں کی تفسیر بتاتا تھا' وہ مر چکا ہے اس لیے مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے اور تجھے بچانے والا کوئی نہ ملے۔ کیونکہ تیری چچیری بہن تو مر چکی ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو اکیسویں رات

جب ایک سو اکیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ لڑکی نے مجھ سے کہا کہ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تو مصیبت میں نہ پھنس جائے اور تجھے بچانے والا نہ ملے۔ ہائے تیری چچیری بہن! کاش کہ اس کے مرنے سے پہلے مجھے معلوم ہوتا' تاکہ میں اس نیکی کا بدلہ دے سکتی جو اس نے میرے ساتھ کیا ہے اور اس سے ملتی! خدا اس پر رحمت بھیجے! اس نے اپنا بھید چھپائے رکھا اور اپنے دل کا حال کسی پر ظاہر نہ کیا۔ اگر وہ نہ ہوتی تو کبھی تیری رسائی مجھ تک نہ ہو سکتی۔ اب میں تجھ سے ایک بات کی درخواست کرتی ہوں' میں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ اس نے کہا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چل تاکہ میں اس کی قبر کی زیارت کروں۔ جس کے اندر وہ ہے اور اس پر چند اشعار لکھ آؤں۔ میں نے کہا کہ اگر خدا کو منظور ہے تو ہم کل چلیں گے۔ اس کے بعد میں اس کے ساتھ لیٹ گیا اور رات بھر لیٹا رہا اور وہ ہر لمحے کے بعد کہتی تھی کہ کاش تو اپنی چچیری بہن کے مرنے سے پہلے اس کا ذکر کرتا۔ میں نے پوچھا کہ ان دو جملوں کے کیا معنی ہیں جو اس نے مجھ سے کہے تھے اور جو یہ ہیں: وفا خوب ہے اور بے وفائی غیر مرغوب؟ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب دوسرا دن ہوا تو وہ اٹھی اور دیناروں کی ایک تھیلی لے کر مجھ سے کہنے لگی کہ اٹھ اور مجھے اس کی قبر پر لے چل تاکہ میں اس کی زیارت کروں اور اس پر اشعار کندہ کر دوں اور اس پر ایک گنبد بنواؤں اور اس کے لیے دعا کروں اور ان دیناروں کو اس کی روح پر تصدق کروں۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔ میں آگے آگے چل دیا اور وہ پیچھے پیچھے ہو لی۔ چلتے چلتے وہ نچھاور کرتی جاتی اور جب نچھاور کرتی تو یہ الفاظ کہتی کہ یہ عزیزہ کی روح کا صدقہ ہے جس نے اپنا راز یہاں تک چھپایا کہ موت

نے اسے آ لیا مگر اس نے اپنی محبت کا اظہار نہ کیا۔ وہ تھیلی میں سے لے کر نچھاور کرتی اور یہ کہتی جاتی تھی کہ عزیزہ کی روح کا صدقہ! یہاں تک کہ تھیلی خالی ہو گئی اور ہم قبر پر پہنچ گئے جب اس کی نظر قبر پر پڑی تو وہ رونے لگی اور قبر پر گر پڑی۔ اس کے بعد اس نے ایک فولاد کی چھینی نکالی اور ایک چھوٹی سی ہتھوڑی اور اس کی قبر پر چند دردناک اشعار کندہ کر دیئے۔

اب وہ روتی ہوئی چل دی اور میں اس کے ساتھ ہو لیا اور ہم باغ میں پہنچے اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ مجھے کبھی نہ چھوڑیو۔ میں نے کہا بسر و چشم اور میں اسی کا ہو رہا اور اسی کے یہاں آتا جاتا رہا۔ جب کبھی میں اس کے ساتھ رات بسر کرتا تو وہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتی اور مجھے محبت کی نظر سے دیکھتی اور وہ دو جملے پوچھتی تھی جو میری چچیری بہن عزیزہ نے میری ماں سے کہے تھے اور میں ان کو دہراتا۔ اب میں کھانے پینے اور بوس و کنار اور نفیس کپڑے پہننے میں خوب مشغول رہا یہاں تک کہ میں موٹا تازہ ہو گیا اور سارا رنج و الم جاتا رہا اور میں اپنی چچیری بہن کو بالکل بھول گیا۔ ایک سال تک میری یہ حالت رہی' اس کے بعد میں حمام گیا اور اپنے آپ کو خوب بنایا سنوارا اور عمدہ پوشاک پہنی اور حمام سے نکل کر ایک پیالہ شراب کا پیا اور اپنے لباس کی خوشبوئیں سونگھیں جو طرح طرح کے عطروں میں بسا ہوا تھا اور میرا دل باغ باغ ہو گیا اور مجھے زمانے کی بے وفائی اور حوادث کی بدبختیوں کی بالکل خبر نہ رہی۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو میرے جی نے کہا کہ اس کے پاس چلوں۔ میں نشے میں تھا اور معلوم نہیں کہ کدھر جا رہا تھا۔ اس کے گھر کی طرف جاتے جاتے میں نشے کی وجہ سے ایک گلی میں پھر گیا جس کا نام زقاق النقیب تھا۔ اس گلی میں' میں چل ہی رہا تھا کہ میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو کیا نظر آیا کہ ایک بڑھیا چلی آ رہی ہے جس کے ہاتھ میں ایک جلتی ہوئی موم بتی اور دوسرے ہاتھ میں ایک خط ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- **ایک سو بائیسویں رات**

جب ایک سو بائیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- نوجوان نے جس کا نام عزیز تھا' تاج الملوک سے کہا کہ جب میں ایک گلی میں داخل ہوا جس کا نام زقاق النقیب تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا چلی آ رہی ہے' جس کے ایک ہاتھ میں ایک جلتی ہوئی موم بتی ہے اور دوسرے میں ایک لپیٹا ہوا خط۔ میں اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ مجھے دیکھ کر اس نے کہا کہ بیٹا' تو پڑھنا جانتا ہے؟ میں نے موج میں آ کر کہا کہ ہاں خالہ' جانتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اچھا یہ خط لے اور مجھے پڑھ کر سنا دے۔ یہ کہہ کر اس نے خط مجھے دے دیا۔ میں نے اسے لے کر کھولا اور اسے پڑھ کر سنا دیا۔ وہ خط کسی غیر موجود شخص کی طرف سے تھا اور اس میں اپنے دوستوں کو سلام لکھا تھا۔ جب اس نے خط کا مضمون سنا تو وہ خوش ہو گئی اور اسے بڑی فرحت پہنچی اور اس نے مجھے دعا دی اور مجھ سے کہنے لگی کہ جس طرح تو نے میرے غم کو دور کیا ہے' خدا تیرے غم کو بھی دور کرے! یہ کہہ کر اس نے وہ خط مجھ سے لے لیا اور چل دی۔ ابھی وہ دو قدم بھی نہ گئی ہو گی کہ مجھے پیشاب معلوم ہوا اور میں پیشاب کرنے کے لیے اپنی ایڑیوں کے بل بیٹھ گیا اور اس کے بعد میں اٹھا اور اپنی ازار باندھی اور اپنے کپڑے ٹھیک کئے اور چاہتا ہی تھا کے آگے بڑھوں کہ اتنے میں پھر وہی بڑھیا آ پہنچی اور اس نے جھک کر میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ خدا تیری جوانی سلامت رکھے! میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس دروازے تک چلا چل کیونکہ جو کچھ تو نے مجھے خط میں پڑھ کر سنایا تھا وہ میں نے ان سے کہا لیکن وہ میرا یقین نہیں کرتے۔ میرے ساتھ دو قدم چل کر دروازے کے پیچھے سے انہیں یہ خط پڑھ کر سنا دے اور ایک صالحہ عورت کی دعا اپنے لیے لے۔ میں نے کہا کہ آخر اس خط کا قصہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا

کہ بیٹا' یہ خط میرے بیٹے کے پاس سے آیا ہے جو دس سال سے غائب ہے۔ وہ سوداگری کا مال لے کر باہر گیا ہے اور ایک زمانے تک پردیس میں رہا۔ یہاں تک کہ ہم اس کی واپسی سے ناامید ہو گئے اور ہمیں اس کی موت کا یقین ہو گیا۔ اب مدت کے بعد اس کا یہ خط آیا ہے اس کی ایک بہن ہے جو اس کے غم میں دن رات رویا کرتی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ بخیریت ہے لیکن اسے میرا یقین نہیں آتا اور کہتی ہے کہ کسی کو لا کر یہ خط میرے سامنے پڑھوا تا کہ مجھے اطمینان ہو۔ بیٹا' تو تو یہ جانتا ہے کہ محبت کرنے والے بدگمان ہوتے ہیں اس لیے مہربانی کر کے میرے ساتھ چل اور یہ خط اس کے سامنے پڑھ دے۔ تو پردے کے پیچھے کھڑا رہیو اور میں اس کی بہن کو بلا لاؤں گی تا کہ وہ دروازے کے اندر سے سن لے۔ اس طرح تو ہمارا رنج دور کر دے گا اور یہ ہماری حاجت روائی ہو جائے گی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جو کوئی کسی مصیبت زدہ سے دنیا کی ایک مصیبت دور کرے گا خدا ا سے سو مصیبتیں دور کرے گا اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی اپنے بھائی کی ایک دنیا کی مصیبت دور کرے خدا اس کی قیامت کے وقت کی بہتر مصیبتیں دور کرے گا۔ میں تیرے پاس آئی ہوں' مجھے محروم مت کر۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔

اب وہ آگے آگے چلی اور میں پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ میں ایک بڑے اور خوبصورت مکان کے دروازے پر پہنچا جس کے اوپر پیتل کے پتر چڑھے ہوئے تھے' میں دروازے کے پیچھے رک گیا اور بڑھیا نے عجمی زبان میں آواز دی۔ ابھی میرے ہوش بھی درست نہ ہونے پائے تھے کہ ایک لڑکی تیزی سے اور خوش خوش آ پہنچی۔ وہ اپنا پاجامہ گھٹنوں تک چڑھائے ہوئی تھی اور میری نظر اس کی پنڈلیوں پر پڑی جن کو دیکھ کر عقل و نظر دونوں حیران و پریشان ہو گئیں۔ ان دونوں پنڈلیوں پر جو مرمر کے ستونوں کی طرح تھیں' سونے کی پازیبیں جن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اور بھی سونے پر سہاگے کا کام کر رہی تھیں۔ اس کی قمیص کی آستینیں بغل تک چڑھی ہوئی تھیں اور اس

کی دونوں بانہیں برہنہ تھیں اور میری نظر اس کی گوری گوری کلائیوں پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ اس کے پہنچوں میں جو جوڑے کنگن پڑے ہیں' جن کے قفل بڑے بڑے

موتیوں کے ہیں اور اس کی گردن میں قیمتی ہیروں کا ایک طوق ہے۔ اور کانوں میں موتیوں کی بالیاں اور سر پر ایک نئی جھالر جس میں قیمتی نگینے جڑے ہوئے ہیں اس نے اپنی قمیص کا دامن نیفے میں اڑس لیا تھا گویا کہ وہ کسی کام میں مشغول ہے۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ وہ چمکتے ہوئے سورج کی طرح تھی۔ اب اس نے ایسی پیاری زبان سے جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی کہا کہ اماں یہی خط پڑھنے آیا ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں اور لڑکی نے خط کو ہاتھ میں لے کر میری طرف بڑھایا۔ اس کے اور دروازے کے درمیان دو گز کا فاصلہ تھا۔ اس لیے ادھر سے میں نے بھی ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کے ہاتھ سے خط لے لوں اور اپنے سر اور کاندھوں کو دروازے کے اندر کر لیا تاکہ اس کے قریب ہو کر خط سناؤں۔ مجھے کچھ خبر نہ تھی کہ بڑھیا نے اپنے سر سے میری پیٹھ میں ایک دھکا دیا اور میں مع خط کے آگے جا پڑا اور مکان کے اندر پہنچ گیا اور دہلیز سے دور ہو گیا۔ اب بڑھیا بجلی کی طرح بڑھی اور اس نے دروازے میں قفل ڈال دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو تئیس ویں رات

جب ایک سو تئیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- نوجوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ جب بڑھیا نے مجھے دھکا دیا تو میں دہلیز کے اندر جا پڑا اور بڑھیا نے بجلی کی طرح دوڑ کر دروازے میں قفل ڈال دیا۔ لڑکی نے جب دیکھا کہ میں دہلیز کے اندر ہوں تو وہ میرے پاس آئی اور مجھے اپنے سینے سے دبایا اور زمین پر گرا کر میرے سینے پر چڑھ بیٹھی اور میرے پیٹ کو اپنے ہاتھوں سے اتنا مسلا کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور اس کے بعد وہ مجھے ہاتھ پکڑ کر لے چلی اور اس کے مسلنے کی وجہ سے مجھ میں اتنی طاقت باقی نہ تھی کہ میں اپنا ہاتھ چھڑا سکوں۔ بڑھیا موم بتی لیے آگے آگے چلتی تھی اور لڑکی مجھے لیے پیچھے پیچھے یہاں تک کہ سات دہلیزیں طے کرنے کے بعد وہ مجھے ایک بڑے کمرے کے اندر لے گئی جس میں چار اتنے بڑے بڑے چبوترے تھے کہ ان میں سوار گیند بلا کھیل سکتے تھے۔ وہاں پہنچ کر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ آنکھیں کھول دے۔ میں نے آنکھیں کھول دیں لیکن مسلنے اور کچلنے کی وجہ سے مجھے اب چکر آ رہا تھا۔ اب میں نے دیکھا کہ سارا کمرہ بہترین مرمر کا بنا ہوا ہے اور تمام فرش ریشم اور اطلس کا ہے حتیٰ کہ تکئے اور چٹائیوں پر بھی ریشم چڑھا ہوا ہے اور وہاں دو چوکیاں تانبے کی پڑی ہوئی ہیں اور سرخ سونے کا ایک تخت ہے جس میں موتی اور ہیرے جڑے ہوئے ہیں اور دوسری کرسیاں ہیں جو محض تجھ جیسے بادشاہ کی شان کے شایاں ہیں اب اس نے مجھ سے کہا کہ اے عزیز' تجھے موت زیادہ پیاری ہے یا حیات؟ میں نے جواب دیا کہ حیات۔ اس نے کہا کہ اگر تجھے حیات زیادہ پیاری ہے تو میرے ساتھ شادی کر۔ میں نے کہا کہ میں تجھ جیسی لڑکی سے شادی نہیں کرنے کا۔ اس نے کہا کہ اگر مجھ سے شادی کرے گا تو بدذات ولیلہ کی بیٹی سے محفوظ ہو جائے گا۔ میں نے پوچھا کہ بدذات ولیلہ کی بیٹی کون ہے؟ اس نے ہنس

کر جواب دیا کہ وہی جس کی صحبت میں تجھے آج ایک سال اور چار مہینے ہو چکے ہیں' خدا اسے تباہ کرے اور اسے اور زیادہ مصیبت میں گرفتار کرے! خدا کی قسم' اس سے زیادہ فریبی آج دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ اس نے تجھ سے پہلے کتنے ہی آدمیوں کو قتل کر ڈالا ہے اور کیسے کیسے برے کام کئے ہیں! تو اس کے ہاتھ سے کس طرح بچ گیا حالانکہ تو اتنی مدت سے اس کے ساتھ ہے؟ نہ تو اس نے تجھے قتل کیا اور نہ کوئی نقصان پہنچایا۔

جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ اے میری آقا' تجھے اس کا حال کس طرح معلوم ہوا؟ اس نے کہا کہ میں اسے اسی طرح جانتی ہوں جس طرح زمانہ اپنے مصائب کو جانتا ہے لیکن اب میں چاہتی ہوں کہ جو کچھ تجھے اس کے ساتھ پیش آیا ہے' مجھ سے بیان کر تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تو اس کے ہاتھ سے کیونکر بچ گیا۔ اس پر میں نے اپنی ساری سرگزشت جو اس کے اور اپنی چچیری بہن عزیزہ کے ساتھ پیش آئی تھی' بیان کر دی۔ عزیزہ کی موت کا حال سن کر اس نے عزیزہ کے لیے رحمت کی دعا مانگی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی کہ اس کی جوانی فی سبیل اللہ ضائع ہوئی' اس کے عوض خدا تجھے نیک بدلا دے! اے عزیز' وہ خود مر گئی مگر بدذات ولیلہ کی بیٹی کے ہاتھ سے تجھے بچا گئی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو تو مر چکا ہوتا۔ مگر میں ڈرتی ہوں کہ وہ اپنے مکر و فریب سے تجھے تباہ نہ کر دے۔ میرا دل بھرا ہوا ہے مگر میں کچھ زبان سے نکال نہیں سکتی۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم' یہ ساری باتیں پیش آ چکی ہیں۔ اس پر وہ اپنا سر ہلانے لگی اور اس نے کہا کہ عزیزہ کا مثل آج دنیا میں ناپید ہے۔ میں نے کہا کہ مرتے وقت عزیزہ نے یہ وصیت کی تھی کہ میں اس لڑکی سے محض یہ دو جملے کہہ دوں: وفا خوب ہے اور بے وفائی نامرغوب۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اے عزیز' واللہ یہی دو جملے ہیں جن کی وجہ سے تو بچ گیا اور اس نے تجھے قتل نہیں کیا۔

اب مجھے اس کی طرف سے اطمینان ہے کہ وہ تجھے ضرر نہ پہنچائے گی اور تجھے قتل نہ کرے گی۔ تیری چچیری بہن نے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی تجھے بچا لیا۔ میں ہر روز تیرے آنے کی تمنا کرتی تھی مگر تو آج سے پہلے کبھی میرے ہاتھ نہ لگا اور میں نے دھوکا دے کر تجھے بلوا لیا۔ تو ابھی ناتجربہ کار ہے اور عورتوں کے فریب اور بوڑھیوں کے مکر سے بے خبر۔ میں نے کہا کہ درست ہے۔

اس نے کہا کہ اب غم مت کر اور دل ٹھنڈا رکھ کیونکہ ایک مرحومہ فوت شدہ اور ایک زندہ عورت کی عنایت کی نظر تجھ پر ہے۔ تو خوش رو جوان ہے اور میں تجھے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بغیر نہیں لینا چاہتی۔ جب کبھی تجھے مال یا کپڑوں کی ضرورت ہو گی فوراً حاضر کر دیئے جائیں گے اور میرے پاس تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ میرے پاس ہر وقت پکی ہوئی روٹی اور کوزے میں پانی موجود رہتا ہے۔

میں تجھ سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتی کہ تو میرے ساتھ وہ کام کیا کر جو مرغا کرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ مرغا کیا کرتا ہے؟ یہ سن کر وہ ہنسنے لگی اور تالیاں بجانے لگی اور مارے ہنسی کے زمین پر لوٹ گئی۔ اس کے بعد وہ اٹھی اور مسکرا کر کہنے لگی کہ اے میری آنکھوں کے تارے، تجھے نہیں معلوم کہ مرغا کیا کرتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم، مجھے واقعی نہیں معلوم کہ مرغا کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ مرغا کھاتا پیتا اور جفتی کرتا ہے۔ میں یہ سن کر شرما گیا اور اس سے کہا کہ یہی مرغے کا کام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں تجھ سے یہی چاہتی ہوں کہ تو کمر بستہ ہو جا اور دل مضبوط کر کے جہاں تک ممکن ہو سکے۔ یہ خدمت بجا لا۔ اب اس نے تالی بجائی اور کہا کہ ماں، جو لوگ تیرے پاس ہیں، ان کو بلا۔ وہ بڑھیا فوراً چار عادل گواہوں کو لے آئی اور ایک ٹکڑا ریشم کا۔ اب اس نے چار موم بتیاں جلائیں اور گواہوں نے داخل ہوتے ہی مجھ کو سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ لڑکی اٹھی اور اس نے چہرے پر ایک نقاب ڈال لی۔ ان میں سے ایک شخص نکاحی باپ بن

گیا اور نکاح نامہ تیار ہو گیا اور لڑکی نے یہ گواہی دی کہ اس کو معجل اور موجل دونوں مہر مل چکے ہیں اور اس کے میری طرف دس ہزار دینار نکلتے ہیں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چوبیسویں رات

جب ایک سو چوبیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ جب نکاح نامہ مرتب ہو گیا تو لڑکی نے گواہی دی کہ میں معجل اور موجل دونوں مہر لے چکی ہوں اور اس کے میرے ذمے دس ہزار دینار اور نکلتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے گواہوں کو اجرت دے کر رخصت کر دیا۔ اب وہ لڑکی اٹھی اور اس نے اپنے کپڑے اتارے اور ایک انگی قمیص پہنے ہوئے آئی جس پر سنہرا کشیدہ کڑھا ہوا تھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تخت کے اوپر لے گئی اور کہنے لگی کہ حلال کاری میں کوئی عیب نہیں اور تخت پر چت لیٹ گئی اور مجھے اپنے سینے پر لٹا لیا اور سسکیاں لینے لگی اور ناز و نخرے کرنے لگی۔ جب میں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور ہم نے دل کھول کر مزہ اٹھایا اور پھر صبح تک سوتے رہے۔ صبح کو میں نے اٹھ کر باہر جانا چاہا تو وہ میرے سامنے کھڑی ہو کر ہنسنے لگی اور اور کہا کہ واہ! واہ! تو سمجھتا ہے کہ حمام میں جانا اور باہر نکلنا ایک سا ہے۔ شاید تو نے مجھے بدذات ولیلہ کی بیٹی کی طرح سمجھا ہے۔ اس خیال کو دل سے نکال ڈال کیونکہ تو قرآن اور سنت کی بنا پر میرا شوہر ہے اور اگر تو نشے میں بھی ہو تو ہوش سنبھال یہ گھر جس میں اس وقت تو ہے' سال میں محض ایک روز کھلتا ہے۔ یقین نہ ہو تو بڑا دروازہ جا کر دیکھ آ۔

اب میں اٹھ کر بڑے دروازے کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ بند ہے اور کیلوں سے جڑا ہوا ہے۔ میں نے واپس آکر اس سے کہا کہ واقعی بند ہے اور اس میں کیلیں جڑی ہوئی ہیں۔ اس نے کہا کہ عزیز' ہمارے پاس یہاں آٹا اور غلہ اور میوے اور انار اور شکر اور گوشت اور بھیڑ بکریاں اور مرغیاں اتنی ہیں کہ کئی سال کے لیے کافی ہوں گی۔ دروازہ آج سے ایک سال کے بعد کھلے گا اور مجھے معلوم ہے کہ تو ایک سال سے پہلے

یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ میں نے کہا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ! اس نے کہا کہ کس چیز سے تجھے تکلیف ہو گی۔ حالانکہ تو مرغے کا کام جانتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ ہنسی اور میں بھی ہنس پڑا اور اس کا کہنا مان لیا اور اس کے ساتھ رہنے اور مرغے کا کام کرنے لگا یہاں تک کہ پورے بارہ ماہ گزر گئے اور اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ پورا سال گزرنے کے بعد میں نے دروازے کے کھلنے کی آواز سنی اور دیکھا کہ لوگ کیک اور آٹا اور شکر لے کر اندر آئے۔ اب میں نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا مگر اس نے کہا کہ عشا کے وقت تک ٹھہر جا اور جس وقت تو آیا ہے اس وقت باہر جائیو۔ میں عشاء کے وقت تک ٹھہر گیا اور پھر ارادہ کیا کہ نکلوں مگر مجھے ڈر لگتا تھا۔ اتنے میں وہ کہنے لگی کہ میں تجھے اس وقت تک نہیں نکلنے دوں گی جب تک کہ تو حلف نہ اٹھائے کہ آج ہی رات دروازہ بند ہونے سے پہلے تو واپس آ جائے گا۔ میں نے کہا کہ منظور ہے۔ اس نے مجھے تلوار اور قرآن اور طلاق کی قسمیں دیں کہ میں ضرور واپس آؤں گا۔ اب میں وہاں سے نکلا اور باغ میں گیا اور دیکھا کہ وہ پہلے کی طرح کھلا ہوا ہے۔ اس پر مجھے غصہ آیا اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں یہاں ایک سال سے نہیں آیا ہوں اور اب بے کہے آیا تو پہلے کی طرح کھلا پایا۔ خدا جانے وہ لڑکی بھی یہاں ہے کہ نہیں! قبل اس کے کہ میں اپنی ماں کے پاس جاؤں' پہلے جا کر دیکھوں تو سہی کیونکہ ابھی عشاء ہی کا وقت ہے۔ یہ کہہ کر میں باغ میں داخل ہو گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو پچیس ویں رات

جب ایک سو پچیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ یہ کہہ کر میں باغ میں داخل ہو گیا اور چلتے چلتے نشست گاہ تک پہنچا اور دیکھا کہ بدذات ولیلہ کی بیٹی گھٹنوں پر سر رکھے اور رخساروں کو ہاتھ پر ٹیک دیئے بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا رنگ بدل گیا اور آنکھیں اندر گھس گئی ہیں۔ جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو کہنے لگی کہ الحمد للہ تو صحیح و سلامت ہے' اور اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن مارے خوشی کے گر پڑی۔ مجھے اس کے آگے شرم معلوم ہوئی اور میں سر نیچا کر کے اس کی طرف بڑھا اور اسے بوسہ دیا اور اس سے کہنے لگا کہ تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آج رات تیرے پاس آؤں گا؟ اس نے کہا کہ یہ مجھے معلوم نہ تھا۔ واللہ ایک سال سے مجھے یہ معلوم نہیں کہ نیند کا مزہ کیسا ہوتا ہے بلکہ میں ہر رات تیرے انتظار میں جاگا کرتی تھی جس دن میں نے تجھے نئے کپڑے دیئے ہیں اور تو یہ وعدہ کر کے گیا ہے کہ تو حمام جا کر واپس آئے گا۔ اس دن سے میں اسی حالت میں ہوں۔ میں ایک رات انتظار میں بیٹھی رہی اور پھر دوسری رات اور پھر تیسری رات لیکن تو نہ آیا اور میں تیرے آنے کا انتظار کرتی رہی۔ یہ ہے عاشقوں کی شان! اب میں یہ چاہتی ہوں کہ تو ایک سال تک غائب رہنے کا سبب بتلا۔ میں نے یہ سارا قصہ بیان کر دیا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ میں نکاح کر چکا ہوں تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ میں نے کہا کہ میں آج رات کے لیے تیرے پاس آیا ہوں اور دن نکلنے سے پہلے چلا جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ کیا اس کے لیے یہ کافی نہ تھا کہ اس نے تجھے دھوکا دے کر تیرے ساتھ نکاح کر لیا اور پورے ایک سال تک اپنے یہاں بند رکھا یہاں تک کہ تو نے طلاق پر قسم کھا کر دن نکلنے سے پہلے واپس جانے کا وعدہ کیا اور اس نے تجھے اتنی اجازت نہ دی کہ تو اپنی ماں کے یا میرے

پاس دل بہلانے آئے اور یہ گوارا نہ کیا کہ تو ایک رات بھی اس سے الگ رہ کر ہم میں سے کسی کے ساتھ بسر کرے۔ لہٰذا اس کا کیا حال ہو گا' جس کے پاس سے تو سال بھر غائب رہا ہے؟ میں تو تجھے پہلے ہی پہچان گئی تھی' لیکن خدا تیری چچیری بہن عزیزہ پر رحم کرے کیونکہ جو اس پر گذری' کسی اور پر نہ گزری ہو گی اور جس بات پر اس نے صبر کیا کوئی اور نہ کر سکے گا۔ اور اس نے تیرے ظلم کی وجہ سے جان دے دی حالانکہ اسی نے تجھے مجھ سے بچایا ہے۔ میرا خیال تھا کہ تو مجھے چاہتا ہے اور اسی لیے میں نے تجھے کھلے بندوں چھوڑ رکھا تھا حالانکہ میں یہ کر سکتی تھی کہ تیرے بدن پر ایک ٹکڑا چربی کا نہ چھوڑتی یا تجھ کو بند کر دیتی یا مار ڈالتی۔

یہ کہہ کر وہ بلک بلک کر رونے لگی اور غصے میں بھر گئی اور میرے سامنے کانپنے لگی اور مجھے غضب آلود نظروں سے دیکھنے لگی۔ جب میں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو میرے پٹھے تھرتھر کرنے لگے اور مجھے اس سے ڈر معلوم ہوا کیونکہ اس کی شکل خوف ناک چڑیل کی سی ہو گئی تھی اور میری یہ حالت تھی جیسے کہ آگ پر پھلی۔ وہ کہنے لگی کہ تو میرے لیے اب بے کار ہے کیونکہ تو نے شادی کر لی ہے اور تیرے ایک لڑکا بھی ہو چکا ہے اب تو میری صحبت کے قابل نہیں رہا۔ میرے کام کا وہی شخص ہے جو کنوارا ہو' شادی شدہ میرے لیے بے کار ہے۔ تو نے مجھے اس گندی بیسوا کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے۔ خدا کی قسم' میں اس پتریا کا دل تجھ پر جلا کر چھوڑوں گی اور تو نہ اس کے لیے زندہ رہے گا اور نہ میرے لیے۔ یہ کہہ کر اس نے اس زور سے آواز دی اور قبل اس کے کہ میرے ہوش درست ہوں' دس کنیزوں نے آ کر مجھے زمین پر پچھاڑ دیا اور ابھی میں ان کے نیچے ہی تھا کہ وہ اٹھی اور ایک چھری لے آئی اور کہنے لگی کہ میں تجھے اس طرح ذبح کروں گی جیسے کہ بکرے کو ذبح کیا جاتا ہے اور یہ کمترین سزا ہے تیرے اس فعل کی جو تو نے میرے ساتھ اور مجھ سے پہلے اپنی چچیری بہن کے ساتھ کیا ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ میری جان اس کی کنیزوں

کے ہاتھ میں ہے اور میرا چہرہ مٹی سے لتھڑا ہوا ہے اور وہ چھری تیز کر رہی ہے تو مجھے موت کا یقین ہو گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ایک سو چھبیس ویں رات

جب ایک سو چھبیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ جوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ جب میں نے اپنی جان اس لونڈی کے ہاتھ میں دیکھی اور میرا چہرہ مٹی میں لتھڑا ہوا تھا اور وہ چھری تیز کر رہی تھی تو مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا اور میں اس کی دہائی دینے لگا مگر اس پر وہ زیادہ سخت دل ہو گئی اور اس نے اپنی کنیزوں سے کہا کہ وہ میری مشکیں باندھ دیں اور انہوں نے میری مشکیں باندھ کر زمین پر چت لٹا دیا اور میرے پیٹ پر بیٹھ گئیں اور میرا سر تھام لیا اور دو کنیزیں اٹھ کر میری پنڈلیوں پر بیٹھ گئیں اور دو کنیزوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ اب وہ دو کنیزوں کو لے کر اٹھی اور ان کو حکم دیا کہ مجھے ماریں اور انہوں نے مجھے اتنا مارا کہ میں بے ہوش ہو گیا اور میری آواز بند ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ ذبح ہونا میرے لیے بہتر اور آسان تر ہے۔ بہ نسبت اس زد و کوب کے اور مجھے اپنی چچیری بہن کا ایک فقرہ یاد آ گیا جو وہ اکثر کہا کرتی تھی: خدا تجھے اس کے شر سے بچائے! یہ یاد کر کے میں چلانے اور رونے لگا یہاں تک کہ میری آواز بیٹھ گئی اور مجھ میں نہ حس باقی رہی اور نہ سانس۔ لڑکی نے چھری تیز کر کے کنیزوں سے کہا کہ اس کے کپڑے اتار ڈالو۔ اب خدا نے یہ میرے دل میں ڈال دیا کہ میں اس سے وہ دو جملے کہوں جو میری چچیری بہن نے مرتے وقت کہے تھے اور میں اس سے کہنے لگا کہ اے میری آقا' کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ "وفا خوب ہے اور بے وفائی نامرغوب؟" جب اس نے یہ سنا تو ایک چیخ ماری اور کہنے لگی کہ اے عزیز' خدا تیرے اوپر رحم کرے! اللہ اس کی جوانی کے بدلے اسے جنت دے! خدا کی قسم! اس نے تجھے اپنی زندگی میں

بھی بچایا ہے اور مرنے کے بعد بھی اور ان دو جملوں کی بدولت اس نے تیری جان مجھ سے بچائی ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ میں تجھے یوں ہی جانے دوں بلکہ اس ذلیل پتریا کو دق کرنے کے لیے جس نے تجھے روک رکھا تھا' میں تجھے ایک نشانی دینا چاہتی ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی کنیزوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرے دونوں پاؤں رسی سے باندھیں اور مجھ پر سوار ہو جائیں۔ جب وہ یہ کر چکیں تو وہ میرے پاس سے اٹھی اور ایک تانبے کی کرچھلی لا کر اس کو انگیٹھی پر رکھا اور اس میں تل کا تیل ڈالا اور اس تیل میں پنیر تلا۔ میں تو بے ہوش پڑا تھا' اس نے آ کر میرے کپڑے اتارے۔ اب وہ ایک استرا لائی۔۔۔۔۔۔ اور میں عورت کی طرح ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے زخم کو داغ دیا اور پھر اس پر ایک سفوف مل دیا۔ یہ ساری باتیں میری بے ہوشی کی حالت میں ہوئیں۔ جب مجھے ہوش آیا تو خون بند ہو چکا تھا اور اس نے کنیزوں سے کہا کہ ڈوری کھول دیں۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک پیالہ شراب کا پینے کے لیے دیا اور کہنے لگی کہ اب اس کے پاس جا جس کے ساتھ تو نے شادی کی ہے اور جس نے تجھے ایک رات کے لیے بھی میرے پاس نہ آنے دیا۔ خدا رحم کرے تیری چچیری بہن پر جس کی وجہ سے تیری جان بچ گئی اور جس نے اپنا راز فاش نہ کیا۔ اگر تو اس کے دونوں جملے مجھے نہ سناتا تو میں تجھے ذبح کر چکی ہوتی۔ اب جا اس کے پاس جو تیری طلب گار ہے۔ میرے لیے تیرے پاس اور کوئی چیز نہ تھی۔ سوائے اس کے جسے میں نے کاٹ ڈالا ہے اور اب تیرے پاس کوئی چیز میرے لیے باقی نہیں رہی اور نہ مجھے تیری طرف رغبت رہی اور نہ تیری ضرورت۔ اب یہاں سے دور ہو اور اپنی چچیری بہن کے لیے رحمت کا طالب ہو۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے ایک ٹھوکر لگائی اور میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن چونکہ چلنے میں تکلیف ہوتی تھی اس لیے آہستہ آہستہ چلا یہاں تک کہ اپنی بیوی کے دروازے پر پہنچا اور دیکھا کہ وہ کھلا ہوا ہے اور میں اس کے اندر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اتنے میں میری بیوی باہر آئی اور مجھے اٹھا کر کمرے میں لے گئی اور دیکھا کہ میں مثل عورت کے ہو گیا ہوں اور بے ہوش ہو کر سو

گیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میں ایک باغ کے دروازے پر پڑا ہوں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو ستائیس ویں رات

جب ایک سو ستائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -------
وزیر دندان نے بادشاہ ضوء المکان سے کہا کہ اس کے بعد نوجوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ جب میری آنکھ کھلی اور مجھے ہوش آیا تو میں نے آپ کو باغ کے دروازے پر پایا۔ کراہتا ہوا اور آہ و زاری کرتا ہوا میں اٹھا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچا۔ جب میں اندر آیا تو دیکھا کہ میری ماں میرے اوپر گریہ و زاری کر رہی ہے اور یہ کہہ رہی ہے کہ بیٹا' خدا جانے تو کس ملک میں تھا! میں اس کے پاس پہنچ کر اس کے اوپر گر پڑا۔ جب اس نے مجھے دیکھا اور چھوا تو میرا حال بے حال پایا کیونکہ میرا چہرہ زرد اور سیاہ پڑ گیا تھا اور مجھے اپنی چچیری بہن یاد آ رہی تھی اور نیز ان بھلائیوں کی جو اس نے میرے ساتھ کی تھیں اور مجھے یقین آ گیا تھا کہ اسے مجھ سے محبت تھی۔ اس کی یاد میں' میں رونے لگا اور میری ماں بھی رو پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا' تیرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر مجھے اور بھی افسوس ہوا اور میں اتنا رویا کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میری نظر اس جگہ پر پڑی جہاں میری چچیری بہن بیٹھا کرتی تھی اور میں دوبارہ رونے لگا اور قریب تھا کہ میں روتے روتے بے ہوش ہو جاؤں۔ اس طرح میں آدھی رات تک روتا پیٹتا رہا۔ میری ماں نے کہا کہ تیرے باپ کو مرے دس روز ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس وقت مجھے سوائے اپنی چچیری بہن کے اور کسی کی یاد نہیں آتی۔ جو کچھ میرے اوپر گزری ہے' اس کا میں مستحق ہوں کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی اور میں اس سے دور بھاگتا تھا۔ ماں نے پوچھا کہ تجھ پر کیا گزری ہے؟ اس پر میں نے اپنی ساری سرگزشت بیان کر دی اور وہ سن کر رونے لگی۔
اس کے بعد وہ اٹھی اور میرے لیے کھانا لائی اور میں نے کچھ کھایا پیا اور پھر اپنا قصہ

بیان کیا اور ساری سرگزشت دہرائی۔ اس نے کہا کہ الحمد للہ کہ تجھ پر یہی گزری اور اس نے تجھے ذبح نہیں کیا۔ اب اس نے میرا علاج کیا اور مجھے دوائیں دیں یہاں تک کہ میں اچھا ہو گیا اور صحت ٹھیک ہو گئی۔ جب میں تندرست ہو چکا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اب میں تجھے وہ امانت لا کر دیتی ہوں جو تیری چچیری بہن نے میرے پاس رکھی ہے اب وہ تیری ملکیت ہے کیونکہ اس نے مجھے قسم دی تھی کہ میں وہ امانت تجھے اس وقت تک نہ دوں جب تک کہ میں یہ نہ دیکھ لوں کہ تو اس کی یاد کرتا اور اس پر روتا ہے اور باقی تمام لوگوں سے اپنا تعلق قطع کر چکا ہے۔ اب یہ شرطیں پوری ہو چکی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور اس نے ایک صندوق کھولا اور اس میں سے کپڑا نکالا جس پر ہرن کی یہ تصویر بنی ہوئی ہے اور یہ وہی کپڑا ہے جو میں نے اسے پہلے دیا تھا اور جس پر اب چند غم ناک شعر لکھے ہوئے تھے۔ جب میں نے وہ اشعار پڑھے تو میں زار زار رونے لگا اور منہ پر طمانچے مارنے لگا۔ جب میں نے یہ کپڑا کھولا تو اس میں سے ایک کاغذ گرا۔ اس کو کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ: اے میرے چچیرے بھائی میں نے تجھے اپنا خون معاف کر دیا ہے اور خدا سے امید ہے کہ وہ تجھے تیرے محبوب کے ساتھ کامیابی عطا کرے! لیکن اگر بدذات ولیلہ کی بیٹی سے تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو پھر نہ اس کے پاس کبھی جائیو! نہ کسی اور کے پاس اور اپنی مصیبت پر صبر کیجیو۔ اگر تیری تقدیر میں جینا نہ لکھا ہوتا تو تو کبھی کا مر چکا ہوتا۔ لیکن شکر خدا کا' جس نے تجھ سے پہلے مجھے موت دی۔ میرا سلام قبول کر اور اس کپڑے کے ٹکڑے کو جس پر ہرن کی تصویر ہے حفاظت سے رکھیو اور کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کیجیو کیونکہ جب تو نہ ہوتا تھا تو میں اسے اپنے پاس رکھتی تھی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو اٹھائیس ویں رات

جب ایک سو اٹھائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -------
وزیر دندان نے بادشاہ صوء المکان سے کہا کہ نوجوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ جو کچھ میری چچیری بہن نے نصیحت کے طور پر میرے لیے لکھا تھا۔ میں نے پڑھا اور اس میں یہ تھا کہ اس ہرن کو حفاظت سے رکھیو اور اس سے جدا نہ ہو جیو کیونکہ تیری غیر موجودگی میں وہ میرا ہمدم تھا۔ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ اگر اس ہرن کی کاڑھنے والی تک رسائی ہو جائے تو اس کو (ولیلہ کی بیٹی کو) چھوڑ دیجیو اور اسے اپنے پاس نہ پھٹکنے دیجیو اور اس سے شادی نہ کیجیو اور اگر ہرن والی تجھے نہ مل سکے اور وہ تیرے ہاتھ نہ لگ سکے اور اس تک رسائی کا کوئی وسیلہ تیرے پاس نہ ہو تو پھر کسی عورت کے پاس نہ بھٹکیو۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہرن والی ہر سال ایک ہرن کاڑھتی ہے اور اس کی کاریگری جس سے ساری دینا عاجز ہے لوگوں پر ظاہر ہے۔ اب تیری محبوبہ یعنی بدذات ولیلہ کی بیٹی کا یہ قصہ ہے کہ یہ ہرن کہیں سے اس کے ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ لوگوں کو دھوکا دیتی اور انہیں دکھا کر کہتی ہے کہ میری ایک بہن ہے جو یہ کاڑھتی ہے مگر وہ جھوٹی ہے' خدا اس کا راز فاش کرے!
بس یہ ہے میری نصیحت تیرے لیے۔ اور اس نصیحت کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتی ہوں کہ میرے مرنے کے بعد دینا تجھے بہت تنگ کرے گی۔ اگر اس کی وجہ سے تجھے کبھی سفر کرنا پڑے اور تو ملک ملک پھرے اور اس تصویر والی کی خبر تجھے معلوم ہو اور تیرا دل اس سے ملنے کو چاہے تو اس وقت تو مجھے یاد کرے گا لیکن بے سود اور میری قدر تجھے میرے مرنے کے بعد معلوم ہو گی۔ جو لڑکی یہ ہرن کاڑھتی ہے وہ جزائر کافور کے بادشاہ کی بیٹی ہے اور بڑی شریف زادی ہے۔
جب میں نے یہ خط پڑھا اور اس کے مضمون سے مجھے آگاہی ہوئی تو میں رونے لگا اور

میری ماں بھی رو پڑی۔ میں برابر اسے دیکھ دیکھ کر روتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ ایک سال تک میری یہی حالت رہی۔ اس کے بعد ان سوداگروں نے جو میرے شہر کے ہیں' سفر کا ارادہ کیا اور یہ وہی لوگ ہیں' جن کے ساتھ میں اس وقت قافلے میں ہوں اور میری ماں نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں سوداگری کا مال لے کر ان کے ساتھ سفر کروں تاکہ میری حالت سدھر جائے اور میرا غم غلط ہو جائے اور اس نے مجھ سے یہ کہا کہ دل شاد ہو اور غم مت کر اور سال دو سال یا تین سال باہر رہ جب تک یہ قافلہ واپس نہ آئے شاید تیرا غم غلط ہو اور تیری حالت سنبھل جائے۔ وہ مجھے برابر نرمی کے ساتھ سمجھاتی رہی' یہاں تک کہ سوداگری کا مال تیار کر کے میں ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جب سے میں سفر پر ہوں' ایک لمحے کے لیے بھی میرے آنسو نہیں تھمے اور جہاں کہیں بھی ہم اترتے ہیں تو میں یہ کپڑا کھول کر ہرن کو دیکھتا اور اپنی چچیری بہن کو یاد کر کے روتا ہوں جیسا کہ تو نے خود دیکھا ہے کیونکہ اسے میرے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی اور میرے ہی ظلم کی ماری ہوئی ہے۔ میں نے سوائے نقصان کے اسے کچھ نہیں پہنچایا اور اس نے میرے ساتھ ہمیشہ بھلائی کی۔ جب میں ان سوداگروں کے ساتھ وطن واپس پہنچوں گا تو ایک سال پورا ہو چکا ہو گا۔ جب سے میں جزائر کافور اور قلعہ بلور سے ہو کر آیا ہوں' میرا غم دوبالا ہو گیا ہے اور زخم تازہ ہو گئے ہیں۔

جزائر کافور سات جزیرے ہیں اور وہاں ایک بادشاہ کی حکومت ہے جس کا نام شہرمان ہے۔ اس کی ایک بیٹی ہے جس کا نام دینا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ وہی ہرن کاڑھتی ہے اور جو ہرن کہ اس وقت تیرے پاس ہے' اس کی کاری گری ہے۔

جب مجھے اس کا علم ہوا تو میرا شوق بھی بڑھ گیا اور میں فکر اور دل سوزی کے سمندر میں ڈوب گیا اور اپنی جان کو رونے لگا کیونکہ میں عورت کی طرح ہو گیا تھا اور کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ جب سے میں نے جزائر کافور کو چھوڑا ہے' میں گریہ و زاری کرتا اور غمگین رہتا ہوں اور معلوم نہیں کہ میرے لیے یہ ممکن بھی ہے کہ میں اپنے

وطن پہنچ کر اپنی ماں کے پاس مروں گا یا نہیں۔ میں دینا سے سیر ہو چکا ہوں۔ یہ کہہ کر میں رونے اور آہیں بھرنے اور فریاد کرنے لگا اور ہرن کی تصویر دیکھ دیکھ کر میرے آنسو جاری تھے۔ یہ ہے میری کہانی' اے بادشاہ! اس سے زیادہ عجیب و غریب تو نے کبھی نہ سنی ہو گی۔ تاج الملوک کو اس پر بہت تعجب ہوا اور جوں ہی جوان نے اپنا قصہ ختم کیا' شہزادے کے دل میں دینا کا حال اور اس کی خوبصورتی کا ذکر سن کر ایک آگ سی بھڑک اٹھی۔

اب شہرزاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

• ایک سو انتیس ویں رات

جب ایک سو انتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ جب تاج الملوک نے اس جوان کا قصہ سنا تو حیران رہ گیا اور اس کے دل میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی کیونکہ اس نے شہزادی دینا کے حسن کی تعریف سنی اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہی ہرن کی تصویریں کاڑھتی ہے تو اس کا عشق اور جنون دوبالا ہو گیا اور اس نے جوان سے کہا کہ خدا کی قسم' تیرے ساتھ وہ باتیں پیش آئی ہیں جو کسی کے ساتھ پیش نہ آئی ہوں گی۔ لیکن تیری ابھی اور زندگی باقی ہے جو تجھے کاٹنی ہو گی میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے ایک بات پوچھوں۔

عزیز نے کہا کہ وہ کیا؟ اس نے کہا کہ تو مجھ سے یہ بیان کر کہ تو نے اس لڑکی کو کس طرح دیکھا جس نے یہ ہرن کاڑھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' میں نے ایک ترکیب چلی تھی جس کی وجہ سے اس تک رسائی ہو گئی اور وہ یہ ہے کہ جب میں قافلے کے ساتھ اس کے شہر میں داخل ہوا تو میں اکثر باہر جاتا اور باغوں کی سیر کیا کرتا تھا۔ باغوں میں بہت سے درخت تھے اور ان کا باغبان ایک بوڑھا شخص تھا جس کی عمر بہت زیادہ ہو چکی تھی۔

ایک روز میں نے اس سے کہا کہ بڑے میاں' یہ باغ کس کا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کی بیٹی شہزادی دینا کا اور یہ باغ اس کے محل کے ساتھ ہے' جب کبھی وہ باغ کی سیر کرنا چاہتی ہے تو اس کے پیچھے کے دروازے کھول کر آ جاتی ہے اور پھولوں کی خوشبو کا لطف اٹھاتی ہے۔ میں نے کہا کہ اچھا مجھ پر یہ مہربانی کر کہ میں اس باغ میں بیٹھ جاؤں اور جب وہ سیر کرنے آئے تو میں اس کو ایک نظر دیکھ لوں۔ بڈھے نے کہا کہ اس میں کیا مضائقہ! جب اس نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے اسے چند درہم دیئے اور کہا کہ کوئی کھانے کی چیز خرید لا۔ اس نے خوش ہو کر وہ درہم

لے لیے اور دروازہ کھول دیا اور میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ چلتے چلتے ہم ایک نہایت نفیس بارہ دری کے پاس پہنچے اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو یہاں بیٹھ جا اور میں ابھی تیرے پاس واپس آتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے کچھ پھل لا کر میرے سامنے رکھ دیئے اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور ایک تلا ہوا میمنا لایا اور ہم نے پیٹ بھر کر کھایا مگر میری روح لڑکی کے دیدار میں لگی ہوئی تھی۔

ہم لوگ ابھی بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ دروازہ کھلا اور بڈھے نے مجھ سے کہا کہ اٹھ اور کہیں چھپ جا۔ میں اٹھ کر چھپ گیا کہ اتنے میں ایک حبشی غلام نے ہوا دروازے سے سر نکالا اور کہا کہ بڈھے' کیا تیرے پاس کوئی اور بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ غلام نے کہا کہ باغ کا دروازہ بند کر دے۔ بڈھے نے باغ کا دروازہ بند کر دیا۔ اتنے میں شہزادی دینا چور دروازے سے نکلی۔ جب میری نظر اس پر پڑی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ افق سے چاند نکل رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک اس کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا اور میرے دل میں اس کی طرف سے ایسی تمنا پیدا ہوئی جیسے کہ پیاسے کو پانی کی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا اور چلی گئی۔ اب میں بھی باغ سے نکلا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میری رسائی اس تک نہیں ہو سکتی اور اب میں مرد بھی نہیں رہا بلکہ مثل عورت کے ہو گیا ہوں اور وہ بادشاہ کی بیٹی ہے اور میں تاجر آدمی ہوں لہٰذا میری رسائی اس جیسی عورت یا کسی اور عورت تک کیونکر ہو سکتی ہے۔ جب میرے ان ساتھیوں نے سفر کا سامان باندھا تو میں بھی تیار ہو کر ان کے ساتھ چل دیا اور انہوں نے اس شہر کا رخ کیا۔ یہاں تک کہ ہم یہاں آ پہنچے اور تجھ سے ملے اور تو نے مجھ سے حالات دریافت کئے اور میں نے اپنا قصہ اور ساری سرگزشت بیان کی۔ والسلام۔

جب تاج الملوک نے یہ باتیں سنیں تو وہ دل و جان سے شہزادی دینا پر فدا ہو گیا اور عزیز کی سرگزشت پر اسے سخت حیرانی ہوئی اور عزیز کو اپنے ہمراہ لے کر سوار ہو گیا اور اپنے باپ کی راجدھانی میں پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے عزیز کو ایک علیحدہ مکان رہنے

کے لیے دیا اور کھانا پینا اور لباس جن جن چیزوں کی اسے ضرورت تھی' مہیا کیں۔ اب شہزادہ اس کو وہیں چھوڑ کر اپنے باپ کے محل میں گیا اور اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ کیوں کہ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

تاج الملوک اسی حال میں تھا کہ اس کا باپ آ پہنچا اور اس نے دیکھا کہ شہزادے کا رنگ بدلا ہوا ہے اور جسم دبلا ہو گیا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں اور اسے یقین ہو گیا کہ اس پر کوئی مصیبت آ پڑی ہے۔ اس نے کہا کہ بیٹا تیرا کیا حال ہے اور تجھ پر کیا گزری کہ تیرا رنگ بدل گیا اور جسم دبلا پڑ گیا؟ شہزادے نے اپنا سارا ماجرا اور عزیز کا قصہ بیان کیا اور نیز شہزادی دینا کا قصہ اور یہ کہ اس نے اسے آنکھ سے تو نہیں دیکھا لیکن سن کر اس پر عاشق ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ بیٹا' وہ ایک ایسے بادشاہ کی بیٹی ہے' جس کا ملک یہاں سے بہت دور ہے' اس خیال کو اپنے دل سے نکال ڈال اور اپنی ماں کے پاس محل میں جا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پوری ایک سو تیسویں رات

جب پوری ایک سو تیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------
وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ تاج الملوک کے باپ نے اس سے کہا کہ بیٹا' اس کا باپ بادشاہ ہے اور اس کا ملک یہاں سے دور ہے۔ اس خیال کو دل سے نکال ڈال اور اپنی ماں کے پاس محل میں جا' جہاں پانچ سو کنیزیں مثل چاند کے ہیں۔ ان میں سے جو تجھے پسند ہو لے لے اور اگر تو چاہے تو میں تیرا نکاح کسی شہزادی سے کر دوں جو دینا سے زیادہ خوبصورت ہو۔ بیٹے نے جواب دیا کہ سوائے اس کے اور کسی کی آرزو میرے دل میں نہیں ہے کیونکہ اس نے وہ ہرن کاڑھا ہے جو تو نے دیکھا ہے۔ میں تو اس کو لے کر رہوں گا ورنہ میں جنگلوں بیابانوں میں نکل جاؤں گا اور اس کی خاطر اپنی جان دے دوں گا۔
اس کے باپ نے کہا کہ اچھا ٹھہر جا تاکہ میں اس کے باپ کے پاس پیغام بھیجوں اور تیری مراد پوری کروں جس طرح کہ میں نے خود تیری ماں کے ساتھ کیا۔ مجھے یقین ہے کہ تیری آرزو پوری ہو جائے گی اور اگر وہ نہ مانے گا تو میں اس کی حکومت میں ہل چل مچا دوں گا اور ایسی فوج بھیجوں گا جس کا ایک سرا میرے پاس ہو اور دوسرا اس کے پاس۔ اس کے بعد اس نے جوان عزیز کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہ بیٹا' کیا تجھے راستہ معلوم ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں' معلوم ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ تو میرے وزیر کے ہمراہ جائے۔ عزیز نے کہا کہ بسر و چشم' جہاں پناہ۔ اب بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہ میرے بیٹے کے لیے کوئی مناسب تدبیر سوچ اور جزائر کافور جا اور بادشاہ کی بیٹی کے پاس میرے بیٹے کا پیغام لے جا۔ وزیر نے اسے بسر و چشم منظور کیا۔ اس کے بعد تاج الملوک اپنے محل میں گیا اور اس کا عشق اور زیادہ ہو گیا تھا اور دیر اس کے اوپر دشوار ہو رہی تھی۔ جب

رات کا اندھیرا پھیلا تو وہ رونے اور آہیں بھرنے اور فریاد کرنے لگا۔
فریاد کرتے کرتے اس پر غشی طاری ہو گئی اور جب اسے ہوش آیا تو صبح ہو چکی تھی۔

اب اس کے باپ کا ایک نوکر آیا اور اس کے سرہانے کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ تیرا باپ تجھے بلاتا ہے۔ وہ اپنے باپ کے پاس چل کھڑا ہوا۔ جب اس کے باپ نے اسے دیکھا تو رنگ بدلا ہوا پایا اور اس نے اسے اطمینان دلایا اور کہا کہ میں تم دونوں کو ملا دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اب اس نے عزیز اور اپنے وزیر کے لیے سفر کی تیاری کرنی شروع کر دی اور اس کے ہمراہ بہت سے تحائف کر دیے۔ دن رات چلتے چلتے وہ جزائر کافور کے قریب پہنچ گئے اور ایک دریا کے کنارے اترے اور وزیر نے ایک قاصد بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا تاکہ وہ ان کے آنے کی خبر پہنچائے۔ ابھی قاصد کو چلے ہوئے ایک پہر بھی نہ گزرا ہو گا کہ بادشاہ کے حجاب اور امرا شہر سے ایک فرسخ پر ان سے آ ملے اور ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے بادشاہ کو تحفے پیش کئے اور تین دن تک اس کے مہمان رہے۔ چوتھے دن وزیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر پیغام پہنچایا جو وہ لے کر آیا تھا۔ بادشاہ یہ سن کر حیران ہو گیا کہ کیا جواب دے کیونکہ اس کی بیٹی نہ مردوں سے محبت کرتی تھی اور نہ شادی کرنا چاہتی تھی۔ بادشاہ تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر سر اٹھا کر ایک خادم کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنی مالکہ دینا کے پاس جا اور اسے وہ پیغام پہنچا جو تو نے ابھی سنا ہے۔ خادم اٹھ کر چل دیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر بادشاہ سے کہنے لگا کہ جہاں پناہ' جب میں نے شہزادی دینا کے پاس جا کر وہ پیغام سنایا جو میں نے سنا تھا تو وہ غضب ناک ہو گئی اور ڈنڈا لے کر میرے پیچھے دوڑی اور چاہتی تھی کہ میرا سر پھاڑ ڈالے لیکن میں جان لے کر اس کے پاس سے بھاگا اور وہ کہتی جاتی تھی کہ اگر میرا باپ مجھے شادی پر مجبور کرے گا تو میں اپنے شوہر کو مار ڈالوں گی۔
اب بادشاہ نے وزیر اور عزیز سے کہا کہ تم نے خود سن لیا اور تمہیں معلوم ہو گیا اور

تم اس کی خبر بادشاہ کو پہنچا دینا اور اس سے میرا سلام کہنا اور یہ کہ میری بیٹی مردوں سے نفرت کرتی ہے اور شادی نہیں کرنا چاہتی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو اکتیس ویں رات

جب ایک سو اکتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- بادشاہ شہرمان نے وزیر اور عزیز سے کہا کہ بادشاہ کو میری طرف سے سلام کہنا اور جو کچھ تم نے سنا ہے' اس سے بیان کر دینا کہ میری بیٹی شادی کے خلاف ہے۔ لہٰذا وہ ناکام واپس گئے اور چلتے چلتے بادشاہ کے پاس پہنچے اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے سرداروں کو حکم دیا کہ لشکر میں کوچ بول دیں اور جنگ کا اعلان کر دیں۔ وزیر نے کہا کہ اے بادشاہ' یہ مت کر کیونکہ بادشاہ کا اس میں قصور نہیں بلکہ جب اس کی بیٹی نے یہ پیغام سنا تو کہلا بھیجا کہ اگر میرا باپ مجھے شادی کرنے پر مجبور کرے گا تو میں پہلے اپنے شوہر کو اور پھر اپنے آپ کو مار ڈالوں گی۔ انکار لڑکی کی طرف سے ہے۔

جب بادشاہ نے وزیر کی باتیں سنیں تو وہ ڈرا کہ کہیں تاج الملوک کو نقصان نہ پہنچے اور کہنے لگا کہ اگر میں نے اس کے باپ پر فوج کشی کی اور اس کی بیٹی کو لے آیا تو خودکشی کر لے گی اور مجھے اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ یہی پیغام اس نے اپنے بیٹے تاج الملوک کو بھیجا۔ جب اسے یہ پیغام پہنچا تو اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا' اب میں اس پر زیادہ صبر نہیں کر سکتا۔ بلکہ میں خود جا کر اس سے ملنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکالوں گا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ جائے۔ اس کے باپ نے کہا آخر تیری رسائی اس تک کس طرح ہو گی؟ اس نے جواب دیا کہ میں سوداگر کے بھیس میں جاؤں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تو جانے پر مصر ہے تو اپنے ساتھ وزیر اور عزیز کو لیتا جا۔ اب بادشاہ نے اپنے خزانے میں سے کچھ چیزیں نکالیں اور ایک لاکھ دینار کا سوداگری کا مال خریدا اور وزیر اور عزیز دونوں نے بادشاہ سے اتفاق کیا۔

جب رات ہوئی تو تاج الملوک اور وزیر دونوں عزیز کی قیام گاہ میں گئے اور رات وہیں گزاری۔ تاج الملوک کا دل بے چین ہو رہا تھا اور نہ اسے کھانا بھلا معلوم ہوتا تھا اور نہ سونا بلکہ اس پر افکار کا ہجوم تھا اور محبوبہ کا اشتیاق اسے مارے ڈالتا تھا اور وہ خدا سے دعا مانگتا تھا کہ وہ اسے اس سے ملا دے اور روتا اور آہیں بھرتا اور فریاد کرتا تھا اور اشعار پڑھتا تھا۔ جب وہ اشعار پڑھ چکا تو بلک بلک کر رونے لگا اور عزیز بھی رو پڑا اور اپنی چچیری بہن کو یاد کرنے لگا۔ دونوں نے یوں ہی روتے روتے صبح کر دی۔ اب تاج الملوک اٹھ کر سفر کا لباس پہنے ہوئے اپنی ماں کے پاس گیا۔ ماں نے اس کی خیریت پوچھی اور اس نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ ماں نے پچاس ہزار دینار دے کر اس کو رخصت کیا اور اس کی سلامتی کی دعا دی اور کہا کہ خدا تجھے اپنے دوستوں سے پھر ملائے۔ اس کے بعد اس نے باپ کے پاس جا کر اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دی اور پچاس ہزار دینار عطا کئے اور حکم دیا کہ شہر کے باہر اس کے لیے خیمہ نصب کیا جائے۔ اس خیمے میں دو روز رہ کر وہ روانہ ہو گیا۔ تاج الملوک کو عزیز کے ساتھ بہت انس تھا اور وہ اس سے کہنے لگا کہ اے میرے بھائی' اب میرے لیے تجھے چھوڑنا ناممکن ہے۔ عزیز نے کہا کہ علیٰ ہذا القیاس۔ بلکہ میری تو یہ آرزو ہے کہ میری جان تیرے قدموں کے نیچے نکلے لیکن بھائی' میرا دل مال میں لگا ہوا ہے۔ تاج الملوک نے کہا کہ جب ہمیں کامیابی حاصل ہو جائے گی تو ہم سب کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

اب انہوں نے کوچ کر دیا اور وزیر' تاج الملوک کو سمجھاتا جاتا تھا کہ صبر سے کام لینا چاہیے اور عزیز اسے کہانیاں سناتا جاتا اور اشعار پڑھتا جاتا اور پرانے قصے کہتا جاتا تھا۔ اس طرح سے انہوں نے پورے دو مہینے دن رات تیز تیز سفر کیا مگر تاج الملوک کو یہ سفر ختم ہوتے دکھائی نہ دیتا تھا اور اس کی آگ اور بھڑکتی جاتی تھی اور وہ روتا تھا اور اس کے ساتھ عزیز بھی روتا جاتا تھا کیونکہ اس کا دل بھی زخمی تھا۔ ان کے رونے پر وزیر کو ترس آیا اور اس نے کہا کہ اے میرے آقا' غم زدہ نہ ہو بلکہ خوش

ہو کیونکہ ہمیں کامیابی ہو گی۔ تاج الملوک نے کہا کہ وزیر' سفر کرتے کرتے مدت ہو گئی ہے' اب ہم میں اور اس شہر میں کتنا فاصلہ باقی ہے؟ عزیز نے کہا کہ اب تھوڑا سفر باقی رہ گیا ہے۔ وہ وادیاں اور میدان اور جنگل اور ریگستان کاٹتے چلے جاتے تھے کہ ایک رات تاج الملوک نے خواب میں دیکھا کہ اس کی محبوبہ اس کے پاس ہے اور وہ اسے گلے سے لگا رہا ہے اور چپٹا رہا ہے۔ اتنے میں وہ جاگ پڑا اور اس پر خوف طاری تھا اور وہ کانپ رہا تھا اور حیران تھا۔ وزیر نے اس کے سامنے آکر کہا کہ خوش ہو' یہ کامیابی کی نشانی ہے۔ غم مت کھا بلکہ دل شاد ہو' تو اپنی مراد کو ضرور پہنچے گا۔

عزیز اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ صبر سے کام لے' اور وہ ہمیشہ اس کا دل بہلاتا اور اس سے باتیں کرتا اور اسے کہانیاں سناتا تھا اور وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس طرح وہ اور دو مہینے چلتے رہے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ جب سورج چمکا تو انہیں دور کوئی سفید سی چیز دکھائی دی۔ تاج الملوک نے عزیز سے کہا کہ یہ سفیدی کیسی ہے؟ عزیز نے جواب دیا کہ اے میرے آقا یہ قلعتہ البیضا ہے اور یہ وہی شہر ہے جہاں تو جا رہا ہے۔ تاج الملوک یہ سن کر خوش ہو گیا اور جب وہ چلتے چلتے شہر کے بالکل قریب پہنچے تو تاج الملوک مارے خوشی کے پھولے نہ سماتا تھا اور اس کا سارا رنج و غم دور ہو گیا اور وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ سب کے سب تاجروں کے بھیس میں تھے اور شہزادہ تاجروں کے سردار کی طرح تھا۔ اب وہ اس جگہ پہنچے جس کا نام منزل التجار تھا اور جو ایک بہت بڑی سرائے تھی۔ تاج الملوک نے عزیز سے کہا کہ یہی محل التجار ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں' اور یہ وہی سرائے ہے جس میں' میں اترا تھا۔ سب اس میں اتر پڑے اور سواری کے جانور وہاں باندھ دیئے اور سامان اتار لیا اور اپنے سامان کو کوٹھڑیوں میں بند کر دیا اور چار دن تک ستائے۔ اس کے بعد وزیر نے لوگوں سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بڑا مکان کرائے پر لے دو اور انہوں نے اس کی تعمیل کی اور ایک عالیشان مکان کرائے

پر لیا جس میں بہت سے دل وابستگی کے سامان تھے اور وہ سب اس میں چلے گئے اور وزیر اور عزیز' تاج الملوک کے لیے تدبیریں سوچنے لگے مگر تاج الملوک پریشان تھا اور اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سوائے اس کے کہ وہ بزاز خانے میں تاجر بنا بیٹھا تھا۔ بال آخر وزیر نے تاج الملوک اور عزیز سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر ہم اسی طرح یہاں بیٹھے رہے تو ہمارا مقصد حاصل نہ ہو گا اور ہم کسی نتیجے پر نہ پہنچیں گے۔ میرے خیال میں ایک تجویز آتی ہے اور اگر خدا کو منظور ہے تو اس میں ہمیں فائدہ ہو گا۔ تاج الملوک اور عزیز نے کہا کہ جو تیری رائے ہو' کر کیونکہ بزرگوں کے کام میں برکت ہوتی ہے بالخصوص اس وجہ سے کہ تو تجربہ کار ہے۔ کہہ کہ تیرے خیال میں کیا بات آئی ہے؟ اس نے تاج الملوک کو جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم بزاز خانے میں تیرے لیے ایک دوکان کرائے پر لیں اور وہاں بیٹھ کر خرید و فروخت کریں کیونکہ ہر چھوٹے بڑے کو کپڑے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب تو آرام کر چکے تو اس دوکان پر بیٹھیو' خدا نے چاہا تو تیرا کام ہو جائے گا' خاص کر اس وجہ سے کہ تو حسین ہے لیکن عزیز کو اپنا امین بنائیو اور اسے دوکان کے اندر بٹھائیو تا کہ وہ کپڑے کے تھان نکال نکال کر تجھے دیا کرے۔ تاج الملوک نے یہ سن کر کہا کہ یہ رائے ٹھیک اور اچھی ہے۔

اب تاج الملوک نے ایک عمدہ سوداگرانہ لباس نکال کر پہن لیا اور اپنے غلاموں کو لے کر چل کھڑا ہوا اور ان میں سے ایک کو ایک ہزار دینار دیئے کہ وہ دوکان کے لیے تمام ضروری چیزیں خریدے۔ چلتے چلتے وہ بزاز خانے پہنچ گئے۔ جب سوداگروں کی نظر تاج الملوک پر پڑی اور انہوں نے دیکھا کہ کیسا حسین و جمیل ہے تو وہ حیران ہو گئے کہنے لگے کہ رضوان جنت کا دروازہ کھول کر بھول گیا تھا اور اس میں سے یہ خوبصورت جوان نکل بھاگا۔ کوئی یہ کہتا کہ غالباً یہ کوئی فرشتہ ہے۔ سوداگروں کے پاس پہنچ کر انہوں نے پوچھا کہ چودھری کی دوکان کہاں ہے اور لوگ ان کو وہاں لے گئے۔ جب انہوں نے چودھری کو سلام کیا تو وہ اور تمام سوداگر جو وہاں موجود تھے' کھڑے

ہو گئے اور ان کو تعظیم کے ساتھ بٹھایا کیونکہ انہوں نے وزیر کو دیکھا کہ وہ ایک بزرگ شخص ہے جس کے چہرے سے ہیبت ٹپکتی ہے اور اس کے ساتھ دو خوشرو جوان ہیں یعنی تاج الملوک اور عزیز۔ اور سوداگر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہ بوڑھا ان دونوں نوجوانوں کا باپ ہے۔ وزیر نے پوچھا کہ تم لوگوں میں سے بازار کا چودھری کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ہے۔ اتنے میں چودھری سامنے آ گیا اور وزیر نے دیکھا کہ وہ شان دار بڈھا ہے اور اس کے چہرے سے ہیبت اور وقار ٹپکتا ہے اور اس کے بہت سے نوکر چاکر اور غلام ہیں۔ چودھری نے اس کا خیر مقدم ایسا کیا جیسا کہ دوستوں کا کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بے حد عزت و احترام سے پیش آیا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہنے لگا کہ میں تم لوگوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ وزیر نے جواب دیا کہ میں ایک بوڑھا سن رسیدہ شخص ہوں اور میرے ساتھ یہ دو لڑکے ہیں۔ ان کے ساتھ میں نے تمام ملکوں کا سفر کیا ہے اور کسی شہر میں پورے ایک سال سے کم قیام نہیں کیا ہے تاکہ وہ وہاں سیر و تفریح کریں اور لوگوں سے واقفیت پیدا کریں۔
اب میں تمہارے شہر میں آ کر ٹھہرا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو بہترین جگہ میں ہمیں ایک دوکان لے دے تاکہ میں دونوں کو وہاں بٹھا دوں اور وہ اس شہر میں تجارت اور سیر و تفریح کریں اور یہاں کے لوگوں کے عادات و اطوار سیکھیں اور خرید و فروخت اور لین دین سے واقف ہو جائیں۔ چودھری نے کہا کہ بہت خوب۔ جب اس کی نظر ان دونوں لڑکوں پر پڑی تو وہ بے حد خوش ہو اور ان سے بہت محبت کرنے لگا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ان دونوں کو کم مایہ پانی سے پیدا کیا اور ان کی تصویر بنائی! اب وہ آ کر غلام کی طرح ان کی خدمت میں کھڑا ہو گیا اور ان کے لیے ایک دوکان تلاش کی جو بڑے بازار کے بیچوں بیچ تھی اور بازار بھر میں اس سے بڑی اور خوبصورت دوکان کوئی نہ تھی کیونکہ وہ وسیع تھی اور نہایت آراستہ اور اس کی الماریاں ہاتھی دانت اور آبنوس کی لکڑی کی تھیں۔ کنجیاں اس نے وزیر کے سپرد کر دیں جو بوڑھے سوداگر کی طرح نظر آتا تھا اور اس سے کہنے لگا کہ اے میرے

آقا! انہیں لے اور خدا یہ جگہ تیرے بیٹوں کے لیے مبارک کرے! وزیر نے اس سے کنجیاں لے لیں اور وہ سب سرائے میں واپس گئے جہاں ان کا سامان تھا اور غلاموں کو حکم دیا کہ سارا سامان اور کپڑے اس دوکان میں منتقل کر دیں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو بتیسویں رات

جب ایک سو بتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب وزیر نے کنجیاں لیں تو وہ اور تاج الملوک اور عزیز سرائے کو روانہ ہو گئے اور غلاموں کو حکم دیا کہ وہ سامان اور کپڑے اور تحفے تحائف دوکان میں منتقل کر دیں۔ چیزیں بہت تھیں گویا کہ ایک پورا خزانہ تھا۔ جب سب چیزیں وہاں پہنچ چکیں تو وہ بھی وہاں پہنچے اور ساری چیزوں کو آراستہ کیا اور سو گئے۔ جب صبح ہوئی تو وزیر ان دونوں کو حمام میں لے گیا اور انہوں نے نہا دھو کہ عمدہ پوشاکیں پہنیں اور عطر لگایا اور انہیں حمام میں بڑا مزہ آیا۔ دونوں لڑکے نہایت حسین و جمیل تھے۔ جب چودھری نے سنا کہ وہ حمام گئے ہیں تو ان کے انتظار میں باہر بیٹھا رہا۔ جب وہ باہر نکلے تو معلوم ہوتا تھا کہ دو غزال ہیں' ان کے رخسار سرخ سرخ تھے اور آنکھیں کالی کالی اور چہرے ایسے چمک رہے تھے جیسے کہ دو چمکتے ہوئے چاند ہوں یا دو پھلوں سے لدی ہوئی شاخیں۔ جب چودھری نے انہیں دیکھا وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے میرے بیٹو' تمہیں حمام راس آئے! تاج الملوک نے شیریں کلامی سے کہا کہ اے باپ' خدا تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے! تو ابھی اندر آ کر ہمارے ساتھ کیوں نہیں نہایا؟ اب دونوں چودھری کے ہاتھ کی طرف جھکے اور اسے بوسہ دیا اور اس کے آگے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے دوکان پر پہنچے۔ یہ اس کی تعظیم اور احترام کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ سوداگروں کا چودھری اور بازار کا مکھیا تھا اور اس نے انہیں دوکان دلا کر ان پر احسان کیا تھا۔ اب وہ انہیں آنکھ بھر بھر کر دیکھنے اور گا گا کر اشعار پڑھنے لگا۔ جب انہوں نے اس کے اشعار سنے تو اس سے کہا کہ دوسری بار ہمارے ساتھ ضرور حمام آئیو۔ اس کو اس بات کا یقین نہ آتا تھا اور وہ دوڑ کر حمام پہنچا اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ حمام میں داخل

ہوئے۔ ابھی وزیر حمام سے نہ نکلا تھا' جب اس کو خبر پہنچی تو اس نے حمام کے وسط تک آ کر اس کا استقبال کیا اور غسل کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس پر تاج الملوک نے ایک طرف سے اس کا ہاتھ پکڑا اور عزیز نے دوسری طرف سے اور اسے ایک تنہا کمرے میں لے گئے۔ تاج الملوک نے قسم کھا کر کہا کہ میں تجھے نہلاؤں گا اور عزیز نے قسم کھائی کہ میں ہی تیرے اوپر پانی ڈالوں گا۔ اس کی مرضی تو یہی تھی مگر وہ نہیں نہیں کرتا جاتا تھا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ وہ تیرے ہی بچے ہیں' انہیں نہلانے دے' چودھری نے کہا کہ خدا انہیں تیرے لیے زندہ رکھے! واللہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے آنے سے ہمارے شہر میں برکت اور سعادت آ گئی۔

اس پر انہوں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ تاج الملوک اس کو نہلاتا جاتا اور عزیز اس پر پانی ڈالتا جاتا تھا اور اسے ایسا مزہ آتا تھا کہ گویا اس کی روح جنت میں ہے۔ جب وہ اسے نہلا چکے تو اس نے ان دونوں کے لیے دعا کی اور وزیر کے پہلو میں بیٹھ گیا کہ وہ اس سے باتیں کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی نظر تاج الملوک اور عزیز کی طرف تھی۔ اب غلام تولیہ لائے اور انہیں پونچھا اور کپڑے پہنچائے اور وہ سب حمام سے باہر نکلے۔ وزیر نے چودھری کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے آقا' حمام دینا کی نعمت ہے۔ چودھری نے جواب دیا کہ خدا تجھے اور تیرے بچوں کی عافیت سے رکھے اور بری نظر سے بچائے! اب وہ ایک دوسرے کو حمام کی تعریف میں اشعار سنانے لگے۔
اس کے بعد چودھری نے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کیا اور اپنے مکان میں واپس گئے تاکہ حمام کی گرمی سے ذرا آرام کر لیں۔ آرام کرنے کے بعد انہوں نے کھایا پیا اور اس رات وہ اپنے گھر میں بڑے آرام و آسائش سے سوئے۔ جب صبح ہوئی تو وہ نیند سے جاگے اور وضو کر کے نماز پڑھی اور صبوحی پی۔
جب سورج نکلا اور دوکانیں اور بازار کھلے تو وہ اٹھے اور مکان سے نکل کر ٹہلتے ٹہلتے بازار پہنچے اور دوکان کھولی۔ اس اثناء میں غلاموں نے اسے بہترین طریقے سے سجا رکھا

تھا اور اس میں سجادے اور ریشمی فرش بچھا رکھے تھے اور دو دیوان بچھائے تھے جن میں سے ہر ایک کی قیمت سو سو دینار تھی اور جن پر شاہانہ کھال کا فرش تھا' جن کے اردگرد سنہری جھالر تھی۔ دوکان کے بیچ میں ایک نہایت عمدہ فرش تھا جو اس دوکان کی شان کے شایاں تھا۔

ایک دیوان پر تاج الملوک بیٹھا اور دوسرے پر عزیز اور دوکان کے بیچ میں وزیر اور غلام اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب شہر والوں نے ان کی خبر سنی تو وہ جوق در جوق آتے اور وہاں اس سے سامان اور کپڑے خریدتے۔ اب شہر میں ہر شخص تاج الملوک کے حسن و جمال کی داستانیں سنانے لگا اور جتنے زیادہ دن ان کو ہوتے جاتے' اتنی بھیڑ لوگوں کی ان کے پاس بڑھتی جاتی۔ وزیر نے تاج الملوک سے کہا کہ اپنا بھید نہ کھولیو اور اسے عزیز کے سپرد کر کے گھر روانہ ہوا تاکہ تنہا بیٹھ کر کوئی تدبیر سوچے۔ تاج الملوک اور عزیز باہم بات چیت کرتے اور تاج الملوک کہتا کہ کاش کہ شہزادی دینا کے پاس سے کوئی آئے! اس تمنا میں تاج الملوک پر دن رات گزر رہے تھے اور وہ بے چین ہو رہا تھا' نہ وہ لیٹتا تھا' نہ سوتا اور عشق اسے مارے ڈالتا تھا اور اس کی محبت روز افزوں ترقی پر تھی یہاں تک کہ کھانا پینا اور سونا سب اس پر حرام ہو گیا۔ مگر اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی سی تھی۔ ایک دن تاج الملوک بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بڑھیا عورت آئی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو تینتیس ویں رات

جب ایک سو تینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کے اے نیک بخت بادشاہ ------
وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ تاج الملوک بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک بڑھیا چلی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے دو کنیزیں ہیں۔ چلتے چلتے وہ تاج الملوک کی دوکان پر آ کر ٹھہر گئی۔ جب اس نے اس کا قد و قامت اور حسن و جمال دیکھا تو اس کی ملاحت پر وہ حیران ہو گئی اور وہ کہنے لگی کہ پاک ہے وہ ذات جس نے تجھے کم مایہ پانی سے پیدا کیا اور تجھے دیکھنے والوں کے لیے فتنہ بنایا! پھر ذرا سوچ کر کہنے لگی کہ یہ بشر نہیں بلکہ کوئی عالی شان فرشتہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس کے قریب آئی اور اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کھڑا ہو گیا اور اسے دیکھ کر مسکرایا۔ یہ ساری باتیں عزیز کے اشارے سے تھیں۔ اس کے بعد اس نے بڑھیا کو اپنے پاس بٹھایا اور اس پر پنکھا جھلنے لگا یہاں تک کہ جب وہ ستا چکی اور اس نے آرام کر لیا تو وہ تاج الملوک کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ میرے بیٹے' اے ظاہر و باطن کی خوبیوں والے' کیا تو اسی ملک کا رہنے والا ہے؟ تاج الملوک نے نہایت شیریں بیانی سے کہا کہ اے میری آقا' اس مرتبہ سے پہلے میں اپنی ساری عمر میں کبھی یہاں نہیں آیا ہوں اور اس مرتبہ بھی محض سیر و تفریح کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ بڑھیا نے کہا کہ خدا تجھے برکت دے' کیا تو کپڑے لایا ہے؟ مجھے کوئی نہایت خوبصورت چیز دکھا کیونکہ خوبصورتوں کے لیے خوبصورت چیز ہی زیبا ہے۔ جب تاج الملوک نے اس کی باتیں سنیں تو اس کا دل دھڑکنے لگا مگر وہ اس کی باتوں کا مفہوم نہ سمجھا۔ عزیز نے اسے اشارہ کیا اور تاج الملوک اس بڑھیا سے کہنے لگا کہ میری پاس تیری ضرورت کی سب چیزیں ہیں اور میرے پاس ایسی چیزیں بھی ہیں جو محض بادشاہوں اور شاہزادیوں کے قابل ہیں بتا کہ تجھے کس چیز کی ضرورت ہے اور کس کے لیے؟ تا کہ

میں خریدار کی خاطر خواہ چیزیں تجھے دکھاؤں۔ اس کہنے سے اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ بڑھیا کے کہنے کا مطلب سمجھے۔ بڑھیا نے کہا کہ مجھے ایسا کپڑا درکار ہے جو بادشاہ شہرمان کی بیٹی شہزادی دینا کے قابل ہو۔

جب تاج الملوک نے اپنی محبوبہ کا نام سنا تو اس کی باچھیں کھل گئیں اور وہ عزیز سے کہنے لگا کہ فلاں بقچہ لا۔ عزیز نے وہ بقچہ لا کر اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ تاج الملوک نے بڑھیا سے کہا کہ جو چیز اس کے قابل ہو' پسند کر لے' یہ ایسی چیزیں ہیں جو سوائے میرے اور کسی کے پاس یہاں نہ ملیں گی۔ بڑھیا نے ایک ہزار دینار کی مالیت کی چیزیں پسند کر لیں اور پوچھا کہ ان کی کیا قیمت ہے؟ تاج الملوک نے کہا کہ کیا اس حقیر قیمت کا سودا میں تجھ سے کروں گا! خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا تعارف تجھ سے کرایا! بڑھیا نے کہا کہ تیرا اللہ بیلی! خدا تیرے خوبصورت چہرے کو اپنی پناہ میں رکھے! چہرہ ملیح اور زبان فصیح! مبارک ہے وہ عورت جو تیری گود میں سوئے اور تیری جوانی کے مزے اڑائے۔ خاص کر جب وہ بھی تیری طرح حسن و جمال کی دیوی ہو! اس پر تاج الملوک ہنستے ہنستے لوٹ پڑا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اے بدکار بوڑھیوں کے ذریعے سے حاجتوں کو پورا کرنے والے! واقعی وہی حاجب روائی کے کام آتی ہیں! بڑھیا نے کہا کہ بیٹا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام تاج الملوک ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ یہ نام تو بادشاہوں اور شاہزادوں کا ہوتا ہے اور تو سوداگر کے بھیس میں ہے۔ اس پر عزیز نے جواب دیا کہ والدین نے اپنی چاہت اور اس کے احترام کی وجہ سے اسے یہ نام دیا ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے' خدا تمہیں بری نظروں اور دشمنوں اور حاسدوں سے بچائے' خواہ تم اپنے حسن سے لوگوں کے دل پاش پاش کیوں نہ کرو! اب بڑھیا کپڑے لے کر چلتی ہوئی اور وہ تاج الملوک کے حسن و جمال اور قد و اعتدال پر محو تھی۔

جب وہ شہزادی دینا کے پاس پہنچی تو کہنے لگی کہ اے میری مالکہ' میں تیرے لیے نہایت عمدہ کپڑے لائی ہوں۔ شہزادی نے کہا کہ مجھے دکھا۔ اس نے کہا کہ اے میری مالکہ'

یہ کیا ہیں' انہیں کھول' اے میری آنکھوں کا نور اور دیکھ۔ جب شہزادی دینا نے انہیں دیکھا تو وہ حیران ہو گئی اور کہنے لگی کہ اے میری دایہ' یہ تو نہایت عمدہ کپڑے ہیں' ایسے میں نے کبھی اس شہر میں نہیں دیکھے۔ بڑھیا نے کہا کہ اور ان کا بیچنے والا ان سے زیادہ خوبصورت ہے' گویا رضوان جنت کا دروازہ کھول کر بھول گیا تھا اور اس میں سے ایک لڑکا نکل بھاگا۔ وہی یہ کپڑے بیچتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ وہ آج رات تیرے پاس آئے کیونکہ وہ محض عیش کرنے کی غرض سے تیرے شہر میں قیمتی کپڑے لے کر آیا ہے جو اس کو دیکھتا ہے' دیوانہ ہو جاتا ہے۔ بڑھیا کی یہ باتیں سن کر شہزادی دینا ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ اے منحوس بڑھیا' تجھ پر خدا کی مار! تو بڑھیا کھوسٹ ہو گئی ہے اور تیری عقل جاتی رہی ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ کپڑے لا تو سہی تاکہ میں انہیں غور سے دیکھوں۔ بڑھیا نے اسے کپڑے دیئے اور اس نے دیکھا کہ اتنے کم وزن اور اس قدر قیمتی! یہ دیکھ کر وہ خوش ہو گئی کیونکہ اس نے عمر بھر ایسے کپڑے نہ دیکھے تھے اور کہنے لگی کہ خدا کی قسم' بڑے نفیس کپڑے ہیں! بڑھیا نے کہا کہ اے میری آقا' اگر تو ان کے مالک کو دیکھے تو تجھے یقین آ جائے گا کہ دینا میں اس سے زیادہ حسین کوئی نہیں ہے۔ شہزادی دینا نے کہا کہ تو نے اس سے پوچھا بھی کہ اس کی کوئی حاجب ہے تاکہ اسے ہم پورا کر دیں۔ بڑھیا نے سر ہلا کر جواب دیا کہ خدا تیری فراست سلامت رکھے! خدا کی قسم اس کی ایک ہی حاجت ہو سکتی ہے' خدا تیری دانشمندی کو قائم رکھے! کوئی ایسا بھی ہے جو حاجت سے خالی ہو۔

شہزادی دینا نے بڑھیا سے کہا کہ اس کے پاس جا کر میرا سلام پہنچا اور اس سے کہہ کہ تو نے اپنے آنے سے ہمارے ملک اور شہر کو شرف بخشا' جب کبھی تیری کوئی حاجت ہو گی تو ہم اسے بسر و چشم پورا کریں گے۔ یہ سن کر بڑھیا فوراً تاج الملوک کے پاس گئی۔ جب اس نے بڑھیا کو دیکھا تو وہ مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا اور سروقد کھڑا

ہو گیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب وہ بیٹھ کر ستا چکی تو اس نے اسے شہزادی کا پیغام دیا۔ جب اس نے پیغام دیا تو اس کی باچھیں کھل گئیں اور اس کا دل خوش ہو گیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب میری مراد بھر آئی اور بڑھیا سے کہنے لگا کہ بہتر ہو گا کہ میں تجھے ایک خط دے دوں اور تو اس کا جواب لے آ۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ اب اس نے عزیز سے کہا کہ دوات اور کاغذ اور پیتل کا قلم لا۔ جب وہ یہ چیزیں لے آیا تو اس نے ہاتھ میں قلم لے کر یہ اشعار لکھے:

"اے میری مطلوب' جو درد و الم میں نے تیرے فراق میں اٹھائے ہیں' انہیں اس خط میں لکھتا ہوں۔ اس کی پہلی سطر یہ ہے کہ میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔ دوسری یہ کہ میں محبت اور اشتیاق میں مر رہا ہوں۔ تیسری یہ کہ میری عمر اور میرے صبر کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ چوتھی یہ کہ عشق نکالے نہیں نکلتا۔ پانچویں یہ کہ میری آنکھوں کو تیرا دیدار کب نصیب ہو گا اور چھٹی یہ کہ وصال کا روز کب آئے گا؟"

اس کے بعد اس نے یہ الفاظ لکھے کہ "یہ خط اس شخص کی طرف سے ہے جو عشق کا گرفتار ہے اور تمناؤں کے قید خانے میں مقید اور اگر ان چیزوں سے اسے رہائی مل سکتی ہو تو اسی وقت جب کہ دوری اور فراق کے بعد اسے وصال اور ملاقات نصیب ہو۔ وہ احباب کی دوری سے مصیبت میں گرفتار ہے اور محبت کے عذاب میں مبتلا ہے۔"

اب اس کے آنسو بہنے لگے اور اس نے خط کو بند کر کے اس پر مہر لگائی اور بڑھیا کو دے دیا اور اس سے کہا کہ یہ شاہزادی کو دے دیجیو۔ اس نے کہا کہ سر آنکھوں پر۔ اس کے بعد اس نے بڑھیا کو ایک ہزار دینار دے کر کہا کہ یہ ہدیہ میں محبت کی بنا پر دیتا ہوں' اسے قبول کر بڑھیا نے دینار لیے اور اس کو دعا دی اور چلی گئی۔ چلتے چلتے وہ شہزادی دینا کے پاس پہنچی۔ جب اس نے بڑھیا کو دیکھا تو کہنے لگی کہ آیا' اس نے کس حاجت کا اظہار کیا کہ میں اسے پورا کروں؟ اس نے جواب دیا کہ اے میری مالکہ' اس نے یہ خط میرے ہاتھ بھیجا ہے' معلوم نہیں کہ اس میں کیا

ہے۔ یہ کہہ کر بڑھیا نے وہ خط دے دیا اور اس نے لے کر پڑھا اور اس کا مضمون سمجھا اور کہنے لگی کہ وہ تاجر کا بچہ ہوتا کون ہے کہ میرے ساتھ خط و کتابت اور مراسلت کرتا ہے! یہ کہہ کر وہ اپنا منہ پیٹنے لگی کہ ہم اتنے گئے گزرے ہو گئے کہ دوکان داروں کو یہ ہمت ہونے لگی! ہائے! ہائے! اس کے بعد اس نے کہا کہ اگر مجھے خدا کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر کے اسی کی دوکان پر لٹکا دیتی۔ بڑھیا نے کہا کہ آخر اس خط میں ہے کیا کہ تیرا دل بھڑک اٹھا اور تیری حالت دگرگوں ہو گئی؟ کیا اس میں کسی کے ظلم کی شکایت ہے یا کپڑوں کی قیمت کا مطالبہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تجھ پر خدا کی مار! اس قسم کی کوئی بات اس میں نہیں بلکہ عشق و محبت کی داستان ہے اور یہ سارے کرتوت تیرے ہیں۔ ورنہ وہ شیطان مجھے کیا جانتا ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ اے میری مالکہ' تو اپنے بلند محل میں بیٹھی ہوئی ہے جہاں کسی کا گزر تو درکنار' پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ خدا تجھے اور تیری جوانی کو الزام سے بچائے! کتوں کے بھونکنے سے کیا ہوتا ہے! تو بادشاہ کی بیٹی شہزادی ہے۔ میرے اوپر ناراض مت ہو کہ میں تیرے پاس یہ خط لائی کیونکہ مجھے کیا معلوم کہ اس میں کیا ہے؟ میری رائے میں تو اسے ایک خط لکھ اور اسے قتل کی دھمکی دے اور ایسی فضول گوئی سے منع کر تاکہ وہ ان باتوں سے باز آئے اور پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرے۔ شہزادی دینا نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں لکھوں تو کہیں اس کا لالچ اور نہ بڑھ جائے۔ بڑھیا نے کہا کہ جب وہ دھمکی سنے گا تو اپنی حرکت سے باز آئے گا۔ شہزادی نے کہا کہ دوات اور کاغذ اور پیتل کا قلم لاؤ۔ جب وہ یہ چیزیں لے آئی تو اس نے ایک سخت خط لکھا اور لپیٹ کر بڑھیا کے حوالے کیا اور کہا کہ یہ خط اسے دے کر کہیو کہ ایسی باتیں نہ لکھا کرے۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم۔

بڑھیا نے خط لیا اور خوش خوش وہاں سے روانہ ہو گئی اور اپنے گھر جا کر سو رہی۔ جب صبح ہوئی تو وہ تاج الملوک کی دوکان میں گئی اور دیکھا کہ وہ اس کے انتظار میں

بیٹھا ہوا ہے۔ اسے دیکھتے ہی وہ مارے خوشی کے باغ باغ ہو گیا اور جوں ہی وہ اس کے پاس پہنچی وہ کھڑا ہو گیا اور اسے اپنے پاس بٹھایا۔ بڑھیا نے خط نکال کر اسے دیا اور کہا کہ پڑھ' اس میں کیا لکھا ہے۔ جب شہزادی دینا نے تیرا خط پڑھا تو وہ بہت ناراض ہوئی لیکن میں نے اس کا غصہ ٹھنڈا کیا اور اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے لگی یہاں تک کہ وہ ہنسنے لگی اور اسے تجھ پر رحم آیا اور اس نے یہ جواب لکھا ہے۔

تاج الملوک نے اس کا شکریہ ادا کیا اور عزیز سے کہا کہ اسے ایک ہزار دینار دے دے۔ اس کے بعد اس نے خط پڑھا اور اسے سمجھا اور زار زار رونے لگا۔ اس پر بڑھیا کا دل پسیج گیا اور اس کے رونے پیٹنے سے اس کا دل کڑھنے لگا اور وہ اس سے کہنے لگی کہ بیٹا' اس خط میں کون سی ایسی بات ہے کہ تو رونے لگا؟ اس نے جواب دیا کہ وہ مجھے قتل کرنے اور پھانسی دینے کی دھمکی دیتی ہے اور خط و کتابت کو منع کرتی ہے لیکن اگر میں اس سے خط و کتابت بھی نہ کر سکوں تو ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے۔ اس خط کا جواب لے جا اور اس کا جو جی چاہے کرے۔ بڑھیا نے کہا کہ خدا تیری جوانی قائم رکھے! میں اپنی روح تجھ پر قربان کر کے تیری مراد پوری کراؤں گی اور تیرا ارمان نکلواؤں گی۔ تاج الملوک نے کہا کہ جو کچھ تو کرنا چاہتی ہے' میں اس کی تجھے اجازت دیتا ہوں تو خود اسے اپنی عقل کی ترازو میں تول کیونکہ تو ساری تدبیریں جانتی ہے اور مکر و فریب کے ہر باب سے آگاہ ہے۔ ہر مشکل بات تیرے اوپر آسان ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے بعد اس نے کاغذ لے کر ایک خط لکھا اور ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگا اور اتنا رویا کہ بڑھیا بھی رو پڑی اور وہ خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور کہنے لگی کہ غم مت کر بلکہ دل شاد ہو کیونکہ میں تجھے تیرے مقصد تک پہنچا کر چھوڑوں گی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو چونتیس ویں رات

جب ایک سو چونتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -------
جب تاج الملوک رونے لگا تو بڑھیا نے کہا کہ غم مت کر بلکہ دل شاد ہو کیونکہ میں تجھے تیرے مقصد تک پہنچا کر چھوڑوں گی۔ اب وہ اٹھی اور تاج الملوک کو اسی بے چینی کی حالت میں چھوڑ کر شہزادی دینا کے پاس گئی اور دیکھا کہ وہ اب تاج الملوک کے خط پر چیں بہ جبیں بیٹھی ہے۔ جب بڑھیا نے اسے یہ دوسرا خط دیا تو وہ اور بھی آگ بگولا ہو گئی اور بڑھیا سے کہنے لگی کہ میں نے کہا نہ تھا کہ اس کی طمع اور بڑھ جائے گی۔ بڑھیا نے کہا کہ وہ کتا ہوتا کون ہے جو تیری طرف بری نظر سے دیکھے! شہزادی دینا نے کہا کہ اس کے پاس جا کر کہہ آ کہ اگر اس کے بعد اس نے خط لکھا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گی۔ بڑھیا نے کہا کہ یہی باتیں تو خط میں لکھ دے اور میں خط کو لے کر اس کے پاس جاؤں گی تاکہ وہ خط دیکھ کہ خوفزدہ ہو جائے۔ اس نے کاغذ لے کر ایک دھمکی کا خط لکھا اور اسے تہہ کر کے بڑھیا کو دے دیا۔ بڑھیا خط لے کر تاج الملوک کے پاس روانہ ہو گئی۔ وہ بڑھیا کو دیکھ کر سروقد کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ خدا تیرے قدموں کی برکت ہمیشہ قائم رکھے! بڑھیا نے کہا کہ لے اپنے خط کا جواب۔ اس نے خط لے کر پڑھا اور زار زار رونے لگا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی مجھے ابھی قتل کر ڈالے تاکہ مجھے آرام تو ملے کیونکہ جس حالت میں' میں ہوں اس سے تو قتل ہونا بہتر ہے۔ اس کے بعد اس نے دوات قلم اور کاغذ لے کر ایک خط لکھا اور اسے تہہ کر کے بڑھیا کو دے دیا اور کہنے لگا کہ مجھ پر ناراض مت ہو' میں نے تجھے بے فائدہ تکلیف دی ہے۔ اب اس نے عزیز سے کہا کہ اسے ایک ہزار دینار دے دے اور اس سے کہا کہ بیٹا' خدا تیرے

ساتھ بھلائی کرے! میرا دل یہی چاہتا ہے کہ وہ تیرے پہلو میں ہو کیونکہ تو چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے اور وہ نکلتے ہوئے سورج کی طرح۔ اگر میں نے تم دونوں کو اکٹھا نہ کر دیا تو میرے زندہ رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے اپنی ساری عمر مکر و فریب میں گزاری ہے اور اب میں نوے سال کی ہو چکی ہوں تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں دو شخصوں کو اکٹھا نہ کر سکوں۔

اب وہ رخصت ہوئی اور تاج الملوک کو دلاسا دے کر چل دی اور چلتے چلتے شہزادی دینا کے پاس پہنچی۔ مگر اس نے وہ خط اپنے بالوں کے اندر اڑس لیا تھا۔ جب وہ شہزادی کے پاس بیٹھی تو اپنا سر کھجانے لگی اور کہا کہ اے میری مالکہ' ذرا میری جائیں مار دے کیونکہ میں ایک مدت سے حمام نہیں گئی ہوں۔ شہزادی دینا نے اپنی آستینیں

کہنیوں تک چڑھا کر بڑھیا کے بال کھولے اور جوئیں مارنے لگی کہ اتنے میں وہ خط اس کے سر سے گر پڑا۔ شہزادی دینا نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ کیسا کاغذ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب میں اس تاجر کی دوکان پر بیٹھی ہوئی تھی تو شاید یہ کاغذ میرے چپک گیا ہو گا۔ یہ مجھے دے دے تاکہ میں اسے واپس کر آؤں۔ ممکن ہے کہ اس میں اس کا کوئی حساب ہو جس کی اسے ضرورت پڑے۔ شہزادی دینا نے اسے کھول کر پڑھا اور اس کا مضمون اس کی سمجھ میں آیا اور بڑھیا سے کہنے لگی کہ یہ بھی تیرا ایک مکر ہے۔ اگر تو نے مجھے پالا پوسا نہ ہوتا تو میں ابھی تجھے اس کا مزا چکھا دیتی۔ خدا نے اس تاجر کو میرے پیچھے ڈال دیا ہے لیکن جو کچھ مجھ پر اس کے ساتھ گزری ہے' اس کا گناہ تیرے سر ہے۔ نہ معلوم وہ کس ملک سے آیا ہے اور سوائے اس کے اب تک کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ مجھے چھیڑے۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں یہ راز فاش نہ ہو جائے۔ بالخصوص ایسے شخص کے ساتھ جو نہ میرا ہم جنس ہے اور نہ میرے برابر۔ بڑھیا نے آگے بڑھ کر جواب دیا کہ تیرے دبدبے کے خوف اور تیرے باپ کے ڈر سے کسی کی مجال نہیں کہ ایسی بات اپنے منہ سے نکالے اور تیرے جواب

دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اے میری دایہ' اس شیطان کی ہمت کیسے پڑی کہ وہ مجھے یہ باتیں لکھے اور بادشاہ سے خائف نہ ہو؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں' اگر میں اس کے قتل کا حکم دیتی ہوں تو یہ نامناسب بات ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیتی ہوں تو اس کی جسارت اور زیادہ ہو جائے گی۔ بڑھیا نے کہا کہ اسے خط لکھ' ممکن ہے کہ وہ ڈر جائے۔ اس نے کاغذ اور دوات اور قلم منگوایا اور ایک خط لکھ کر تہہ کیا اور بڑھیا کو دے دیا اور وہ اسے لے کر تاج الملوک کے پاس پہنچی اور اس کے حوالے کیا۔ جب اس نے وہ خط پڑھا تو اسے یقین آ گیا کہ وہ سخت دل ہے اور اس تک رسائی ناممکن ہے۔

اس بارے میں اس نے وزیر سے شکایت کی اور اس سے تدبیر پوچھی۔ وزیر نے جواب دیا کہ اب اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر نہیں کہ تو اسے ایک خط لکھے اور اسے بددعا دے۔ اس نے کہا کہ اے میرے بھائی عزیز' میری طرف سے تو لکھ جس طرح کہ تیرا جی چاہے۔ عزیز نے ایک ورق لے کر اسی مضمون کا ایک خط لکھا اور اسے تہہ کر کے تاج الملوک کو دے دیا۔ جب اس نے وہ خط پڑھا تو اسے بہت پسند آیا اور اس نے اسے بڑھیا کو دے دیا۔ بڑھیا اس خط کو لے کر شہزادی دینا کے پاس پہنچی اور اسے دے دیا۔ جب اس نے وہ خط پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا تو طیش میں آ گئی اور کہنے لگی کہ یہ سب اسی منحوس بڑھیا کے کرتوت ہیں اور اس نے اپنی کنیزوں اور خادموں کو بلا کر کہا کہ اس ملعون مکار بڑھیا کو پکڑو اور خوب جوتے لگاؤ۔ یہ سنتے ہی انہوں نے جوتے لگانے شروع کر دیے' یہاں تک کہ اسے غش آ گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو شہزادی نے کہا کہ اے بدذات بڑھیا' واللہ اگر مجھے خدا کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر ڈالتی۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اور مارو اور انہوں نے اتنا مارا کہ وہ پھر بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بعد شہزادی نے حکم دیا کہ اسے گھسیٹ کر لے جاؤ اور دروازے کے باہر پھینک آؤ۔ وہ اسے منہ کے بل کشاں کشاں لے گئے اور دروازے کے سامنے ڈال آئے۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ اٹھی اور اٹھتے بیٹھتے اپنے

گھر پہنچی اور صبح کا انتظار کیا۔ اس کے بعد وہ اٹھی اور آہستہ آہستہ چل کر تاج الملوک کے پاس آئی اور اس سے اپنا سارا ماجرا بیان کیا۔ تاج الملوک کو یہ سن کر بڑا افسوس ہوا اور اس سے کہنے لگا کہ مائی! تیرے ماجرے سے ہمیں دلی صدمہ پہنچا لیکن ہر چیز قسمت سے ہوتی ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ غم مت کر بلکہ دل شاد ہو کیونکہ میں تم دونوں کو ملا کر رہوں گی اور تجھے اس پتریا تک پہنچا دوں گی جس نے مجھے مار مار کر زخمی کر دیا ہے۔

تاج الملوک نے اس سے کہا کہ یہ تو بتا کہ آخر اس کو مردوں سے کیوں نفرت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک خواب کی وجہ سے ہے جو اس نے دیکھا تھا۔ اس نے پوچھا کہ وہ خواب کیا تھا؟ بڑھیا نے کہا کہ ایک رات وہ سو رہی تھی کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک چڑی مار نے جا بچھایا ہے اور اس کے اردگرد گیہوں بکھیر دیے ہیں اور خود اس جال کے قریب بیٹھ گیا ہے۔ کوئی پرندے ایسے نہ تھے جو اس جال کے پاس نہ آتے ہوں۔ من جملہ ان کے ایک کبوتر کا جوڑا نر اور مادہ۔ وہ خواب میں جال کی طرف دیکھ ہی رہی تھی کہ نر کا پاؤں جال میں پھنس گیا اور وہ پھڑپھڑانے لگا۔ اس پر سارے پرندے بدک کر اڑ گئے مگر مادہ پھر لوٹ کر آئی اور اس کے آس پاس اڑنے لگی اور اتر کر جال کے پاس پہنچی کیونکہ چڑی مار بے خبر تھا اور اس حلقے پر چونچ مارنے لگی جس میں نر کا پاؤں پھنسا ہوا تھا اور اسے اپنی چونچ سے کاٹنے لگی۔ یہاں تک کہ اس کا پاؤں جال سے چھوٹ گیا اور دونوں اڑ گئے۔ اب چڑی مار نے آ کر جال کی مرمت کی اور دور جا بیٹھا۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ چڑیاں پھر پہنچ گئیں۔ اور اب کے مادہ جال میں پھنس گئی اور باقی سب چڑیاں نر سمیت اڑ گئیں۔ لیکن نر پھر لوٹا اور چڑی مار نے آ کر مادہ کبوتر کو پکڑ لیا اور اسے ذبح کر ڈالا۔ جب اس نے یہ خواب دیکھا تو مارے ڈر کے جاگ پڑی اور کہنے لگی کہ سب مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کے دل میں نیکی نہیں ہوتی۔ کوئی مرد بھی عورتوں کے ساتھ بھلائی نہیں کرتا۔

جب وہ اپنی بات ختم کر چکی تو تاج الملوک نے کہا کہ اے میری والدہ' میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں خواہ اس میں میری موت ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی چال نکال کہ میں اس کو دیکھ سکوں۔ اس نے جواب دیا کہ اس کے محل کے نیچے ایک باغ ہے جو اس کے سیر کرنے کے لیے مخصوص ہے۔ اور وہ اس میں ہر مہینے ایک بار چور دروازے سے آتی ہے۔ آج سے دس دن کے بعد پھر اس کے سیر کرنے کی باری ہے۔ جب وہ وہاں آنے کا ارادہ کرے گی تو میں آ کر تجھے خبر کر دوں گی تاکہ تو وہاں جا کر اس سے ملاقات کرے اور میں تجھ سے اصرار کے ساتھ کہتی ہوں کہ تو باغ ہی میں رہیو' ممکن ہے کہ تیرے حسن و جمال کو دیکھ کر تجھ پر فریفتہ ہو جائے۔ محبت ملنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ اب تاج الملوک اور عزیز اٹھے اور بڑھیا کو لے کر اپنے گھر گئے اور کہا کہ اسے خوب پہچان لے۔ اور تاج الملوک نے عزیز سے کہا کہ اے بھائی' اب مجھے دوکان کی ضرورت نہیں کیونکہ میرا مقصد حاصل ہو گیا۔ اس لیے وہ دوکان اور اس کی ساری چیزیں تیری ملکیت ہیں۔ کیونکہ تو نے میرے ساتھ اس پردیس کا سفر اختیار کیا ہے اور اپنے وطن کو خیر باد کہا ہے۔ عزیز نے منظور کر لیا اور دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ تاج الملوک اس سے پوچھتا کہ تیرے ساتھ کون کون سے عجیب و غریب واقعات پیش آئے ہیں اور وہ اسے اپنی روداد سناتا۔ اس کے بعد وہ دونوں وزیر کے پاس آئے اور اس سے تاج الملوک کا ارادہ بیان کیا اور پوچھتا کہ اسے کس طرح پورا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ باغ میں چلو۔ اب تینوں نے اپنے بہترین لباس پہنے اور تین غلاموں کو لے کر چل کھڑے ہوئے اور باغ کے پاس پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ وہ واقعی نہایت سرسبز ہے اور اس میں نہریں بہہ رہی ہیں اور باغبان دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے اس کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ وزیر نے اسے سو دینار نکال کر دیے اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو یہ تھوڑی سی رقم لے اور ہمارے لیے کوئی کھانے کی چیز خرید لا کیونکہ میں پردیسی ہوں اور میرے ساتھ یہ دو لڑکے ہیں اور میں انہیں

سیر کرانے لایا ہوں۔ باغبان نے دینار لے لیے اور ان سے کہا کہ اندر جا کر سیر کرو' یہ سب کچھ تمہارا ہی ہے۔ تم وہاں میرا انتظار کرنا' میں کھانا لے کر آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ تو بازار چل دیا اور وزیر اور تاج الملوک اور عزیز باغ کے اندر چلے گئے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ تلا ہوا میمنا اور سفید روئی کی سی روٹیاں لے آیا اور ان کے آگے رکھ دیں۔ جب کھا پی چکے تو اس نے شیرینی پیش کی اور انہوں نے اسے کھا کر ہاتھ دھوئے اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

وزیر نے کہا کہ اس باغ کا حال بیان کر کہ یہ تیرا ہے یا تو یہاں ملازم ہے؟ بوڑھے نے کہا کہ یہ باغ میرا نہیں بلکہ بادشاہ کی بیٹی شہزادی دینا کا ہے۔ وزیر نے پوچھا کہ تیری تنخواہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ماہوار محض ایک دینار۔ جب وزیر نے باغ کو غور سے دیکھا تو اسے اس میں ایک عالی شان بارہ دری نظر آئی مگر وہ پرانی تھی۔ اس نے باغبان سے کہا کہ بڑے میاں' میں چاہتا ہوں کہ یہاں اپنی یادگار چھوڑ جاؤں تاکہ تو مجھے یاد کرے۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا' تو کیا یادگار چھوڑنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ فی الحال تو یہ تین سو دینار لے لے۔ باغبان یہ سن کر کہنے لگا کہ اے میرے آقا' جو تیری مرضی ہو' کر۔ اس کے بعد اس نے اسے تین سو دینار دیے اور کہا کہ انشاء اللہ ہم یہاں اچھی یادگار چھوڑیں گے۔ اس کے بعد وہ سب وہاں سے چل دیے اور گھر پہنچ کر سو رہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو وزیر نے سفیدی کرنے والوں اور نقاشوں اور ایک کاری گر سنار کو بلوایا اور ان کے لیے جن جن اوزاروں کی ضرورت تھی' منگوائے اور ان کو لے کر باغ گیا اور حکم دیا کہ پہلے تو بارہ دری پر سفیدی کی جائے اور پھر اس پر نقش و نگار کیے جائیں۔ اس کے بعد اس نے سونا اور لاجورد منگوایا اور نقاش سے کہا کہ ایوان کے صدر میں ایک چڑی مار کی تصویر بنا جو جال بچھائے بیٹھا ہو اور اس میں بہت سی چڑیاں پھنسی ہوئی ہوں اور ایک مادہ کبوتر جال میں چونچ ڈالے بیٹھی ہو۔ جب نقاش ایک طرف یہ تصویریں بنا چکا تو وزیر نے کہا کہ دوسری طرف بھی اسی طرف کی ایک تصویر بنا مگر اس میں مادہ کبوتر اکیلی جال میں پھنسی ہوئی ہو اور

صیاد اسے نکال کر ذبح کر رہا ہو اور تیسری طرف ایک بڑی شکاری چڑیا کی تصویر کھینچ جو نر کبوتر کو شکار کر رہی ہے اور اس کے پنجے اس کے اندر چھبے ہوئے ہوں۔ نقاش نے یہ تصویریں بنا دیں اور جب لوگ اپنا اپنا وہ کام کر چکے جو وزیر نے ان کے سپرد کیا تھا تو وزیر ان کی اجرات ادا کر کے باغبان سے رخصت ہوا اور اپنے گھر کی راہ لی اور وہاں بیٹھ کر وہ تینوں باتیں کرنے لگے۔ تاج الملوک نے عزیز سے کہا کہ اے میرے بھائی' کچھ اشعار سنا تاکہ میرا غم غلط ہو اور پریشانی دور ہو جائے۔ عزیز اس کو اشعار گا گا کر سنانے لگا۔ جب وہ اشعار سن چکا تو تاج الملوک کو اس کی فصاحت اور شیریں بیانی پر بڑا تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا کہ واقعی تو نے میرا غم ایک حد تک غلط کر دیا ہے۔ وزیر نے کہا کہ اگلے لوگوں نے واقعی ایسا کلام کہا ہے جسے سننے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ تاج الملوک نے کہا کہ اگر تجھے اس وقت کوئی اس قسم کا کلام یاد ہو تو سنا۔ اس پر وزیر نہایت نفیس اشعار گا کر سنانے لگا۔

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا۔ اب بڑھیا کا ماجرا سنئے۔ وہ اپنے مکان میں بند ہو گئی اور باہر نہ نکلی۔ ادھر شہزادی کا جی چاہا کہ باغ کی سیر کرے اور اس کا دستور تھا کہ بے بڑھیا کے ساتھ لیے وہ باغ میں نہ جاتی تھی۔ اس لیے اس نے بڑھیا کو بلوایا اور اسے منا کر اس کا دل خوش کر دیا اور کہنے لگی کہ میں چاہتی ہوں کہ باغ میں جا کر درختوں اور پھلوں کا تماشا دیکھوں تاکہ انہیں دیکھ کر میرا دل خوش ہو۔ بڑھیا نے کہا کہ سر آنکھوں پر لیکن میں چاہتی ہوں کہ گھر جا کر اپنے کپڑے بدلوں اور پھر تیرے پاس آؤں۔ اس نے کہا کہ اچھا گھر جا مگر دیر نہ کیجیو۔ بڑھیا وہاں سے روانہ ہو کر سیدھی تاج الملوک کے پاس پہنچی اور اس سے کہنے لگی کہ اپنے بہترین کپڑے پہن کر تیار ہو جا اور باغ میں پہنچ کر باغبان سے مل اور اسے سلام کر اور باغ میں جا کر چھپ جا۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ بڑھیا نے کہا کہ میرے اشارے کا انتظار کیجیو۔ یہ کہہ کر وہ شہزادی دینا کے پاس گئی۔ جب وہ جا چکی تو وزیر اور عزیز نے

تاج الملوک کو بہترین شاہانہ لباس پہنایا جس کی قیمت پانچ ہزار دینار تھی اور اس کی کمر میں ایک سونے کا پٹکا باندھا جس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور باغ کو روانہ ہو گئے۔ جب وہ باغ کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ باغبان وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ جب باغبان نے تاج الملوک کو دیکھا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بڑی تعظیم و احترام سے پیش آیا اور دروازہ کھول کر اس سے کہا کہ اندر جا کر سیر کر۔ باغبان کو یہ معلوم نہ تھا کہ آج شہزادی آنے والی ہے۔ اسے باغ میں آئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اسے آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی خادم اور کنیزیں چور دروازے سے آ پہنچیں۔ جب باغبان نے ان کو دیکھا تو وہ تاج الملوک کے پاس گیا اور کہا کہ وہ آ رہی ہے' اب کیا کیا جائے' بادشاہ کی بیٹی شہزادی دینا آ گئی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا مضائقہ! میں باغ میں کسی جگہ چھپ جاؤں گا۔ باغبان نے کہا کہ اچھی طرح چھپ جائیو یہ کہہ کر وہ اس کے پاس سے چلا گیا۔

جب شہزادی اور اس کی کنیزیں اور بڑھیا باغ میں داخل ہوئی تو بڑھیا اپنے دل میں کہنے لگی کہ اگر خادم وغیرہ ہمارے ساتھ رہے تو میرا مقصد کبھی حاصل نہ ہو گا اور اس نے شہزادی سے کہا کہ اے میری مالکہ' میں تجھ سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں جس سے تیرے دل کو تسکین ہو گی۔ شہزادی دینا نے کہا کہ جو کچھ کہنا چاہتی ہے کہہ۔ بڑھیا نے کہا کہ اے میری شہزادی' ان نوکروں کی اس وقت تجھے ضرورت نہیں اور جب تک وہ ہمارے ساتھ رہیں گے اس وقت تک تجھے خوشی نہ ہو گی۔ لہٰذا ان کو چلتا کر۔ شہزادی دینا نے کہا کہ تو سچ کہتی ہے اور ان کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد سیر کرنے لگی۔ تاج الملوک اسے اور اس کے حسن و جمال کو دیکھتا مگر اس کو اس کی خبر نہ تھی۔ جب اس کی نظر اس پر پڑتی تو اسے غش سا آ جاتا۔ بڑھیا اسے باتوں میں لگائے ہوئے تھی یہاں تک کہ وہ شہزادی کو لے کر اس بارہ دری میں پہنچی جہاں وزیر نے تصویریں کھنچوائی تھیں۔ اب وہ اس بارہ دری میں داخل ہو کر اس کے نقش و نگار دیکھنے لگی اور دیکھا کہ ان میں چڑیاں اور چڑی مار اور کبوتر ہیں اور

کہنے لگی کہ سبحان اللہ' یہ تو وہی ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ یہ کہہ کر وہ چڑیوں اور چڑی مار اور جال کو دیکھنے لگی اور سخت حیران ہوئی اور کہنے لگی کہ دایہ' میں مردوں کو الزام دیتی اور ان سے دشمنی رکھتی تھی لیکن دیکھ کہ صیاد مادہ کبوتر کو ذبح کر رہا ہے اور نر بچ کر نکل گیا ہے اور چاہتا ہے کہ آ کر مادہ کو چھڑائے۔ لیکن راہ میں اسے ایک شکاری پرندہ ملا اور اس نے اسے شکار کر لیا۔ بڑھیا نے اپنا تجاہل ظاہر کیا اور اسے باتوں میں لگائے رہی۔ یہاں تک کہ وہ دونوں اس جگہ کے قریب پہنچ گئے جہاں تاج الملوک چھپا بیٹھا تھا۔ بڑھیا نے اسے اشارہ کیا کہ وہ محل کی کھڑکیوں کے نیچے ٹہلنے لگے۔ شہزادی دینا ابھی سیر ہی کر رہی تھی کہ اس کی نظر تاج الملوک پر پڑی اور وہ اسے دیکھنے لگی اور اس کے حسن اور قدر و قامت اور اعتدال میں محو ہو گئی۔ اس نے بڑھیا سے کہا کہ دایہ' یہ خوش رو جوان کون ہے؟ اس نے جواب دیا واللہ اعلم' مگر وہ کسی بڑے بادشاہ کا بیٹا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ انتہا درجے کا حسین اور کمال درجے کا خوش رو ہے۔ شہزادی دینا اس پر عاشق ہو گئی اور اس کے ارادے کی رسیاں ڈھیلی پڑ گئیں اور اس کی عقل دنگ ہو گئی۔ یہ تھا اس کے حسن اور قد و قامت اور اعتدال کا اثر اور اس نے بڑھیا سے کہا کہ اے میری دایہ' یہ جوان تو بڑا خوش رو ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ اے میری مالکہ' تو سچ کہتی ہے' اور شہزادے کی طرف اشارہ کر کے کہا اب اپنے گھر جا' مگر محبت کی آگ اس کے دل میں بھڑک چکی تھی اور اس کا عشق زور پکڑ چکا تھا لیکن وہ چل دیا اور ٹھہرا نہیں اور باغبان سے رخصت ہو کر اپنے گھر گیا۔ تاج الملوک کے دل میں محبت موجزن تھی لیکن وہ بڑھیا کا کہنا نہ ٹال سکتا تھا۔ گھر پہنچ کر اس نے وزیر اور عزیز سے کہا کہ بڑھیا نے مجھے اشارہ کیا کہ میں گھر چلا جاؤں۔ دونوں نے اسے اطمینان دلایا اور کہا کہ اگر بڑھیا کو یہ یقین نہ ہوتا کہ تیرے واپس جانے میں مصلحت ہے تو وہ کبھی تجھ سے واپس جانے کے لیے اشارہ نہ کرتی۔

یہ تو تاج الملوک اور وزیر اور عزیز کا ماجرا ہوا۔ اب شہزادی دینا کا حال سنئے۔ اس کے ایسا محبت کا تیر لگا کہ وہ بے چین ہو گئی اور بڑھیا سے کہنے لگی کہ سوائے تیرے اور کوئی مجھے اس جوان سے نہیں ملا سکتا۔ بڑھیا نے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ تجھے تو مردوں سے نفرت ہے' اس کی محبت میں تو کیسے مبتلا ہو گئی؟ لیکن خدا کی قسم' سوائے اس کے اور کوئی تیری جوانی کا حق دار نہیں۔ شہزادی دینا نے کہا کہ اے میری دایہ' مجھے اس سے ملانے میں معین و مددگار ہو اور میں تجھے ایک ہزار دینار نقد اور ایک ہزار دینار کی خلعت عطا کروں گی۔ اور اگر تو نے مجھے اس سے نہ ملایا تو میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ بڑھیا نے کہا کہ تو اپنے محل میں جا اور میں تمہارے وصال کی کوئی تدبیر نکالتی ہوں اور تیری مرضی پوری کرنے میں میں اپنی جان لڑا دوں گی۔ اب شہزادی دینا اپنے محل میں گئی اور بڑھیا تاج الملوک کے پاس پہنچی۔ جب اس نے بڑھیا کو دیکھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور بڑے اعزاز و احترام سے اسے اپنے پاس بٹھایا۔ بڑھیا نے کہا کہ تدبیر کارگر ہو گئی ہے اور سارا ماجرا کہہ سنایا جو اسے شہزادی دینا کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ اب ملاقات کب ہو گی؟ بڑھیا نے کہا کہ کل۔ اس نے بڑھیا کو ایک ہزار دینار نقد دیے اور ایک ہزار دینار کی خلعت عطا کی۔ وہ لے کر چلتی ہوئی اور شہزادی دینا کے پاس پہنچی۔ اس نے کہا کہ اے میری دایہ' محبوب کی کیا خبر لائی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس کا گھر دیکھ آئی ہوں اور کل میں اس کے یہاں جاؤں گی۔ یہ سن کر شہزادی دینا خوش ہو گئی اور اسے ایک ہزار دینار نقد دیے اور ایک ہزار دینار کی خلعت عطا کی۔ بڑھیا نے انہیں لے کر اپنے گھر کی راہ لی اور رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو وہ تاج الملوک کے پاس پہنچی اور اسے زنانے کپڑے پہنا کر کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آ اور مٹک مٹک کر چلیو اور بڑے بڑے قدم نہ لیجیو اور راہ میں کسی سے ہم کلام مت ہوجیو۔

جب بڑھیا تاج الملوک کو یہ نصیحت کر چکی تو وہ آگے چلی اور شہزادہ زنانے لباس میں

پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ راہ بھر وہ اسے تدبیریں بتاتی اور اس کا دل مضبوط کرتی رہی تا کہ وہ گھبرا نہ جائے۔ اسی طرح وہ آگے آگے چلی جا رہی تھی اور وہ پیچھے پیچھے تھا کہ

وہ دونوں محل کے دروازے پر پہنچ گئے اور بڑھیا اندر داخل ہو گئی اور اس کے پیچھے تاج الملوک۔ دونوں دروازے اور دہلیزیں طے کرتے چلے جاتے تھے کہ وہ ساتویں دروازے پر پہنچے اور بڑھیا نے تاج الملوک سے کہا کہ دل کو مضبوط رکھ اور جب میں تجھ سے کہوں کہ اے کنیز' آگے بڑھ تو اس وقت قدم تیز تیز اٹھائیو اور جلد جلد چلیو اور جب تو دہلیز کے اندر داخل ہو جائے تو بائیں طرف نظر اٹھائیو۔ وہاں تجھے ایک بارہ دری دکھائی دے گی جس میں کئی دروازے ہوں گے۔ ان میں سے پانچ دروازوں کو گن کر چھوڑ دیجیو اور چھٹے میں داخل ہو جائیو۔ بس وہیں تیری مراد بھر آئے گی۔ تاج الملوک نے کہا کہ اور تو کہاں جائے گی؟ اس نے کہا کہ میں تو کہیں نہیں جاؤں گی مگر ممکن ہے کہ میں تجھ سے ذرا پیچھے رہ جاؤں اور دربان مجھے روک لے اور میں اس سے باتیں کرنے لگوں۔ یہ کہہ کر وہ چل کھڑی ہوئی اور تاج الملوک پیچھے پیچھے ہو لیا۔ یہاں تک کہ وہ اس پھاٹک پر پہنچ گئے جہاں بڑا دربان تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ بڑھیا کے ساتھ ایک کنیز ہے تو اس نے پوچھا کہ یہ کنیز ہے جو تیرے ساتھ ہے؟ اس نے کہا کہ یہ وہی کنیز ہے جس کے متعلق شہزادی دینا نے سنا تھا کہ وہ گھر کا کام کاج جانتی ہے اور اسے خریدنا چاہتی ہے۔ خادم نے کہا کہ میں کنیز ونیز کو نہیں جانتا اور جب تک میں اسے دیکھ بھال نہ لوں اسے اندر نہیں جانے دے سکتا' جیسا کہ بادشاہ کا حکم ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو پینتیس ویں رات

جب ایک سو پینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ دربان نے بڑھیا سے کہا کہ میں کسی کنیز ونیز کو نہیں جانتا اور بادشاہ کے حکم کی بنا پر میں کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ میں تحقیق نہ کر لوں۔ بڑھیا نے غصے کا منہ بنا کر کہا کہ میرا تو اب تک یہ خیال تھا کہ تو سمجھدار اور باادب ہے۔ اگر تو اب بدل گیا ہے تو میں شہزادی کو اطلاع کر دوں گی کہ تو اس کنیز کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے تاج الملوک سے چلا کر کہا کہ اے کنیز' آگے چل۔ یہ سن کر وہ دروازے کے پار ہو گیا اور دربان چپ رہا اور اس نے کچھ نہ کہا۔ اب تاج الملوک نے پانچ دروازے گن کر چھوڑ دیے اور چھٹے میں داخل ہو گیا اور دیکھا کہ شہزادی دینا کھڑی انتظار کر رہی ہے۔ جب شہزادی نے اس کو دیکھا تو پہچان لیا اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا اور شہزادے نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ اب بڑھیا ان کے پاس آئی اور کسی حیلے سے کنیزوں کو چلتا کیا تاکہ فضیحت نہ ہو۔ شہزادی دینا نے بڑھیا سے کہا کہ تو ہماری دربانی کر اور خود تاج الملوک کے ساتھ خلوت میں گئی۔ جب صبح ہونے لگی تو وہ اس کے پاس سے چلی گئی اور اس کا کمرہ بند کر دیا اور خود دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ گئی۔ جیسا کہ اس کا دستور تھا۔ اب کنیزیں اس کے پاس آئیں اور اس نے ان کی ضروریات پوری کیں۔ اور کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد ان سے کہا کہ اب تم لوگ چلی جاؤ کیونکہ میں کچھ دیر اکیلے دل بہلانا چاہتی ہوں۔ جب کنیزیں چلی گئیں تو وہ تاج الملوک کے پاس آئی اور بڑھیا کچھ کھانا لے کر ان کے پاس پہنچی اور انہوں نے کھایا اور بڑھیا نے پہلے دن کی طرح ان کا کمرہ بند کر دیا اور وہ دوسرے دن صبح تک ایک دوسرے سے پیار کی باتیں کرتے رہے۔ پورے ایک مہینے تک ان کا یہی دستور

رہا۔

ادھر تو تاج الملوک اور شہزادی دینا کا یہ حال تھا اور ادھر وزیر اور عزیز نے دیکھا کہ تاج الملوک اتنی مدت سے شہزادی کے محل میں ہے اور ان کو یقین آ گیا کہ اب وہ باہر نہ آئے گا بلکہ وہیں اندر ہلاک ہو جائے گا۔ عزیز نے وزیر سے کہا کہ اے میرے باپ' اب کیا کرنا چاہیے؟ وزیر نے جواب دیا کہ بیٹا' یہ مشکل بات ہے اور اگر ہم اس کے باپ کے پاس جا کر اس کو اطلاع نہ دیں تو وہ ہمیں لعنت ملامت کرے گا۔ اس کے بعد وہ فوراً تیاری کر کے ارض خضر او عمودین کی طرف روانہ ہو گئے جو بادشاہ سلیمان شاہ کا دارالسلطنت تھا اور دن رات وادیوں کو طے کرتے ہوئے بادشاہ سلیمان شاہ کے پاس پہنچے اور اس سے شہزادے کا ماجرا بیان کیا اور یہ کہ جب سے وہ شہزادی کے محل میں داخل ہوا ہے' انہیں اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ یہ سنتے ہی بادشاہ پر قیامت ٹوٹ پڑی اور اسے سخت ندامت ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ ملک میں جہاد کا اعلان کر دیا جائے اور لشکر کو شہر کے باہر نکالا جائے اور ان کے لیے خیمے لگوائے اور خود اپنے سرا پردے میں بیٹھ کر ہر طرف کے لشکر کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے عدل و احسان کی وجہ سے اس کی رعایا کو اس سے بہت محبت تھی۔ اب وہ ایسا لشکر لے' کر جو سارے افق پر چھا گیا تھا' اپنے بیٹے کی تلاش میں روانہ ہوا۔

ادھر تو ان لوگوں کا یہ حال تھا اور ادھر تاج الملوک اور شہزادی دینا چھ مہینے تک اسی حالت میں رہے اور ان کی باہمی محبت دن دونی اور رات سوائی بڑھتی جاتی تھی اور تاج الملوک کا عشق اور تمنا اور آرزو اور بے چینی روز افزوں ترقی پر تھی۔ بال آخر اس نے اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا کہ اے میرے دل و جان کی مالکہ' جب میں تیرے ساتھ ہوں۔ میرا عشق اور ارمان اور میری تمنا آئے دن بڑھ رہی ہے کیونکہ ابھی تک میرا ارمان پورا نہیں ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ اے میری آنکھ کے تارے اور میرے دل کے ٹکڑے تو اپنا ارمان پورا کر کیونکہ خدا گواہ ہے کہ ہمارا اور کوئی شریک نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ میری مراد نہیں بلکہ میرا مقصد یہ ہے

کہ اپنا سچا سچا حال تجھ پر ظاہر کر دوں۔ سن میں سوداگر نہیں ہوں بلکہ ایک بادشاہ کا بیٹا شہزادہ ہوں۔ میرا باپ بہت بڑا بادشاہ ہے اور اس کا نام سلیمان شاہ ہے جس نے میری شادی کا پیغام تیرے باپ کے پاس بھیجا تھا۔ جب تجھے اس کی خبر دی گئی تو تو راضی نہ ہوئی۔ اس کے بعد اس نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا' اور دہرانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے باپ کے پاس جا کر تیرے باپ کے پاس ایلچی بھجواؤں کہ میں تجھ سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس سے میرے دل کو اطمینان ہو۔ جب شہزادی نے یہ باتیں سنیں تو وہ مارے خوشی کے باغ باغ ہو گئی کیونکہ اس کی بھی یہی آرزو تھی۔ اس پر دونوں کا اتفاق ہو گیا اور وہ سو گئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اور راتوں کے برخلاف' اس رات ان پر نیند غالب آ گئی اور وہ سورج نکلنے تک سوتے رہے۔

اس وقت بادشاہ شہرمان اپنے تخت پر آ کر بیٹھا تھا اور ملک کے امراء اس کے سامنے کھڑے تھے کہ سناروں کا چودھری وہاں پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا ڈبہ تھا اور اس نے بادشاہ کے سامنے بڑھ کر اسے کھولا اور اس میں سے ایک نہایت نفیس صندوقچی نکالی جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی کیونکہ اس میں جواہرات اور یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے اور جس کی نظیر دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس نہ تھی۔ جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو وہ اس کی خوبصورتی پر حیران ہو گیا اور اس خادم کی طرف مخاطب ہوا جس کے اور بڑھیا کے درمیان وہ واقعہ پیش آیا تھا اور اس سے کہنے لگا کہ اے کافور' اس صندوقچی کو شہزادی دینا کے پاس لے جا۔ خادم اس کو لے کر روانہ ہو گیا اور شہزادی کے کمرے پر پہنچا اور دیکھا کہ اس کا دروازہ بند ہے اور اس کی دہلیز پر بڑھیا پڑی سو رہی ہے۔ خادم نے کہا کہ یہ وقت ہو گیا اور تم لوگ سو رہی ہو۔ جب بڑھیا نے خادم کی آواز سنی تو وہ جاگ پڑی اور ڈرنے لگی اور کہا کہ ٹھہر جا میں ابھی کنجیاں لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جان کے ڈر سے بھاگی۔

ادھر تو بڑھیا چلتی ہوئی اور ادھر خادم کے دل میں شک گزرا اور اس نے کواڑ کو چول

سے نکال دیا اور کمرے میں گھس گیا اور دیکھا کہ شہزادی دینا اور تاج الملوک ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اسے سخت تعجب ہوا اور نے چاہا کہ الٹے پاؤں بادشاہ کے پاس جائے کہ اتنے میں شہزادی دینا کی آنکھ کھل گئی اور خادم کو دیکھ کر اس کا رنگ فق ہو گیا اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ کہنے لگی کہ اے کافور' جو راز خدا نے فاش نہیں کیا اسے تو بھی پوشیدہ رکھیو۔ اس نے جواب دیا کہ میری یہ طاقت نہیں کہ بادشاہ سے کوئی باپ چھپا سکوں۔ یہ کہہ کر اس نے دروازے میں قفل ڈال دیا اور بادشاہ کے پاس واپس گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تو صندوقچی شہزادی کو دے آیا ہے؟ خادم نے کہا کہ صندوقچی یہ ہے' اسے لے۔ میں کوئی بات تجھ سے چھپا نہیں سکا۔ سن' میں نے یہ دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان مرد شہزادی دینا کے ساتھ فرش پر لیٹا سو رہا ہے۔ بادشاہ نے دونوں کے حاضر کیے جانے کا حکم دیا اور جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے! اور طیش میں آ کر اس نے اپنا خنجر نکال لیا اور تاج الملوک کے مارنا ہی چاہتا تھا کہ شہزادی دینا بیچ میں آ گئی اور اپنے باپ کی طرف منہ کر کے کہنے لگی کہ اس سے قبل مجھے قتل کر۔ بادشاہ نے اسے جھڑکا اور حکم دیا کہ وہ اپنے حجرے میں پہنچا دی جائے۔ اس کے بعد وہ تاج الملوک کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ لعنت ہو تجھ پر! تو کہاں سے آیا ہے اور کس کا بیٹا ہے اور تجھے میری بیٹی کے ساتھ ایسی جسارت کیونکر ہوئی؟ تاج الملوک نے جواب دیا کہ اے بادشاہ' سن اگر تو نے مجھے قتل کیا تو تو تباہ ہو جائے گا اور تو اور تیری رعایا سب پچھتائیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیسے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بادشاہ سلیمان شاہ کا بیٹا ہوں اور قبل اس کے کہ تجھے خبر ہو وہ سوار اور پیادے لے کر یہاں پہنچ جائے گا۔ جب بادشاہ شہرمان نے یہ سنا تو وہ چاہتا تھا کہ اسے ابھی قتل نہ کرے بلکہ قید خانے میں رکھ کر اس بات کی تحقیقات کرے کہ آیا وہ سچ کہتا ہے مگر اس کے وزیر نے اس سے کہا کہ جہاں پناہ' میری رائے میں تو اس بدمعاش کو

جلد قتل کر ڈال کیونکہ وہ بادشاہوں کی بیٹیوں کے ساتھ ایسی جسارت کرتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے جلاد سے کہا کہ اس کی گردن اڑا دے کیونکہ اس نے خیانت کی ہے۔ جلاد نے اسے لے جا کر اس کی مشکیں باندھیں اور ہاتھ اٹھا کر امراء سے مشورہ کیا' پہلے ایک بار اور پھر دوسری بار۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ جلدی نہ کرے۔ مگر بادشاہ نے اس سے غصے میں آ کر کہا کہ آکر تو کب تک مشورہ کرے گا! اگر تو نے ایک بات اور مشورہ کیا تو میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ اب جلاد نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ یہاں تک کہ اس کی بغل کے بال نظر آنے لگے اور چاہتا ہی تھا کہ اس کی گردن اڑا دے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چھتیس ویں رات

جب ایک سو چھتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جلاد نے اپنا ہاتھ اٹھایا یہاں تک کہ اس کی بغل کے بال دکھائی دینے لگے اور وہ چاہتا ہی تھا کہ اس کی گردن اڑا دے کہ اتنے میں ایک شور و غل سنائی دیا اور لوگ اپنی دوکانیں بند کرنے لگے۔ بادشاہ نے جلاد سے کہا کہ جلد مت کر اور کسی کو بھیج کر خبر منگوائی جائے۔ فرستادہ جا کر لوٹا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک لشکر دیکھا ہے جو موجزن سمندر کی طرح امنڈا چلا آ رہا ہے اور گھوڑے اس طرح ٹاپیں مار رہے ہین کہ زمین ہل رہی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے علم نہیں۔ بادشاہ کانپ اٹھا اور ڈرا کہ کہیں اس کا ملک چھن نہ جائے اور وزیر سے کہا کہ ہمارے لشکر میں سے کوئی اس لشکر کی طرف نہیں گیا؟ وہ اپنی بات پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اس کے حاجب آنے والے بادشاہ کے ایلچیوں کو لے کر حاضر ہوئے اور من جملہ ان کے وزیر بھی تھا جس نے اسے سلام کیا۔ بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا اور انہیں اپنے پاس بٹھایا اور ان کے آنے کی وجہ پوچھی۔ ان میں سے وزیر اٹھ کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جو شخص تیرے ملک میں آیا ہے' وہ گزشتہ بادشاہوں اور سلطانوں سے بڑھ کر ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کون؟ وزیر نے جواب دیا کہ ارض خضر او عمودین اور جبال اصفہان کا بادشاہ سلطان سلیمان شاہ جو عادل اور صلح پرور ہے جس کی شہرت سواروں کے ذریعے دور دور پہنچی ہے۔ وہ عدل اور انصاف کا حامی اور ظلم و جور کا دشمن ہے۔ اس نے تجھے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اس کا بیٹا یہاں تیرے شہر میں ہے اور وہ اس کے دل کا ٹکڑا اور ثمر ہے۔ اگر وہ اسے صحیح و سالم پائے گا تو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا بلکہ وہ تیرا ممنون ہو گا اور تیری عزت کرے گا لیکن اگر وہ تیرے ملک میں کھو گیا ہو یا اسے کوئی نقصان پہنچا ہو تو یاد رکھ کہ تیرا بھیجا نکال لیا جائے گا اور تیرا ملک تباہ کر دیا جائے گا۔ وہ تیرے ملک

کو بیابان کر دے گا جہاں گدھے لوٹیں گے۔ بس اب میں پیغام پہنچا چکا۔
جب بادشاہ شہرمان نے ایلچی کی یہ باتیں سنیں تو اس کا دل کانپ اٹھا اور وہ ڈرا کہ کہیں

ملک ہاتھ سے نہ جاتا رہے اور اس نے حکومت کے امراء اور وزرا اور حاجبوں اور نوجوانوں کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو اس نے کہا کہ خدا کے لیے اس لڑکے کو ڈھونڈ کر لاؤ کیونکہ وہ جلاد کے قبضے میں تھا اور ڈر کی وجہ سے اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔
اب ایلچی کی نظر ادھر ادھر پڑنے لگی اور اس نے دیکھا کہ اس کے بادشاہ کا بیٹا قتل کے بورےیے پر پڑا ہوا ہے۔ اسے پہچانتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور شہزادے پر گر پڑا اور باقی ایلچیوں نے بھی یہی کیا۔ اب لوگوں نے بڑھ کر اس کی مشکیں کھولیں اور اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور تاج الملوک نے آنکھیں کھول دیں اور اپنے باپ کے وزیر اور اپنے دوست عزیز کو پہچانا اور انہیں دیکھ کر مارے خوشی کے بے ہوش ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ شہرمان کو اپنے اوپر بڑی حیرانی اور پریشانی ہوئی اور وہ بے حد ڈر کیونکہ اسے یقین ہو گیا اور اس کے سر کو بوسہ دیا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے اور وہ کہنے لگا کہ بیٹا' میں نے برائی کی ہے مگر تو میری برائی کا بدلہ برائی سے مت دے بلکہ میرے بڑھاپے پر رحم کھا اور میرے ملک کو تباہ مت کر۔ یہ سن کر تاج الملوک اس کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہنے لگے کہ تیرا ہرگز بال بیکا نہ ہو گا کیونکہ تو میرے باپ کی جگہ ہے لیکن خبردار کہیں میری محبوبہ شہزادی دینا کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے میرے آقا' اس کے متعلق ڈر مت اسے خوشی ہی خوشی پہنچے گی۔ بادشاہ اسی طرح تاج الملوک سے معذرت کرتا جاتا تھا اور بادشاہ سلیمان کے وزیر کو مناتا جاتا تھا اور اسے بہت مال و دولت دینے کا وعدہ کرتا جاتا تھا بشرطیکہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے اپنے بادشاہ سے نہ کہے۔
اب بادشاہ شہرمان نے اپنے امراء سے کہا کہ تاج الملوک کو حمام لے جاؤ اور پھر اسے بہترین پوشاک پہنا کر یہاں لاؤ۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور اسے حمام میں نہلا کر وہ پوشاک پہنائی جو بادشاہ شہرمان نے اس کے لیے الگ نکال رکھی تھی اور

اسے دربار میں لائے۔ جب وہ بادشاہ شہرمان کے پاس پہنچا تو بادشاہ کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے تمام امرا کو جو وہاں موجود تھے' حکم دیا کہ کھڑے ہو جائیں۔ اب تاج الملوک

بیٹھ کر اپنے باپ کے وزیر اور عزیز سے بات چیت کرنے لگا اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ اس اثناء میں ہم نے تیرے باپ کے پاس جا کر اس سے کہا کہ شہزادی کی حرم سرا میں گیا تھا اور لوٹا نہیں۔ اس سے ہمیں اندیشہ ہے۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو اس نے لشکر تیار کیا اور اب ہم یہاں آئے ہیں اور ہمارے آنے سے تجھے خوشی ہوئی اور ہم مسرور ہوئے۔ اس نے ان سے کہا کہ تمہارے ہاتھوں شروع سے لے کر آخر تک بھلائی ہی بھلائی پہنچی ہے۔

ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر بادشاہ شہرمان اپنی بیٹی شہزادی دینا کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ تاج الملوک پر گریہ و زاری کر رہی ہے۔ علاوہ اس کے اس نے ایک تلوار نکال کر اس کا قبضہ زمین کی طرف اور نوک اپنی چھاتیوں کے درمیان دل کی طرف کی ہے اور اس پر جھک کر یہ کہہ رہی ہے اب میں اپنے آپ کو مار ڈالوں گی اور اپنے محبوب کے بعد زندہ نہیں رہنے کی۔ جب اس کا باپ اندر آیا اور اس نے شہزادی کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے چلا کر اس سے کہا کہ اے شہزادیوں کی آقا' ایسا مت کر۔ اپنے باپ اور شہر والوں پر رحم کھا۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھ کر کہنے لگا کہ ایسا مت کر کہ تیری وجہ سے تیرے باپ کونقصان پہنچے۔ اس کے بعد اس نے سارا قصہ سنایا کہ تیرا محبوب بادشاہ سلیمان شاہ کا بیٹا تیرے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے اور نکاح اور شادی تیرے اوپر منحصر ہے۔ وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ وہ بادشاہ زادہ ہے! خدا کی قسم' اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ میں اس سے کہوں کہ وہ تجھے دو درہم کی لکڑی پر پھانسی دے دے۔ باپ نے کہا کہ بیٹی' مجھ پر رحم کھا' خدا تجھ پر رحم کرے! اس نے کہا کہ اچھا فوراً جا کر اسے میرے پاس لے آ اور دیر مت کر۔ باپ نے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر وہ فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا اور تاج الملوک کے پاس جا کر اسے چپکے چپکے سارا ماجرا سنایا اور

پھر دونوں شہزادی کے پاس گئے۔ جب اس نے تاج الملوک کو دیکھا تو باپ کے سامنے ہی اسے گلے سے لگا لیا اور اسے چپٹ کر بوسے لینے لگی اور اس سے کہا کہ تیری وجہ سے میں بہت پریشان تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے باپ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ کسی کی یہ مجال ہو سکتی ہے کہ ایسے حسین شخص کا بال بیکا کر سکے۔ علاوہ بریں وہ بادشاہ زادہ ہے اور شریف ہے اور برے کام سے بچتا ہے۔

یہ سن کر بادشاہ شہرمان وہاں سے چل دیا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور بادشاہ سلیمان شاہ کے وزیر اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اپنے بادشاہ کو یہ پیغام پہنچا دو کہ اس کا بیٹا بخیریت اور خوش و خرم ہے اور اپنی معشوقہ کے ساتھ لذیذ ترین عیش میں مشغول ہے۔ ادھر وہ اپنے بادشاہ کے پاس گئے اور اسے یہ خبر پہنچا دی اور ادھر بادشاہ شہرمان نے حکم دیا کہ بادشاہ سلیمان شاہ کی فوج کے لیے بخششوں کا مال اور ضیافتوں کا سامان مہیا کیا جائے۔ جب انہوں نے ساری چیزیں مہیا کر لیں تو بادشاہ تو سوا اصیل گھوڑے اور سو اونٹ اور سو سفید غلام اور سو کنیزیں اور سو حبشی غلام اور سو لونڈیاں نکلوائیں اور انہیں بطور ہدیے کے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا اور حکومت کے اراکین اور خاص خاص لوگ اس کے ہم رکاب تھے۔ جب وہ شہر کے باہر پہنچے اور بادشاہ سلیمان شاہ کو ان کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ اٹھ کر اس سے ملنے کے لیے کئی قدم بڑھا کیونکہ وزیر اور عزیز اس کو خبر پہنچا چکے تھے اور وہ سن کر بہت خوش ہوا تھا اور اس نے کہا تھا کہ شکر ہے خدا کا جس نے میرے بیٹے کا مقصد پورا کیا۔ اب بادشاہ سلیمان شاہ نے بادشاہ شہرمان کو اپنے سینے لگایا اور تخت پر اپنے پہلو بہ پہلو بٹھایا اور ایک دوسرے سے باتیں کر کر کے خوش ہونے لگے۔ اس کے بعد ان کے آگے کھانا پیش کیا گیا اور انہوں نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر شیرینی لائی گئی اور انہوں نے شیرینی کھائی اور پھل اور نقل پیش کیے گئے اور انہوں نے پھل اور نقل تناول کیے۔ ابھی ایک پہر بھی نہ گزرا ہو گا کہ تاج الملوک عمدہ پوشاک پہنے اور بنا سنورا ان کے پاس پہنچا۔ جب اس کے باپ کی نظر اس پر پڑی تو وہ کھڑا ہو

گیا اور اس سے ہم آغوش ہو کر اسے بوسے دینے لگا۔ یہ دیکھ کر جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے' کھڑے ہو گئے اور دونوں بادشاہوں نے اسے اپنے درمیان میں بٹھایا اور سب کے سب بیٹھ کر تھوڑی دیر تک باتیں کرنے لگے اور بادشاہ سلیمان شاہ نے بادشاہ شہرمان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کا نکاح نامہ تیری بیٹی کے ساتھ گواہوں کے سامنے لکھ لیا جائے تاکہ سنت کے مطابق اس کا اشتہار ہو جائے۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم اور فوراً قاضی اور گواہوں کو طلب کیا۔ انہوں نے آ کر تاج الملوک کا نکاح نامہ شہزادی دینا کے ساتھ مرتب کر دیا۔ اس کے بعد لوگوں کو بخششیں دی گئیں اور مٹھائی تقسیم کی گئی اور خوشبوؤں اور عطریات کا استعمال افراط کے ساتھ کیا گیا۔ یہ دن سب کے لیے خوشی کا دن تھا یہاں تک کہ امرا سے لے کر معمولی لشکری تک خوش و خرم تھے۔ اب بادشاہ شہرمان نے اپنی بیٹی کا جہیز تیار کرانا شروع کر دیا۔

تاج الملوک نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ جوان عزیز بڑا شریف زادہ ہے اور اس نے میری بڑی خدمت کی ہے اور میرے لیے محبت و مشقت اٹھائی ہے اور سفر کیا ہے اور مجھے میرے مقصد تک پہنچایا ہے اور ثابت قدم رہا ہے اور مجھے ثابت قدم رکھا ہے تاکہ میری مراد بر آئے اور میرے ساتھ اب اسے دو سال ہو گئے ہیں اور وہ اپنے وطن سے دور پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اس کے لیے یہاں سے تجارت کا مال ساتھ کر دیں اور وہ خوش خوش یہاں سے روانہ ہو جائے۔ اس کا وطن یہاں سے دور نہیں ہے۔ اس کے باپ نے کہا کہ تیری رائے بہت مناسب ہے اور اس کے لیے سو بوجھے بہترین اور قیمتی کپڑوں کے تیار کرا دیے۔ اب تاج الملوک عزیز کے پاس یہ سارا سامان لے گیا اور اس سے رخصت ہوا اور کہنے لگا کہ اے میرے بھائی اور دوست' یہ مال محبت کی بنا پر بطور ہدیے کے میں تجھے دیتا ہوں' اسے قبول کر اور صحیح و سلامت اپنے وطن کو واپس جا۔ عزیز نے قبول کیا اور اس کے اور اس کے باپ کے سامنے زمیں بوس ہو کر رخصت ہوا۔ تاج الملوک تین میل تک اس کی مشایعت کے لیے گیا اور اس کی دلجمعی کی اور قسم دی کہ پھر ضرور آئیو۔ عزیز نے کہا کہ اے میرے

آقا' اگر مجھے اپنی والدہ کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی تجھ سے جدا نہ ہوتا۔ لیکن اے میرے آقا' اپنی خیریت سے مجھے مطلع کرتے رہیو۔ اس نے جواب دیا کہ اور تو بھی۔

اس کے بعد تاج الملوک واپس ہوا اور عزیز سفر کرتے کرتے اپنے وطن پہنچا۔ وہاں پہنچ کر وہ اپنی ماں کی طرف روانہ ہوا اور دیکھا کہ اس نے اس کے لیے بیچ گھر میں ایک قبر بنا رکھی ہے اور اس کی زیارت کرتی ہے۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے دیکھا کہ ماں نے اپنے بال کھول کر قبر پر بچھا دیے ہیں اور رو رہی ہے۔

وہ اسی حالت میں تھی کہ عزیز آ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جونہی ماں کی نظر اس پر پڑی تو وہ مارے خوشی کے غش کھا کر گر پڑی۔ عزیز نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے اٹھ کر عزیز کو سینے سے لگا لیا اور وہ اسے لپٹ گئی اور وہ اسے لپٹ گیا اور اس نے اسے سلام کیا اور اس نے اسے سلام کیا اور ماں نے اس کے غائب رہنے کا سبب پوچھا۔ اور اس نے شروع سے لے کر آخر تک سارا قصہ بیان کر دیا اور اس سے کہا کہ تاج الملوک نے سو بوجھ کپڑوں اور دوسرے مال کے میرے ساتھ کر دیے ہیں۔ ماں کو اس پر بڑی خوشی ہوئی۔ اب عزیز اپنے شہر میں اپنی ماں کے پاس رہنے لگا اور بدذات ولیلہ کی بیٹی کی حرکت پر روتا تھا۔

یہ تو عزیز کی سرگزشت ہوئی۔ اب تاج الملوک کا حال سنئے۔ بادشاہ شہرمان نے اپنی بیٹی کے لیے سفر کی تیاری کرنی شروع کر دی تاکہ وہ اپنے شوہر اور سسر کے ساتھ روانہ ہو جائے اور سارے براتیوں کے لیے توشہ اور تحفے تحائف ساتھ کر دیے اور وہ لوگ روانہ ہو گئے اور بادشاہ شہرمان تین دن تک ان کے ہمرکاب رہا تاکہ ان کی مشایعت کرے۔ اس کے بعد بادشاہ سلیمان شاہ نے اسے قسم دی کہ لوٹ جائے اور وہ لوٹ گیا۔

ادھر تاج الملوک اور اس کا باپ اور اس کی بیوی اور سارا لشکر دن رات کوچ کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے شہر کے قریب پہنچے۔ لوگوں کو ان کے آنے کی خبر مل چکی تھی اور انھوں نے شہر کو آراستہ کر رکھا تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• ایک سو سینتیس ویں رات

جب ایک سو سینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب سلیمان شاہ اپنے شہر کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ لوگوں نے شہر کو سجا رکھا ہے۔ شہر کے اندر پہنچ کر بادشاہ کرسی پر بیٹھا اور اس کا بیٹا تاج الملوک اس کے پہلو میں اور اس نے داد و دہش شروع کر دی۔ اور قیدیوں کو آزاد کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے کی خاطر ایک اور ولیمے کی دعوت کی جس میں دومنیاں اور ایک مہینے تک برابر گاتی بجاتی رہیں اور سنگار کرنے والیاں شہزادی دینا کی منہ دکھائی کی رسم ادا کرتی رہیں اور نہ وہ منہ دکھائی سے تھکتی تھی اور نہ وہ لوگ اسے دیکھنے سے سیر ہوتے تھے۔ جب تاج الملوک اپنے والدین سے ملاقات کر چکا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور مرتے دم تک وہ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے رہے۔

اب ضوء المکان نے وزیر دندان سے کہا کہ تو واقعی اس قابل ہے کہ غمگین دل کو شاد کر سکے اور بادشاہوں کا ندیم بن سکے اور انہیں سیاست میں ٹھیک راستہ بتائے۔ اسی اثناء میں وہ قسطنطنیہ کا محاصرہ بھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ چار سال گزر گئے اور انہیں وطن کی یاد ستانے لگی اور لشکری شکایت کرنے لگے۔ کیونکہ وہ جاگتے جاگتے اور محاصرہ کرتے کرتے اور دن رات لڑتے لڑتے تنگ آ گئے تھے۔ ضوء المکان نے بہران اور رستم اور ترکاش کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ ہم اتنے سال یہاں ٹھہرے ہیں لیکن ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوا بلکہ تکالیف زیادہ ہو گئیں۔

ہم بادشاہ عمر بن النعمان کا بدلہ لینے آئے تھے لیکن اپنے بھائی شرکان کو بھی کھو بیٹھے اور بجائے ایک حسرت کے دو حسرتیں اور بجائے ایک مصیبت کے دو مصیبتیں ہو گئیں۔

اور ان سب کا سبب ذات الدواہی ہے کیونکہ اسی نے بادشاہ کو اس کے ملک کے اندر آ کر قتل کیا اور اس کی بیوی صفیہ کو لے گئی۔ اس پر بھی اس نے بس نہ کیا بلکہ

ہمیں فریب دے کر میرے بھائی کو ذبح کیا اور میں نے قسم کھائی اور حلف اٹھایا کہ میں بدلہ لے کر چھوڑوں گا۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ ان باتوں کو اچھی طرح سے سمجھ کر جواب دو۔ یہ سن کر انہوں نے سر نیچا کر لیا اور کہا کہ رائے دینا وزیر دندان کا کام ہے۔ اس پر وزیر دندان اٹھ کر بادشاہ ضوء المکان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ' سن' اب یہاں زیادہ ٹھہرنے میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے وطن واپس جائیں اور وہاں کچھ مدت ٹھہر کر پھر واپس آئیں اور بت پرستوں پر جہاد کریں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ رائے بہت مناسب ہے کیونکہ سب لوگ اپنے اہل و عیال سے ملنے کی آرزو میں ہیں اور مجھے بھی اپنے بیٹے کان ماکان اور اپنی بھتیجی قضی فکان کے دیکھنے کی تمنا ہے کیونکہ وہ دمشق میں ہے اور نہ معلوم اس کا کیا حال ہو گا۔ جب لشکر والوں نے یہ خبر سنی تو وہ خوش ہو گئے اور وزیر دندان کو دعائیں دینے لگے۔

اب بادشاہ ضوء المکان نے یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ تین دن کے بعد کوچ ہے اور لوگ سفر کی تیاری کرنے لگے اور چوتھے روز طبل بجنے لگے اور جھنڈے کھل گئے اور وزیر دندان لشکر کے مقدمے میں آیا اور بادشاہ قلب میں اور بڑا حاجب اس کے پہلو میں ہو لیا اور لشکر روانہ ہو گیا۔ دن رات کوچ کرتے کرتے وہ بغداد پہنچے۔ لوگ انہیں دیکھ کر خوش ہو گئے اور ان کا رنج و الم جاتا رہا اور مقیم' مسافروں سے ملے اور ہر سردار اپنے گھر گیا اور بادشاہ اپنے محل میں جا کر اپنے بیٹے کان ماکان سے ملا۔ اس وقت اس کی عمر سات سال کی ہو چکی تھی اور وہ سواری اور جنگ کے فن سیکھ رہا تھا۔ جب بادشاہ سے سفر کی تکان دور ہو چکی تو وہ اپنے بیٹے کے ساتھ حمام گیا اور وہاں سے نکل کر حکومت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوا اور وزیر دندان اس کے سامنے کھڑا ہوا اور حکومت کے حکام اور امراء اس کی خدمت میں کمر بستہ ہوئے۔ اب ضوء المکان نے اپنے دوست بھٹی والے کو بلایا جس نے پردیس میں اس کے ساتھ بھلائی کی تھی۔ جب وہ بادشاہ کے سامنے آیا تو بادشاہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اسے اپنے پاس بٹھایا۔

بادشاہ وزیر سے کہہ چکا کہ اس نے اس کے ساتھ کیا کیا بھلائیاں کی ہیں اس لیے وزیر اور تمام امراء نے اس کی تعظیم کی۔ کھانے پینے اور آرام کرنے کی وجہ سے بھٹی والا بہت موٹا تازہ ہو گیا تھا حتیٰ کہ اس کی گردن ہاتھی کی سی اور پیٹ ورفیل کا سا ہو گیا تھا۔ علاوہ بریں وہ خبط الحواس ہو گیا تھا کیونکہ وہ اپنے مکان سے کبھی باہر نہ نکلتا تھا۔ اس لیے اس نے پہلے بادشاہ کو پہچانا ہی نہیں لیکن بادشاہ اس کی طرف بڑھ کر مسکرایا اور اسے بہترین طریقے سے سلام کیا اور کہنے لگا کہ تو مجھے کتنی جلد بھول گیا! اب بھٹی والے کو ہوش آیا اور اس نے غور سے دیکھا اور پہچانا اور کود کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے میرے پیارے' تجھے کس نے بادشاہ بنا دیا ہے؟ اس پر بادشاہ ہنس پڑا اور وزیر نے اس کے پاس جا کر سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ وہ تیرا بھائی اور دوست تھا اور ایک زمانہ یہ ہے کہ وہ دنیا کا بادشاہ ہے۔ اب وہ ضرور تیرے ساتھ بھلائی کرے گا۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جب وہ کہے کہ کچھ مانگ تو کوئی چیز مانگیو کیونکہ وہ تجھے بہت چاہتا ہے۔ بھٹی والے نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں اس سے کوئی چیز مانگوں اور وہ نہ دے یا نہ دے سکے۔ وزیر نے کہا کہ جو کچھ تو اس سے مانگے گا وہ تجھے دے گا' اس میں تیرا کیا بگڑتا ہے! اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم' میں اس سے وہ چیز مانگوں گا جو میرے دل میں ہے اور جو میں ہر روز خواب میں دیکھتا ہوں اور جس کے بارے میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے عطا کرے۔ وزیر نے کہا کہ اطمینان رکھ کیونکہ اگر تو اس کے بھائی کی جگہ دمشق کا والی بھی بننا چاہے گا تو وہ تیری درخواست رد نہ کرے گا اور تجھے دمشق کا والی بنا دے گا۔

اب بھٹی والا سروقد کھڑا ہو گیا۔ ضوء المکان نے اشارے سے کہا کہ بیٹھ جا لیکن وہ نہ مانا اور کہنے لگا کہ معاذاللہ' اب وہ دن چلے گئے۔ جب میں تیرے سامنے بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں' وہ ابھی تک باقی ہیں کیونکہ تو ہی میری زندگی کا باعث ہے۔ خدا کی قسم' جو کچھ تو مجھ سے مانگے گا' میں تجھے دوں گا۔ لیکن پہلے خدا سے مانگ

اور پھر مجھ سے۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا' مجھے ڈر لگتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ڈر مت۔ اس نے کہا کہ مجھے اس بات کا ڈر لگتا ہے کہ میں تجھ سے کچھ مانگوں اور تو نہ دے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے اور ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اگر تو میرا آدھا ملک بھی مانگے تو میں تجھے اپنا شریک بنانے کے لیے تیار ہوں۔ لہٰذا مانگ اور زیادہ باتیں مت بنا۔ بھٹی والے نے کہا کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ ڈر مت۔ اس نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کوئی چیز مانگوں اور تو نہ دے سکے۔ اس پر بادشاہ کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ مانگ جو تیرے دل میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں پہلے تو خدا سے اور پھر تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے ایک پروانہ دے دے کہ میں بیت المقدس کے تمام بھٹی والوں کا سردار بنایا گیا۔ اس پر بادشاہ اور تمام حاضرین ہنس پڑے اور بادشاہ نے کہا کہ اور کچھ مانگ۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا' میں نے کہا نہ تھا کہ میں تجھ سے کوئی چیز مانگوں اور تو نہ دے یا نہ دے سکے۔ اس پر وزیر نے دوبارہ ٹھوکر ماری اور پھر سہ بارہ اور وہ ہر بار کہتا کہ میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ..... اور بادشاہ کہتا کہ جلد مانگ۔ اب اس نے کہا کہ میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے بیت المقدس یا دمشق کے خاکروبوں کا چودھری بنا دے۔ اس پر حاضرین ہنستے ہنستے لوٹ گئے اور وزیر نے پھر اسے ٹھوکر لگائی مگر اس نے وزیر سے کہا کہ تو مجھے مارنے والا کون ہوتا ہے' آخر میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ تجھی نے تو مجھ سے کہا تھا کہ کوئی بڑی چیز مانگ۔ اچھا تو مجھے وطن جانے دو۔ بادشاہ نے سمجھا کہ وہ مذاق کرتا ہے۔

تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے میرے بھائی' مجھ سے کوئی ایسی بڑی چیز مانگ جو تیری شان کے شایاں ہو۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہ' میں پہلے خدا سے اور پھر بادشاہ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو اپنے بھائی کی جگہ مجھے دمشق کا والی بنا دے۔ بادشاہ نے کہا کہ خدا نے یہ تجھے عطا کیا اور اس نے بادشاہ کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے لیے ایک کرسی لاؤ جو اس کے عہدے کے قابل ہو اور اسے نوابی کی خلعت عطا کی اور اس کے لیے ایک پروانہ لکھ کر اس

پر مہر لگا دی۔ اور وزیر سے کہا کہ سوائے تیرے اور کوئی اس کے ساتھ جانے کے قابل نہیں ہے' اور جب تو لوٹیو تو اپنے ساتھ میری بھتیجی قضی فکان کو لیتے آئیو۔ وزیر نے کہا کہ بسر و چشم اور وہ اسے لے کر چلا گیا اور سفر کی تیاری کرنے لگا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بھٹی والے کے لیے خادم اور جلوس اور ایک نیا تخت اور شاہی ساز و سامان عطا کیا جائے اور اس نے امرا سے کہا کہ جس کو میں عزیز ہوں وہ اس کا احترام کرے اور اسے بڑے بڑے ہدیے دیے۔ اس پر تمام امراء نے اپنی اپنی ہمت کے موافق ہدیے پیش کیے۔ بادشاہ نے اس کا نام سلطان زبل خاں رکھا اور اس کو مجاہد کا لقب دیا۔

یہ تو سلطان زبل خاں کا ماجرا ہوا۔ اب وزیر دندان کا حال سنئے۔ وہ قضی فکان کے ساتھ منزلیں طے کرتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ ایک مہینے کے بعد رحبہ پہنچا اور وہاں سے روانہ ہو کر بغداد آیا اور اپنے آنے کی خبر ضوء المکان کو بھیجی۔ بادشاہ سوار ہو کر اس کی ملاقات کے لیے نکلا۔ جب وزیر نے اسے دیکھا تو چاہتا تھا کہ گھوڑے سے اتر پڑے مگر ضوء المکان نے اسے قسم دی کہ ایسا مت کر اور اپنے گھوڑے کو ایڑ دے کر اس کے پاس پہنچا اور اس سے زبل خاں مجاہد کی حالت دریافت کی۔ وزیر نے کہا کہ وہ بخیریت ہے اور تیری بھتیجی قضی فکان آ گئی ہے۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا اور اس سے کہا کہ تین دن تک ستا' اس کے بعد میرے پاس آئیو۔ اس نے جواب دیا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر وزیر اپنے مکان روانہ ہو گیا اور بادشاہ اپنے محل میں داخل ہو کر اپنی بھتیجی قضی فکان کے پاس گیا۔ اس کی عمر آٹھ سال کی ہو چکی تھی۔ جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو وہ خوش ہو گیا اور اس کے باپ پر افسوس کرنے لگا اور اس کے لیے کپڑے بنوائے اور اسے قیمتی زیور اور جواہرات عطا کیے اور حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹے کان ماکان کے ساتھ ایک ہی محل میں قیام کرے۔

جب دونوں بڑھ کر جوان ہوئے تو دنیا بھر میں ان سے زیادہ ذکی اور بہادر کوئی نہ تھا۔ فرق یہ تھا کہ قضی فکان بڑی مدبرہ اور دانش مند اور دور اندیش تھی اور کان ماکان

بڑا کریم اور سخی تھا اور آئندہ کی فکر نہ کرتا تھا۔ اب دونوں بڑے ہو کر دس سال کے ہوئے اور قضی فکان گھوڑے کی سواری کرتی اور اپنے چچیرے بھائی کے ساتھ جنگل میں جاتی اور اسے لے کر بہت دور نکل جاتی اور دونوں شمشیر زنی اور نیزہ بازی سیکھتے یہاں تک کہ بارہ برس کے ہو گئے۔ اس اثناء میں بادشاہ جہاد کی تیاری کر چکا اور ہتھیار وغیرہ مہیا کر لیے اور وزیر دندان کو بلا کر کہا کہ سن' میرا ایک ارادہ ہو رہا ہے اور میں تجھے اس سے مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا جلد جواب دیجیو۔ وزیر دندان نے کہا کہ وہ کیا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے بیٹے کان ماکان کو بادشاہ بنا دوں اور اپنی زندگی ہی میں اس پر اپنا دل خوش کروں اور اس کے سامنے لڑ کر شہید ہو جاؤں۔ تیری اس میں کیا رائے ہے؟ وزیر دندان نے بادشاہ ضوء المکان کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے بادشاہ اور سلطان اور دنیا کے مالک' تیرا ارادہ بہت عمدہ ہے لیکن ابھی اس کا وقت نہیں اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تیرا بیٹا کان ماکان ابھی کم عمر ہے اور دوسری یہ کہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی بادشاہ اپنے جیتے جی اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیتا ہے' تو وہ پھر جلد ہی مر جاتا ہے۔ بس تیرے سوال کا یہی جواب ہے۔ بادشاہ نے کہا میں اسے بڑے حاجب کے سپرد کر دوں گا کیونکہ اب وہ ہمارا گوشت و پوست ہے اور چونکہ اس نے میری بہن کے ساتھ شادی کی ہے اس لیے وہ میرے بھائی کی طرح ہے۔ وزیر نے کہا کہ جو تیری مرضی ہو کر' کیونکہ ہم سب تیرے فرمانبردار ہیں۔ اب بادشاہ نے بڑے حاجب کو اپنے پاس بلوایا اور دیگر امرا کو بھی طلب کیا اور ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرا بیٹا کان ماکان اپنے زمانے کا شہسوار ہے اور شمشیر زنی اور تیر اندازی میں اس کا نظیر نہیں۔ میں اسے تمہارا بادشاہ بناتا ہوں اور اس کے چچا بڑے حاجب کو اس کا سرپرست۔ حاجب نے کہا کہ جہاں پناہ' میں تیرا لگایا ہوا پودا ہوں۔ ضوء المکان نے کہا کہ اے حاجب' میرا بیٹا کان ماکان اور میری بھتیجی قضی فکان چچا زاد بھائی بہن ہیں اور میں دونوں کی شادی آپس میں کر دینا چاہتا ہوں۔ تم لوگ اس پر گواہ ہو۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے کو اتنا مال عطا کیا کہ اس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔

اب وہ اپنی بہن نزہت الزماں کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ وہ دونوں میرے بچے ہیں' خدا انہیں زندہ رکھے اور تیرا سایہ ابد الاباد تک ان کے سر پر رہے! بادشاہ نے کہا کہ جو کچھ ارمان میرے دل میں تھے' ان کو میں نکال چکا ہوں اور اپنے بیٹے پر مجھے اعتماد ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ تو اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور اس کی ماں کی بھی خبر گیری کرے۔ اسی طرح وہ دن رات حاجب اور نزہت الزماں کو اپنے بیٹے اور بھتیجی اور بیوی کے متعلق وصیت کرتا تھا کیونکہ اسے موت کا یقین ہو چکا تھا اور وہ تکئے پر سر رکھے پڑا رہتا تھا اور حاجب رعایا اور ملک پر فرمانروائی کرتا تھا۔ ایک سال کے بعد اس نے اپنے بیٹے کان ماکان کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ بیٹا' میرے بعد یہ وزیر تیرا باپ ہے کیونکہ اب میں اس فانی دنیا سے ہمیشگی کے گھر آخرت کی طرف جا رہا ہوں۔ دنیا میں میری ساری حسرتیں نکل چکی ہیں سوائے ایک کہ جس کے متعلق مجھے امید ہے کہ خدا تیرے ہاتھوں پورا کرے گا۔ بیٹے نے کہا کہ ابا جان' وہ کون سی حسرت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بیٹا' یہ کہ میں مر گیا اور اس بڑھیا سے جس کا نام ذات الدواہی ہے' تیرے دادا عمر بن النعمان اور تیرے چچا شرکان کا بدلہ نہ نکال سکا۔ اگر خدا تیری مدد کرے تو اس بدلے کو لینے سے غافل مت ہوجیو اور کفار کا یہ دھبہ دھو ڈالیو اور اس بڑھیا کے مکر سے بچ کر رہیو اور جو کچھ وزیر دندان کہے اس پر عمل کیجیو کیونکہ وہ قدیم زمانے سے ہمارے ملک کی پشت و پناہ ہے۔ بیٹے نے یہ ساری باتیں منظور کر لیں اور بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اب اس کا مرض بڑھتا جاتا تھا اور حکومت کا دارومدار اس کے بہنوئی حاجب پر تھا۔ حاجب بڑا آدمی ہو گیا تھا' وہی حاکم تھا اور وہی اوامر و نواہی جاری کرتا تھا۔ اس حالت میں ایک سال گزر گیا اور ضوء المکان اپنی بیماری سے فراغت نہ پاتا تھا۔ اور وہ اسے گھلائے ڈالتی تھی یہاں تک کہ چار سال گزر گئے اور بڑا حاجب حکومت کرتا رہا اور رعایا اور امراء سب اس سے خوش تھے اور سارا ملک اس کے لیے دعا کرتا تھا۔

ادھر تو ضوء المکان اور حاجب اس حالت میں تھے اور ادھر شہزادہ کان ماکان کو سوائے گھوڑے کی سواری اور نیزہ بازی اور تیر اندازی کے اور کوئی کام نہ تھا اور یہی اس کی چچیری بہن قضی فکان کا حال تھا۔ وہ دونوں تڑکا ہوتے ہی باہر نکل جاتے اور رات کو واپس آ کر وہ اپنی ماں کے پاس جاتی اور وہ اپنی ماں کے پاس جاتا اور دیکھتا کہ وہ باپ کے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے اور ساری رات صبح تک اس کی خدمت کرتا۔ اس کے بعد ہر روز کی طرح وہ اور اس کی چچیری بہن باہر نکل جاتے۔ ضوء المکان کی بیماری بڑھتی جاتی تھی اور وہ رویا کرتا تھا۔ ایک بار وہ تکیئے پر سر رکھ کر سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ خوش ہو کیونکہ تیرا بیٹا ملک کو انصاف سے معمور کر کے اس پر حکومت کرے گا اور ساری مخلوق اس کی اطاعت کرے گی۔ اس خوش خبری کو سن کر وہ مارے خوشی کے جاگ پڑا اور اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ بغداد والوں کو اس کی موت پر بڑا صدمہ پہنچا اور ہر چھوٹا بڑا اس پر نوحہ کرتا تھا۔ جب اسے مرے ایک زمانہ گزر گیا تو جیسے کہ وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ اور کان ماکان کی حالت بدل گئی اور بغداد والوں نے اسے معزول کر دیا اور اسے اور اس کے لوگوں کو علیحدہ جگہ رکھا۔ جب اس کی ماں نے یہ حالت دیکھی تو اس کی حالت ابتر ہو گئی اور وہ کہنے لگی کہ سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ میں خدا سے لطف و عنایت کی طالب ہو کر بڑے حاجب کے پاس جاؤں اور وہ اپنے گھر سے نکل کر حاجب کے پاس آئی جو اب بادشاہ ہو گیا تھا اور یہ دیکھ کر کہ وہ اپنے فرش پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کی بیوی نزہت الزماں کے پاس گئی اور بلک بلک کر رونے لگی اور کہا کہ مرے کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ خدا تمہیں ابدالاباد تک محتاج نہ کرے! اور تم خاص و عام پر عدل و انصاف سے حکومت کرتے رہو! جو حکومت اور عزت اور جاہ و جلال اور عیش کی زندگی ہماری تھی اسے تم نے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اب زمانہ ہم سے پھر گیا ہے اور دنیا نے ہمارے ساتھ خیانت کی ہے اور ہم پر ظلم کر رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ ہمارے پاس بھلائی کی تمنا

میں آتے تھے اور آج میں تیرے پاس احسان کی خواہش مند ہو کر آئی ہوں کیونکہ جب مرد مر جاتا ہے تو اس کی بیوی بیٹیاں ذلیل و خوار ہو جاتی ہیں۔

جب نزہت الزماں نے یہ باتیں سنیں تو اسے اپنے بھائی ضوء المکان اور اس کے بیٹے کان ماکان کی یاد آ گئی اور اس نے اسے اپنے قریب بٹھا کر کہا کہ سچ ہے کہ آج میں امیر ہوں اور تو غریب' مگر خدا کی قسم میں نے تیرے مزاج پرسی اس وجہ سے نہیں کی کہ کہیں تیرا دل نہ ٹوٹ جائے اور تو نہ خیال کرے کہ جو کچھ ہم تجھے دیں وہ خیرات ہے کیونکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب تیری اور تیرے شوہر کی بدولت ہے۔ لہٰذا میرا گھر تیرا گھر ہے اور میرا محل تیرا محل اور میری بھلائی برائی اور تیری بھلائی برائی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اس کو ایک نفیس خلعت عطا کی اور محل میں اپنے کمرے سے ملا ہوا دوسرا کمرہ اس کے لیے مخصوص کر دیا اور وہ اور اس کا بیٹا کان ماکان مزے کی زندگی بسر کرنے لگے اور اس نے کان ماکان کو شاہانہ لباس پہننے کے لیے دیا اور ان دونوں کی خدمت کے لیے کنیزیں مقرر کر دیں۔ کچھ زمانے کے بعد نزہت الزماں نے اپنے بھائی ضوء المکان کی بیوی کا حال اپنے شوہر سے بیان کیا۔ یہ سن کر اس کے آنسو ڈبڈبا آئے اور وہ کہنے لگا کہ اگر تو دیکھنا چاہتی ہے کہ تیرے بعد دنیا کا کیا حال ہو گا تو دیکھ لے کہ اوروں کے بعد دنیا کا کیا حال ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو اڑتیسویں رات

جب ایک سو اڑتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب نزہت الزماں نے حاجب سے کہا کہ اس کی بھاوج کا کیا حال ہے تو اس نے جواب دیا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کر اور اس کی غربت کو دور کر۔

یہ تو نزہت الزماں اور اس کے شوہر اور ضوء المکان کی بیوی کا قصہ ہوا۔ اب کان ماکان اور اس کی چچیری بہن قضی فکان کا ماجرا سنئے۔ وہ جوان ہوئے اور بلند بالا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دو پھلوں سے لدی ہوئی شاخیں ہیں یا چودھویں رات کے چاند۔ اب ان کی عمر پندرہ سال ہو گئی۔ قضی فکان پردہ نشین لڑکیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اس کا چہرہ حسین تھا اور رخسار چکنے چکنے اور کمر پتلی اور کولہے بھاری اور قد چھریرا اور ہونٹ پرانی شراب سے زیادہ لذیذ اور لعاب جیسے حوض کوثر کا پانی۔ خدا نے اس میں ساری خوبیاں جمع کر دی تھیں۔ اس کے قد کے آگے شاخیں شرماتیں اور گلاب کا پھول اس کے رخساروں سے پناہ مانگتا اور اس کا لعاب پرانی شراب پر طعنہ زنی کرتا اور اسے دیکھ کر دل اور آنکھیں خوش ہوتیں اور کان ماکان کا حسن بھی لاجواب تھا اور اسے ہر چیز میں کمال تھا۔ حسن اور خوبیوں میں وہ بے نظیر تھا۔ شجاعت اس کی پیشانی سے ظاہر تھی اور وہ اس پر گواہی دیتی تھی اور کبھی اس کے خلاف گواہی نہ دیتی۔ سخت دل اس کی طرف مائل ہو جاتے۔ اس کی آنکھیں کالی کالی اور سارے اعضا مکمل اور وہ سبزہ آغاز تھا۔

ایک روز کا وقعہ ہے کہ قضی فکان اپنی کنیزوں کو لے کر کسی رشتے دار کے ہاں عید منانے گئی ہوئی تھی اور وہ سرتاپا حسن تھی اور اس کے خد و خال پر رشک آ رہا تھا اور اس کے لبوں سے بابونہ مسکرا رہا تھا اور وہ چمکتے ہوئے چاند کی طرح تھی اور کان ماکان اپنا دل مضبوط کر کے اس کے حسن اور فراق کے اشعار گانے لگا۔ جب قضی

فکان نے سنا تو اس کے چہرے سے غصہ اور ملامت ظاہر ہونے لگی اور اس نے تیوری چڑھا کر ناراضگی کے لہجے میں کان ماکان سے کہا کہ تو اپنے اشعار میں میرا ذکر کرتا ہے تاکہ اپنے خاندان میں میری فضیحت کرائے۔ اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں تیری شکایت بڑے حاجب سے کر دوں گی جو خراسان اور بغداد کا بادشاہ اور عدل و انصاف کا حامی ہے اور وہ تجھے ذلیل و خوار کرے گا۔ کان ماکان چپ ہو گیا اور غصے میں آ کر وہ بغداد چلا گیا۔ اس کے بعد قضی فکان نے اپنے محل میں جا کر اپنے چچیرے بھائی کی شکایت اپنی ماں سے کی۔ ماں نے جواب دیا کہ بیٹی' اس کا مطلب تیری برائی کرنا نہ ہو گا۔ وہ بھی تو آخر یتیم ہے لیکن باوجود ان تمام باتوں کے اس کی زبان سے کبھی تیری برائی نہیں نکلی۔ خبردار' اس کا ذکر کسی اور سے نہ کریو۔ اگر بادشاہ تک یہ خبر پہنچ گئی تو اس کی زندگی ختم ہو جائے گی اور یاد مٹ جائے گی اور وہ کل کی طرح ہو جائے گا جسے اب کوئی یاد نہیں کرتا۔

باوجود ان تمام باتوں کے کان ماکان کی محبت قضی فکان کے ساتھ سارے بغداد میں مشہور تھی' حتیٰ کہ ہر عورت کی زبان پر اس کا ذکر تھا۔ بالآخر کان ماکان دل تنگ ہو گیا اور اس میں صبر کی طاقت نہ رہی اور اس کی سمجھ میں یہ نہ آتا تھا کہ کیا کیا جائے اور وہ لوگوں سے اپنا حال چھپانا نہ چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ جو تکلیفیں فراق کی وہ اٹھا رہا ہے' دل کھول کر کہہ ڈالے لیکن وہ قضی فکان کے عتاب سے ڈرتا تھا۔

اب شہرزاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو انتالیس ویں رات

جب ایک سو انتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ جب بڑا حاجب بادشاہ ------- ہو گیا تو لوگوں نے اس کا نام ساسان بادشاہ رکھا اور تخت نشین ہو کر رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگا۔ ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس کان مکان کے اشعار پہنچے تو اسے گزشتہ حالت پر ندامت ہوئی اور اس نے اپنی بیوی نزہت الزماں کے پاس جا کر کہا کہ آگ اور پھونس کو یکجا جمع کرنا بڑے اندیشے کی بات ہے اور جب تک آنکھوں میں بینائی اور پلکوں میں جنبش باقی ہو اس وقت تک مرد کا اعتبار عورت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ تیرا بھتیجا اب بالغ ہو چکا ہے لہٰذا اسے پازیب پہننے والیوں کے پاس جانے سے تجھے روکنا چاہیے اور اپنی بیٹی کو مردوں کے پاس جانے سے روکنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس جیسی لڑکی کو اب پردہ نشین ہونا چاہیے۔ اس نے جواب دیا کہ اے عقلمند بادشاہ' تو سچ کہتا ہے۔ دوسرے دن جب کان ماکان عادت کے موافق اپنی پھوپھی نزہت الزماں کے پاس آیا تو اس نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ بیٹا' میں تجھ سے ایک بات کہتی ہوں اگرچہ میرا جی تو نہیں چاہتا کہ کہوں۔ کان ماکان نے کہا کہ کہہ۔ اس نے کہا کہ قضی فکان کے باپ حاجب نے جو تیرا سرپرست ہے تیرے اشعار اس کے متعلق سنے ہیں اور حکم دیا ہے کہ وہ تجھ سے پردہ کرے۔ اس لیے بیٹا' اگر تجھے کوئی ضرورت ہو تو دروازے کے پیچھے سے تجھے دے دیا کروں گی۔ تو اس کے سامنے مت آئیو اور آج کے بعد اس مکان میں داخل نہ ہوجیو۔

جب اس نے پھوپھی کی یہ باتیں سنیں تو کچھ جواب نہ دیا بلکہ وہاں سے نکل کر ماں کے پاس گیا اور وہ سب باتیں کہیں جو اس کی پھوپھی نے کہی تھیں۔ ماں نے جواب دیا کہ یہ باتیں تیری ہی فضول گوئی سے پیدا ہوئی ہیں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ

قضی فکان کے ساتھ تیری محبت کا چرچا ہر جگہ ہو رہا ہے۔ تو ان کا نمک کھاتا اور ان کی بیٹی کے ساتھ عشق کرتا ہے! اس نے جواب دیا کہ میرے علاوہ اور کون اسے

لے سکتا ہے۔ وہ میری چچیری بہن ہے اور سب سے زیادہ میں اس کا مستحق ہوں۔ اس کی ماں نے کہا کہ یہ باتیں جانے دے اور چپ ہو۔ اگر اس کی خبر ساسان بادشاہ کو پہنچ گئی تو ہمیشہ کے لیے تو اس سے جدا ہو جائے گا اور تجھے تکلیف پہنچے گی اور تو تباہ ہو جائے گا اور آج رات سے ہمارا کھانا بند کر دیں گے اور ہم بھوک سے مر جائیں گے۔ اگر ہم کسی اور شہر میں ہوتے تو بھوک کی تکلیف اور بھیک کی ذلت سے کب کے مر چکے ہوتے۔ جب کان ماکان نے اپنی ماں کو یہ کہتے سنا تو اس کا رنج اور زیادہ ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے اپنی ماں سے کہا کہ اب میرا رہنا اپنی چچی کے پاس یا ان لوگوں کے پاس ناممکن ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ محل سے نکل جاؤں اور شہر کے کنارے جا کر ٹھہروں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی ماں کے ساتھ محل سے روانہ ہو گیا اور جا کر غریب لوگوں کے پڑوس میں رہنے لگا مگر اس کی ماں ساسان کے محل میں اپنے اور اپنے بیٹے کے لیے کھانا پینا لینے جایا کرتی تھی۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ قضی فکان' کان ماکان کی ماں سے تنہائی میں ملی اور اس سے کہنے لگی کہ چچی جان' تیرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بیٹی' وہ ہمیشہ روتا اور غمگین رہتا ہے اور تیری محبت میں گرفتار ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اسے چند اشعار سنائے جو کان ماکان نے کہے تھے۔ یہ سن کر قضی فکان رو پڑی اور کہنے لگی کہ واللہ' میں نے نہ اس کے اشعار کی وجہ سے اسے ڈانٹا تھا اور نہ ناراضگی کی وجہ سے بلکہ اس خوف سے کہ کہیں دشمنوں سے اسے آزار نہ پہنچ جائے۔ جتنا وہ مجھے چاہتا ہے' اس سے کئی گنا زیادہ میں اسے چاہتی ہوں مگر میں اپنی محبت کا اظہار زبان سے نہیں کر سکتی۔ محض اس کی زبان کی بے لگامی اور اس کے دل کے جوش کی وجہ سے میرے باپ نے اس کے ساتھ نیکی کرنا بند کر دیا ہے اور اسے منع کر کے

محروم کر دیا ہے لیکن زمانہ ہمیشہ گردش کرتا رہتا ہے' اس لیے ہر حالت میں صبر کرنا ہے اور ممکن ہے کہ جس نے ہمیں فراق میں مبتلا کیا ہے وہ اپنی مہربانی سے ہمیں ملا بھی دے۔ جب کان ماکان کی ماں نے اسے یہ کہتے سنا تو اس کی شکر گزار ہوئی اور اسے دعائیں دینے لگی اور رخصت ہو کر چلی آئی اور اپنے بیٹے کو اس سے مطلع کیا۔ اس پر اس کا شوق اور بڑھ گیا اور اس کا دل مضبوط ہو گیا اور ناامیدی دور ہو گئی اور آہیں بند ہو گئیں اور وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم' میں سوائے اس کے اور کسی کو نہیں چاہتا۔

اب دن گزر رہے تھے اور وہ محبت کی آگ میں جل رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی عمر سترہ سال ہو گئی اور اس کا حسن نکھر آیا اور دماغ پختہ ہو گیا۔ ایک رات اسے نیند نہیں آئی اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب میں زیادہ کیوں خاموش رہوں اور عشق میں گھلتا جاؤں اور اپنے محبوب کو نہ دیکھ سکوں در آں حالیکہ مجھ میں سوائے ناداری کے اور کوئی عیب نہیں۔ خدا کی قسم' میں بستی سے نکل کر جنگلوں اور بیابانوں میں چلا جاؤں گا کیونکہ یہاں رہنا میرے لیے ایک عذاب ہے اور اس جگہ نہ میرا کوئی دوست ہے' نہ رفیق جو مجھے تسلی دے۔ اس لیے میرا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ میں پردیس جا کر اپنا دل بہلاؤں' یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے اور میں اس ذلت اور تکلیف سے چھٹکارا پاؤں۔ یہ کہہ کر کان ماکان محل سے نکل کھڑا ہوا۔ اس طرح سے کہ وہ ننگے پاؤں تھا اور ایک انگی اور چھوٹی آستین کی قمیص پہنے ہوئے تھا اور سر پر ایک سات سال کی پرانی اونی ٹوپی تھی اور ایک تین دن کی باسی روٹی اس کے پاس تھی۔

رات کے اندھیرے میں وہ نکل کھڑا ہوا اور بغداد کے باب الارج پر آ کر ٹھہر گیا۔ جب شہر کا یہ دروازہ کھلا تو پہلا شخص جو اس میں سے باہر آیا' یہی کان ماکان تھا اور وہ ناک کی سیدھ پر چل کھڑا ہوا اور دن رات بیابان کی خاک چھاننے لگا۔ اس کے جانے کے بعد جب رات ہوئی تو اس کی ماں اسے ڈھونڈنے لگی لیکن اسے کہیں نہ پایا اور

دنیا باوجود اپنی وسعت کے اس پر تنگ ہو گئی اور اسے کسی چیز میں مزہ نہ ملتا تھا۔ پہلے دن اس نے انتظار کیا اور پھر دوسرے دن اور پھر تیسرے دن' یہاں تک ہکہ دس دن گزر گئے اور اسے کوئی خبر نہ ملی اور اس کا دل گھبرانے لگا اور وہ بہت روئی پیٹی اور کہنے لگی کہ اے میرے بیٹے۔ اے میرے پیارے' تو نے میرے غم کو تازہ کر دیا ہے۔ کیا میرا غم کافی نہ تھا کہ تو نے وطن چھوڑ کر اسے اور دوبالا کر دیا!

تیرے جانے کے بعد نہ مجھے کھانے میں مزہ آتا ہے اور نہ سونے میں اور سوائے رونے اور غمگین رہنے کے میرا اور کوئی کام نہیں۔ اے میرے بیٹے' میں کس ملک میں جا کر تجھے پکاروں' معلوم نہیں کہ تو کس ملک میں ہے! یہ کہہ کر وہ سرد آہیں بھرنے لگی اور اس کا کھانا پینا بالکل بند ہو گیا اور رونا اور سرد آہیں بھرنا دوبالا ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کے سامنے روتی اور سب لوگ اس کے ساتھ روتے اور کہتے کہ اے ضوء المکان تیرا چشم و چراغ کہاں گیا! اور زمانے کے حوادث کی شکایت کرتے اور اپنے دل میں کہتے کہ خدا جانے کہ کان ماکان پر کیا گزری کہ وہ گھر چھوڑ کر بے گھر ہو گیا حالانکہ اس کا باپ بھوکوں کو کھانا کھلاتا اور رعیت کے ساتھ انصاف کرتا اور انہیں امن و امان سے رکھتا تھا۔ ماں کی گریہ و زاری آئے دن بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ اس کی خبر بادشاہ ساسان کو پہنچی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پوری ایک سو چالیسویں رات

جب پوری ایک سو چالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ' بادشاہ ساسان کو کان ماکان کی خبر اپنے اراکین کے ذریعے ملی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے

بادشاہ کا بیٹا اور بادشاہ عمر بن النعمان کی اولاد میں سے ہے اور ہمیں معلوم ہوا کہ وہ وطن چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ جب بادشاہ ساسان نے ان کی باتیں سنیں تو وہ بہت ناراض ہوا حتیٰ کہ ان میں سے ایک کو پھانسی پر چڑھا دینے کا حکم دیا۔ باقی اراکین پر اس کا اتنا رعب پڑا کہ ان کی زبانیں بند ہو گئیں۔

اب ساسان کو ضوء المکان کے احسانات یاد آئے اور یہ کہ اس نے کان ماکان کو اس کے سپرد کیا تھا۔ اس پر اس کا دل کڑھنے لگا اور اس نے حکم دیا کہ اسے تمام ملکوں میں ڈھونڈا جائے۔ اس کے بعد اس نے ترکاش کو بلا کر حکم دیا کہ وہ سو سواروں کو لے کر کان ماکان کی تلاش میں نکلے۔ یہ سن کر ترکاش روانہ ہو گیا اور دس دن کے بعد واپس آ کر کہا کہ نہ مجھے اس کی کوئی خبر ملی اور نہ کسی سے اس کا حال معلوم ہوا۔ بادشاہ ساسان اپنے کئے پر بہت پچھتایا اور اس کی ماں کو نہ صبر آتا تھا نہ قرار اور اس پر بڑی مصیبت سے بیس دن گزرے۔

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا۔ اب کان ماکان کا واقعہ سنئے۔ جب وہ بغداد سے نکلا تو نہایت حیران و پریشان تھا اور اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جائے۔ وہ تین دن تک ریگستان میں اکیلا پھرتا رہا اور نہ اسے کوئی پیادہ دکھائی دیا اور نہ سوار۔ اس پر نیند حرام ہو گئی اور بیداری نے اسے آ گھیرا اور وہ اپنے خاندان اور وطن کو یاد کرنے لگا۔ وہ زمین کی سبزی کھا کر گزارہ کرتا اور دریا کا پانی پیتا۔ اور دوپہر کے وقت درختوں کی چھاؤں میں سوتا۔ اب اس نے دوسری طرف کی راہ لی اور تین دن چلنے کے بعد چوتھے دن وہ ایک ایسی جگہ پر پہنچا جہاں سبزہ زار تھا اور رنگ برنگ نباتات اگی ہوئی تھیں اور

جس کے اطراف نہایت خوشگوار تھے۔ اس خطے پر ابھی حال میں بارش ہوئی تھی اور بادل کڑکے تھے اور قمریوں نے گانے گائے تھے۔ اس لیے ہر طرف سبزہ اگا ہوا تھا اور کھیت لہلہا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر کان ماکان کو اپنے بزرگوں کا وطن بغداد یاد آ گیا اور وہ رونے لگا۔ پھر اس نے آنسو پونچھ کر کچھ سبزی کھائی اور وضو کر کے نمازیں پڑھیں جو اس مدت میں قضا ہو گئی تھیں اور ستانے کے لیے دن بھر وہاں بیٹھا رہا۔ جب رات ہوئی تو اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ آدھی رات تک سوتا رہا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کسی شخص کو عشقیہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا اور انہیں سن کر اس کا غم تازہ ہو گیا اور آنسو نالے کی طرح اس کے رخسار پر بہنے لگے اور اس کے دل میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور وہ کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ وہ اشعار پڑھنے والا کہاں ہے لیکن تاریکی کی وجہ سے کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ اس سے اس کی محبت اور بڑھ گئی اور اس کا رنج و غم دوبالا ہو گیا اور وہ وادی کے نیچے کی طرف اتر کر دریا کے کنارے چلنے لگا لیکن پھر اسے اسی شخص کی آواز سنائی دی وہ ٹھنڈی آہیں لے رہا تھا۔

جب کان ماکان نے دوبارہ اسی شخص کی آواز سنی مگر اسے کوئی نظر نہ آیا تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ بھی کوئی عاشق ہو گا جس کو اپنی محبوبہ سے ملنے میں ناکامی ہوئی ہے اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ میرا ساتھی بنے اور میں اسے غربت میں اپنا دوست بناؤں۔ یہ کہہ کر اس نے اسے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اے اندھیری رات کے راہ رو' میرے پاس آ اور اپنا قصہ مجھے سنا' ممکن ہے کہ میں تیری مصیبت میں تیری مدد کر سکوں۔ جب اس اشعار پڑھنے والے نے یہ باتیں سنیں تو اس نے بلند آواز سے کہا کہ اے میری دعا کو قبول کرنے والے اور میرا قصہ سننے والے' تو کون شہسوار ہے؟ اور تو انسان ہے یا جن؟ جلد جواب دے قبل اس کے کہ تیری موت آئے۔ میں بیس دن سے اس جنگل میں ہوں لیکن نہ آج تک میں نے کسی انسان کی صورت دیکھی اور نہ تیری آواز کے سوا کسی کی آواز سنی۔ جب

کان ماکان نے یہ باتیں سنیں تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس کا قصہ بھی میرے ہی قصے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ میں بھی بیس روز سے سفر کر رہا ہوں مگر نہ میں نے کسی شخص کی صورت دیکھی ہے اور نہ کسی کی آواز سنی۔ اس کے بعد اس نے اپنے دل میں کہا کہ صبح ہونے سے پہلے اسے کوئی جواب نہ دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چپ ہو گیا اور اس شخص نے پھر آواز دی اور کہا کہ اے پکارنے والے' اگر تو جن ہے تو چلتا ہو والسلام اور اگر انسان ہے تو ذرا ٹھہرا رہ جب تک کہ تڑکا ہو جائے اور رات کا اندھیرا جاتا رہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا اور کان ماکان اپنی جگہ۔ اور دونوں اشعار گاتے اور آنسو بہاتے یہاں تک کہ رات کا اندھیرا جاتا رہا اور صبح کی روشنی نمودار ہوئی۔ اب کان ماکان نے دیکھا کہ وہ ایک بدو عرب ہے مگر جوان۔ اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں اور ایک زنگ آلود تلوار اس کی میان میں ہے اور عشق کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ آگے بڑھا اور اسے سلام کیا اور بدو نے اس کے سلام کا جواب دیا اور تعظیم کے ساتھ اس کی آؤ بھگت کی' لیکن جب بدو نے دیکھا کہ وہ کم سن ہے اور فقیرانہ حال میں ہے تو وہ حقارت سے کہنے لگا کہ اے جوان' تو کس قوم سے ہے اور کس عربی قبیلے کی طرف منسوب ہے اور تیرا قصہ کیا ہے؟ تو رات کے وقت سفر کرتا ہے' یہ تو بہادروں کا کام ہے اور رات میں تو نے مجھ سے اس طرح باتیں کہیں جس طرح کوئی دلیر شہسوار یا شیر مرد ہی کرتا ہے۔ اس وقت تیری جان میرے قبضے میں ہے لیکن تیری کم سنی پر مجھے رحم آتا ہے' اس لیے میں تجھے اپنے ساتھ لیے لیتا ہوں تاکہ تو میری خدمت کرے۔

جب کان ماکان نے دیکھا کہ یا تو وہ ایسی عمدہ ابیات گاتا تھا اور یا اب ایسی گندی باتیں کرتا ہے تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ اسے فقیر سمجھتا ہے اور غلام بنانے کی فکر میں ہے مگر وہ اس سے نرم کلامی اور خوش بیانی سے کہنے لگا کہ اے عربوں کے سردار میری کم سنی کو جانے دے اور تو یہ بتا کہ تو راتوں کو جنگل میں سفر کرتا اور اشعار

گاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے اور وہ تو مجھے اپنا خادم بنانا چاہتا ہے تو یہ بتا کہ تو ہے کون اور ایسی باتیں کیوں کرتا ہے! اس نے کہا کہ لڑکے سن میں صباح بن رباح بن ہمام ہوں اور میرا قبیلہ شام کے عربوں سے تعلق رکھتا ہے۔ میری ایک چچیری بہن ہے جس کا نام نجمہ ہے' جو اسے دیکھتا ہے' خوش ہو جاتا ہے۔ میرا باپ مر چکا ہے اور میری تربیت میرے چچا نجمہ کے باپ کے گھر ہوئی ہے۔ جب ہم دونوں بڑے ہو گئے تو چچا نے مجھ سے اس کا پردہ کرایا اور میرا اس سے' کیونکہ اس نے دیکھا کہ میں نادار ہوں اور میری گرہ میں مال نہیں۔ اس پر عرب کے شرفا اور قبیلوں نے شیخوں کے اسے برا بھلا کا کہا اور وہ مارے شرم کے راضی ہو گیا لیکن اس شرط پر کہ میں مہر میں پچاس گھوڑے اور پچاس اونٹنیاں جو دس مہینے کی گابھن ہوں اور پچاس اونٹ جن پر گیہوں یا جو وغیرہ لدے ہوں اور دس غلام اور دس کنیزیں دوں۔ غرض کہ اس نے وہ چیزیں طلب کیں جو میری طاقت سے باہر ہیں کیونکہ مہر کی اتنی زیادتی کر دی۔ اب میں شام سے عراق آیا ہوں اور بیس دن میں سوائے تیرے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں بغداد جاؤں اور دیکھوں کہ وہاں کون سا بڑا اور امیر تاجر نکلتا ہے تاکہ میں اس کے پیچھے ہو لوں اور ان کا مال لوٹ لوں اور آدمیوں کو قتل کر ڈالوں اور ان کے اونٹ اور سامان لے اڑوں۔ اب بتا کہ تو کون ہے؟ کان ماکان نے جواب دیا کہ میرا قصہ بھی تجھ جیسا ہے' فرق اتنا ہے کہ میرا مرض تیرے مرض سے زیادہ مہلک ہے کیونکہ میری چچیری بہن شہزادی ہے اور جن چیزوں کا تو نے ذکر کیا ہے وہ ان کے لیے کافی نہیں اور نہ وہ کسی ایسی چیز سے راضی ہو سکتے ہیں۔ صباح نے کہا کہ یا تو تو پاگل ہے اور یا عشق کی زیادتی سے تیرے ہوش و حواس جاتے رہے ہیں۔ تیری چچیری بہن کیونکر شہزادی ہو سکتی ہے حالانکہ تجھ میں کوئی شاہانہ بات پائی نہیں جاتی بلکہ تو محض ایک فقیر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے عربوں کے سردار' میرا ظاہری حال دیکھ کہ دھوکہ مت کھا۔ جو کچھ گزر چکا ہو گزر چکا۔ اگر تو سچ مچ جاننا چاہتا ہے تو میں کان ماکان بن الملک ضوء المکان بن الملک عمر بن النعمان

ہوں جو بغداد و خراسان کا بادشاہ تھا۔ زمانے نے میرے اوپر ظلم کیا اور میرا باپ مر گیا اور بادشاہ ساسان تخت پر بیٹھا اور میں چپکے سے بغداد کو چھوڑ کر نکل بھاگا تا کہ مجھے کوئی دیکھنے نہ پائے۔ یہ ہے میرا صحیح صحیح قصہ اور مجھے بھی بیس دن ہوئے ہیں کہ میں نے سوائے تیرے کسی کو نہیں دیکھا۔ دیکھ تیرا قصہ میرے ہی قصے کی طرح ہے جو تیری آرزو ہے' وہی میری بھی ہے۔

جب صباح نے یہ باتیں سنیں تو وہ چلا اٹھا کہ اب خوشی ہی خوشی ہے اور میری مراد بر آئی۔ اب تیرے سوا اور کسی کو لوٹنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ تو بادشاہ زادہ ہے اور فقیرانہ لباس میں ہے۔ ضرور ہے کہ تیرے لوگ تجھے ڈھونڈیں گے اور اگر تجھے کسی کے پاس پائیں گے تو بہت مال و دولت دے کر تجھے چھڑائیں گے۔ لہٰذا اے لڑکے' اپنی پیٹھ میری طرف پھیر اور میری آگے آگے چل۔ کان ماکان نے جواب دیا کہ اے عرب سردار' ایسا مت کر کیونکہ میرے لوگ نہ مجھے چاندی دے کر رہا کرائیں گے اور نہ سونا دے کر۔ بلکہ میرے بدلے وہ تانبے کا درہم بھی نہ دیں گے کیونکہ میں فقیر آدمی ہوں اور نہ میرے پاس تھوڑا مال ہے اور نہ بہت۔ لہٰذا اس خیال کو چھوڑ دے اور میری رفاقت میں عراق سے نکل چل تا کہ ہم دنیا کا سفر کریں تا کہ ہمیں مہر کا سامان مہیا ہو اور ہم دونوں کو اپنی اپنی چچیری بہنوں سے بوس و کنار حاصل ہو۔ جب صباح نے یہ باتیں سنیں تو وہ طیش میں آ گیا اور غصہ و غضب سے کہنے لگا کہ اے رذیل ترین کتے تو مجھ سے سوال جواب کرتا ہے! اپنی پیٹھ پھیر ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ کان ماکان نے مسکرا کر کہا کہ میں کیونکر اپنی پیٹھ تیری طرف پھیروں! کیا تجھ میں انصاف نہیں۔ کیا تو اس سے نہیں ڈرتا کہ مجھ جیسے آدمی کو ذلت اور توہین سے قید کر کے عربوں کو ذلیل کرے حالانکہ تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ جنگ کے میدان میں بہادر ثابت ہو گا یا بزدل۔ اس پر صباح ہنسنے لگا اور کہا کہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ چھوٹا منہ بڑا نوالہ! ایسی باتیں تو بڑے بڑے سورما کیا کرتے ہیں' اور انصاف سے تیرا کیا مطلب ہے؟ کان ماکان نے کہا کہ اگر تو مجھے قید کر کے اپنی

خدمت کرانا چاہتا ہے تو اپنے ہتھیار پھینک دے اور کپڑے اتار کر میرے پاس آ اور مجھ سے کشتی لڑ۔ جو کوئی ہم میں سے ایک دوسرے کو پچھاڑ دے گا' وہی کامیاب سمجھا جائے گا اور وہی دوسرے کو اپنا غلام بنا لے گا۔ صباح ہنسا اور کہنے لگا کہ تیری فضول گوئی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تیری موت قریب ہے۔

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور اس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور اپنا دامن چڑھا لیا اور کان ماکان کے پاس آیا اور دونوں زور آزمائی کرنے لگے۔ بدو نے دیکھا کہ وہ اس سے زیادہ زبردست ہے اور اتنا بھاری ہے جتنا کہ قنطار درہم کے مقابلے میں بھاری ہوتا ہے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ جوان کے پاؤں زمین میں اس طرح جمے ہوئے ہیں جیسے کہ دو تعمیر کئے ہوئے مینار یا دو گڑے ہوئے کھونٹے یا دو مضبوط پہاڑ۔ اسے اپنی کمزوری کا یقین ہو گیا اور وہ کشتی لڑنے پر شرمندہ ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ کاش کہ میں اسے اپنے ہتھیار سے قتل کر ڈالتا! اب کان مکان نے اس پر ایک پیچ گانٹھا اور اسے اتنا ہلایا کہ بدو کو یہ محسوس ہوا کہ اس کی آنتیں پھٹی جاتی ہیں اور اس نے چلا کر کہا کہ اے لڑکے' اپنا ہاتھ روک لے لیکن کان ماکان نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ اسے خوب جھنجھوڑ ڈالا اور اسے اٹھا کر دریا کی طرف لے چلا تاکہ اسے اس میں پھینک دے۔ بدو نے چلا کر کہا کہ اے پہلوان' تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے اس دریا میں ڈال دوں اور وہ تجھے دجلے میں پہنچا دے اور دجلہ نہر عیسیٰ میں اور نہر عیسیٰ فرات میں اور فرات تجھے تیرے وطن پہنچا دے تاکہ تیری قوم تجھے دیکھے اور پہچان لے اور تیری مروت اور سچی محبت سے آگاہ ہو۔ صباح چلا کر کہنے لگا کہ اے زرخیز خطے کے سورما' میرے ساتھ برے لوگوں کا سا سلوک مت کر بلکہ اپنی چچیری بہن کے طفیل میں جو خوبصورتوں کی زیب و زینت ہے' مجھے چھوڑ دے۔ یہ سن کر کان ماکان نے اسے زمین پر اتار دیا۔

جب بدو نے اپنے آپ کو آزاد دیکھا تو وہ اپنی تلوار اور ڈھال کے پاس گیا اور انہیں اٹھا لیا اور اپنے دل میں سوچنے لگا کہ وہ کیوں نہ اسے دھوکہ دے کر اس پر حملہ

کر دے۔ کان ماکان اس کی آنکھ سے پہچان گیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور اس سے کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہے کہ تیرے دل میں کیا کھوٹ ہے کیونکہ تو نے تلوار اور ڈھال پر قبضہ کر لیا ہے کیونکہ کشتی میں تیرا بس نہ چلا اور تو کوئی پیچ نہ کر سکا۔ اگر تو گھوڑے کی پیٹھ پر بھی ہوتا اور مجھ پر تلوار سے بھی حملہ کرتا' تب بھی تو قتل ہو چکا ہوتا۔ اب میں تجھے اختیار دیتا ہوں تاکہ تیرے دل کی ہوس نکل جائے۔ اپنی ڈھال مجھے دے دے اور مجھ پر تلوار سے حملہ کر اور دیکھ کہ تو مجھے قتل کرتا ہے یا میں تجھے۔ بدو نے کہا کہ اچھا لے' اور ڈھال اس کی طرف پھینک دی اور تلوار کھینچ کر اس پر حملہ آور ہوا۔ کان ماکان نے ڈھال کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے کر اپنے آپ کو بچانا شروع کیا۔ صباح اس پر وار کرتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ بس یہ آخری وار ہے لیکن وہ خالی پڑتا اور کان ماکان اسے ڈھال پر لے لیتا اور وار بے کار جاتا مگر وہ خود وار نہ کر سکتا کیونکہ اس کے پاس وار کرنے کے لیے کوئی ہتھیار ہی نہ تھا۔ اب وار کرتے کرتے صباح کا بازو شل ہو گیا اور اس کے دشمن نے یہ تاڑ لیا اور بدو پر بڑھ کر اسے زور سے دبایا اور جھٹک کر اسے زمین پر دے پٹکا اور اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر اس کی مشکیں اسی کی تلوار کی میان سے باندھ دیں اور کھینچ کر دریا کی طرف چلا۔ صباح چلایا اور کہنے لگا کہ اے نوجوان اور مشہور شہسوار اور میدان کے سورما' تو میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے کہا نہ تھا کہ میں دریا کے راستے تجھے تیری قوم اور تیرے خاندان کو بھیجنا چاہتا ہوں تاکہ وہ تجھے دیکھ کر مطمئن ہو جائیں اور تو انہیں دیکھ کر مطمئن ہو جائے اور تو اپنی چچیری بہن کے ولیمے میں بھی شریک ہو سکے۔ صباح چلانے اور رونے پیٹنے لگا اور اس نے کہا کہ اے بے نظیر شہسوار' ایسا مت کر بلکہ مجھے آزاد کر کے اپنا غلام بنا لے۔ یہ کہہ کر وہ رونے اور فریاد کرنے لگا۔

کان ماکان کو اس پر ترس آ گیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے وعدہ کر اور قسم کھا کہ تو میری رفاقت بھلائی کے ساتھ کرے گا اور ہر راستے میں میرے ساتھ رہے گا۔ بدو

نے کہا کہ ہاں اور قسم کھائی اور کان ماکان نے اسے چھوڑ دیا۔ صباح نے اٹھ کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہا لیکن اس نے اسے منع کیا۔ اب بدو نے اپنی خرجی کھول کر جو کی تین ٹکیاں نکالیں اور انہیں کان ماکان کے آگے رکھ دیا اور دریا کے کنارے بیٹھ کر دونوں باہم کھانے لگے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے کہ دونوں پر ان کے خاندانوں اور زمانے نے کیا کیا مصیبتیں ڈھائی ہیں۔ کان ماکان نے کہا کہ اب تیرا کیا قصد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تیرے وطن بغداد جاؤں گا اور وہاں اس وقت تک ٹھہروں گا جب تک کہ خدا مہر کا سامان کر دے۔ شہزادے نے کہا کہ اپنی راہ لے' میں یہیں رہوں گا۔

بدو نے اس سے رخصت ہو کر بغداد کی راہ لی اور کان ماکان اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کیا منہ لے کر اس فقر و فاقے کے ساتھ واپس جاؤں! خدا کی قسم' میں خالی ہاتھ نہیں جانے کا اور خدا نے چاہا تو ضرور کامیاب ہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ دریا کے پاس گیا اور وضو کر کے نماز پڑھی۔ جب اس نے سجدہ کیا تو زمین پر سر رکھ کر خدا سے دعا مانگنے لگا کہ اے میرے اللہ جو تو پانی برساتا اور کیڑے کو پتھر کے اندر روزی پہنچاتا ہے' میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو اپنی قدرت اور لطیف رحمت سے میرے اوپر بخشش کر۔ جب اس نے سلام پھیرا تو اسے سارے راستے مسدود معلوم ہوئے۔ ابھی وہ بیٹھا ہوا داہنے بائیں دیکھ رہا تھا کہ اسے ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا اور جو جھکا ہوا بیٹھا تھا اور لگام ڈھیلی چھوڑ دی تھی۔ یہ دیکھ کر کان ماکان سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد سوار اس کے پاس پہنچ گیا اور نے دیکھا کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ اسے اس کی موت کا یقین تھا کیونکہ اسے کاری زخم لگا تھا۔ جب سوار اس کے پاس پہنچ تو اس کے آنسو مشک کی طرح بہہ رہے تھے۔ اور کان ماکان سے کہنے لگا کہ اے عرب سردار جب تک میں زندہ ہوں تو مجھے اپنا دوست بنا لے کیونکہ مجھ جیسا تجھے میسر نہ ہو گا اور مجھے تھوڑا سا پانی پلا دے۔ اگرچہ زخمی کے لیے پانی پینا زہر

ہے۔ خاص کر اس وقت جب کہ خون بہہ رہا ہو اور دم نکلنے والا ہو۔ اگر میں زندہ رہا تو تیری تکلیف اور ناداری کو دور کر دوں گا اور اگر مر گیا تو اپنی نیک نیتی کی وجہ سے سعادت پائے گا۔ وہ شخص ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا جس کی تعریف میں زبان گونگی ہے اور اس کی ٹانگیں ایسی تھیں جیسے کہ مرمر کے ستون۔ جب کان ماکان نے اس شخص اور اس کے گھوڑے کو دیکھا تو اس کا دل مچل گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ ایسا گھوڑا آج کل ناپید ہے۔ یہ کہہ کر اس نے سوار کو گھوڑے سے اتارا اور اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور اسے ایک ایک گھونٹ کر کے پانی پلایا اور اسے تھوڑی دیر تک آرام کرنے دیا اور پھر اس سے پوچھا کہ کس نے تیرے ساتھ یہ ظلم کیا ہے؟

سوار نے جواب دیا کہ میرا صحیح ماجرا یہ ہے کہ میں گھوڑوں کا بڑا شاطر چور ہوں اور گھوڑے چرانا میرا دن رات کا مشغلہ ہے۔ میرا نام غسان ہے اور میں ہر گھوڑی اور گھوڑے کے لیے ایک آفت ہوں۔ اس گھوڑے کے متعلق میں نے سنا تھا کہ وہ روم کے ملک میں بادشاہ افریدوں کے پاس ہے اور اس کا نام قاتول اور لقب مجنوں ہے۔ اس کی خاطر میں نے قسطنطنیہ کا سفر اختیار کیا اور اس کی تاک میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک بڑھیا اس پر سوار ہو کر نکلی جس کی عزت رومی بہت زیادہ کرتے ہیں اور جس کا حکم وہاں چلتا ہے۔ اس کا نام شطارہ ذات الدواہی ہے اور اس کے مکرو فریب کی کوئی انتہا نہیں۔ جب وہ نکلی تو اس کے ساتھ محض دس غلام تھے جو اس کی خدمت کرتے تھے اور یہ گھوڑا تھا۔ اس کا ارادہ بغداد و خراسان کے ملک کو جانے کا تھا تاکہ اس کے بادشاہ ساسان سے صلح کرے۔ اس گھوڑے کے لالچ میں' میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ میں برابر ان کے پیچھے لگا رہا۔ مگر گھوڑے تک رسائی نہ ہوئی کیونکہ غلام اس کی سخت نگہبانی کرتے تھے۔ اب وہ چلتے چلتے اس ملک میں پہنچ گئے اور میں نے خیال کیا کہ کہیں وہ بغداد میں داخل نہ ہو جائیں۔ میں ابھی اس گھوڑے

کے چرانے کی فکر میں لگا ہی ہوا تھا کہ ایک گرد اٹھی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ جب گرد ہٹی تو اس میں پچاس سوار نظر آئے جو سوداگروں پر ڈاکہ ڈالتے تھے۔ ان کا سردار ایک بڑا سورما تھا جو لڑائی میں مثل شیر کے تھا۔ اس کا نام کہر داش تھا اور وہ جنگ میں ایسا شیر تھا کہ بہادروں کو پتنگے بنا دیتا تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- # ایک سو اکتالیسویں رات

جب ایک سو اکتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- اس زخمی سوار نے کان ماکان سے کہا کہ کہرداش نے بڑھیا اور اس کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا اور ان پر وار کئے اور نعرے بلند کئے اور برا بھلا کہنے لگے۔ ابھی ایک لحہ بھی نہ گزرا ہو گا کہ انھوں نے دس غلاموں اور بڑھیا کی مشکیں باندھ دیں اور گھوڑا لے لیا اور سب کو لے کر خوش خوش روانہ ہو گئے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میری محنت اکارت گئی اور میرا مقصد پورا نہ ہوا اور میں انتظار کرنے لگا کہ دیکھوں اب کیا ہوتا ہے؟ جب بڑھیا نے دیکھا کہ وہ گرفتار ہو گئی ہے تو وہ رونے لگی اور اس نے کہرداش سے کہا کہ اے سوار' سردار اور شیر سورما' گھوڑا تو تجھے مل گیا۔ اب ایک بڑھیا اور غلاموں کو لے کر تو کیا کرے گا! اس کے بعد وہ میٹھی میٹھی باتیں کر کے اسے پھسلانے لگی اور اس نے قسم کھائی کہ میں تجھے گھوڑے اور گائے بیل بھیجوں گی۔ اس پر اس نے غلاموں کو بھی چھوڑ دیا اور بڑھیا کو بھی' اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر چلتا ہوا۔ مگر میں ان کے پیچھے پیچھے لگا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اس ملک میں پہنچے اور موقع پا کر میں نے اسے چرا لیا اور اس پر سوار ہو گیا اور چابک نکال کر اس کو مارنا شروع کیا۔ جب ان لوگوں کو اس کا پتا چلا تو وہ میرے پیچھے دوڑے اور چاروں طرف سے گھیر کر مجھ پر تیر اور نیزے چلانے لگے' مگر میں اس گھوڑے پر بیٹھا رہا اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے میری خاطر لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ میں تیر کی طرح ان کے درمیان میں سے نکل آیا۔ یہ کہہ کہ ٹوٹتے ہوئے تارے کی طرح۔ لیکن جب وہ مجھ پر وار کر رہے تھے تو مجھے چند زخم لگے۔ آج تین دن سے میں اس کی پیٹھ پر سوار ہوں اور کھانا اور سونا میرے اوپر حرام ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور پڑ گئے ہیں

اور دنیا مجھے عبث معلوم ہوتی ہے۔ تو نے میرے اوپر احسان کیا ہے اور مہربان ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ تو برہنہ بدن ہے اور تیرے چہرے سے غم ظاہر ہوتا ہے مگر تجھ

سے عیش و عشرت کے آثار نمودار ہیں۔ آخر کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کہاں جاتا ہے؟

شہزادے نے جواب دیا کہ میرا نام کان ماکان ہے اور میں بادشاہ ضوء المکان کا بیٹا اور بادشاہ عمر بن النعمان کا پوتا ہوں۔ میرا باپ مر چکا ہے اور یتیمی کی حالت میں میری پرورش ہوئی ہے اور اس کے بعد ایک کمینہ شخص تخت نشین ہوا ہے اور وہی ہر چھوٹے اور بڑے پر حکومت کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی ساری سرگزشت اول سے آخر تک کہہ سنائی۔ اس پر گھوڑے کے چور کا دل پسیج گیا اور وہ کہنے لگا کہ واللہ' تو بڑے حسب و نسب والا ہے اور تجھ میں بے انتہا شرافت ہے۔ تو بڑا آدمی ہو کر رہے گا اور تجھ سے بڑا کوئی شہسوار دنیا میں نہ ہو گا۔ اگر تو یہ کر سکتا ہے کہ مجھ کو سوار کرے اور خود میرے پیچھے بیٹھ جائے اور مجھے میرے وطن پہنچا دے تو تجھے دنیا میں شرف اور آخرت میں ثواب ملے گا کیونکہ اب مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں اپنے آپ کو سنبھال لوں۔ اگر یہ میری زندگی کا آخری دن ہے تو کسی دوسرے کی بجائے تو اس گھوڑے کا مستحق ہے۔ کان ماکان نے کہا کہ واللہ' اگر میں تجھے اپنے کندھوں پر لاد کر لے جا سکوں اور اپنی زندگی کا ایک حصہ تجھے دے سکوں تو میں تیار ہوں بغیر اس کے کہ یہ گھوڑا مجھے ملے کیونکہ میرا کام نیکی کرنا اور مصیبت زدوں کی مدد کرنا ہے اور خالص خدا کے لیے نیکی کرنا ستر آسیبوں کو دور کرنا ہے لہٰذا روانگی ارادہ کر لے اور خدا پر بھروسہ کر۔

شہزادہ اسے گھوڑے پر سوار کرنے والا ہی تھا اور چاہتا تھا کہ خدا پر بھروسہ کر کے روانہ ہو جائے کہ بدو نے کہا کہ ذرا ٹھہر جا۔ یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ہاتھ کھول دیئے اور کہنے لگا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ اس کے بعد اس نے کہا کہ اے بڑے خدا' میرے بڑے گناہ معاف کر کیونکہ بڑے گناہوں

کو سوائے بڑی ذات کے اور کوئی بخش نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے مرنے کی تیاری کر لی اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور منہ کھل گیا اور اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور اس کا دم نکل گیا۔

کان ماکان نے ایک گڑھا کھود کر اسے گاڑ دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔ اس کے بعد وہ گھوڑے کے پاس آیا اور اسے بوسہ دیا اور اس کے منہ پر ہاتھ پھیرنے لگا اور بہت خوش ہو کر کہنے لگا کہ اس جیسے گھوڑے میں میرا کوئی شریک نہیں بلکہ بادشاہ ساسان کے پاس بھی اس کی نظیر نہیں۔

یہ تو کان ماکان کے ساتھ پیش آیا۔ اب بادشاہ ساسان کا قصہ سنئے۔ اسے یہ خبر ملی کہ وزیر دندان اور آدھا لشکر اس سے باغی ہو گیا ہے اور انہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ سوائے کان ماکان کے وہ اور کسی کو اپنا بادشاہ نہیں تسلیم کرتے اور وزیر نے ان سے وعدے لے لیے اور قسمیں کھلوائی ہیں اور انہیں لے کر جزائر ہند اور بربر اور سوڈان چلا گیا ہے اور لشکر موج زن سمندر کی طرح اس کے گرد جمع ہیں جن کی نہ ابتدا معلوم ہوتی ہے اور نہ انتہا اور وزیر کا ارادہ ہے کہ بغداد پر چڑھائی کر کے اس پر قبضہ کر لے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے' اسے قتل کر ڈالے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ کان ماکان کو تخت پر نہ بٹھا لے گا اپنی تلوار میان میں نہ ڈالے گا۔ جب بادشاہ ساسان کو یہ خبر ملی تو وہ فکر میں پڑ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ ملک کے چھوٹے بڑے سب اس کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اس سے اس کا رنج اور زیادہ ہو گیا اور اس نے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور امرا کو مال و دولت تقسیم کرنا شروع کر دیا اور اس کی یہ تمنا ہوئی کہ کان ماکان اس کے پاس آئے اور وہ احسان اور مہربانی سے اس کا دل اپنی طرف کھینچ لے اور اسے اس لشکر کا سپہ سالار بنا دے جو اس کی ماتحتی میں نہیں ہے تاکہ بغاوت کی آگ بجھ جائے۔

جب کان ماکان کو یہ خبر سوداگروں کی زبانی ملی تو وہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً بغداد پہنچا۔ ابھی بادشاہ ساسان اپنے تخت پر حیران و پریشان بیٹھا ہی تھا کہ اسے اطلاع

پہنچی کہ کان ماکان آ گیا ہے۔ یہ سن کر تمام لشکر اور بغداد کے بڑے بڑے آدمیوں کو اس کی ملاقات کے لیے بھیجا اور سارا بغداد اس سے ملنے کے لیے نکل کھڑا ہوا اور وہ اسے جلوس کے ساتھ محل تک لائے اور سیڑھیوں تک پہنچا گئے اور کنیزوں اور خادموں نے اس کی ماں کے پاس جا کر اس کی واپسی پر اسے مبارک باد دی۔ اب ماں نے آ کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس نے کہا کہ اے میری ماں' مجھے میرے چچا بادشاہ ساسان کے پاس جانے دے جس نے مجھے نیکیوں اور احسانوں سے زیر بار کر دیا ہے۔

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر سارے محل اور حکومت والے اس گھوڑے کی خوبصورتی پر محو تھے اور کہتے تھے کہ کسی انسان کے پاس تو ایسا گھوڑا ہے نہیں۔ اب کان ماکان نے بادشاہ ساسان کے پاس جا کر سلام کیا اور کھڑا ہو گیا اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور وہ گھوڑا بطور ہدیئے کہ پیش کش کیا۔ ساسان نے اس کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اہلاً و سہلاً اے میرے بیٹے کان ماکان۔ خدا کی قسم' تیرے چلے جانے سے دنیا میرے اوپر تنگ ہو گئی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ تو صحیح سلامت ہے۔ اس پر کان ماکان اسے دعائیں دینے لگا۔ جب بادشاہ کی نظر اس گھوڑے قاتول پر پڑی تو اسے یاد آ گیا کہ اس نے اسے فلاں سال میں دیکھا تھا جب کہ وہ ضوء المکان کے ساتھ صلیب پرستوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھا جس میں شرکان قتل ہوا ہے اور وہ کان ماکان سے کہنے لگا کہ اگر یہ گھوڑا تیرے باپ کو ملتا تو وہ اس کے بدلے ایک ہزار اصیل گھوڑے دیتا۔ لیکن اب عزت' عزت والے کے پاس لوٹ آئی ہے۔ میں اسے قبول کرتا ہوں اور اپنی طرف سے تجھے بطور ہدیئے کے پیش کرتا ہوں۔ تو سب سے زیادہ اس کا حقدار ہے کیونکہ تو شہسواروں کا سردار ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ کان ماکان کے لیے خلعت لائے جائیں اور اسے گھوڑے پیش کئے جائیں اور اس نے محل میں سب سے بڑا حصہ اس کے لیے مخصوص کر دیا اور اس کے ساتھ بڑی عزت اور مہربانی سے پیش آیا اور اسے بہت سا مال و دولت عطا کیا اور اس کے ساتھ بہت احترام

سے پیش آیا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں وزیر کی حرکت کا نتیجہ اس کے خلاف نہ پڑے۔
کان ماکان اس پر بہت خوش ہوا اور جو توہین وہ اب تک محسوس کرتا تھا' دور ہو گئی
اور وہ محل میں اپنی ماں کے پاس جا کر کہنے لگا کہ اماں' میری چچیری بہن کا کیا حال
ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بیٹا' میں تیری غیر موجودگی میں اتنی تیری یاد کرتی رہی کہ
سب لوگ میری یاد سے اتر گئے حتیٰ کہ تیری محبوبہ بھی بالخصوص اس وجہ سے کہ
تیرے چلے جانے کی وجہ وہی ہے۔ اس نے اپنی پریشانی کی شکایت اماں سے کر کے کہا
کہ اے ماں' اس کے پاس جا کر اس سے مل' ممکن ہے کہ وہ مجھے ایک نظر دیکھ
لینے دے اور میرے دل کی حسرت نکل جائے۔ ماں نے کہا کہ لالچ کی وجہ سے انسان
ذلیل ہوتا ہے۔ ایسی بات مت کر جس سے تو وبال میں پھنس جائے۔ میں اس کے
پاس جا کر کبھی ایسی بات نہ کہوں گی۔

اس کے بعد اس نے اپنی ماں سے ذات الدواہی کا قصہ بیان کیا جو اس نے گھوڑوں
کے چور سے سنا تھا کہ وہ اس ملک میں آ گئی ہے اور وہ اب بغداد میں داخل ہونا چاہتی
ہے اور یہ وہی بڑھیا ہے جس نے میرے چچا اور دادا کو قتل کیا ہے اور اب یہ میرا
فرض ہے کہ میں اس سے بدلہ لے کر اپنے دامن سے دھبہ دھوؤں۔ یہ کہہ کر
وہ اپنی ماں کے پاس سے چل کھڑا ہوا اور ایک منحوس فریبی دغا باز بڑھیا کے پاس گیا
جس کا نام سعدانہ تھا اور اسے اپنا سارا دکھڑا سنایا اور یہ کہ اسے اپنی چچیری بہن قضی
فکان سے کتنی محبت ہے اور اس سے کہا کہ تو اس کے پاس جا کر میری سفارش
کر۔ بڑھیا نے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئی اور قضی فکان کے محل
میں جا کر اس سے سفارش کی' وہاں سے لوٹ کر شہزادے کے پاس آئی اور اس سے
کہا کہ قضی فکان تجھے سلام کہتی ہے اور پیغام بھیجتی ہے کہ وہ آج آدھی رات کے
وقت تیرے پاس آئے گی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

• ایک سو بیالیسویں رات

جب ایک سو بیالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- بڑھیا نے آ کر کان ماکان کو خبر دی کہ تیری چچیری بہن تجھے سلام کہتی ہے اور وہ آج آدھی رات کو تیرے پاس آئے گی۔ اس پر وہ مارے خوشی کے پھول گیا اور قضی فکان کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ ابھی آدھی رات بھی ہونے پائی تھی کہ وہ سیاہ ریشمی چادر اوڑھے آ پہنچی اور اس کے پاس جا کر اسے جگایا اور کہنے لگی کہ تو کس طرح دعویٰ کرتا ہے کہ تجھے مجھ سے عشق ہے حالانکہ تو اطمینان سے سو رہا ہے۔ اس پر وہ چونک پڑا اور کہنے لگا کہ اے میرے دل کی تمنا' میرے سونے کی وجہ محض یہ تھی کہ مجھے امید تھی کہ خواب میں تیری تصویر نظر آئے گی۔ اس کے بعد وہ پیار سے اسے لعنت ملامت کرنے لگی اور وہ شرم کے مارے اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے معذرت کرنے لگا اور دونوں ایک دوسرے کے سینے سے لپٹ گئے اور جدائی اور شکوے شکایت کرنے لگے۔ یہ حالت اس وقت تک رہی جب کہ صبح کی روشنی نکلی اور پھیلی گئی اور قضی فکان نے جانے کا ارادہ کیا مگر کان ماکان رونے لگا اور اس کی ہچکی بندھ گئی۔ اب قضی فکان اس سے رخصت ہو کر چل دی اور اپنے سرا پردے میں پہنچ گئی۔ مگر ایک کنیز کو اس بھید کا پتا چل گیا اور اس نے جا کر بادشاہ ساسان کو خبر کر دی۔ بادشاہ اس کے پاس گیا اور اس کے حجرے میں داخل ہوا اور تلوار کھینچ کر وہ چاہتا تھا کہ اسے قتل کر دے کہ اتنے میں اس کی ماں نزہت الزماں پہنچ گئی اور اس سے کہنے لگی کہ خدا کے لیے اسے ایذا مت پہنچا۔ اگر تو نے اسے کوئی ایذا پہنچائی تو یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو جائے گی اور بادشاہوں کے آگے تیری کرکری ہو جائے گی۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کان ماکان حرام کی اولاد نہیں ہے اور دونوں کی تربیت ایک ساتھ ہوئی ہے اور وہ عزت آبرو والا آدمی ہے اور اس نے کوئی بے جا حرکت نہیں

کی۔ ذرا صبر سے کام لے اور اتنی جلد بازی مت کر کیونکہ محل اور شہر میں یہ خبر پھیل چکی ہے کہ وزیر دندان مختلف ملکوں سے لشکر جمع کر کے چڑھائی کر رہا ہے تا کہ کان ماکان کو بادشاہ بنائے۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم' میں اسے سخت عذاب میں مبتلا کروں گا اور وہ بھی ایسی جگہ جہاں نہ زمین اسے بچا سکے اور نہ آسمان اس پر سایہ کر سکے۔ میں نے جو اس پر احسان کیا ہے اور اسے خوش کر دیا ہے وہ محض اپنے ملک و دولت والوں کی خاطر کیا ہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کے طرف دار ہو جائیں۔ تو عنقریب دیکھ لے گی کہ میں اس کی کیا گت بناتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور حکومت کے کاروبار میں لگ گیا۔

یہ تو بادشاہ ساسان کا حال ہوا۔ اب کان ماکان کا ماجرا سنئے۔ دوسرے دن اس نے اپنی ماں کے پاس جا کر کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں جا کر لوٹ مار کروں اور ڈاکے ڈالوں اور گھوڑے اور مویشی اور لونڈی غلام لوٹ کر جمع کروں اور جب میں امیر ہو جاؤں اور میری حالت سدھر جائے تو میں اپنی چچیری بہن قضی فکان کے پاس شادی کا پیغام بھیجوں اور اپنے چچا بادشاہ ساسان سے نکاح کی اجازت مانگوں۔ ماں نے کہا کہ بیٹا' لوگوں کا مال مفت میں نہیں ہاتھ لگ جاتا' کیونکہ ان کی مدد شمشیر زنی اور نیزہ بازی سے ہوتی ہے اور ایسے جواں مردوں سے جو درندوں کو کھا ڈالتے اور ملکوں کو تباہ کر ڈالتے اور شیروں اور چیتوں کا شکار کرتے ہیں۔ کان ماکان نے کہا کہ میں اپنے ارادے سے نہیں ٹل سکتا جب تک کہ میری مراد نہ بر آئے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑھیا کو قضی فکان کے پاس بھیجا اور یہ کہلایا کہ میں اب تیری شان کے قابل مہر کی تلاش میں جاتا ہوں اور بڑھیا سے کہا کہ تو ضرور اس کا جواب لے کر آئیو۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم اور جا کر جواب لے آئی اور کہنے لگی کہ وہ آدھی رات کے وقت تیرے پاس آئے گی۔

یہ سن کر وہ آدھی رات تک جاگتا رہا۔ اور بے چین تھا یہاں تک کہ اس کو خبر بھی نہ ہوئی اور وہ آ پہنچی اور کہنے لگی کہ تیرے جاگنے پر میری جان قربان! وہ گھبرا

کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے میرے دل کی تمنا تیری تمام بلائیں میری جان پر اس کے بعد اس نے اپنا ارادہ بیان کیا اور وہ رونے لگی۔ اس نے بتایا کہ میری چچیری بہن، رومت۔ جس شخص نے ہمیں فراق میں مبتلا کیا ہے، وہی ہمیں ملائے گا بھی۔ اس کے بعد کان ماکان نے سفر کا تہیہ کر لیا اور ماں کے پاس سے رخصت ہوا اور محل سے نکل کر اپنی کمر سے تلوار لگائی اور عمامہ باندھا اور نقاب ڈالی اور اپنے گھوڑے قاتول پر سوار ہو کر شہر مین سے گزرا۔ وہ چودھویں رات کے چاند کا سا تھا اور بغداد کے دروازے پر پہنچا اور کیا دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ صباح بن رتاح بھی شہر سے باہر جا رہا ہے۔ جب صباح نے اسے دیکھا تو گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کے پاس پہنچا۔ سلام کیا۔ شہزادے نے سلام کا جواب دیا اور صباح نے کہا کہ اے میرے بھائی، یہ گھوڑا تجھے کہاں سے ہاتھ لگا اور یہ تلوار اور کپڑے؟ میرے پاس ابھی تک میری تلوار اور ڈھال کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ کان ماکان نے کہا کہ ہر صیاد کو اپنی نیت کے مطابق شکار ملتا ہے۔ تجھ سے رخصت ہونے کے بعد ایک پہر بعد مجھے یہ لاجواب چیز ہاتھ لگی۔ کیا تو چاہتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ میرے ساتھ آئے اور میرے ساتھ اس جنگل کا سفر کرے؟ اس نے جواب دیا کہ کعبے کے رب کی قسم، اب میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ تجھے اپنا آقا کہہ کر پکاروں۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کاندھے پر رکھی اور خرجی دونوں پٹھوں کے بیچ میں اور گھوڑے کے آگے آگے چلنے لگا اور کان ماکان اس کے پیچھے پیچھے تھا، اس طرح سے وہ چار دن تک جنگل میں اونچی پہاڑی پر پہنچے جس کے نیچے سبزہ زار اور تالاب تھے۔ اور وہاں اونٹ اور گائیں اور بیل اور بھیڑیں اور گھوڑے چرے رہے تھے اور ساری اونچی نیچی جگہیں ان سے بھری ہوئی تھیں اور ان کے بچے چراگاہ کے اردگرد اچھل کود رہے تھے۔ جب کان ماکان نے یہ دیکھا تو وہ خوش ہو گیا اور اس بات پر تل گیا کہ حملہ کر کے اونٹوں اور اونٹنیوں وغیرہ پر قبضہ کر لے۔ اس نے صباح سے کہا کہ چل ان جانوروں کو لوٹ لائیں کیونکہ

ان کے مالک ان کو اکیلا چھوڑ گئے ہیں۔ اگر دور نزدیک کوئی بھی ہو گا تو ہم اس سے جنگ کریں گے اور کچھ نہ کچھ مال ضرور ہمارے ہاتھ لگ جائے گا۔ صباح نے کہا کہ اے میرے آقا' ان کے مالکوں کی تعداد بہت بڑی ہے اور ان میں پیادے اور سوار بہت بہادر لوگ ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو خطرے میں ڈالیں گے تو ہمیں بہت بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہم میں سے ایک بھی صحیح سلامت بچ کر اپنی چچیری بہن کے پاس نہ جا سکے گا۔ اس پر کان ماکان ہنس پڑا اور اسے معلوم ہو گیا کہ وہ بڑا ڈرپوک آدمی ہے اور خود شور مچاتا اور اشعار گاتا ہے۔ لوٹنے کی خاطر پہاڑی پر سے اترا اور اور اونٹنیوں پر اونٹ کی طرح حملہ آور ہوا اور بھیڑوں اور مویشیوں اور گھوڑوں اور اونٹوں کو لے چلا کہ اتنے میں غلاموں نے اس پر چکمتی ہوئی تلواروں اور لمبے لمبے بھالوں سے حملہ کر دیا۔

ان کا سردار ایک ترکی سوار تھا جو بڑا جنگجو اور شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا ماہر تھا۔ اس نے کان ماکان پر حملہ کیا اور کہنے لگا کہ تف ہو تجھ پر! اگر تجھے معلوم ہوتا کہ یہ کس کی ملکیت ہے تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتا۔ سن' یہ مال رومی بہادروں کا ہے جو بحری سورما ہیں اور چوکس قوم میں سے ہیں اور جو سب کے سب خونخوار لڑنے والے ہیں۔ ان کی تعداد ایک سو بہادر ہے جو کسی بادشاہ کی رعایا نہیں۔ ان کا ایک گھوڑا چوری گیا ہے اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ بغیر اس کے لیے وہ یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔ جب کان ماکان نے یہ کلام سنا تو وہ بلند آواز سے کہنے لگا کہ اے مردودو' یہی وہ گھوڑا ہے' جس کا تم ذکر کرتے ہو اور جس کی تلاش تمہیں ہے اور جس کی وجہ سے تم کو مجھ سے لڑنا پڑے گا۔ تم سب کے سب میرے مقابلے میں آؤ اور جو کر سکتے ہو کرو۔ یہ کہہ کر اس نے قاتول کے دونوں کانوں کے بیچ میں سیٹی دی اور وہ مثل بھوت کے ان کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ اور کان ماکان نے اس سوار پر جھک کر نیزے اور تیرے سے حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد دوسرے پر بڑھا اور پھر تیسرے پر اور پھر چوتھے پر اس طرح ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر سارے

غلام اس سے ڈر گئے اور اس نے چلا کر کہا کہ اے حرام زادو' اونٹوں اور گھوڑوں کو لے کر بھاگو ورنہ میں اپنے بھالے کو تمہارے خون سے رنگ دوں گا۔ یہ سن کر وہ اونٹوں کو لے کر بھاگے۔ اب صباح نیچے اترا اور مارے خوشی کے چلانے لگا۔

اتنے میں ایک غبار اٹھا اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور اس میں سے سو سوار نکلے جو شیر کی طرح تیوریاں چڑھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر صباح بھاگا اور وادی چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور لڑائی کا تماشا دیکھنے اور یہ کہنے لگا کہ میں تو محض ہنسی مذاق کا شہسوار ہوں۔ اب ان سو سواروں نے چاروں طرف سے آ کر کان ماکان کو گھیر لیا اور ان میں سے ایک سوار نے آگے بڑھ کر کہا کہ یہ اونٹ کہاں لیے جاتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ان پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے لیے جاتا ہوں اور تجھے ان سے محروم کر رہا ہوں۔ اب تیرے لیے سوائے جنگ کے چارہ نہیں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص تیرے سامنے ہے وہ خطرناک شیر اور بہادر بھیڑیا اور ایسی تلوار ہے جو ہر طرف سے کاٹتی ہے۔ جب اس سوار نے اس کی باتیں سنیں تو وہ اس کی طرف دیکھنے لگا اور دیکھا کہ وہ بہادر شیر کی طرح ہے لیکن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کا سا ہے اور اس کی پیشانی سے شجاعت ٹپک رہی ہے۔ یہی سوار ان سو سواروں اک سردار تھا اور اس کا نام کہرداش تھا۔ جب اس نے کان ماکان کو دیکھا کہ باوجود انتہائی درجے کے شہسوار ہونے کے وہ نہایت حسین بھی ہے اور اس کا ناک نقشہ اس کی معشوقہ کی طرح ہے جس کا نام فاتن ہے اور جو حسین ترین عورتوں میں شمار کی جاتی ہے اور جسے خدا نے حسن و جمال اور خوش خوئی اور تمام قسم کے کمال عطا کئے ہیں' جن کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی اور جن پر انسان لوٹ جاتا ہے۔ سارے قبیلے کے سورما اس کے دبدبے سے خائف تھے اور آس پاس کے تمام بہادر لوگوں پر اس کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے آپ کو نکاح میں کسی کے سپرد نہ کرے گی جب تک کہ وہ اسے لڑائی میں زیر نہ کر لے۔ کہرداش کا بھی شمار اس کے چاہنے والوں میں تھا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ جو شخص

میدان اور جنگ اور نیزہ بازی میں مجھے زیر نہ کرے' اسے میں اپنے پاس نہ پھٹکنے دوں گی۔ جب کہرداش کو یہ خبر ملی تو اسے یہ کسی طرح گوارا نہ ہوا کہ وہ ایک لڑکی سے جنگ کرے کیونکہ لوگ اسے برا کہیں گے۔ اس کے ایک دوست نے اس سے کہا کہ تو بھی تو حسن و جمال میں یکتا ہے' اگر تو اس کا مقابلہ کرے تو خواہ وہ تجھ سے زیادہ طاقتور ہی کیوں نہ ہوں تاہم تو اسے زیر کر لے گا کیونکہ جب وہ تیرا حسن و جمال دیکھے گی تو تیرے سامنے سے بھاگ کھڑی ہو گی اور تیرے قبضے میں آ جائے گی۔ عورتوں کو مردوں کی ضرورت ہوتی ہے' یہ تو تو بھی جانتا ہو گا۔ باوجود ان تمام باتوں کے کہرداش نے انکار کر دیا اور اس سے لڑنے کی حامی نہ بھری اور نہ لڑنے پر راضی ہوا۔ یہاں تک کہ اب کان ماکان کے ساتھ یہ ماجرا پیش آیا اور اس کا خیال ہوا کہ یہ اس کی محبوبہ فاتن ہے۔ چونکہ اس کے حسن اور شجاعت کی وجہ سے اسے اس سے محبت ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ اس سے ڈر گیا اور آگے بڑھ کر اس سے کہنے لگا کہ افسوس ہے تجھ پر اے فاتن' تو مجھے اپنی بہادری دکھانے آئی ہے۔ گھوڑے سے اتر تاکہ میں تجھ سے باتیں کروں۔ دیکھ میں اونٹ چرا کر لایا ہوں اور میں نے دوستوں کے ساتھ خیانت کی ہے اور شہسواروں اور سورماؤں پر ڈاکہ ڈالا ہے مگر یہ سب کچھ تیرے حسن و جمال کی خاطر کیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں۔ اگر تو میرے ساتھ شادی کر لے تو شہزادیاں تیری خدمت کریں گی اور تو اس خطے کی ملکہ بن کر رہے گی۔

جب کان ماکان نے یہ باتیں سنیں تو اس کے اندر غصے کی آگ بھڑک گئی اور وہ چلا کر بولا کہ اے عجمی کتے' فاتن کا ذکر جانے دے اور اس کا شبہ اپنے دل سے نکال ڈال اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے لیے تیار ہو جا کیونکہ عنقریب تو زمین پر لوٹتا نظر آئے گا۔ یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو پھیرا اور اس پر حملہ کیا اور بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے۔ جب کہرداش نے دیکھا تو اسے یقین آ گیا وہ کوئی بہادر سوار اور شیر دل سورما ہے' اور جب اس نے دیکھا کہ وہ سبزہ آغاز ہے گویا سرخ گلاب کے اندر مہندی

اگی ہوئی ہے تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ اس کے وار سے گھبرا گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ تم میں سے محض ایک ایک کر کے اس کے اوپر حملہ آور ہو اور اسے اپنی تیز تلوار اور ہلتا ہوا نیزہ دکھائے کیونکہ بہت لوگوں کا ایک پر حملہ کرنا عیب کی بات ہے خواہ کتنا ہی بہادر سوار اور زبردست سورما کیوں نہ ہو۔

یہ سن کر ایک شیر دل سوار نے اس پر حملہ کر دیا۔ یہ سوار ایک مشکی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا تھا جس کے کھروں کے اوپر اور پیشانی پر درہم کی طرح سفید داغ تھے اور جسے دیکھ کر عقل اور آنکھ دونوں دنگ رہ جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ عنتر کا گھوڑا بجرا ہے۔ الغرض اس نے آگے بڑھ کر کان ماکان پر حملہ کر دیا اور تھوڑی دیر تک دونوں سپہ گری اور شمشیر زنی کے گر دکھانے لگے جن سے لوگوں کی عقلیں دنگ ہو گئیں اور آنکھیں چوندھیا گئیں۔ اتنے میں کان ماکان نے آگے بڑھ کر ایسا پھرتیلا وار کیا کہ وہ پگڑی اور خود کو کاٹتا ہوا اس کے سر میں اتر گیا اور اس طرح گھوڑے پر سے گرا جیسے کہ اونٹ اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا بڑھا اور اس نے حملہ کیا اور پھر تیسرے نے اور پھر چوتھے نے اور پھر پانچویں نے اور سب کا حشر پہلے سوار کی طرح ہوا۔ یہ دیکھ کر دوسرے لوگ بہت گھبرائے اور ان کو غصہ آیا اور سب نے مل کر اس پر حملہ کر دیا مگر ذرا دیر بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ اس نے ان کو اپنے بھالے کا شکار بنا لیا۔

جب کہرداش نے یہ حالت دیکھی تو اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور یقین آ گیا کہ وہ بڑے مضبوط دل والا ہے اور بہادروں اور شہسواروں میں اس کا جواب نہیں اور وہ کان ماکان سے کہنے لگا کہ میں تیرا اور اپنے ساتھیوں کا خون معاف کرتا ہوں۔ تو جتنے اونٹ چاہتا ہے لے کر چلتا ہو۔ تیری ثابت قدمی پر میں رحم کرتا ہوں اور زندگی تیرے واسطے بہتر ہے۔ کان ماکان نے اس سے کہا کہ خدا کرے کہ بڑے لوگوں کی شرافت تجھ میں رہے مگر باتیں مت بنا اور اپنی جان لے کر بھاگ اور ملامت سے مت ڈر اور یہ مت سمجھ کہ غنیمت کا مال تجھے واپس مل جائے گا۔ تیرے لیے یہی بہتر ہے

کہ اپنی جان بچانے کا سیدھا راستہ اختیار کر۔ یہ سن کر کہرداش طیش میں آ گیا اور اس نے وہ طریقہ استعمال کیا جو اس کے لیے موت کا باعث ہوا۔ اس نے کان ماکان سے کہا کہ حیف ہے تجھ پر! اگر تجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں کون ہوں تو تو لڑائی میں کبھی ایسی جسارت نہ کرتا۔ سن' میں وہ بہادر شیر ہوں جو کہرداش کے نام سے مشہور ہے اور جو بڑے بڑے بادشاہوں پر چھاپہ مارتا ہے اور ہر قافلے کو لوٹتا ہے اور تاجروں کے مال پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ میں اس گھوڑے کی تلاش میں تھا' جس پر تو سوار ہے۔ بتا کہ وہ تجھے کس طرح ہاتھ لگا کہ تو اس کا مالک بن بیٹھا۔ کان ماکان نے جواب دیا کہ یہ گھوڑا میرے پھوپھا بادشاہ ساسان کے پاس جا رہا تھا اور ایک عالی خاندان بڑھیا اسے لیے جا رہی تھی جس کی خدمت میں دس غلام تھے۔ تو نے اس پر چھاپہ مارا اور یہ گھوڑا لے لیا۔ میرے دادا عمر بن النعمان اور چچا شرکان کی وجہ سے ہمارا اس کے اوپر خون بہا ہے۔ کہرداش نے کہا کہ تیری ماں مرے' کون ہے تیرا باپ؟ اس نے جواب دیا کہ میں صوء المکان کا بیٹا عمر بن النعمان کا پوتا کان ماکان ہوں۔ جب کہرداش نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ ہاں اب مجھے یقین ہو گیا کہ تجھ میں بہادری اور خوبصورتی کیوں اٹھا ہیں۔ تجھے میں امان دیتا ہوں کیونکہ میرے اوپر تیرے باپ کا احسان ہے۔ کان ماکان نے جواب دیا کہ اے رذیل' میرے دل میں بالکل تیری عزت نہیں جب تک کہ میں تجھے میدان میں نیچا نہ دکھاؤں۔ یہ سن کر اس بدو کو طیش آ گیا اور دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کے نعرے مارنے لگے' یہاں تک کہ گھوڑوں نے اپنے کان بند کر لیے اور دمیں اٹھا دیں۔ ان کے حملوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پھٹا پڑتا ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں لڑائی کے دو مینڈھوں کی طرح لڑنے لگے اور دونوں میں نیزہ بازی ہونے لگی۔ کہرداش نے گھما کر اس پر نیزے سے وار کیا لیکن اس نے وار خالی کر دیا اور اپنا نیزہ اس طرح مارا کہ سینے سے ہوتا ہوا پیٹھ سے نکل آیا۔ اب اس نے گھوڑوں اور غنیمت کے مال کو اکٹھا کیا اور غلاموں سے کہا کہ ان کو تیز ہانکو۔

یہ دیکھ کر صباح نیچے اترا اور کان ماکان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اے مشہور شہسوار' شاباش! میں تیرے لیے دعا کر رہا تھا اور خدا نے میری دعا قبول کی۔ یہ کہہ کر صباح نے کہرداش کا سر کاٹ لیا۔ اس پر کان ماکان ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اے صباح' حیف ہے تجھ پر! تو یہ گمان کرتا تھا کہ میدان کا مرد ہے۔ اس نے کہا اس غنیمت کے مال میں اپنے غلام کا حصہ مت بھولیو تاکہ میں اپنی چچیری بہن نجمہ سے شادی کر سکوں۔ کان ماکان نے کہا کہ تجھے اس میں سے ضرور حصہ ملے گا لیکن غنیمت کے مال اور غلاموں کے نگہبانی کیجیو۔ یہ کہہ کر کان ماکان اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گیا اور دن رات چلتے چلتے بغداد پہنچا اور کل لشکر کو اس کی خبر ہوئی اور انہوں نے غنیمت کے مال اور اونٹوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور نیز کہرداش کے سر کو جو صباح کے نیزے پر تھا' تاجروں نے کہرداش کے سر کو پہچانا اور خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ خدا نے اپنی مخلوق کو اس سے نجات دی کیونکہ وہ ڈاکو تھا۔ انہیں اس کے مارے جانے پر تعجب ہوا اور انہوں نے اس کے قاتل کو دعائیں دیں۔ اب بغداد والے کان ماکان کے پاس آئے اور اس سے ماجرا پوچھا۔ اس نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ اس پر تمام لوگ اس سے ڈرنے لگے اور شہسواروں اور بہادروں پر اس کا رعب چھا گیا۔ اب وہ اپنا غنیمت کا مال لے کر محل کے نیچے پہنچا اور جس نیزے پر کہرداش کا سر تھا' اسے محل کے دروازے پر زمین میں گاڑ دیا اور لوگوں کو گھوڑے اور اونٹ تقسیم کئے۔ اس پر بغداد والوں کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے۔ اس سے اور زیادہ محبت ہو گئی۔ اس کے بعد وہ صباح کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ایک وسیع مکان میں اتارا اور اسے بھی مال غنیمت میں سے مال کا ایک حصہ دیا۔ اب وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا جو اسے سفر میں پیش آیا تھا۔

جب بادشاہ کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے خاص خاص لوگوں کو دربار میں بلایا اور ان سے کہا کہ میں تم پر اپنا ایک بھید ظاہر کرنا چاہتا ہوں اور تم سے اپنے دل کی بات کہتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کان ماکان کی وجہ سے ہمیں ایک روز یہ ملک

چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اس نے کہرداش کو قتل کیا ہے حالانکہ کردوں اور ترکوں کے بہت سے قبیلے اس کے ساتھ ہیں۔ اس وجہ سے ہمیں تباہ ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ ہمارے لشکر میں اس کے بہت سے رشتہ دار ہیں اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وزیر دندان نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ اس نے میری نیکیوں اور احسانات پر پانی پھیر دیا اور قسم کھانے کے بعد مجھے دھوکہ دیا۔ مجھے یہ خبر بھی ملی ہے کہ اس نے کئی ملکوں سے فوجیں جمع کی ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ کان ماکان کو بادشاہ بنائے کیونکہ اس کے باپ دادا بادشاہ رہ چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ مجھے بلا قتل کئے نہ چھوڑے گا۔

جب حکومت کے خاص لوگوں نے اس کی باتیں سنیں تو وہ کہنے لگے کہ اے بادشاہ‘ اس کی مجال کیا ہے! اگر ہمیں معلوم نہ ہوتا کہ اس کی تربیت تیرے پاس ہوئی ہے تو ہم میں سے ایک بھی اس کے پاس نہ بھٹکتا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تیرے فرمانبردار ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ وہ قتل کر دیا جائے تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور اگر تو چاہتا ہے کہ وہ شہربدر کر دیا جائے تو ہم اسے شہربدر کر دیں گے۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو وہ کہنے لگا کہ اس کا قتل کرنا بہتر ہے‘ لیکن پہلے آپس میں حلف اٹھا لینا چاہیے۔ اس پر انہوں نے آپس میں حلف اٹھایا کہ وہ کان ماکان کو بے قتل کئے نہ چھوڑیں گے۔ جب وزیر دندان یہاں آئے گا اور سنے گا کہ وہ قتل ہو چکا ہے تو اس کی قوت ٹوٹ جائے گی اور وہ اپنے ارادے سے باز آ جائے گا۔ جب وہ لوگ عہد و پیمان باندھ چکے تو بادشاہ نے ان کی بڑی عزت کی اور محل میں چلا گیا۔ لیکن سردار اس سے پھر گئے اور پیادوں نے سوار ہونے اور سواروں نے پیادہ ہونے سے انکار کر دیا تاکہ وہ پہلے دیکھ لیں کہ کیا ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ لشکر کا بڑا حصہ وزیر دندان کے ساتھ ہے۔

جب قضی فکان کو یہ خبر ملی تو اسے بہت رنج ہوا اور اس نے بڑھیا کو بلایا جو اس کے چچیرے بھائی کا پیغام لایا کرتی تھی۔ جب وہ آئی تو اس نے اس کے ساتھ کان ماکان کو خبر بھیجی۔ جب وہ اس کے پاس پہنچی اور اس نے سلام کیا تو وہ خوش ہو گیا

اور بڑھیا نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے سن کر جواب دیا کہ میری چچیری بہن کو سلام کہیو اور کہیو کہ زمین کا مالک خدا ہے' جس کو وہ چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے۔ بڑھیا نے اس کی چچیری بہن کے پاس جا کر اس کا پیغام پہنچایا اور کہنے لگی کان ماکان شہر ہی میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اب بادشاہ ساسان اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ وہ بغداد سے باہر نکلے تو وہ اسے قتل کرنے کے لیے کسی کو پیچھے روانہ کرے۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ وہ شکار کھیلنے لگا اور صباح کے ساتھ تھا کیونکہ وہ رات دن اس کا ساتھ نہ چھوڑتا تھا اور اس نے دس ہرنوں کا شکار کیا۔ من جملہ ان کے ایک سرمہ چشم ہرنی تھی جو گردن موڑ موڑ کر داہنے بائیں دیکھتی جاتی تھی۔ شہزادے نے اسے آزاد کر دیا۔ صباح نے پوچھا کہ تو نے اس کو کیوں آزاد کر دیا؟ اس پر کان ماکان ہنسا اور سب کو آزاد کر دیا اور صباح سے کہنے لگا کہ جس ہرنی کے بچے ہوں' اس کو چھوڑ دینا انسانیت ہے۔ اگر اس ہرنی کے بچے نہ ہوتے تو وہ کبھی داہنے بائیں نہ دیکھتی۔

اس پر صباح نے کہا کہ مجھے بھی آزاد کر دے تا کہ میں اپنے گھر چلا جاؤں۔ شہزادہ ہنسنے لگا اور اس کے قلب پر نیزہ الٹی طرف سے مارا اور وہ گر کر سانپ کی طرح لوٹنے لگا۔

اسی اثناء میں انہوں نے دیکھا کہ گرد اڑتی چلی آ رہی ہ اور سوار ایڑ لگائے آ رہے ہیں اور گرد کے نیچے سوار اور سورما ہیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ لوگوں نے بادشاہ ساسان کو خبر دی تھی کہ کان ماکان سیر کے لیے نکلا ہے اور اس نے ایک دیلمی سردار کو جس کا نام جامع تھا' بہت کچھ انعام دے کر بیس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا کہ کان ماکان کو قتل کر ڈالیں۔ جب یہ سوار اس کے پاس پہنچے تو انہوں نے حملہ کیا مگر اس نے ان پر حملہ کر کے سب کو قتل کر ڈالا۔ اتنے میں بادشاہ ساسان سوار ہو کر ان کی خبر کے لیے پہنچا اور دیکھا کہ وہ سب قتل ہو چکے ہیں۔ اس پر اسے سخت حیرانی ہوئی اور جب وہ واپس گیا تو شہر والوں نے اسے گرفتار کر کے اس کی مشکیں باندھ دیں۔

اب کان ماکان صباح بدو کو لے کر وہاں سے چل دیا۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ انہوں

نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے اور اس نے اسے سلام کیا اور جوان نے سلام کا جواب دیا اور اندر جا کر دو پیالے لے آیا۔ ایک میں تو دودھ تھا اور دوسرے میں ثرید جس میں گھی تیر رہا تھا اور دونوں پیالوں کو کان ماکان کے آگے رکھ دیا اور کہنے لگا کہ ہمارا کھانا کھا کہ ہم پر احسان کر۔ کان ماکان نے کھانے سے انکار کیا۔ جوان نے کہا کہ مرد آدمی' تو کیوں نہیں کھاتا ہے؟ کان ماکان نے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے۔ جوان نے کہا کہ کیا نذر مانی ہے؟ اس نے کہا کہ بادشہا ساسان نے میرا ملک زبردستی چھین لیا ہے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے میرے باپ دادا بادشاہ ہوتے چلے آئے ہیں۔ میرے باپ کے مرنے کے بعد وہ زبردستی مالک بن بیٹھا ہے اور میری کم سنی کی وجہ سے مجھے چلتا کیا ہے۔ اس پر میں نے نذر مانی ہے کہ جب تک میں اپنے دشمن سے اپنے دل کی بھڑاس نہ نکال لوں اس وقت تک کسی دوسرے کا کھانا نہ کھاؤں گا۔ جوان نے کہا کہ خوش ہو کہ خدا نے تیری نذر قبول کر لی اور تیرا دشمن ایک مکان میں محبوس ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس اونچے گنبد میں۔ اب کان ماکان کی نظر ایک بلند گنبد پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ لوگ اس گنبد میں جاتے اور ساسان کے طمانچے مارتے ہیں اور وہ موت کے گھونٹ پی رہا ہے۔

کان ماکان اٹھ کر اس گنبد کے پاس گیا اور اس کے اندر دیکھ کر واپس آیا اور کھانے کے لیے بیٹھ گیا اور جتنا کھایا گیا کھایا اور باقی کو اپنی خرجی میں رکھ لیا اور بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور اس کا جوان میزبان سو گیا۔

اب کان ماکان اس گنبد میں گیا جہاں ساسان تھا اور دیکھا کہ اس کے آس پاس کتے پہرہ دے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کتا اس کی طرف لپکا۔ اس نے اپنی خرجی میں سے ایک ٹکڑا گوشت کا نکال کر کتے کے آگے پھینک دیا۔ اسی طرح وہ اور کتوں کے آگے گوشت پھینکتا ہوا گنبد کے پاس پہنچا اور اندر داخل ہوا اور بادشاہ ساسان کے پاس پہنچ کر اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کان ماکان جس کے قتل کی تو کوشش کر رہا تھا لیکن خدا نے

تیری تدبیر الٹی کر دی۔ کیا تیرے لیے یہ کافی نہ تھا کہ تو میرے اور میرے باپ دادا کے ملک پر قابض ہو گیا تھا کہ میری جان کے بھی پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے؟ ساسان جھوٹی قسمیں کھانے لگا اور کہا کہ میں تیرے قتل کی کوشش نہیں کر رہا ہوں' یہ خبر بالکل غلط ہے۔ یہ سن کر کان ماکان نے اسے معاف کر دیا اور اس سے کہا کہ میرے ساتھ چل۔ اس نے جواب دیا کہ میں اتنا کمزور ہوں کہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ کان ماکان نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو ہم دو گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل کی راہ لیں گے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ اور ساسان سوار کر صبح تک چلتے رہے۔ پھر انہوں نے فجر کی نماز پڑھی اور چل کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے ایک باغ میں پہنچے اور وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

کان ماکان نے ساسان سے کہا کہ کیا اب بھی تیرے دل میں میری طرف سے کوئی برائی باقی ہے؟ ساسان نے جواب دیا کہ خدا کی قسم نہیں۔ اب دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ بغداد جائیں۔ صباح بدو نے کہا کہ میں آگے جا کر تمہاری خوشخبری پہنچاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا اور اس نے تمام مرد عورتوں کو خوش خبری سنائی اور لوگ ڈھول اور شہنائیاں لے کر اس کے استقبال کے لیے آئے۔ قضی فکان بھی آئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اندھیری رات میں چاند چمک رہا ہے اور کان ماکان اس سے ملا اور روح کی کشش روح کی طرف ہوئی اور بدن بدن کا مشتاق ہوا۔

لوگوں کی زبان پر سوائے کان ماکان کے اور کوئی ذکر نہ تھا۔ سوار اس کا لوہا مان گئے تھے اور وہ سب سے زیادہ بہادر ہے اور لوگ کہتے تھے یہ ناممکن ہے کہ سوائے کان ماکان کے اور کوئی ہمارا بادشاہ بنے۔ اسے اپنے باپ دادا کی حکومت واپس ملنی چاہیے۔

اب ساسان نزہت الزماں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ لوگوں کی زبان پر سوائے کان ماکان کے کوئی اور ذکر نہیں اور وہ اس کی طرف ایسے اوصاف منسوب کرتے ہیں جن کے بیان سے زبان عاجز ہے۔ مگر سنی سنائی بات ایسی نہیں ہوتی جیسی آنکھ دیکھی۔ میں نے اسے خود دکھا ہے مگر اس میں کوئی کمال اور خوبی نہیں پاتا۔ لوگ ہمیشہ وہ بات نہیں

کہتے جو سنتے ہیں۔ وہ اس کی تعریف اور محبت میں ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہیں۔ خدا نے لوگوں کی زبان پر اس کی مدح جاری کر دی ہے۔ یہاں تک کہ بغداد والوں کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور وزیر دندان غدار اور خاین ہے' اس نے کان ماکان کے لیے ہر ملک سے لشکر جمع کیا ہے۔ دنیا میں ایسا کون شخص ہے جو بادشاہ ہو کر ایک یتیم کی فرمانبرداری کرے جس کی کچھ حقیقت نہ ہو۔ نزہت الزماں نے کہا کہ آخر تیرا مطلب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں تاکہ وزیر دندان اپنے ارادے میں ناکام ہو اور میرا محکوم اور فرمانبردار ہو جائے اور سوائے میری خدمت کے اس کے لیے اور کوئی چارہ نہ رہے۔ پھر اپنوں کے ساتھ کہنا! بہتر یہ ہے کہ تو اپنی بیٹی قضی فکان کی شادی اس کے ساتھ کر دے۔ جب ساسان نے یہ سنا تو وہ غصے میں بھر گیا اور اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تیرے قتل کرنے میں عیب نہ ہوتا تو میں ابھی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا اور تیری زندگی ختم کر دیتا اس نے کہا کہ تجھے غصہ کیوں آ گیا؟ میں تو تیرے ساتھ مذاق کرتی تھی۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور ساسان کا سر اور ہاتھ چومنے لگی اور کہا کہ ٹھیک وہی ہے جو تیری رائے ہے۔ ابھی ہم مل کر اس کے قتل کرنے کا کوئی حیلہ نکالتے ہیں۔

جب اس نے یہ سنا تو خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ جلدی کوئی حیلہ نکال اور میری تکلیف دور کر کیونکہ میری سمجھ میں کوئی ترکیب نہیں آتی۔ اس نے کہا کہ ابھی ایک حیلے سے اس کی زندگی کا خاتمہ کئے دیتی ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیونکر؟ اس نے جواب دیا کہ اپنی کنیز کے ذریعے جس کا نام باکون ہے کیونکہ وہ مکر و فریب میں استاد ہے۔ یہ کنیز ایک بڑی مکار بڑھیا تھی اور بدذاتی نہ کرنا اس کے مذہب میں جائز نہ تھا اس نے کان ماکان اور قضی فکان' دونوں کو پالا تھا اور کان ماکان کو اس سے بہت انس تھا حتیٰ کہ وہ اس کی پائینتی سویا کرتا تھا۔ جب بادشاہ ساسان نے اپنی بیوی سے یہ باتیں سنیں تو وہ کہنے لگا کہ بس یہی رائے ٹھیک ہے اور اس نے کنیز کو بلایا اور

اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ وہ کان ماکان کو قتل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے ساتھ بڑی نیکیاں کرنے کا وعدہ کیا۔ بڑھیا نے کہا کہ تیرا حکم میرے سر آنکھوں پر لیکن میں چاہتی ہوں کہ تو مجھے زہر میں بجھا ہوا خنجر دے تاکہ میں اس کا جلد کام تمام کر دوں۔ ساسان نے کہا کہ شاباش! اور اسے ایک خنجر دیا جو موت سے بھی جلد کام کرتا تھا اس پر بڑھیا نے بہت سے حکایتیں اور اشعار سنے تھے اور اسے بہت سے لطیفے اور قصے یاد تھے۔ اس نے خنجر لیا اور یہ سوچتی ہوئی وہاں سے چل دی کہ کس طرح اسے ہلاک کیا جائے اور کان ماکان کے پاس پہنچی۔ وہ بیٹھا ہوا شہزادی قضی فکان کے وعدے کا انتظار کر رہا تھا۔ آج رات اسے اس کی بہت یاد آ رہی تھی اور اس کی محبت اس کے دل میں شعلہ زن تھی۔

وہ اسی حالت میں تھا کہ کنیز باکون اس کے پاس پہنچی اور کہنے لگی کہ وصال کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور جدائی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ جب اس نے شہزادے کو یہ خبر سنائی تو اس نے بڑھیا سے پوچھا کہ قضی فکان کا کیا حال ہے؟ باکون نے کہا کہ وہ دن رات تیری محبت میں گرفتار ہے۔ یہ سن کر کان ماکان کھڑا ہو گیا اور اپنا دو شالہ اتار کر اسے دے دیا اور اس سے اور بہت سی بھلائیاں کرنے کا وعدہ کیا۔ بڑھیا نے کہا کہ آج رات میں تیرے پاس سوؤں گی اور تجھے کہانیاں سناؤں گی جو میں نے سنی ہیں اور مجنوں عاشقوں کے قصے بیان کروں گی جو محبت کے مرض میں گرفتار ہیں۔ کان ماکان نے کہا کہ ایسی کہانی سنا جس سے میرا دل خوش اور میرا غم غلط ہو جائے۔ باکون نے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر وہ اس کے پہلو میں بیٹھ گئی اور خنجر کو اپنے کپڑوں میں چھپا لیا۔

○ بھنگڑ کی کہانی

بڑھیا نے کہا کہ سب سے زیادہ نفیس کہانی جو میرے کانوں نے سنی ہے یہ ہے کہ ایک شخص خوبصورت عورتوں سے بہت محبت کرتا ہے' حتیٰ کہ اس نے اپنا سارا مال ان پر خرچ کر دیا اور قلاش فقیر ہو گیا اور دنیا سے تنگ آ گیا اور اپنی روزی کے لیے بازاروں میں بھیک مانگنے لگا۔ ایک دن وہ اسی طرح چلا رہا تھا کہ ایک لوہے کی کیل اس کی انگلی میں چبھ گئی اور اس سے خون بہنے لگا۔ اس نے بیٹھ کر خون پونچھا اور انگلی پر پٹی باندھی اور کراہتا ہوا اٹھا اور ایک حمام کے پاس سے گزرا اور اس کے اندر داخل ہوا اور اپنے کپڑے اتارے۔ جب وہ حمام کے اندر تھا تو اس نے دیکھا کہ وہ کیسا صاف ستھرا ہے اور حوض پر بیٹھ گیا اور اپنے سر پر پانی ڈالنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ تھک گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو تینتالیس ویں رات

جب ایک سو تینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ' وہ حوض پر بیٹھ کر اپنے سر پر پانی ڈالنے لگا یہاں تک کہ وہ تھک گیا اور ٹھنڈے حوض پر پہنچا۔ یہاں کوئی اور نہ تھا اور اس نے اپنے آپ کو اکیلا دیکھ کر ایک ٹکڑا بھنگ کا نکالا اور اسے نگل گیا۔ بھنگ فوراً اس کے سر میں چڑھ گئی اور وہ مرمر کے فرش پر لیٹ گیا اور بھنگ کے اثر سے اسے یہ معلوم ہونے لگا کہ ایک بہت بڑا رئیس اس کے بدن کی مالش کر رہا ہے اور دو غلام اس کے سرہانے کھڑے ہیں' ایک کے ہاتھ میں پانی کا کونڈا ہے اور دوسرے کے پاس حمام کا سامان اور جن جن چیزوں کو حمامچی کو میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے اور یا یہ بھی میری طرح بھنگڑ ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے دونوں پاؤں پھیلا دیئے اور اسے یہ نظر آیا کہ حمامچی اس سے کہتا ہے کہ اے میرے آقا' تیرے نکلنے کا وقت آ گیا ہے اور آج تیری باری ہے۔ اس پر وہ ہنس پڑا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اے بھنگ' ماشاء اللہ! اس کے بعد وہ چپ چاپ بیٹھ گیا اور حمامچی اٹھا اس کی کمر میں سیاہ ریشم کا ایک پٹکا باندھا اور اسے ہاتھ پکڑ کر لے چلا اور دونوں غلام کونڈا اور دیگر سامان لیے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے اور چلتے چلتے ایک کمرے میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے خوشبوئیں جلائیں اور اس نے دیکھا کہ وہاں پھل اور عطریات بھری پڑی ہیں۔ اب انہوں نے اس کے لیے ایک تربوز کاٹا اور اسے آبنوس کی کرسی پر بٹھایا اور دونوں غلاموں نے اس پر پانی ڈالنا اور حمامچی نے اسے نہلانا شروع کیا۔ اس کے بعد انہوں نے خوب اس کی مالش کی اور اس سے کہا کہ اے ہمارے آقا وزیر' خدا تجھے ہمیشہ نعمتوں میں رکھے! یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔

جب اس کے تخیل میں یہ باتیں آئیں تو وہ اٹھا اور پٹکے کو اپنی کمر سے کھولا اور دیر

تک ہنستا رہا یہاں تک کہ ہنستے ہنستے بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ آخر انہیں ہو کیا گیا ہے وہ مجھے وزیر کے نام سے مخاطب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے آقا وزیر! ضرور غلط مہمی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہو گا کہ میں کون ہوں تو وہ کہیں گے کہ یہ تو بھک منگا ہے اور میری گردن پر مکے ماریں گے۔ اب اسے گرمی لگنے لگی اور اس نے دروازہ کھول دیا اور اس کے تخیل میں یہ آیا کہ ایک غلام بچہ اور ایک خادم اس کے پاس آئے۔ غلام کے ہاتھ میں ایک بقچہ تھا اور اس نے اسے کھول کر اس میں تین ریشمی رومال نکالے' ایک کو اس کے سر پر ڈال دیا اور دوسرے کو اس کے کاندھے پر اور تیسرے کو اس کی کمر سے باندھ دیا۔ اس کے بعد خادم اندر آئے اور انہوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر وہ مارے ہنسی کے لوٹا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ وہاں سے نکل کر ایک دوسرے کمرے میں پہنچا جہاں ایسا بیش قیمت فرش بچھا ہوا تھا جو محض بادشاہوں کی شان کے شایاں ہو سکتا تھا۔ اب غلاموں نے آگے بڑھ کر اسے ایک دیوان پر بٹھایا اور اس کی مالش کرنے لگے یہاں تک کہ اسے نیند آ گئی' جب وہ سو گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی گود میں ایک لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے لڑکی کو بوسے دیئے اور اسے اپنی رانوں کے بیچ میں لٹا دیا اور اس کے اوپر اس طرح بیٹھ گیا جیسے کہ مرد عورت کے اوپر بیٹھتا ہے۔ اتنے میں کسی نے اسے آواز دی کہ اے نابکار' اٹھ' ظہر کا وقت ہو گیا ہے اور تو ابھی تک سو رہا ہے۔ اس پر وہ جاگ پڑا اور اس نے دیکھا کہ وہ ٹھنڈے حوض میں پڑا ہوا ہے اور لوگ اس کے آس پاس کھڑے ٹھٹھا مار رہے ہیں اور تہہ بند کمر سے کھل گیا ہے۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ پریشان خواب تھا اور بھنگ کے تخیلات تھے اور وہ افسوس کرنے لگا اور جس نے اسے جگایا تھا' اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ کاش کہ میں اتنا اور ٹھہر جاتا------- لوگوں نے کہا کہ اے بھنگڑ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو سو رہا ہے اور اسے اتنا مارا کہ اس کی گردن سرخ پڑ گئی۔ اگرچہ وہ بھوکا تھا لیکن نیند میں اس نے خوب مزے کی چیز چکھی

تھی۔

جب کان ماکان نے کنیز سے یہ کہانی سنی تو مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گیا' اور باکون سے کہنے لگا کہ اے میری آیا' یہ نہایت عجیب کہانی ہے' ایسی میں نے آج تک نہیں سنی' کیا تجھے اور کوئی کہانی یاد ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں اور وہ کان ماکان کو دوسری خرافات اور مزاحیہ کہانیاں سنانے لگی یہاں تک کہ اسے نیند آ گئی اور کنیز اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ یہاں تک کہ رات کا بڑا حصہ گزر گیا۔ اب اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے اور اٹھ کر خنجر کھینچ لیا اور کان ماکان کی طرف لپکی' چاہتی ہی تھی کہ اسے زبح کر ڈالے کہ اتنے میں کان ماکان کی ماں آ پہنچی۔ جب باکون نے اسے دیکھا تو اس کا خیر مقدم کیا اور اس پر خوف طاری ہو گیا اور وہ کانپنے لگی گویا کہ اسے بخار چڑھا ہے۔ جب کان ماکان کی ماں نے اسے دیکھا تو اسے تعجب ہوا اور اس نے اپنے بیٹے کو نیند سے جگایا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس کی ماں وہاں موجود ہے۔ ماں کا آ جانا اس کے زندہ رہنے کا باعث تھا اور وہ اس وجہ سے آئی تھی کہ قضی فکان کو معلوم ہو گیا تھا کہ کان ماکان کے قتل کا مشورہ ہوا ہے اور اس نے اس کی ماں سے کہا تھا کہ چچی' قبل اس کے کہ پتریا باکون اس کو قتل کرے تو وہاں پہنچ جا' اس نے سارا ماجرا شروع سے آخر تک بیان کر دیا تھا۔ ماں بدحواس ہو کر چل کھڑی ہوئی اور اسی وقت پہنچی جب کہ وہ سو چکا تھا اور باکون نے اس کے قتل کی ٹھان لی تھی۔ جب ماں نے جگایا تو وہ کہنے لگا کہ اماں' تو خوب وقت پر آئی کیونکہ میری آیا باکون آج رات میرے پاس ہے اور وہ باکون کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تجھے میری جان کی قسم' کیا ان کہانیوں سے اور اچھی بھی کوئی کہانی تجھے یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جو میں بیان کر چکی ہوں اس میں اور اس میں جواب بیان کروں گی زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ وہ کہیں زیادہ شیریں ہو گی لیکن وہ کہانی میں کسی اور وقت کہوں گی۔

یہ کہہ کر باکون اٹھ کھڑی ہوئی مگر اسے یقین نہ آتا تھا کہ وہ بچ جائے گی اور کان ماکان نے کہا کہ خدا حافظ۔ باکون تاڑ گئی تھی کہ اس کی ماں کو سارا واقعہ معلوم

ہو گیا ہے اور وہ جلدی سے چلتی ہوئی۔

اب اس کی ماں نے کہا کہ بیٹا' یہ مبارک رات ہے کیونکہ آج رات اس ملعونہ کے ہاتھ سے تیری جان بچ گئی۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیونکر؟ ماں نے شروع سے لے کر آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا۔ بیٹے نے کہا کہ اماں جان جس کی قسمت میں زندہ رہنا لکھا ہو' اسے کوئی مار نہیں سکتا اور اگر اسے کوئی قتل بھی کرے تو وہ مرے گا نہیں لیکن مصلحت یہ ہے کہ ہم ان دشمنوں کے پاس سے چلے جائیں اور پھر خدا کی جو مرضی ہو وہ کرے۔

جب صبح ہوئی تو کان ماکان شہر چھوڑ کر وزیر دندان سے جا ملا۔ اس کے جانے کے بعد بادشاہ ساسان اور نزہت الزماں میں کچھ ایسی باتیں پیش آئیں کہ وہ بھی شہر چھوڑ کر ان سے جا ملی اور بادشاہ ساسان کے سارے درباری جو ان لوگوں سے محبت رکھتے تھے' ان سے جا ملے۔ اب سب کے سب بیٹھ کر تدبیریں سوچنے لگے اور اس بات پر سب متفق ہوئے کہ روم کے ملک پر جہاد کر کے بدلہ لیں۔ اب وہ روم کی طرف جنگ کرنے گئے اور روم کے بادشاہ رومزان نے ان کو گرفتار کر لیا اس کی تشریح بہت طول طویل ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ رومزان نے کہا کہ کان ماکان اور وزیر دندان اور اس کے ساتھیوں کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ حاضر کئے گئے تو اس نے انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور حکم دیا کہ دستر خوان بچھائے جائیں اور جب وہ بچھ چکے تو ان سب نے کھایا پیا اور انہیں اطمینان ہوا کیونکہ جب وہ دربار میں طلب کئے گئے تھے تو ان کو موت کا یقین ہو گیا تھا اور وہ ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم محض قتل ہونے کے لیے بلائے جا رہے ہیں۔

جب انہیں اطمینان ہو گیا تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور جب میں نے اسے رہبانوں سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ سوائے دندان کے

اور کوئی اس کی تعبیر بیان نہیں کر سکتا ہے۔ وزیر نے کہا کہ جہاں پناہ' خیر تو ہے' تو نے کیا خواب دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے وزیر میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اندھے کنوئیں کی طرح ایک گڑھا ہے اور میں اس میں پڑا ہوں اور لوگ مجھے مار رہے ہیں۔ میں اٹھ کر نکلنا چاہتا ہوں مگر جونہی اٹھتا ہوں گر پڑتا ہوں اور اس گڑھے سے نکل نہیں سکتا۔ اب میں نے مڑ کر دیکھا تو اس گڑھے میں مجھے سونے کی ایک پیٹی نظر آئی۔ جب میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا تو معلوم ہوا کہ ایک نہیں دو پیٹیاں ہیں۔ میں نے دونوں کو کمر سے باندھ لیا اور دونوں ایک ہو گئیں۔ اے وزیر' یہ میرا خواب ہے اور جس وقت میں نے اسے دیکھا تو میں بڑے مزے میں تھا۔ وزیر دندان نے کہا کہ اے میرے آقا سلطان' تیرے خواب کی یہ تعبیر ہوئی کہ تیرا کوئی بھائی یا بھتیجا یا چچیرا بھائی ہے یا کوئی اور رشتے دار ہے جو تیرے ہی گوشت و پوست سے ہے' بہرحال وہ قریبی رشتے دار ہے۔ جب بادشاہ نے یہ باتیں سنیں تو اس نے کان ماکان اور نزہت الزماں اور قضی فکان اور وزیر دندان کو نظر اٹھا کر دیکھا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر میں ان کی گردنیں اڑا دوں تو ان کے مر جانے کی وجہ سے ان کے لشکر کے دل ٹوٹ جائیں گے اور میں جلد اپنے ملک کو واپس جا سکوں گا تاکہ کہیں سلطنت میرے ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔ جب اس نے یہ ٹھان لی تو جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ کان ماکان کی گردن فوراً اڑا دے۔ اتنے میں بادشاہ کی آیا وہاں پہنچی اور کہنے لگی کہ اے نیک بخت بادشاہ تو کس سوچ میں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس سوچ میں ہوں کہ اپنے قیدیوں کو قتل کر ڈالوں اور ان کے سروں کو ان کے لشکر میں پھینک دوں اور اپنے لشکر کے ساتھ ان پر دھاوا بول دوں جو قتل ہوں گے وہ قتل ہوں گے اور باقی بھاگ جائیں گے اور لڑائی کا فیصلہ ہو جائے گا اور اس سے قبل میری حکومت میں کوئی حادثہ گزرے' میں وطن واپس پہنچ جاؤں۔

جب آیا نے بادشاہ کی باتیں سنیں تو وہ اس کی طرف مخاطب ہو کر فرنگی زبان میں کہنے لگی کہ تو یہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ خود اپنے بھتیجے اور بہن اور بھانجے کو قتل

کرے۔ جب بادشاہ نے اپنی آیا سے یہ بات سنی تو وہ طیش میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اے ملعونہ' کیا تجھے معلوم نہیں کہ میری ماں قتل ہوئی ہے اور میرے باپ کو زہر دیا گیا ہے اور تو نے مجھے ایک ہیرا دیا ہے کہ یہ ہیرا میرے باپ کا ہے۔۔ کیا یہ ساری باتیں جھوٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ' جو کچھ میں نے تجھ سے کہا تھا سچ ہے لیکن میرے اور تیرے واقعات عجیب و غریب ہیں۔ تجھے یہ تو معلوم ہے کہ میرا نام مرجانہ ہے اور تیری ماں ابریزہ تھی جو انتہا درجے کی خوبصورت تھی اور جس کی بہادری ضرب المثل تھی اور شجاعت کی وجہ سے وہ سورماؤں میں مشہور تھی اور تیرا باپ بغداد و خراسان کا فرماں روا بادشاہ عمر بن النعمان تھا۔ اس میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں۔ اس نے اپنے بیٹے کو اس وزیر دندان کے ساتھ ایک جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے جو کچھ کیا سو کیا مگر تیرا بھائی شہزادہ شرکان تنہا لشکر سے آگے نکل گیا اور اس کی ملاقات تیری ماں شہزادی ابریزہ سے محل میں ہو گئی' اس وقت ہم لوگ تیری ماں کے ساتھ کشتی لڑنے کے لیے ایک تنہا جگہ میں آئے ہوئے تھے اور وہاں ہم نے شرکان کو دیکھا جو تیری ماں سے کشتی لڑا اور تیری ماں نے اسے اپنے حسن و شجاعت کی وجہ سے پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد تیری ماں نے اسے پانچ دن تک اپنے محل میں مہمان رکھا۔ یہ خبر اس کی دادی شواہی نے جس کا لقب ذات الدواہی تھا اس کے باپ کو پہنچائی۔ تیری ماں تیرے بھائی شرکان کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکی تھی اور وہ اسے چھپا کر بغداد لے گیا اور ریحانہ اور بیس کنیزیں اس کے ساتھ تھیں اور ہم سب شہزادہ شرکان کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے۔

جب ہم تیرے باپ بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس پہنچے اور اس کی نظر تیری ماں شہزادی ابریزہ پر پڑی تو وہ اس پر عاشق ہو گیا اور ایک رات اس کے پاس جا کر اس سے ہم خلوت ہوا اور تیرا حمل رہ گیا۔ تیری ماں کے پاس تین ہیرے تھے جو اس نے تیرے باپ کو دے دیئے تھے۔ اس نے ان میں سے ایک ہیرا اپنی بیٹی نزہت الزماں کو دیا اور دوسرا تیرے بھائی ضوء المکان کو اور تیسرا تیرے بھائی شہزادہ شرکان کو۔ شرکان

سے وہ ہیرا شہزادی ابریزہ نے لے لیا اور تیرے لیے اٹھا رکھا۔ جب ولادت کا زمانہ قریب ہوا تو تیری ماں کو اپنے خاندان والوں سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور اس نے اس کا ذکر مجھ سے کیا اور میں ایک حبشی غلام کے پاس گئی جس کا نام غضبان تھا اور اسے چپکے سے سارا ماجرا کہہ سنایا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ ہمارے ساتھ سفر کرے۔

وہ غلام ہمیں لے کر شہر سے بھاگ نکلا۔ اب تیری ولادت کا زمانہ قریب تھا۔ جب ہم اپنے ملک کی سرحد کے قریب ایک تنہا جگہ میں پہنچے تو تیری ماں کو زہ کا درد محسوس ہوا اور غلام کے دل میں برا خیال پیدا ہوا اور جب وہ اس کے پاس آیا اور اس سے بدفعلی کرنا چاہتا تھا تو اس نے غلام کو زور سے ڈانٹا اور سہم گئی اور اس ڈر کی وجہ سے فوراً تیری ولادت ہو گئی۔ اسی وقت جنگل میں ہمارے ملک کی طرف سے ایک گرد اٹھتی دکھائی دی جو اڑ کر اتنی بلند ہوئی کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ غلام کو اپنی جان کا ڈر لگا اور اس نے شہزادی ابریزہ پر تلوار سے وار کیا اور اسے قتل کر ڈالا کیونکہ اسے طیش آ گیا تھا اور گھوڑے پر چڑھ کر فوراً چلتا بنا۔ جب گرد ہٹی تو اس میں سے تیرا نانا بادشاہ خردوب روم کا حکمران دکھائی دیا۔ جب اس کی نظر اپنی بیٹی‘ تیری ماں‘ پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ وہ قتل کی ہوئی زمین پر پڑی ہے تو اسے بہت صدمہ ہوا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کس طرح قتل ہوئی اور اپنے باپ کے ملک سے کیوں بھاگ آئی؟ اس پر میں نے شروع سے آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا‘ اور یہی ہے سبب رومیوں اور بغدادیوں کے درمیان عداوت کا۔ اب ہم نے تیری مقتول ماں کو لے جا کر دفن کیا اور میں نے تجھے لے جا کر تیری پرورش کی اور جو ہیرا شہزادی ابریزہ کے پاس تھا اسے تیرے گلے میں ڈال دیا۔ جب تو بڑا ہو کر بالغ ہوا اس وقت بھی میرے لیے ناممکن تھا کہ تجھے اصلی حالت سے مطلع کروں کیونکہ اگر میں یہ ساری باتیں بیان کرتی تو تمہارے درمیان جنگ ہو جاتی اور دوسری بات یہ ہے کہ تیرے نانا نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان باتوں کو پوشیدہ رکھوں۔ پھر میری کیا مجال تھی کہ میں روم کے بادشاہ خردوب کی نافرمانی کر سکوں! بس یہی وجہ ہے کہ میں نے تجھے

اس بات سے مطلع نہیں کیا بادشاہ عمر بن النعمان تیرا باپ ہے۔ میرا خیال تھا کہ جب تیرے ہاتھ میں حکومت آ جائے گی تو میں تجھ سے بیان کر دوں گی' مگر اے جہاں پناہ مجھے آج سے پہلے اس بات کا موقع نہیں ملا کہ میں تجھ سے بیان کر دوں۔ بس یہی باتیں میرے دل کے اندر تھیں جو میں نے اب تجھ پر ظاہر کر دی ہیں۔ اب تو جو بہتر سمجھتا ہے کر۔

تمام قیدی بادشاہ کی آیا کنیز مرجانہ کی یہ باتیں سن رہے تھے۔ اس پر نزہت الزماں نے زور سے ایک چیخ ماری اور کہنے لگی کہ یہ بادشاہ رومزان میرا بھائی اور میرے باپ عمر بن النعمان کا بیٹا ہے اور اس کی ماں روم کے بادشاہ خردوب کی بیٹی شہزادی ابریزہ ہے! میں اس کی کنیز مرجانہ کو خوب پہچانتی ہوں۔ بادشاہ رومزان یہ سن کر حیران ہو گیا اور اپنا قصہ سن کر اسے سخت حیرانی ہوئی اور اس نے فوراً نزہت الزماں کو اپنے پاس بلایا جب بادشاہ نے اس کی طرف دیکھا تو خون کی کشش خون کی طرف ہونے لگی اور اس نے اس سے اپنا قصہ پوچھا۔ نزہت الزماں نے ہو بہو وہی قصہ بتایا جو بادشاہ کی آیا مرجانہ نے بیان کیا تھا۔ اب بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ وہ عراقی ہے' اس میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ کہ اس کا باپ بادشاہ عمر بن النعمان' اس پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنی بہن نزہت الزماں کی بیڑیاں کھول دیں۔ یہ دیکھ کر وہ آگے بڑھی اور اس نے بادشاہ کے ہاتھ چومے اور رونے لگی۔ اسے روتا دیکھ کر بادشاہ بھی رو پڑا اور برادرانہ محبت اس کے دل میں بیٹھ گئی اور اپنے بھتیجے کان ماکان کی طرف بھی اس کے دل میں کشش ہونے لگی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے جلاد کے ہاتھ سے تلوار لے لی۔ اس پر قیدیوں کو یقین ہو گیا کہ اب ہم مارے گئے۔ ادھر ان کا خیال تھا اور ادھر بادشاہ نے ان کو اپنے پاس بلا کر ان کی بیڑیاں کھول دیں اور اپنی آیا مرجانہ سے کہا کہ جو قصہ تو نے مجھے سنایا ہے انہیں بھی سنا۔ مرجانہ نے کہا کہ اے بادشاہ' یہ بوڑھا شخص وزیر دندان ہے اور وہ میرا سب سے بڑا گواہ ہے کیونکہ وہ تمام باتوں سے ٹھیک واقف ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ان لوگوں اور

رومی اور فرنگی بادشاہوں کے سامنے جو وہاں موجود تھے ساری باتیں دہرائیں اور زہت الزماں اور وزیر دندان اور ان کے سامنے جتنے قیدی تھے سب نے اس کی تصدیق کی۔

اس گفتگو کے بعد کنیز مرجانہ کی نظر کان ماکان پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ اس کے گلے میں وہ ہیرا پڑا ہوا ہے جس کی طرح کے دو ہیرے شہزادی ابریزہ کے پاس تھے۔ اسے پہچان کر مرجینا ایسی زور سے چیخ اٹھی کہ تمام ہوا گونج گئی اور وہ بادشاہ سے کہنے لگی کہ بیٹا' اب میرا یقین اور بھی بڑھ گیا کیونکہ یہ ہیرا جو اس قیدی کے گلے میں ہے اس دوسرے ہیرے کی طرح ہے جو میں نے تیرے گلے میں ڈالا تھا اور یہی قیدی تیرا بھتیجا ہے اور اس کا نام کان ماکان ہے یہ کہہ کر مرجانہ کان ماکان کی طرف متوجہ ہوئی اور اس سے کہنے لگی کہ جہاں پناہ ذرا یہ ہیرا مجھے دکھا اس نے وہ ہیرا گلے سے اتار کر اس کنیز کو دے دیا جو بادشاہ رومزان کی آیا تھی۔ جب وہ اس ہیرے کو لے چکی تو اس نے زہت الزماں سے تیسرے ہیرے کے متعلق دریافت کیا' اور اس نے تیسرا ہیرا بھی اسے دے دیا۔ دونوں ہیرے اس کے ہاتھ میں آ گئے تو اس نے انہیں بادشاہ رومزان کے سامنے پیش کیا اور اسے یقین آ گیا کہ سارا ماجرا سچ ہے اور اسے اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ وہ بادشاہ کان ماکان کا چچا ہے اور بادشاہ عمر بن النعمان اس کا باپ ہے۔ اب وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور وزیر دندان کو گلے لگا لیا اور پھر بادشاہ کان ماکان کو گلے لگایا اور ہر طرف سے خوشی کے نعرے بلند ہونے لگے۔

یہ خوش خبری فوراً چاروں طرف پھیل گئی اور نقارے اور ڈھول بجنے لگے اور بانسریوں کی آوازیں آنے لگیں اور لوگ خوشیاں منانے لگے۔ جب عراق اور شام کے لشکروں نے سنا کہ رومیوں کی طرف سے خوشی کی آوازیں آ رہی ہیں تو وہ سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ حتیٰ کہ ملک زبل خان بھی سوار ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ خدا جانے کہ فرنگی اور رومی لشکر کیوں خوشی کے نعرے مار رہے ہیں! عراقی لشکر آگے بڑھا اور انہوں نے جنگ کا تہیہ کر لیا اور اس میدان میں آ گئے جو لڑائی اور نیزہ بازی کی جگہ تھی۔ جب بادشاہ رومزان کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ

لشکر آگے بڑھ رہے ہیں اور لڑائی کے لیے تلے ہوئے ہیں۔ اس نے لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس پر اس نے اپنی بھتیجی قضی فکان سے کہا کہ فوراً شام اور عراق کے لشکروں کے پاس جا کر انہیں سارے واقعے سے مطلع کر اور یہ کہ بادشاہ رومزان کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ بادشاہ کان ماکان کا چچا ہے۔ قضی فکان خوش ہو کر روانہ ہوئی اور ملک زبل خان کے پاس پہنچ کر اسے سلام کیا اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہ رومزان اس کا اور کان ماکان کا چچا ہے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچی تو وہ رو رہا تھا اور امرا اور اراکین کے متعلق وہ ڈر رہا تھا۔ جب اس نے سارا ماجرا شروع سے آخر تک بیان کیا تو سب کا غم غلط ہو گیا اور وہ خوش ہو گئے اور ملک زبل خاں اور تمام امرا اور اراکین سوار ہو گئے اور قضی فکان ان کے آگے آگے روانہ ہو کر ان کو بادشاہ رومزان کے سرا پردے میں لے گئی جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ اور اس کا بھتیجا بادشاہ کان ماکان کے ساتھ بیٹھے ہیں اور وہ وزیر دندان سے ملک زبل خان کے متعلق مشورہ کر رہا ہے اور دونوں اس پر متفق ہو گئے ہیں کہ اسے دمشق سپرد کر دیا جائے اور وہ پہلے کی طرح اس کا حاکم رہے اور باقی سب لوگ عراق جائیں۔ لہٰذا انھوں نے زبل خان کو دمشق کا حاکم بنا دیا اور اسے وہاں جانے کا حکم دے دیا جو اپنا لشکر لے کر دمشق روانہ ہو گیا اور وہ لوگ اسے رخصت کرنے کچھ دور تک اس کے ساتھ گئے اور پھر واپس آ گئے اور لشکروں کو عراق کی طرف کوچ کا حکم دے دیا اور دونوں لشکر شیرو شکر ہو گئے۔

اب بادشاہ نے آپس میں کہا کہ ہمارے دلوں کو اس وقت تک اطمینان نہ ہو گا اور ہمارا غصہ اس وقت تک ٹھنڈا نہ ہو گا جب تک کہ ہم بڑھیا شواہی سے جس کا لقب ذات الدواہی ہے' بدلہ نہ لے لیں اور اپنا دھبہ نہ دھو لیں۔ اب بادشاہ رومزان اپنے امرا اور اراکین کو لے کر روانہ ہو گیا اور سلطان کان ماکان اپنے چچا بادشاہ رومزان سے بڑا خوش تھا اور کنیز مرجانہ کو دعائیں دیتا تھا کہ اس نے ایک دوسرے کو آپس

میں پہچنوا دیا۔ اب وہ کوچ کرتے کرتے اپنے ملک میں پہنچے۔ جب بڑے حاجب ساسان کو یہ خبر ملی تو وہ شہر سے نکلا اور اس نے بادشاہ رومزان کے ہاتھ چومے اور اس نے حاجب کو خلعت عطا کیا۔ اس کے بعد بادشاہ رومزان بیٹھا اور اس نے اپنے بھتیجے بادشاہ کان ماکان کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔ کان ماکان نے اپنے چچا بادشاہ رومزان سے کہا کہ اے چچا' یہ ملک اب سوائے تیرے اور کسی کے قابل نہیں ہے مگر اس نے جواب دیا کہ معاذ اللہ میں تیری حکومت میں حصہ دار بنوں۔ وزیر دندان نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں برابر کے حکمران ہوں اور ہر ایک' ایک ایک دن حکومت کرے۔ اس پر دونوں راضی ہو گئے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو چوالیسویں رات

جب ایک سو چوالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ ایک دن ایک حکومت کرے گا اور ایک دن دوسرا۔ اس کے بعد انہوں نے دعوتیں دیں اور قربانیاں کیں اور خوشیاں منائیں اور ایک مدت اسی طرح گزاری۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر کان ماکان راتیں اپنی چچیری بہن قضی فکان کے ساتھ بسر کرتا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی حالت کی بہتری پر بیٹھے خوشی منا رہے تھے کہ انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی جو اڑ کر بلند ہوئی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور ایک سوداگر چلاتا ہوا اور دہائی مانگتا ہوا وہاں پہنچا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ' یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کافروں کے ملک سے تو میں صحیح و سلامت گزروں اور تمہارے ملک جو عدل و امان کا ملک ہے لوٹ لیا جاؤں۔ بادشاہ رومزان نے آگے بڑھ کر اس کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ایک تاجر ہوں اور وطن چھوڑے ہوئے مجھے زمانہ ہو گیا ہے۔ بیس سال سے میں مختلف ملکوں کا سفر کر رہا ہوں۔ میں دمشق سے ایک خط لایا ہوں جو مرحوم شہزادہ شرکان کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اسے ایک کنیز پیش کش کی تھی۔ جب میں ہندوستان کی نایاب چیزوں کے سو بوجھے لے کر اس ملک میں داخل ہوا اور بغداد کے قریب پہنچا جو تمہاری حکومت کا دارالسلطنت ہے اور امن اور انصاف کی جگہ ہے تو ہمارے اوپر بدوؤں اور کردوں کا ایک جتھہ ٹوٹ پڑا جو مختلف جگھوں سے آ کر جمع ہوئے تھے اور انہوں نے میرے غلاموں کو مار ڈالا اور میرا مال لوٹ لیا۔ بس یہ ہے تشریح میرے حال کی۔ یہ کہہ کر وہ سوداگر بادشاہ رومزان کے آگے رونے لگا اور کمر ٹیک کر فریاد کرنے لگا۔ بادشاہ کو اس پر ترس آیا اور اس کا دل پسیج گیا۔ اسی طرح اس کے بھتیجے بادشاہ کان ماکان کو بھی اس پر رحم آیا اور انہوں نے قسم کھائی کہ ہم ان ڈاکوؤں کا پیچھا کریں گے۔

یہ کہہ کر وہ سو سواروں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے جن میں ایک' ایک' ہزاروں کا جواب تھا۔ تاجر آگے آگے چلتا اور انہیں راستہ بتاتا جاتا تھا۔ اس طرح وہ دن بھر اور رات بھر چلتے رہے اور دوسری صبح کو وہ ایک وادی میں پہنچے جہاں نہریں بہہ رہی تھیں اور بہت سے درخت تھے۔ وہاں انہوں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس تاجر کا مال آپس میں تقسیم کر کے ادھر ادھر پڑے ہوئے تھے مگر کچھ سامان ابھی باقی تھا۔

اب سو سواروں نے ان پر دھاوا بول دیا اور انہیں چاروں طرف سے آ گھیرا اور بادشاہ رومزان اور اس کے بھتیجے بادشاہ کان ماکان نے نعرے بلند کئے اور ذرا سی دیر میں ان سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی تعداد تین سو سوار کے قریب تھی۔ جن میں طرح طرح کے بدمعاش بدو شامل تھے۔ جب وہ سب گرفتار ہو گئے تو سوداگر کا جو مال ان کے پاس تھا وہ سب ان سے چھین لیا گیا اور ان کی مشکیں باندھ کر انہیں بغداد لے چلے۔

اب بادشاہ رومزان اور اس کا بھتیجا بادشاہ کان ماکان ساتھ ساتھ ایک تخت پر بیٹھے اور سب ڈاکو ان کے سامنے پیش کئے گئے اور انہوں نے ان سے ان کا ماجرا پوچھا اور یہ کہ ان کے سردار کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے سردار محض تین تین ہیں اور انہوں نے ہمیں مختلف ملکوں اور جگہوں سے اکٹھا کیا ہے۔ دونوں بادشاہوں نے کہا کہ بتاؤ وہ کون کون ہیں اور انہوں نے بتایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے اور باقیوں کو چھوڑ دیا جائے اور ان کا تمام مال لے کر سوداگر کو واپس دے دیا جائے۔ جب سوداگر نے اپنے کپڑوں اور مال کا جائزہ لیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا ایک چوتھائی حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ بادشاہ نے اس سے وعدہ کیا کہ جو مال ضائع ہو چکا ہے وہ اس کا ڈنڈ بھر دیں گے۔

اب سوداگر نے دو خط نکالے' ایک تو شرکان کے قلم سے لکھا ہوا تھا اور دوسرا نزہت الزماں کے قلم کا۔ یہ وہی سوداگر تھا جس نے نزہت الزماں کو بدو کے ہاتھ سے خریدا تھا جب کہ وہ لڑکی تھی اور اسے شرکان کے ہاتھ بیچا تھا اور اس کا اور اس کے بھائی کا ماجرا بیان کیا جا چکا ہے۔ بادشاہ کان ماکان نے دونوں خطوں کو غور سے دیکھا اور

اپنے چچا شرکان کا خط پہچان لیا اور چونکہ اسے اپنی پھوپھی نزہت الزماں کی سرگزشت سے آگاہی تھی لہٰذا وہ دوسرا خط لے کر جو اس سوداگر کو دیا تھا جس کا مال لوٹا گیا تھا اس کے پاس گیا اور اس سے سوداگر کا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کیا۔

نزہت الزماں کو اس سوداگر کی یاد آ گئی اور اس نے اپنا خط پہچان لیا اور سوداگر کو کھانا بھیجا اور اپنے بھائی بادشاہ رومزان اور اپنے بھتیجے بادشاہ کان ماکان سے کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ کان ماکان نے حکم دیا کہ اسے بہت سا مال اور حبشی اور گورے غلام دیئے جائیں کیونکہ اس نے بڑی خدمت کی ہے اور نزہت الزماں نے اسے ایک لاکھ درہم بھیجے اور پچاس بوجھے سوداگری کے مال کے اور بہت سے تحفے تحائف' اور اسے اپنے پاس بلایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو وہ اس کے سامنے آئی اور اسے سلام کیا اور اس سے کہا کہ میں بادشاہ عمر بن النعمان کی بیٹی ہوں اور بادشاہ رومزان میرا بھائی ہے اور بادشاہ کان ماکان میرا بھتیجا۔ سوداگر یہ سن کر نہایت خوش ہوا اور اسے اس کی سلامتی اور بھائی سے ملنے پر مبارک باد دی اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ واللہ تیری نیکی بے کار نہیں گئی۔ یہ کہہ کر وہ حرم سرا میں چلی گئی اور سوداگر تین دن تک ٹھہر کر ان سے رخصت ہوا اور شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

اب دونوں بادشاہوں نے ان تینوں شخصوں کو طلب کیا جو ڈاکوؤں کے سردار تھے اور ان سے ان کا حال پوچھا۔ اس پر ان میں سے ایک نے آگے آ کر کہا کہ میں بدو ہوں اور میرا پیشہ یہ ہے کہ میں چھوٹے بچوں اور کنواری لڑکیوں کی گھات میں لگا رہتا ہوں اور انہیں چرا کر سوداگروں کے ہاتھ بیچتا ہوں۔ ایک مدت تک میرا یہی کام رہا مگر کچھ دن ہوئے کہ مجھے شیطان نے بہکایا اور میں ان دونوں بدذاتوں کے ساتھ مل کر بدمعاش بدوؤں اور شہریوں کو جمع کرنے لگا' تاکہ ہم لوگ سوداگروں پر ڈاکہ ڈالیں اور ان کا مال لوٹیں۔ بادشاہوں نے اس سے کہا کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے چرانے کے سلسلے میں جو عجیب ترین واقعہ تجھے پیش آیا ہو اسے سنا۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہو' جو عجیب

ترین واقعہ میرے ساتھ پیش آیا وہ یہ ہے کہ بائیس سال ہوئے کہ ایک دن میں نے بیت المقدس سے ایک لڑکی چرائی تھی جو نہایت حسین و جمیل تھی مگر تھی وہ نوکرانی اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھی اور اس کے سر پر ایک ٹکڑا عبا کا پڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے ایک سرائے سے نکلتے دیکھا اور فوراً فریب دے کر اسے اڑا لے گیا اور اونٹ پر بٹھا کر چلتا ہوا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اسے لے کر اپنے گھر جاؤں گا جو ریگستان میں ہے اور وہ اونٹ چرائے اور وادی میں مینگنیاں جمع کرے۔ مگر وہ زار و قطار رونے لگی اور میں نے اس کے پاس جا کر اسے خوب مارا اور اسے لے کر دمشق چلا گیا۔ وہاں ایک سوداگر نے اسے میرے ساتھ دیکھا اور وہ اسے دیکھ کر دنگ ہو گیا اور اس کی شیریں کلامی اسے بہت پسند آئی اور اس نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ وہ اس لڑکی کو مجھ سے خرید لے۔ وہ اس کے دام برابر بڑھاتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے اسے ایک لاکھ درہم میں اس کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جب میں اسے بیچ چکا تو مجھے اس کی شیریں بیانی کا تجربہ ہوا اور اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ سوداگر نے اسے عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنا کر اسے دمشق کے والی کے پیش کش کیا اور والی نے اسے اس کی قیمت سے دونی دی جو اس نے مجھے دی تھی۔ جہاں پناہ یہ ہے عجیب ترین قصہ جو میرے ساتھ پیش آیا اور میری جان کی قسم وہ قیمت بھی اس لڑکی کے مقابلے میں بہت کم تھی۔

جب بادشاہوں نے یہ قصہ سنا تو ان کو تعجب ہوا اور جب نزہت الزماں نے بدو کی زبانی قصہ سنا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اس نے چلا کر اپنے بھائی رومزان سے کہا کہ یہی وہ بدو ہے جو بیت المقدس سے مجھے چرا لے گیا تھا۔ اس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں۔ اس کے بعد نزہت الزماں نے ان لوگوں سے تمام تکلیفوں اور مار اور بھوک اور ذلت اور توہین کا ذکر کیا جو اسے اس بدو کے ہاتھوں سے دیس میں پہنچی تھیں اور کہنے لگی کہ اب میرے لیے اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کھینچ لی اور بدو کی طرف بڑھی تاکہ اسے قتل کر دے مگر بدو چلایا اور کہنے لگا

کہ جہاں پناہو' اسے میرے قتل سے روک لو جب تک کہ میں ایک عجیب و غریب ماجرا نہ بیان کر لوں۔ اس کے بھتیجے کان ماکان نے کہا کہ پھوپھی' پہلے اسے اپنا قصہ بیان کر لینے دے اس کے بعد جو تیرا جی چاہے' کیجیو۔ یہ سن کر اس نے اپنا ہاتھ روک لیا اور بادشاہوں نے بدو سے کہا کہ اب ماجرا سنا۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہو' اگر میں عجیب و غریب قصہ سناؤں تو تم مجھے معاف کر دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔

○ حماد بدو کی کہانی

بدو نے اپنا عجیب ترین قصہ کہنا شروع کیا کہ تھوڑے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک رات مجھے بالکل نیند نہ آتی تھی اور مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبح کبھی نہ ہو گی۔ جب صبح ہوئی تو میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور تلوار لگائی اور گھوڑے پر سوار ہوا اور نیزہ ٹیکا اور سیر و شکار کے لیے چل دیا۔ راہ میں مجھے کچھ لوگ ملے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں جا رہا ہے؟ جب میں نے ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو کہنے لگے کہ ہم بھی تیرے ساتھ ہیں اور ہم سب ایک ساتھ روانہ ہوئے۔ ابھی ہم جا ہی رہے تھے کہ ہمیں ایک شتر مرغ دکھائی دیا اور ہم اس کی طرف بڑھے لیکن وہ پر کھول کر بھاگا اور ظہر کے وقت تک بھاگتا رہا اور ہم اس کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ ہم ایک بیابان میں پہنچے' جہاں نہ سبزہ تھا اور نہ پانی سوائے سانپوں کی کٹکٹاہٹ اور جنوں کے شور اور بھوتوں کے غل کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ جب ہم اس جگہ پہنچے تو وہ شتر مرغ غائب ہو گیا اور ہمیں یہ پتہ بھی نہ چلا کہ وہ آسمان کی طرف اڑ گیا یا زمین پھٹ گئی اور وہ اس میں سما گیا۔ اس لیے ہم نے گھوڑوں کی باگیں پھیر دیں اور واپسی کا تہیہ کر لیا لیکن اب ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایسی گرمی میں واپس ہونا سخت مضر ہے کیونکہ سورج کی تپش بڑھتی تھی اور ہمیں سخت پیاس لگی ہوئی تھی اور ہمارے گھوڑے ہمت ہار چکے تھے اور ہمیں موت کا یقین آ چکا تھا۔ ہم اسی سوچ و بچار میں تھے کہ ہمیں

دور سے ایک وسیع سبزہ زار نظر آیا جہاں ہرن چوکڑی بھر رہے تھے اور اس میں ایک خیمہ لگا ہوا تھا اور خیمے کے بازو میں ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور ایک گڑے ہوئے بھالے کا پھل چمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ہماری جان میں جان آئی اور ناامیدی جاتی رہی اور ہم نے گھوڑوں کا منہ اس خیمے کی طرف پھیر دیا تاکہ ہم اس سبزہ زار اور نہر کی طرف جائیں۔ اب ہم سب ادھر چل دیئے مگر میں سب کے آگے تھا یہاں تک کہ ہم سبزہ زار میں پہنچ گئے۔ وہاں ہم ایک کنوئیں پر ٹھہر گئے اور پانی پیا اور گھوڑوں کو پانی پلایا۔ یہ خیال کر کے دیکھوں تو سہی کہ اس خیمے میں کیا ہے' میں اس کے دروازے پر پہنچ گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک نوجوان بیٹھا ہوا ہے جس کی داڑھی مونچھیں بھی نہیں نکلی ہیں گویا کہ وہ نیا چاند ہے اور اس کے داہنی طرف ایک نازک بدن لڑکی بیٹھی ہوئی ہے گویا وہ بید کی شاخ ہے۔

جب میری نظر اس لڑکی پر پڑی تو میں اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا اور میں نے جوان کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ اب میں نے کہا کہ اے عرب کے سردار بتا کہ تو کون ہے اور یہ لڑکی جو تیرے پاس بیٹھی ہے' تیری کیا لگتی ہے؟ یہ سن کر جوان نے اپنا سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ پہلے تو بتا کہ تو کون ہے اور تیرے ساتھ یہ سوار کس لیے آئے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میرا نام حماد بن انفزاری ہے اور میں مشہور سوار ہوں اور عربوں میں میرا شمار پانچ سو سواروں کے برابر ہے۔ ہم لوگ سیر و شکار کے لیے نکلے تھے اور ہمیں پیاس لگی تو ہم اس خیمے کے دروازے پر آئے تاکہ تمہارے یہاں ہمیں شاید ایک گھونٹ پانی مل جائے۔

جب اس نے میری باتیں سنیں تو وہ حسین لڑکی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس شخص کے لیے پانی اور جو کچھ کھانا حاضر ہو لا۔ لڑکی اپنا دامن کھینچتی ہوئی اٹھی اور سونے کی پازیبیں اس کے پاؤں میں چھم چھم کرتی تھیں اور اس کے بالوں میں اس کے پاؤں اٹکتے جاتے تھے۔ اس طرح سے وہ چل دی اور تھوڑی دیر کے بعد لوٹی اور

اس کے داہنے ہاتھ میں ایک چاندی کا برتن تھا جس میں ٹھنڈا پانی بھرا ہوا تھا اور اس کے بائیں ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں کھجوریں اور دودھ اور جنگلی جانوروں کا گوشت تھا۔ میں اس لڑکی پر اتنا فریفتہ تھا کہ نہ اس کے ہاتھ سے کھانا لے سکتا تھا اور نہ پانی۔ جب میں کھا پی چکا تو میں نے نوجوان سے کہا کہ اے عرب سردار' میں تو اپنا حال تجھے سنا چکا' اب میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا حال بتائے اور اپنا قصہ سنائے۔ جوان نے کہا کہ یہ لڑکی میری بہن ہے۔ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اسے مجھ سے اپنی خوشی سے بیاہ دے ورنہ میں تجھے قتل کر کے اسے زبردستی لے جاؤں گا۔

یہ سن کر جوان نے اپنا سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہنے لگا کہ تو نے یہ ضرور سچ کہا ہے کہ تو مشہور سوار اور معروف سورما ہے اور تو بن کا شیر ہے۔ لیکن اگر تم دھوکے بازی سے مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کر ڈالو گے اور میری بہن کو لے جاؤ گے تو یہ تمہارے لیے عیب کی بات ہے اور اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ کہتے ہو کہ شہسوار ہو اور تمہارا شمار بہادروں میں ہوتا ہے اور تم جنگ و جدل سے ڈرتے نہیں تو اتنا ٹھہر جاؤ کہ میں ہتھیار لگا لوں اور تلوار کمر سے باندھ لوں اور نیزے کو سیدھا کر لوں اور گھوڑے پر سوار ہو لوں تو ہم تم میدان میں نکلیں گے۔ مگر میں کامیاب ہوا تو میں تم سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا اور اگر میدان تمہارے ہاتھ رہا اور تم نے مجھے قتل کر دیا تو یہ لڑکی میری بہن تمہاری ملکیت ہے۔

جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو میں نے کہا کہ واقعی یہ انصاف کی بات ہے اور ہم اس سے متفق ہیں۔ اس لڑکی کی محبت کا جنون مجھ پر زیادہ سوار ہو گیا تھا تاہم میں نے گھوڑے کو پیچھے پھیر لیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر اس کے حسن و جمال کی تعریف کی اور کہا کہ جو جوان اس کے ساتھ ہے وہ بھی بڑا خوبصورت اور قوی دل ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک ہزار سواروں کے برابر ہے۔ اس کے بعد میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ خیمے کے اندر کس قدر مال و دولت اور کیسے کیسے تحائف ہیں اور یہ کہ اگر یہ جوان بہت بڑا بہادر نہ ہوتا تو اس جگہ آ کر اکیلا نہ رہتا۔ پھر

میں نے کہا کہ ہم میں سے جو کوئی اس جوان کو قتل کرے' وہی اس کی بہن کو لے جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمیں منظور ہے۔ یہ کہہ کر میرے ساتھی ہتھیار لگا کر اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس جوان کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ وہ بھی ہتھیار لگا چکا ہے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کی بہن اس کی طرف دوڑی اور اس کی رکاب میں لپٹ گئی اور اس کا برقع آنسوؤں سے تر ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس کا بھائی مارا نہ جائے وہ واویلا کرنے لگی۔ اس کا بھائی بھی یہ سن کر رونے لگا اور اس نے اپنے گھوڑے کا منہ اس کی طرف پھیر کر کہا کہ بہن' جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں اور تجھے نصیحت کرتا ہوں اسے سن۔ اس نے جواب دیا کہ سر آنکھوں پر۔ جوان نے کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو تو اپنے آپ کو کسی کے سپرد مت کیجیو۔ اس پر لڑکی اپنا منہ پیٹنے لگی اور اس نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ تو مرا پڑا ہو اور میں دشمنوں کے قبضے میں ہوں۔ یہ سن کر جوان نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور اس کی نقاب اٹھا دی اور ایسا معلوم ہوا کہ بادلوں میں سے سورج نکل آیا۔ اس نے اپنی بہن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس سے رخصت ہوا۔

اس کے بعد وہ ہماری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے سوارو' تم مہمان بن کر آئے ہو یا شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا ارادہ رکھتے ہو؟ اگر تم مہمان بننا چاہتے ہو تو خوش ہو کہ تمہارے لیے میزبانی کا سامان موجود ہے اور اگر تمہیں اس چمکتے ہوئے چاند کا لالچ ہے تو ایک ایک کر کے میدان میں آؤ اور جنگ اور نیزہ بازی کا فن دکھاؤ۔ یہ سن کر ایک بہادر سوار نکلا جوان نے پوچھا کہ تیرا اور تیرے باپ کا کیا نام ہے؟ کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس شخص کو قتل نہ کروں گا جو میرا ہم نام ہو اور جس کا باپ میرے باپ کا ہم نام ہو۔ اگر تجھ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو میں یہ لڑکی تیرے حوالے کر دوں گا۔ سوار نے کہا کہ میرا نام بلال ہے اور پھر دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے اور جوان نے اس کے سینے پر ایک نیزہ مارا کہ اس کی نوک

پیٹھ سے نکل آئی۔ اب دوسرا سوار اس کے مقابلے میں آیا اور جوان نے ذرا سی دیر میں اسے بھی لہولہان کر دیا اور کہنے لگا کہ اب کون آتا ہے؟ اس پر ایک اور سوار نکلا مگر اس کے سینے پر بھی جوان نے ایسا نیزہ مارا کہ اس کا پھل اس کی پیٹھ سے نکل آیا۔ جوان نے پھر کہا کہ اب کون نکلتا ہے؟ اب چوتھا سوار نکلا اور جوان نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ ہلال اور دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور تلواریں چلنے لگیں لیکن جوان کا ہاتھ پہلے پڑا اور اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ الغرض جو اس کے مقابلے میں آتا گیا وہ قتل ہوتا گیا۔

جب میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی سب قتل ہو چکے تو میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر میں نے اس کا مقابلہ کیا تو میں بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکوں گا اور اگر بھاگا تو عربوں میں میری سخت بدنامی ہو گی لیکن جوان نے مجھے ذرا بھی مہلت نہ دی اور میری طرف لپک کر اس نے مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑا اور زمین پر گرا دیا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اب اس نے تلوار اٹھائی اور چاہتا تھا کہ میری گردن اڑا دے مگر میں اس کے دامن سے چمٹ گیا اور اس نے مجھے اپنے ہاتھ میں لٹکا لیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں اس کے پاس گڑیا کی طرح ہوں۔ جب اس لڑکی نے یہ دیکھا تو وہ اپنے بھائی کی بہادری پر بہت خوش ہوئی اور اس نے بڑھ کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ جوان نے مجھے اپنی بہن کے سپرد کر کے کہا کہ اس کی خبر گیری کر اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کر کیونکہ اب وہ ہماری پناہ میں ہے۔ لڑکی میرے زرہ کے حلقے پکڑ کر مجھے کتے کی طرح کھینچتی لے چلی۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی کا زرہ بکتر اتار کر اسے کپڑے پہنائے اور اس کے لیے ہاتھی دانت کی ایک کرسی بچھائی۔ جوان اس پر بیٹھ گیا اور لڑکی نے کہا کہ اللہ تیری عزت آبرو چمکائے اور تجھے زمانے کے حادثات سے محفوظ رکھے! اب میں اپنی حالت پر غور کرنے لگا اور یہ دیکھ کر کہ میں قیدی ہوں، میں خود اپنی نگاہ میں گر گیا۔ اب اس کے بعد میں اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو اس کی بہن تھی اور اس کے حسن میں محو ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ سارا فتنہ

اسی کا برپا کیا ہوا ہے۔ میں اس کی خوبصورتی پر حیران تھا اور میرے آنسو جاری تھے کہ اتنے میں لڑکی اپنے بھائی کے لیے کھانا لائی۔ جوان نے مجھے اپنے ساتھ کھانے کے لیے بلایا۔ اس پر میں خوش ہو گیا اور میرے دل سے قتل ہونے کا ڈر نکل گیا۔ جب وہ کھا چکا تو لڑکی اس کے لیے شراب نوشی کے سامان لائی اور جوان شراب پینے میں مشغول ہو گیا اور اتنی پی کہ شراب اس کے سر میں چڑھ گئی اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اب اس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے حماد' تو مجھے جانتا ہے کہ نہیں؟ میں نے کہا کہ تیری جان کی قسم' میں بالکل ناواقف ہوں۔ اس نے کہا کہ میں عباد بن تمیم بن ثعلبہ ہوں۔ خدا نے تیری جان بچا لی اور تجھے تیری شادی کے لیے زندہ رکھا۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک جام پیش کیا اور میں اسے چڑھا گیا' پھر دوسرا پیش کیا پھر تیسرا اور پھر چوتھا اور میں سب کے سب پی گیا اور اس نے مجھے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا لیا اور مجھے قسم دی کہ میں اس کے ساتھ کبھی دغابازی نہ کروں۔ میں نے ایک ہزار پانچ سو قسمیں کھائیں کہ میں اسے ہرگز دھوکہ نہ دوں گا بلکہ اس کا ہاتھ بٹاؤں گا۔

اب اس نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ مجھے دس ریشمی خلعت دے اور وہ خلعت لے آئی اور میں نے ان کو پہنا اور یہ پوشاک جو میں پہنے ہوئے ہوں' انہیں کی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ مجھے بہترین اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی دے' اور وہ ایک اونٹنی لے آئی جس کے اوپر تحفے تحائف اور کھانے پینے کا سامان لدا ہوا تھا۔ پھر اس نے میرے لیے ایک سرنگ گھوڑا منگوایا اور وہ اسے بھی لے آئی۔ یہ ساری چیزیں اس نے مجھے دی تھیں اور میں ان کے ساتھ تین دن تک رہا اور ان کی دعوتیں کھاتا رہا۔ جو جو چیزیں اس نے مجھے دے دیں تھیں' میرے پاس اب تک موجود ہیں۔ تین دن کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگا کے اے بھائی' اے حماد' میں چاہتا ہوں کہ ذرا سو رہوں تاکہ مجھے آرام ملے اور میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اگر تجھے سوار آتے ہوئے نظر آئیں تو ڈریو مت کیونکہ وہ بنی ثعلبہ کے قبیلے کے ہوں گے جو مجھ سے

لڑنا چاہیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار سرہانے رکھی اور سو گیا۔ جب وہ گہری نیند میں تھا تو شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ میں اسے مار ڈالوں اور میں نے جلدی سے اٹھ کر اس کے سرہانے سے تلوار نکالی اور اس پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر بدن سے جدا ہو گیا۔ جب اس کی بہن کو معلوم ہوا کہ میں نے کیا کیا تو وہ خیمے کی طرف سے دوڑی آئی اور اپنے بھائی پر گر پڑی اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہنے لگی کہ لعنت ہو تیرے آباؤ اجداد پر' تو نے میرے بھائی کو کیوں دغا بازی سے قتل کر دیا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ دوسرے مہینے کے شروع میں وہ میری شادی تجھ سے کر دے اور تجھے تحفے تحائف اور کھانے پینے کا سامان دے کر تیرے وطن بھیج دے؟ یہ کہہ کر اس نے وہ تلوار کھینچ لی جو اس کے پاس تھی اور اس کا قبضہ زمین سے ٹیکا اور نوک اپنے سینے کی طرف کر کے اس پر جھکی یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ سے نکل آئی اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گری پڑی۔ اس پر میں سخت غمگین ہوا اور مجھے سخت پشیمانی ہوئی لیکن اب پچھتانے سے کیا ہوتا تھا اور میں رونے لگا۔ اس کے بعد میں جلدی سے اٹھ کر خیمے میں گیا اور جو چیزیں ہلکی اور قیمتی تھیں' انہیں لے کر چلتا ہوا اور ڈرا اور عجلت کی وجہ سے نہ میں اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور نہ لڑکی کی طرف اور نہ جوان کو دفن کیا۔ یہ قصہ پہلے قصے سے زیادہ عجیب ہے جو اس خادمہ لڑکی کے ساتھ پیش آیا ہے جسے میں بیت المقدس سے چرا کر لے گیا تھا۔ جب نزہت الزماں نے بدو کا یہ قصہ سنا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو پینتالیسویں رات

جب ایک سو پینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ جب نزہت الزماں نے بدو کو یہ کہتے سنا کہ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اٹھ کھڑی ہوئی اور تلوار کھینچ کر بدو حماد پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ اس کی گردن کو نرخرے تک کاٹتا ہوا چلا گیا۔ حاضرین نے اس سے کہا کہ تو نے اس کے قتل کرنے میں اتنی جلدی کیوں کی؟ اس نے جواب دیا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے میری زندگی میں یہ موقع دیا کہ میں اپنا بدلہ اپنے ہاتھ سے لوں۔ اس کے بعد اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ اس کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچیں اور کتوں کے آگے ڈال آئیں۔

اب وہ تین میں سے باقی دو کی طرف مخاطب ہوئے۔ ان میں سے ایک حبشی غلام تھا۔انہوں نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟اپنا حال صحیح صحیح بتا۔ اس نے کہا کہ میرا نام غضبان ہے اور اس نے وہ سارا قصہ بیان کیا جو اسے روم کے بادشاہ حرووب کی بیٹی شہزادی ابریزہ کے ساتھ پیش آیا تھا اور یہ کہ اس نے اسے کس طرح قتل کیا اور بھاگ گیا۔ ابھی غلام اپنا قصہ پورا نہ کرنے پایا تھا کہ بادشاہ رومزان نے تلوار سے اس کی گردن اڑا دی اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے مجھے میری ماں کا بدلہ لینے تک زندہ رکھا ۔ اس کے بعد اس نے لوگوں سے کہا کہ میری آیا مرجانہ نے مجھ سے اس غلام غضبان کا قصہ بیان کیا ہے۔ اب وہ تیسرے شخص کی طرف متوجہ ہوا اور وہ وہی شتربان تھا جسے بیت المقدس والوں نے کرائے پر لیا تھا کہ وہ ضوءلمکان کو شفا خانے پہنچا آئے جو دمشق میں ہے' اور اسے راکھ کے ڈھیر پر پھینک کر چلتا ہوا تھا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تو اپنا قصہ سنا مگر سچ سچ کہیو۔ اس نے وہ سارا قصہ سنایا جو اسے شہزادہ ضوء المکان کے ساتھ پیش آیا تھا: یہ کہ جب وہ بیمار تھا تو وہ اسے اس شرط پر بیت المقدس لے گیا تھا کہ دمشق کے دوا خانے میں پہنچا آئے گا۔ لوگوں

نے اسے درہم لا کر دیے تھے لیکن وہ انہیں لے کر اسے راکھ کے ایک ڈھیر پر ڈال آیا تھا جو ایک حمام کی بھٹی کے پاس تھا اور خود وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ جب وہ اپنی سرگزشت بیان کر چکا تو بادشاہ کان ماکان نے تلوار لے کر ایسا وار کیا کہ اس کی گردن دور جا پڑی اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا' جس نے مجھے اس خائن سے میرے باپ کا بدلہ لینے تک زندہ رکھا کیونکہ میں نے اسے اپنے باپ بادشاہ ضوء المکان سے بعینہ یہی قصہ سنا تھا۔

اس کے بعد دونوں بادشاہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب سوائے اس بڑھیا شواہی کے جس کا لقب ذات الدواہی ہے اور کوئی باقی نہیں رہا کیونکہ یہ ساری مصیبتیں اسی کی وجہ سے آئی ہیں اور اسی نے ہم سب کو اس بلا میں گرفتار کیا ہے۔ اب وہ کس طرح ہمارے ہتھے چڑھے کہ ہم اس سے بدلہ لے کر اپنی بدنامی کا داغ دھوئیں؟ بادشاہ کان ماکان کے چچا زاد بادشاہ رومزان نے کہا کہ اسے ضرور بلانا چاہیے اور اس نے فوراً ایک خط لکھ کر اپنی دادی بڑھیا شواہی کو جس کا لقب ذات الدواہی تھا بھیجا اور اس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے دمشق اور موصل اور عراق کے ملکوں کو فتح کر لیا ہے اور مسلمانوں کی فوج کو تتر بتر کر دیا ہے اور ان کے حکمرانوں کو قید کر لیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تو ضرور یہاں آئے' تو اور قسطنطنیہ کے بادشاہ' بادشاہ افریدوں کی بیٹی ملکہ صفیہ' اور اگر تیرا جی چاہے بڑے بڑے عیسائیوں کو بھی لیتی آ بجز لشکر کے۔ ملک میں امن و امان ہے کیونکہ وہ ہمارے قبضے میں ہے۔

جب یہ خط اس کے پاس پہنچا اس نے پڑھا پہچان لیا کہ وہ رومزان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے تو وہ بے حد خوش ہو گئی اور اس نے فوراً سفر کی تیاری شروع کر دی اور نزہت الزمان کی ماں ملکہ صفیہ اور دوسرے لوگوں کو لے کر بغداد پہنچی اور ایلچیوں نے بڑھ کر اس کے آنے کی خبر دی۔ رومزان نے کہا مصلحت یہ ہے کہ ہم سب عیسائیوں کا لباس پہن کر بڑھیا سے ملیں تاکہ ہم اس کے مکرو فریب سے بچے رہیں۔ لوگوں نے کہا کہ بسر و چشم اور فرنگی کپڑے پہن لیے۔ جب قضی فکان نے یہ دیکھا تو وہ

کہنے لگی کہ خدا کی قسم' اگر میں نہ جانتی ہوتی کہ تم کون ہو تو مجھے ضرور یقین آ جاتا کہ تم فرنگی ہو۔ اب بڑھیا سے ملنے کے لیے ایک ہزار سوار نکلے' جن کے آگے آگے خود رومزان تھا۔ جب اس کی بڑھیا سے آنکھیں چار ہوئیں تو وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اس کی طرف دوڑا۔ جب بڑھیا نے اسے دیکھا اور پہچانا تو وہ بھی گھوڑے سے اتر کر اس کی طرف آئی اور اس کے گلے لپٹ گئی مگر اس نے بڑھیا کو اپنے ہاتھوں سے اس زور سے دبایا کہ قریب تھا کہ اس کی ہڈی پسلیاں ٹوٹ جائیں۔ اس نے کہا کہ بیٹا' یہ تو کیا کرتا ہے؟ وہ ابھی یہ جملہ ختم نہ کرنے پائی تھی کان ماکان اور وزیر دندان ان دونوں کے پاس پہنچ گئے اور سواروں نے بڑھیا کے ساتھیوں' کنیزوں اور غلاموں کو ڈانٹا اور ان سب کو گرفتار کر کے بغداد لے گئے ۔ رومزان نے حکم جاری کیا کہ بغداد میں چراغاں کیا جائے اور لوگوں نے تین دن تک چراغاں کیا۔ اس کے بعد بڑھیا شواہی کے سر پر جس کا لقب ذات الدواہی تھا تاڑ کے پتوں کا عمامہ بنا کر باندھا اور اس میں گدھے کی لید بھری اور اس طرح سے اس کا جلوس نکالا کہ اس کے آگے آگے ایک شخص منادی کرتا جاتا تھا کہ یہ ہے سزا اس شخص کی جو بادشاہوں اور بادشاہ زادوں کو ایذا پہنچاتا ہے اس کے بعد انہوں نے اسے بغداد کے دروازے پر سولی دے دی۔ جب اس کے ساتھیوں نے اس کا یہ حال دیکھا تو وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ یہ عجیب و غریب اتفاق دیکھ کر کان ماکان اور اس کا چچا رومزان اور نزہت الزمان اور وزیر دندان حیران رہ گئے اور کاتبوں کو حکم دیا کہ اسے قلمبند کر لیا جائے تا کہ لوگ اسے بعد کو پڑھیں۔ ان کی باقی زندگی نہایت عیش و عشرت سے گزری یہاں تک کہ ان کی موت آ گئی۔ یہ ' ان واقعات اور حوادث کا آخری حصہ ہے جو بادشاہ عمر بن النعمان اور اس کی بیٹی شرکان اور ضوء المکان اور پوتے کان ماکان اور اس کی بیٹی نزہت الزمان اور ناتن قضی فکان کے ساتھ پیش آئے۔

اب بادشاہ نے شہر زاد سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ تو چڑیوں کی کہانیاں سنائے۔

شہر زاد کی بہن نے اس سے کہا آج تک میں نے بادشاہ کو اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا

اور میں دعا کرتی ہوں کہ تیرا انجام اس کے ساتھ بخیر ہو۔ اس کے بعد بادشاہ کو نیند آگئی اور وہ سو گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چھیالیسویں رات

جب ایک سو چھیالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- سنا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں ایک مور اپنی مورنی کے ساتھ سمندر کے کنارے رہتا تھا۔ اس جگہ بہت سے درندے اور قسم قسم کے جنگلی جانور بھی رہتے تھے اور وہاں بے حد درخت اور ندیاں تھیں۔ یہ مور اور مورنی وحشی جانوروں کے ڈر سے رات کے وقت انہیں درختوں میں سے کسی درخت پر بسیرا لیتے اور دن کے وقت غذا ڈھونڈنے نکلتے۔ ایک مدت تک وہ اسی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب انہیں زیادہ ڈر لگنے لگا تو وہ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کی تلاش میں نکلے۔ وہ اسی تلاش میں تھے کہ انہیں ایک جزیرہ نظر آیا جہاں بہت سے درخت اور نہریں تھیں۔ وہ اس جزیرے میں اترے وہاں کے پھل کھانے اور اس کی ندیوں کا پانی پینے لگے۔ اسی اثناء میں انہوں نے ایک بط کو آتے دیکھا جو ڈر کے مارے کانپ رہی تھی اور دوڑی چلی آ رہی تھی یہاں تک کہ وہ اس درخت کے پاس پہنچی جس پر مور اور مورنی تھی اور وہاں پہنچ کر اسے اطمینان ہوا۔ مور کو یقین آ گیا کہ اس بط کو کوئی نہ کوئی عجیب و غریب حادثہ پیش آیا ہے اور اس نے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اور تو کیوں اتنی خوف زدہ معلوم ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں انسان کے خوف اور ایذا رسانی کی وجہ سے بیمار ہو گئی ہوں۔ خدا انسان سے بچائے! مور نے کہا کہ اب تو ہمارے پاس پہنچ گئی ہے، اب ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بط نے کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے تمہارے پاس لا کر میرا رنج و غم دور کر دیا، اور واقعی تمہاری ہی محبت مجھے یہاں لے آئی ہے۔

جب بط یہ کہہ چکی تو مورنی اتر کر اس کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اہلاً و سہلاً مرحبا،

اب ڈر مت' انسان ہمارے پاس کس طرف سے آ سکتا ہے! ہم تو سمندر کے بیچ میں اس جزیرے میں ہیں۔ خشکی کے راستے سے اس کا ہم تک آنا ممکن نہیں اور سمندر میں ہو کر کوئی راستہ نہیں۔ لہٰذا پریشان مت ہو اور ہم سے بیان کر کہ تجھ پر کیا گزری اور انسان کے ساتھ تجھے کون سی بات پیش آئی ہے؟ بط نے جواب دیا کہ اے مورنی' میری تمام عمر اس جزیرے میں امن و امان سے گزری ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ایک رات میں سو رہی تھی کہ میں نے خواب میں انسان کی شکل دیکھی اور وہ مجھ سے باتیں کرنے لگا اور میں اس سے باتیں کرنے لگی۔ اتنے میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ اے بط' انسان سے بچ کہ رہ اور اس کی باتوں میں مت آ اور اس کا مشورہ مت مان کیونکہ وہ بڑا مکار اور فریبی ہے۔ خدا اس کے مکرو فریب سے بچائے! وہ بڑا چال باز اور دغا باز ہے۔ وہ مچھلیوں کو دھوکہ دے کر سمندر سے نکال لیتا ہے اور پرندے کو مٹی کی گولی سے مار کر گرا لیتا ہے اور اپنے مکر و فریب سے ہاتھی کو زیر کر لیتا ہے۔ انسان کے شر سے آج تک کوئی نہیں بچا ہے' نہ پرندہ اس سے محفوظ ہے نہ درندہ۔ یہ ہیں ساری باتیں انسان کی جو میں نے تجھے کہہ سنائی ہیں۔ یہ سن کر میری آنکھ کھل گئی اور میں ڈر کے مارے کانپ رہی تھی اور اس وقت تک مجھے انسان سے اس قدر اپنی جان کا ڈر لگا ہوا ہے اور مجھے تسکین ہوتی کہ کہیں وہ مجھے دھوکہ دے کر اپنے جال میں نہ پھانس لے۔

اس واقعے کے بعد ابھی دن ختم نہ ہوا تھا کہ میری قوت زائل ہو گئی اور میری ہمت پست ہو گئی۔ اس کے بعد مجھے بھوک پیاس لگی اور میں باہر نکلی لیکن میری طبیعت مکدر تھی اور دل بیٹھا جاتا تھا۔ جب میں اس سامنے والے پہاڑ پر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ ایک شیر کا بچھا ایک غار کے منہ پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کا رنگ زرد ہے۔ جب اس شیر کے بچھے نے مجھے دیکھا تو وہ بہت خوش ہو گیا اور میرا رنگ اور میری لطافت اسے بہت بھائی اور اس نے زور سے مجھے پکار کر کہا کہ قریب آ۔ جب میں اس کے

قریب گئی تو اس نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے اور تو کس جنس سے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرا نام بط ہے اور میں پرندے کی جنس سے ہوں۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ اس وقت تک تیرے اس جگہ ٹھہرنے کا سبب کیا ہے؟ شیر کے بچے نے کہا کہ ایک مدت سے میرا باپ شیر مجھے انسان سے ڈرا رہا تھا' آج رات ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے خواب میں انسان کی شکل دیکھی۔ اس کے بعد شیر کے بچے نے مجھ سے ویسا ہی خواب بیان کیا جیسا کہ خود میں نے تجھ سے بیان کیا ہے۔

جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں نے اس سے کہا کہ اے شیر' میں نے اس وجہ سے تیرے پاس پناہ لی ہے کہ تو دل کو مضبوط کر کے انسان کو قتل کر دے گا' مجھے اس سے اپنی جان کا ڈر ہے اور چونکہ تو باوجود تمام جنگلی جانوروں کے بادشاہ ہونے کے انسان سے خائف ہے اس وجہ سے میرا ڈر اور بھی بڑھ گیا ہے۔ اے میری بہن مورنی' میں شیر کے بچے کو برابر انسان سے خبردار کرتی جاتی اور اس کو مشورہ دیتی جاتی تھی کہ وہ اس کو مار ڈالے یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا اور میں اس کے پیچھے پیچھے تھی یہاں تک کہ ہم چوراہے پر پہنچے اور ہمیں گرد اڑتی ہوئی دکھائی دی۔ جب گرد بیٹھ گئی تو ہمیں ایک گدھا دکھائی دیا جو ننگا بھاگا چلا آ رہا تھا اور وہ کبھی دوڑتا تھا اور کبھی لوٹنے لگتا تھا۔ جب شیر نے اسے دیکھا تو اسے آواز دی اور وہ بڑے انکسار کے ساتھ حاضر ہوا۔ شیر نے کہا کہ اے کم عقل جانور' تو کس جنس سے ہے اور یہاں کیوں آیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے بادشاہ زادے' میں گدھے کی جنس سے ہوں اور میرے اس جگہ آنے کا سبب یہ ہے کہ انسان سے بھاگ رہا ہوں۔ شیر نے کہا کہ کیا تو ڈرتا ہے کہ انسان تجھے قتل کر دے گا؟ گدھے نے کہا کہ اے بادشاہ زادے' یہ نہیں بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کسی مکر سے میرے اوپر سوار ہو جائے گا' اس کے پاس ایک چیز ہے جس کا نام اس نے جھول رکھا ہے' وہ اسے میری پیٹھ پر ڈال دیتا ہے اور ایک اور چیز ہے

جسے وہ تنگ کہتا ہے‘ اسے وہ میرے پیٹ پر کس دیتا ہے‘ اور ایک اور چیز جس کا نام دمچی ہے جو وہ میری دم کے نیچے باندھ دیتا ہے‘ اور ایک اور چیز لگام کہلاتی ہے جو وہ میرے منہ میں ڈال دیتا ہے اور میرے لیے اس نے ایک پینی یا آر بنا رکھی ہے جس سے وہ مجھے کچوکے دیتا ہے اگر میں ڈگمگاتا ہوں تو وہ مجھ پر لعنت ملامت کرتا ہے اور اگر میں رینگتا ہوں تو وہ مجھے برا بھلا کہتا ہے۔ ان تمام باتوں کے بعد جب میں بوڑھا ہو جاتا ہوں اور مجھ میں چلنے کی طاقت باقی نہیں رہتی تو وہ میرے اوپر لکڑی کی کاٹھی رکھ کر سقوں کے حوالے کر دیتا ہے جو دریاؤں سے مشکوں وغیرہ میں پانی بھر کر میرے اوپر لادتے ہیں۔ اس طرح ذلت و خواری اور تکلیف میں‘ میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں مر جاتا ہوں اور وہ مجھے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک آتا ہے تاکہ مجھے کتے کھا جائیں۔ آخر تو ہی بتا کہ اس تکلیف سے بڑھ کر اور کون سی تکلیف ہو سکتی ہے اور اس مصیبت سے زیادہ اور کیا مصیبت ہے!

اے موری‘ جب میں نے گدھے کی یہ باتیں سنیں تو اس انسان کے ڈر سے میرا بدن کانپنے لگا اور میں نے شیر سے کہا کہ اے میرے آقا‘ گدھا معذور ہے اور اس کی باتوں سے میرا ڈر دوبالا ہو گیا۔ شیر نے گدھے سے کہا کہ تو کہاں جانا چاہتا ہے۔ گدھے نے جواب دیا کہ میں نے سورج نکلنے سے پہلے انسان کو دور سے دیکھا تھا اور اسے دیکھ کر میں بھاگا ہوں اور اب میں چاہتا ہوں کہ میں یہاں سے بھی چلتا بنوں اور انسان کے ڈر کے مارے برابر بھاگتا چلا جاؤں‘ ممکن ہے کہ مجھے کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں میں مکار انسان سے پناہ لے سکوں۔ گدھا شیر سے یہی باتیں کر رہا تھا اور ہم سے رخصت ہو کر جانا چاہتا تھا کہ پھر گرد اٹھتی ہوئی نظر آئی۔ یہ دیکھ کر گدھا رینکنے اور چلانے لگا اور اس نے گرد کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور بڑی زور سے اس کی ریح نکلی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس گرد میں سے ایک مشکی گھوڑا نکلا جس کے ماتھے پر درہم کے برابر سفید داغ تھا‘ اس کی پیشانی خوبصورت اور کھر کے اوپر کی سفیدی خوش رنگ اور ٹانگیں نفیس اور ہنہنانے کا انداز نہایت دل کش تھا۔ دوڑتے دوڑتے وہ

شیر کے بیٹے' جوان شیر کے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ جواں شیر نے اسے احترام کی نظر سے دیکھا اور اس سے پوچھنے لگا کہ اے عظیم الشان جانور' تو کس جنس سے ہے اور اس

لمبے چوڑے جنگل میں تو کیوں چوکڑی بھر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے جانوروں کے سردار' میں گھوڑوں کی جنس میں سے ایک گھوڑا ہوں اور میرے دوڑنے کا سبب یہ ہے کہ میں انسان سے بھاگ رہا ہوں۔ گھوڑے کی یہ بات سن کر شیر کو تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ ایسی بات مت کہہ' یہ تیرے لیے عیب ہے کیونکہ تو اتنا لمبا چوڑا ہے' تجھے اس جثے اور تیزی کی وجہ سے انسان سے کیا ڈر! مجھے دیکھ کہ میں نے باوجود کم جثہ ہونے کے تہیہ کر لیا ہے کہ انسان کا مقابلہ کر کے اس پر حملہ کروں اور اسے کھا جاؤں تا کہ یہ بیچاری بط نڈر ہو جائے اور اپنی جگہ پر آرام سے رہے۔

تو نے اس وقت یہاں آ کر اپنی باتوں سے میرا دل توڑ دیا ہے اور مجھے میرے ارادے سے روک دیا ہے کیونکہ باوجود تیرے بھاری بھرکم ہونے کے' انسان نے تجھے دبا لیا ہے اور تیرے ڈیل ڈول سے وہ نہیں ڈرا حالانکہ اگر تو اسے اپنے پاؤں سے کچل ڈالتا تو وہ مر جاتا اور تیرا کچھ نہ کر سکتا بلکہ تو ہی اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

گھوڑا شیر کی یہ باتیں سن کر ہنسنے لگا اور اس نے کہا کہ اے بادشاہ زادے' یہ ناممکن ہے کہ میں اسے زیر کر سکوں۔ انسان کے مقابلے میں' تو میری لمبائی چوڑائی اور موٹائی پر مت جا کیونکہ وہ اپنے مکر و فریب کی بنا پر میرے لیے ایک چیز بناتا ہے جس کا نام بندھن ہے اور اس طرح کے دو بندھن جو کھجور کے ریشوں اور اون سے بٹ کر بنائے جاتے ہیں' میرے چاروں پاؤں میں ڈال دیتا ہے اور میرے سر کو ایک اونچی کھونٹی سے باندھ دیتا ہے حتیٰ کہ بندھ کر میں کھڑے کا کھڑا رہ جاتا ہوں' نہ بیٹھ سکتا ہوں نہ سو سکتا ہوں۔ جب وہ مجھ پر سوار ہونا چاہتا ہے تو وہ اپنی پاؤں میں ایک لوہے کی چیز لگا لیتا ہے جسے رکاب کہتے ہیں اور میری پیٹھ پر ایک چیز ڈال دیتا ہے جس کا نام زین ہے اور اسے وہ دو تنگوں سے میرے پیٹ پر کس دیتا ہے اور میرے منہ میں لوہے کی ایک چیز لگا دیتا ہے جس کا نام اس نے دہانہ رکھا ہے اور اس دہانے میں وہ

چمڑے کی ایک چیز باندھ دیتا ہے جو لگام کہلاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ میری پیٹھ پر زین کے اوپر سوار ہوتا ہے تو وہ لگام کو اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے چلاتا ہے اور رکاب سے میرے دونوں پہلوؤں کو یہاں تک گودتا ہے کہ وہ لہولہان ہو جاتے ہیں۔ الغرض اے سلطان زادے' مت پوچھ کہ انسان کے ہاتھوں مجھے کیا کیا تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ جب میں بوڑھا ہو جاتا ہوں اور میری کمر رہ جاتی ہے اور میں تیزی کے ساتھ نہیں چل سکتا تو وہ چکی والے کے ہاتھ مجھے بیچ ڈالتا ہے تاکہ وہ مجھے چکی میں پھرائے اور میں دن رات پھرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ بیکار ہو جاتا ہوں اور وہ مجھے قصاب کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے اور قصاب مجھے ذبح کر کے میری کھال کھینچتا ہے اور میری دم نوچ کر وہ کھال اور دم کو چھلنی ساز کے ہاتھ بیچتا ہے اور میری چربی پگھلاتا ہے۔

شیر گھوڑے کی یہ باتیں سن کر اور بھی غم و غصہ کرنے لگا اور اس نے پوچھا کہ تو نے انسان کو کس وقت چھوڑا ہے؟ گھوڑے نے کہا کہ دوپہر کے وقت۔ وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ شیر گھوڑے سے یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ پھر گرد اٹھتی نظر آئی۔ جب گرد پھٹی تو اس میں سے ایک اونٹ دوڑتا ہوا دکھائی دیا جو بلبلا رہا تھا اور زمین پر پاؤں مار رہا تھا۔ اس طرح سے وہ ہمارے پاس پہنچا۔ شیر نے دیکھا کہ وہ اتنا لمبا اور لحیم شحیم ہے تو اسے گمان ہوا کہ یہی انسان ہو گا اور وہ اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ میں نے اس سے کہا کہ اے سلطان زادے' یہ انسان نہیں' یہ اونٹ ہے اور غالباً وہ بھی انسان سے بھاگ کر آیا ہے۔ اے میری بہن' میں شیر کے بچے سے یہ باتیں کر ہی رہی تھی کہ اونٹ نے سامنے آ کر اسے سلام کیا۔ شیر نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ تو یہاں کیوں آیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں انسان سے فرار ہو کر آیا ہوں۔ شیر بچے نے کہا کہ اس ڈیل ڈول اور لمبائی چوڑائی کے ہوتے ہوئے تو کس طرح انسان سے ڈرتا ہے۔ اگر تو ایک ٹانگ بھی اس پر رکھ دے تو وہ مر جائے گا۔ اونٹ نے کہا کہ اے سلطان زادے' انسان کی چالوں سے کوئی چھٹکارا پا نہیں سکتا اور سوائے موت اور کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ وہ میری ناک میں ایک

ڈوری باندھتا ہے جس کا نام نکیل ہے اور میرے گلے میں ایک رسی ڈال کر اسے اپنے چھوٹے سے چھوٹے بچے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور باوجود میرے تن و توش کے وہ بچہ میری نکیل تھام کر کھینچتا چلا جاتا ہے۔ لوگ مجھ پر بھاری سے بھاری بوجھ لادتے اور لمبے سے لمبا سفر کراتے ہیں اور دن رات مجھ سے مشکل کام لیتے ہیں لیکن جب میری عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور میں بوڑھا اور کمزور ہو جاتا ہوں تو وہ پھر مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھتا بلکہ قصاب کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے اور قصاب مجھے ذبح کر کے میری کھال کھینچتا اور اسے رنگ ساز کے ہاتھ بیچتا ہے اور میرا گوشت باورچیوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔ اس سے زیادہ میری تکلیفوں کا حال مت پوچھ جو مجھے انسان سے ملتی ہیں۔ شیر نے پوچھا کہ تو نے کب انسان کو چھوڑا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مغرب کے وقت اور میرا خیال ہے کہ وہ میرے اس جگہ سے روانہ ہوتے ہی آ پہنچے گا اور جب مجھے نہ پائے گا تو مجھے ڈھونڈنے دوڑے گا۔ لہٰذا اے سلطان زادے' مجھے جانے دے تاکہ میں جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاؤں۔ شیر نے کہا کہ اے اونٹ' ذرا ٹھہر جا تاکہ تو مجھے دیکھے کہ میں اسے کس طرح شکار کرتا اور تجھے اس کا گوشت کھلاتا ہوں اور اس کی ہڈیاں کچلتا اور اس کا خون پیتا ہوں۔ اونٹ نے اس سے کہا کہ اے سلطان زادے' مجھے ڈر ہے کہ کہیں انسان تجھے نقصان نہ پہنچائے کیونکہ وہ بڑا فریبی اور چالباز ہے۔

اونٹ یہ باتیں شیر سے کر ہی رہا تھا کہ پھر گرد اٹھتی دکھائی دی اور وہ تھوڑی دیر کے بعد پھٹی اور اس میں سے ایک ٹھنگنا اور دبلے چہرے والا بوڑھا نکلا۔ اس کے کاندھے پر ایک ٹوکری تھی جس میں بڑھئی کے اوزار تھے اور اس کے سر پر درخت کی ایک شاخ اور آٹھ تختے اور وہ چند بچوں کا ہاتھ پکڑے دوڑتا چلا آ رہا تھا اور آتے آتے وہ شیر کے قریب پہنچ گیا۔ اے میری بہن' جب میں نے اسے دیکھا تو میں مارے ڈر کے گر پڑی لیکن شیر کھڑا ہو کر اس کی طرف آہستہ آہستہ بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو بڑھئی اسے دیکھ کر ہنسنے لگا اور اس نے نہایت میٹھے الفاظ میں

کہا کہ اے عالی شان بادشاہ اور اے بڑی قوت والے' شام بخیر! خدا تیری کوششوں کو راس لائے اور تیری بہادری میں برکت دے اور تجھے اور زیادہ طاقت عطا کرے! مجھے

اس چیز سے پناہ دے جو مجھے ایذا پہنچا رہی ہے اور جس کی مصیبت میں' میں مبتلا ہوں کیونکہ سوائے تیرے اور کوئی میرا یارو مددگار نہیں۔ یہ کہہ کر بڑھئی شیر کے سامنے رونے اور آہیں بھرنے اور فریادیں کرنے لگا۔ جب شیر نے اسے روتے پیٹتے اور آہیں بھرتے دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے اس چیز سے پناہ دیتا ہوں' جس سے تو ڈر رہا ہے لیکن بتا تو سہی کہ کس نے تیرے اوپر ظلم کیا اور اے جانور' تو ہے کون؟ میں نے اپنی عمر میں تیری طرح کسی کو نہیں دیکھا اور نہ تجھ جیسے زیادہ خوبصورت اور شیریں کلام۔ تیرا کیا قصہ ہے؟ بڑھئی نے کہا کہ اے جانوروں کے بادشاہ' میں بڑھئی ہوں اور جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے وہ انسان ہے۔ کل صبح تک وہ یہاں تیرے پاس پہنچ جائے گا۔

جب شیر بچے نے بڑھئی کی یہ باتیں سنیں تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ غرانے اور ڈکارنے لگا اور اس کی آنکھوں سے چنگاریاں برسنے لگیں اور اس نے چلا کر کہا کہ خدا کی قسم' میں آج رات صبح تک جاگتا رہوں گا اور جب تک میری مراد نہ بر آئے' میں اپنے باپ کے پاس نہ جاؤں گا۔ اب شیر بڑھئی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں دیکھتا ہوں تیرے قدم چھوٹے چھوٹے پڑتے ہیں اور میں تیری دل شکنی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں مروت والا ہوں اور میرا خیال ہے کہ تو اور جانوروں کی طرح نہیں چل سکتا۔ بتا کہ تو کہاں جا رہا ہے۔ بڑھئی نے کہا کہ میں تیرے باپ کے وزیر "بن" بلاؤ کے پاس جا رہا ہوں' کیونکہ جب اسے یہ خبر ملی کہ انسان نے اس سر زمین پر قدم رکھا ہے تو وہ اپنے متعلق بہت ڈرا اور اس نے میرے پاس ایک جانور کو قاصد بنا کر بھیجا کہ میں اس کے لیے ایک ایسا مکان بناؤں جس میں وہ رہے اور پناہ پائے اور جہاں اس کے دشمن کا گزر نہ ہو۔ یہاں تک کہ انسان کی بھی وہاں تک رسائی نہ ہو۔ جب قاصد میرے پاس پہنچا تو میں یہ تختے لے کر اس کے پاس

جا رہا ہوں۔ جب شیر بچے نے بڑھئی کی باتیں سنیں تو وہ بن بلاؤ پر حسد کرنے لگا اور اس نے کہا کہ میری جان کی قسم، قبل اس کے کہ تو بن بلاؤ کے لیے مکان بنائے تجھے ان تختوں سے میرے لیے ایک مکان بناتا پڑے گا۔ جب تو میرا مکان بنا چکے تو پھر تو بن بلاؤ کے پاس جا کر جو چاہیو اس کے لیے بنائیو۔ جب بڑھئی نے شیر کے بچے کی یہ باتیں سنیں تو وہ کہنے لگا کہ اے جانوروں کے سردار، جب تک میں بن بلاؤ کے لیے اس کی خواہش کے موافق گھر نہ بنا لوں میں تیرے لیے کچھ نہیں بنا سکتا۔ اس کے بعد میں تیرے پاس حاضر ہو کر تیرے لیے ایسا مکان بناؤں گا جو تجھے دشمن سے بچا سکے گا۔

شیر نے کہا کہ واللہ جب تک تو ان تختوں سے میرے لیے ایک مکان نہ بنا دے گا، میں تجھے یہاں سے ہلنے نہ دوں گا۔ یہ کہہ کر شیر بچے نے اس کی طرف چھلانگ ماری اور چاہا کے اس کے ساتھ مذاق کرے اور ایک پنجہ مار کر ٹوکری کو اس کے کاندھے سے گرا دیا اور بڑھئی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ شیر اس پر ہنسنے لگا اور کہا کہ اے بڑھئی، کم بخت تو واقعی کمزور ہے اور تجھ میں بالکل طاقت نہیں۔ اگر تو انسان سے ڈرتا ہے تو معذور ہے۔ جب بڑھئی گر پڑا تو اسے بہت غصہ آیا لیکن شیر کے ڈر سے کچھ کہا نہیں۔ اس کے بعد بڑھئی اٹھ بیٹھا اور ہنس کر شیر سے کہنے لگا کہ اچھا، میں تیرے لیے مکان بناتا ہوں۔

یہ کہہ کر بڑھئی نے وہ تختے لیے جو اس کے پاس تھے اور اس میں کیلیں ٹھونک کر اور اسے قالب کی شکل میں شیر کے برابر بنایا اور اس کا دروازہ کھلا رکھا کیونکہ اس کی شکل صندوق کی سی تھی اور اس میں بڑا سا طاق تھا اور اسے اس نے خوب منڈھا اور اس میں بہت سے سوراخ کیے اور بہت سی نئی کیلیں نکال کر اس نے شیر سے کہا کہ اس طاق میں سے ہو کر اس صندوق کے اندر جا تاکہ میں تیرے مطابق اسے بناؤں۔ شیر خوش ہو کر اس طاق کے پاس گیا مگر دیکھا کہ وہ تنگ ہے۔ بڑھئی نے کہا کہ اندر جا کر اپنے چاروں پاؤں پر بیٹھ جا۔ شیر نے ایسا ہی کیا اور صندوق کے اندر چلا

گیا لیکن اس کی دم باہر رہی۔ اب شیر نے چاہا کہ پیچھے پھر کر باہر نکل آئے لیکن بڑھئی نے کہا کہ ذرا ٹھہر جا اور صبر کر تا کہ میں یہ دیکھوں کہ آیا تیری دم بھی تیرے ساتھ اندر سما سکتی ہے؟ شیر نے اس کا کہنا مان لیا اور بڑھئی نے اس کی دم لپیٹ کر صندوق کے اندر کر دی اور جھٹ سے طاق کو تختے سے بند کر کے اس میں کیلیں ٹھونک دیں۔ شیر نے کہا کہ اے بڑھئی' تو نے یہ کیسا تنگ مکان میرے لیے بنایا ہے؟ مجھے اس میں سے نکل آنے دے۔ بڑھئی نے کہا کہ اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہے! تو اس مکان سے اب نہیں نکل سکتا۔ پھر بڑھئی ہنسا اور شیر سے کہنے لگا کہ تو اب پنجرے کے اندر ہے اور اے بدذات جانور' پنجرے سے تو نہیں نکل سکتا۔ شیر نے کہا کہ اے میرے بھائی' تو مجھ سے کیسی باتیں کرتا ہے؟ بڑھئی نے اس سے کہا کہ اے جنگل کے کتے' جس سے تو ڈرتا تھا اسی میں گرفتار ہو گیا ہے۔ قسمت نے تجھے اس کے اندر پھینک دیا ہے اور اب خبردار ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اے بہن' جب شیر نے اس کی یہ باتیں سنیں تو اسے یقین ہو گیا کہ یہی وہ انسان ہے جس سے اس کے باپ نے اسے جاگتے میں ڈرایا تھا اور ہاتف نے خواب میں۔ اور مجھے یقین آ گیا کہ بلا شک و شبہ یہ وہی ہے اور مجھے ڈر کے مارے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اس سے ذرا دور ہٹ کر میں دیکھنے لگی کہ وہ اب شیر کے ساتھ کیا کرتا ہے اور اے بہن' میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس نے اسی جگہ پر صندوق کے قریب ایک گڑھا کھودا جس میں شیر تھا اور اسے اس گڑھے میں ڈال کر لکڑیاں جمع کیں اور اس میں آگ لگا دی۔ اے بہن' یہ دیکھ کہ میں اور بھی ڈری اور آج دو روز ہوئے ہیں کہ انسان سے بھاگ رہی ہوں اور اس سے خائف ہوں۔ جب مورنی نے بط کی باتیں سنیں۔۔۔۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## ایک سو سینتالیسویں رات

جب ایک سو سینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب مورنی نے بط کو یہ کہتے سنا تو اسے تعجب ہوا اور وہ کہنے لگی کہ اے بہن' اب تو انسان سے محفوظ ہے کیونکہ ہم سمندر کے ایک جزیرے میں ہیں جہاں انسان کا گزر نہیں۔ لٰہذا جب تک خدا ہم سب کے لیے اور کوئی سبیل نہ نکال دے تو یہیں ہمارے پاس رہ۔ بط نے کہا کہ میں ڈرتی ہوں کہ کوئی حادثہ مجھ پر نہ گزرے کیونکہ قضا و قدر سے کسی کو مفر نہیں۔ مورنی نے کہا کہ ہمارے ساتھ رہ اور جو ہمارا حال ہو گا وہی تیرا بھی ہو گا' اور اس نے یہاں تک اصرار کیا کہ وہ ٹھہر گئی اور کہنے لگی کہ اے میری بہن' تو جانتی ہے کہ مجھ میں کتنا کم صبر کا مادہ ہے' اگر تو یہاں نہ ہوتی تو میں ہرگز نہ ٹھہرتی۔ مورنی نے کہا کہ جو کچھ ماتھے پر لکھا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ جب ہماری موت آئے گی تو ہمیں کون بچا سکے گا! اس وقت تک کوئی نہیں مرتا جب تک کہ وہ اپنا دانہ پانی اور زندگی کے دن پورے نہ کر لے۔

وہ یہی باتیں کر رہی تھیں کہ انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی۔ یہ دیکھ کر بط نے ایک چیخ ماری اور سمندر میں کود پڑی اور کہنے لگی کہ الامان والحفیظ! اگرچہ قضا و قدر سے مفر نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گرد چھٹی اور اس میں سے ایک ہرن نکلا۔ یہ دیکھ کر بط اور مورنی دونوں کو اطمینان ہوا اور مورنی بط سے کہنے لگی کہ اے میری بہن' جس چیز کو دیکھ کر ہم ڈر گئے تھے وہ تو محض ہرن ہے۔ دیکھ وہ ہماری طرف آ رہا ہے لیکن ہمیں اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہرن نباتات میں سے محض گھاس کھاتا ہے اور جس طرح تو پرند کی جنس سے ہے وہ چرندے کی جنس سے ہے۔ لٰہذا مطمئن ہو اور ڈر مت کیونکہ ڈر سے بدن گھل جاتا ہے۔ مورنی ابھی بات ختم بھی نہ کرنے پائی تھی کہ ہرن ان کے پاس پہنچ گیا اور اسی درخت کے سائے میں ٹھہر گیا۔

جب اس کی نظر مورنی اور بط پر پڑی تو اس نے انہیں سلام کیا اور کہا کہ میں اس جزیرے میں آج ہی آیا ہوں اور اس سے زیادہ شاداب میں نے کوئی اور جگہ نہیں دیکھی اور نہ اس سے زیادہ خوبصورت رہنے کی جگہ۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ آؤ ہم سب مل جل کر اور محبت کے ساتھ رہیں۔ جب بط اور مورنی نے دیکھا کہ وہ محبت سے پیش آ رہا ہے تو وہ اس کے پاس آ گئیں اور اس کے ساتھ رہنے لگیں اور سب نے آپس میں مل کر رہنے کی قسم کھائی۔ اب وہ ایک ساتھ رہنے اور باہم کھانے پینے لگے۔ وہ اسی طرح آرام سے کھاتے پیتے تھے کہ ایک دن ان کے پاس سے ایک کشتی گزری جو راہ بھول گئی تھی۔ اس نے ان کے قریب آ کر لنگر ڈالا اور اس میں سے لوگ نکل کر ادھر ادھر پھیل گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ہرن اور مورنی اور بط ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ ان کی طرف بڑھے۔

جب مورنی کی نظر ان پر پڑی تو وہ ایک درخت پر چڑھ کر ہوا میں اڑ گئی اور ہرن جنگل میں بھاگ گیا لیکن بط حیران و پریشان ہو کر رہ گئی۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور بالآخر اس کو پکڑ لیا اور بط نے چلا کر کہا کہ آخر قضا و قدر کے آگے میری کچھ نہ چلی۔ لوگ اسے لے کر کشتی میں چلے گئے۔

جب مورنی نے بط کا یہ حال دیکھا تو وہ اس جزیرے سے چلی گئی اور کہنے لگی کہ آفتیں ہر ایک کی گھات میں لگی ہوئی ہیں' اگر یہ کشتی نہ آتی تو مجھ میں اور اس بط میں کبھی جدائی نہ ہوتی اس کا شمار بہترین دوستوں میں تھا۔ اب مورنی اڑ کر ہرن کے پاس گئی اور ہرن نے اس کو سلام کیا اور اس کی سلامتی پر مبارک باد دی اور بط کی خبر پوچھی۔ مورنی نے جواب دیا کہ دشمن اسے لے گیا ہے' اس کے بعد میں اس جزیرے میں رہنا پسند نہیں کرتی۔ یہ کہہ کر وہ بط کی جدائی میں رونے لگی اور ہرن بھی بے حد غمزدہ ہوا اور مورنی کو سفر کے ارادے سے روکا اور وہ ہرن کے ساتھ امن و امان سے رہنے اور کھانے پینے لگی مگر وہ دونوں بط کے فراق میں ہمیشہ غمگین رہتے تھے۔

ایک روز ہرن نے مورنی سے کہا کہ ہماری جدائی اور بط کے ہلاک ہونے کا سبب وہی لوگ ہیں جو کشتی سے اتر کر ہمارے پاس آئے تھے۔ لہٰذا ان سے خبردار اور خوفزدہ رہ

اور انسان کے مکر و فریب سے بچتی رہ۔ مورنی نے کہا کہ مجھے یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ محض خدا کی تسبیح چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ ماری گئی اور میں اس سے ہمیشہ کہتی تھی کہ تیرے تسبیح چھوڑ دینے کی وجہ سے مجھے ڈر لگتا ہے کیونکہ جتنی چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں۔ سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور جب تسبیح سے غافل ہو جاتی ہیں تو ان کی سزا ہلاکت ہے۔ جب ہرن نے مورنی کی باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ اللہ تجھے خوبصورت کرے! اور اس کے بعد وہ ہمیشہ خدا کی تسبیح کرتا اور ایک لمحے کے لیے بھی اسے نہ چھوڑتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہرن کی تسبیح یہ ہے: "پاک ہے وہ حاکم جو قوت اور حکومت والا ہے۔"

○ عابد کی کہانی

کہا جاتا ہے کہ ایک عابد کسی پہاڑ پر عبادت کیا کرتا تھا اور اسی پہاڑ پر ایک جوڑا کبوتروں کا بھی رہتا تھا۔ یہ عابد اپنا کھانا دو حصوں میں تقسیم کرتا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ایک سو اڑتالیسویں رات

جب ایک سو اڑتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- عابد اپنے کھانے کے دو حصے کرتا' ایک اپنے لیے رکھتا اور دوسرا کبوتروں کے جوڑے کو دے دیتا۔ عابد نے ان کی نسل بڑھنے کی دعا مانگی اور ان کی نسل بڑھی لیکن ان میں سے کوئی کبوتر ایسا نہ تھا جو اسی پہاڑ پر نہ رہتا ہو جہاں وہ عابد تھا۔ عابد کے ساتھ کبوتروں کے رہنے کی وجہ سے ان کی تسبیح کی افراط تھی۔ کہا جاتا ہے کہ کبوتر اپنی تسبیح میں یہ کہتا ہے: پاک ہے مخلوق کا پیدا کرنے والا اور رزق تقسیم کرنے والا اور آسمانوں کو بنانے والا اور زمینوں کا بچھانے والا! یہ کبوتروں کا جوڑا اور ان کی اولاد نہایت عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ عابد مر گیا اور کبوتر تتر بتر ہو گئے اور مختلف شہروں اور گاؤں اور پہاڑوں میں پھیل گئے۔

- چرواہے کی کہانی

کہتے ہیں کہ کسی پہاڑ پر ایک چرواہا رہتا تھا جو بڑا دیندار اور دانشمند اور پرہیزگار تھا۔ اس کے پاس بھیڑیں تھیں جن کو وہ چراتا اور جن کے دودھ اور اون سے وہ روزی کماتا تھا۔ جس پہاڑ پر یہ چرواہا رہتا تھا۔ وہاں بہت سے درخت اور سبزہ زار تھے اور درندے رہتے تھے لیکن یہ درندے نہ اس چرواہے کا کچھ کرتے اور نہ اس کے گلے کا اور وہ اس پہاڑ پر اطمینان کی زندگی گزارتا تھا اور دنیا کی کوئی بات اسے تکلیف نہ دیتی تھی کیونکہ وہ پارسا تھا اور عبادت میں لگا رہتا تھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ عابد سخت بیمار پڑا اور پہاڑ کے ایک غار کے اندر جا بیٹھا۔ بھیڑیں دن کے وقت اپنی چراگاہوں میں جاتیں اور رات کے وقت غار میں آ کر آرام کرتیں۔ اب اللہ کا یہ ارادہ ہوا کہ وہ

اس چرواہے کی اطاعت اور صبر کا امتحان کرے اور اس کام کے لیے اس نے ایک فرشتہ بھیجا جو ایک حسین عورت کی شکل میں اس کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ جب چرواہے نے دیکھا کہ اس کے پاس ایک عورت بیٹھی ہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور وہ کہنے لگا کہ اے عورت' تو کس غرض سے یہاں آئی ہے؟ نہ تو مجھے تیری ضرورت ہے اور نہ مجھ میں اور تجھ میں ایسے تعلقات ہیں جن کی بنا پر تو میرے پاس آ سکتی ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ اے انسان' تو دیکھتا نہیں کہ میں کیسی حسین و جمیل ہوں اور عورتوں کو مردوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کون سی چیز تجھے مجھ سے روک رہی ہے حالانکہ میں تیرے قریب بیٹھی ہوں اور تیرے وصال کی طلب گار ہوں۔ میں تیری فرمانبردار بن کر آئی ہوں اور تجھے کسی بات سے نہیں روکتی اور نہ یہاں کوئی ہے جس سے ہمیں ڈر ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ جب تک تو اس پہاڑ پر رہے' میں بھی تیرے ساتھ رہوں اور تیری رفاقت کروں۔ چونکہ اس وقت تجھے عورتوں کی خدمت کی ضرورت ہے لہٰذا اس خدمت کے لیے میں اپنے آپ کو پیش کرتی ہوں۔ اگر تو میرے ساتھ مباشرت کرے گا تو تیری بیماری دور ہو جائے گی اور تو تندرست ہو جائے گا اور گزشتہ عمر میں جو تو نے عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کی ہے' اس پر تو پشیمان ہو گا۔ میں تجھے نیک رائے دیتی ہوں' اسے مان جا اور میرے قریب آ۔ یہ سن کر چرواہے نے کہا کہ اے مکار اور دھوکے باز عورت' چل دور ہو۔ میں نہ تیری طرف مائل ہوں گا اور نہ تیرے پاس پھٹکوں گا' نہ مجھے تیرے قرب کی ضرورت ہے اور نہ تیرے وصال کی کیونکہ جس شخص کی رغبت تیری طرف ہوئی' آخرت اس کے ہاتھ سے نکل گئی اور جو شخص آخرت سے رغبت رکھتا ہے' وہ تجھ پر لعنت بھیجتا ہے۔ تو نے اگلوں اور پچھلوں سب کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ خدا اپنے بندوں کی تاک میں بیٹھا رہتا ہے اور جو کوئی تیری صحبت میں مبتلا ہوتا ہے' اس پر عذاب ڈھا دیتا ہے۔ عورت نے کہا کہ اے سچائی سے پھرنے والے اور سیدھے راستے سے گمراہ' اپنا منہ میری طرف پھیر اور میرے حسن کو دیکھ اور میرے قرب کو غنیمت جان جیسے

کہ تجھ سے پہلے دانشمندوں نے کیا ہے۔ وہ تجھ سے زیادہ تجربہ کار تھے اور تجھ سے زیادہ سمجھدار اور باوجود ان باتوں کے انہوں نے تیری طرح عورتوں کا لطف اٹھانے سے کنارہ کشی نہیں کی بلکہ عورتوں کے جس قرب و مباشرت سے تو بھاگتا ہے انہیں اس کی طرف رغبت تھی اور اس سے نہ ان کے دین میں خلل پڑا اور نہ دنیا میں۔ لہٰذا اپنا ارادہ بدل دے تاکہ تیرا انجام اچھا ہو۔ چرواہے نے کہا کہ جو کچھ تو کہتی ہے مجھے منظور نہیں بلکہ اس سے نفرت ہے اور جن باتوں کا تو اظہار کرتی ہے' میں ان کو ترک کر چکا ہوں۔ تو مکار اور دغا باز ہے' نہ تیری وفا کا اعتبار ہے اور نہ تیرے عہد و پیمان پر بھروسہ! تیری خوبصورتی کے نیچے کتنی برائیاں پوشیدہ ہیں اور کتنے پارسا لوگوں کو تو نے مصیبت میں ڈال کر ان کی عاقبت تباہ و برباد کر دی ہے! اے اپنے آپ کو بنا سنوار کر دوسروں کو خراب کرنے والی' دور ہو میرے پاس سے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے منہ کو اپنی عبا سے چھپا لیا اور اس کی طرف بالکل نہ دیکھا اور اپنے رب کی یاد میں مشغول ہو گیا۔ جب فرشتے نے دیکھا کہ وہ کس خوبی سے خدا کی پرستش میں مشغول ہے تو وہاں سے باہر آیا اور آسمان پر چلا گیا۔

جہاں یہ چرواہا رہتا تھا۔ اس کے قریب ایک گاؤں تھا جہاں ایک پارسا شخص رہتا تھا مگر اسے چرواہے کا علم نہ تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ تیرے قریب فلاں جگہ ایک پارسا شخص رہتا ہے' اس کے پاس جا اور اس کا فرمانبردار بن کر رہ۔ جب صبح ہوئی تو وہ اس کی طرف چل کھڑا ہوا مگر گرمی سخت تھی اس لیے وہ ایک درخت کے نیچے ٹھہر گیا جو ندی کے کنارے تھا۔ جب وہ اس درخت کے سائے میں بیٹھ کر ستانے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ چرندے اور پرندے جو اس چشمے پر پانی پینے کے لیے آتے ہیں' اسے دیکھ کر بدکتے اور الٹے پاؤں بھاگ جاتے ہیں۔ اس پر عابد نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ' میرا آرام ان چرندوں اور پرندوں کے لیے نقصان کا باعث ہے اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے آپ سے ناراض ہو کر کہنے لگا کہ میں نے آج یہاں ٹھہر کر ان جانوروں کو ضرر پہنچایا' اب میں کیا منہ لے کر

اس مالک کے پاس جاؤں گا جو میرا اور ان چرندوں پرندوں کا خالق ہے! میری ہی وجہ سے وہ اپنا دانہ پانی اور چراگاہ چھوڑ کر بھاگے ہیں۔ اس روز مجھے اپنے رب کے آگے کتنی پشیمانی ہو گی جب کہ بے سینگ والی بھیڑیں سینگ والیوں سے اپنا بدلہ لیں گے۔

یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور اسے اس بات پر سخت افسوس ہوا کہ چشمے کے پاس درخت کے نیچے بیٹھ کر اس نے پرندوں کو پانی پینے سے روکا اور وہ اٹھ کر چل دیا اور چرواہے کے پاس پہنچا اور اسے سلام کیا۔ چرواہے نے سلام کا جواب دیا اور اس سے گلے ملا۔ وہ شخص رونے لگا اور چرواہے نے کہا کہ تو اس جگہ کیوں آیا ہے؟ اس جگہ تو آج تک کوئی میرے پاس نہیں آیا۔ عابد نے جواب دیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی شخص مجھے اس جگہ کا پتہ دے کر کہتا ہے کہ میں تیرے پاس آ کر تجھے سلام کروں۔ اس حکم کی تعمیل کے لیے آیا ہوں۔ چرواہے نے اسے بوسہ دیا اور اس سے مل کر بہت خوش ہوا' اور اب دونوں اس پہاڑ کے غار میں بیٹھ کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور وہ برابر اسی جگہ خدا کی عبادت کرتے اور بھیڑوں کے گوشت اور دودھ پر زندگی بسر کرتے اور مال اور دولت اور بال بچوں سے کنارہ کش رہتے یہاں تک کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ یہ ہے ان کی کہانی کا آخری حصہ۔

بادشاہ نے کہا کہ اے شہر زاد' تو نے مجھے میری حکومت سے دل برداشتہ کر دیا ہے اور مجھے عورتوں اور لڑکیوں کے قتل پر پشیمانی میں ڈال رکھا ہے۔ کیا تجھے اور کوئی قصے پرندوں کے یاد ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔

○ بگلے اور کچھوے کی کہانی

اے بادشاہ' بیان کیا جاتا ہے ایک بگلا ہوا میں اڑا اور اڑ کر ایک چٹان پر آ بیٹھا جو ایک بہتے ہوئے دریا کے بیچ میں تھی۔ وہ بیٹھا ہی ہوا تھا کہ اس نے دیکھا کہ پانی ایک انسانی لاش کو بہائے چلا آ رہا ہے یہاں تک کہ وہ اسی چٹان سے رک کر ٹھہر گئی۔

یہ لاش پھول کر کپا ہو گئی تھی۔ بگلا اس کے پاس جا کر اسے غور سے دیکھنے لگا اور اسے معلوم ہوا کہ یہ کسی آدمی کی لاش ہے اور اس پر تلوار اور نیزے کے زخم ہیں۔

بگلے نے اپنے دل میں کہا کہ یہ مقتول کوئی شریر آدمی تھا اور لوگوں نے آپس میں مل کر اسے قتل کر دیا تاکہ انہیں اس کے شر سے نجات ملے۔ بگلا اسی حیرانی اور پریشانی میں تھا کہ اس لاش کے اردگرد گدھ آ کر جمع ہو گئے۔ بگلا یہ دیکھ کر گھبرایا اور کہنے لگا کہ اب اس جگہ ٹھہرنا میرے بس سے باہر ہے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے اڑ گیا تاکہ کسی دوسری جگہ جا کر پناہ لے یہاں تک کہ لاش ختم ہو جائے اور گوشت خور پرندے چلے جائیں۔ اڑتے اڑتے وہ ایک چشمے پر پہنچا جس کے بیچ ایک درخت تھا۔ وہ اس درخت پر بیٹھ گیا مگر وطن چھٹنے کا اسے بہت قلق اور افسوس تھا اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ رنج و غم میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں' جب میں نے وہ لاش دیکھی تو مجھے تشفی ہوئی تھی اور میں بہت خوش تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ رزق خدا نے میرے لیے بھیجا ہے لیکن جب گوشت خور پرندوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور مجھے اس سے محروم کر دیا تو میری خوشی' غم سے اور میرا سرور' رنج و الم سے بدل گیا۔ اب مجھے اس دنیا میں کیونکر تکلیف سے بچنے اور آرام سے رہنے کی امید ہو سکتی ہے! مقولہ ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا اور کوئی گھر ور نہیں۔ وہی شخص اس پر ریجھتا ہے جس کی عقل نہیں اور وہی اپنا مال اور اپنی اولاد اور قوم اور قبیلہ اس کے سپرد کرتا ہے' اور وہی برابر دنیا پر فریفتہ رہتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے اور غرور سے چلتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے نیچے پہنچ جاتا ہے اور اس کے عزیز ترین اور قریب ترین اشخاص اس پر مٹی ڈال دیتے ہیں۔ انسان کے لیے سب سے بہتر یہ بات ہے کہ وہ دنیا کے رنجوں اور ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرے۔ میں نے اپنا گھر بار چھوڑ دیا ہے اگرچہ مجھے اپنے دوست آشناؤں اور عزیزوں کی جدائی گوارا نہ تھی۔

بگلا اسی سوچ بچار میں تھا کہ ایک کچھوا پانی میں اتر کر بگلے کے پاس پہنچا اور اسے سلام

کر کے کہنے لگا کہ اے میرے آقا' تو کس وجہ سے اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آیا ہے؟ بگلے نے کہا کہ اس وجہ سے کہ دشمنوں نے وہاں قبضہ کر لیا ہے اور دانشمند اپنے دشمن کے پڑوس میں نہیں رہتا۔ کچھوے نے کہا کہ اگر یہ بات ہے جو تو نے کہی ہے تو میں ہمیشہ تیرے ساتھ رہوں گا اور کبھی تجھ سے جدا نہ ہوں گا تاکہ میں تیری ضرورتیں پوری کروں اور تیری خدمت کروں کیونکہ مقولہ ہے کہ پردیسی جو اپنے اہل و عیال اور گھر بار سے جدا ہو جائے اس کی تکلیف سے بڑھ کر کوئی دوسری مصیبت نہیں۔ دانشمند کے لیے بہترین تسلی یہ ہے کہ وہ پردیس میں ہم صحبت پیدا کرے اور تکلیف اور مصیبت پر صبر کرے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تو میرے ساتھ رہنا پسند کرے گا تاکہ میں تیری خدمت کروں اور تیرا یار و مددگار بنوں۔ جب بگلے نے کچھوے کی یہ باتیں سنیں تو کہنے لگا کہ تو سچ کہتا ہے' جب سے میں نے اپنا گھر چھوڑا ہے اور یار دوستوں سے جدا ہوا ہوں' اس وقت سے میں جدائی کے رنج و غم میں مبتلا ہوں۔ جدائی عبرت ہے اس کے لیے جو عبرت پکڑتا ہے اور سمجھنے کی بات اس کے لیے ہے جو سمجھتا ہے۔ اگر انسان کو کوئی تسلی دینے والا نہ ملے تو اچھائی اس کے لیے بالکل منقطع ہو جاتی ہے اور برائی ہمیشہ کے لیے اسے آ گھیرتی ہے۔ عاقل کے لیے اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ وہ ہر حالت میں دوستوں سے مل کر تسلی پائے اور ہمیشہ ثابت قدم اور بہادر رہے کیونکہ یہ دو خصلتیں تعریف کے قابل ہیں اور مصیبت اور زمانے کے حوادث کے وقت کام آتی ہیں اور غم و پریشانی کو ہر حالت میں دور کرتی ہیں۔ کچھوے نے کہا کہ خبردار' پریشانی کو کبھی پاس نہ بھٹکنے دیجیو کیونکہ وہ تیری زندگی کو اجیرن کر دے گی اور تیری ہمت توڑ دے گی۔ اسی طرح دونوں آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ بگلے نے کہا کہ زمانے کے حوادث اور دنیا کے مصائب کا ڈر ابھی تک میرے دل سے نہیں نکلا۔ جب کچھوے نے بگلے کی باتیں سنیں تو اس نے آگے بڑھ کر بگلے کے ماتھے پر بوسہ دیا اور کہا کہ تمام چڑیاں تجھے بابرکت سمجھتی ہیں اور تیرے مشورے میں

بھلائی پاتی ہیں' تو پھر تو خود کیوں اتنا رنج و غم برداشت کر رہا ہے؟ اسی طرح کچھوا برابر بگلے کا ڈر دور کرتا رہا یہاں تک کہ بگلا مطمئن ہو گیا۔

اب بگلا اس جگہ اڑ کر گیا جہاں لاش تھی اور دیکھا کہ گوشت خور چڑیوں میں سے کوئی بھی وہاں نہیں رہی اور لاش میں سے سوائے ہڈیوں کے کچھ باقی نہیں۔ یہ دیکھ کر وہ کچھوے کے پاس واپس آ گیا اور کہا کہ اب میرے وطن سے دشمن چلا گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے گھر جا کر اپنے احباب سے ملوں کیونکہ عاقل اپنے وطن کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد دونوں اس جگہ پہنچے اور دیکھا کہ اب ڈر کی کوئی بات وہاں نہیں اور وہ دونوں اس جزیرے میں رہنے لگے۔ بگلا وہاں خوش و خرم اور عیش و آرام سے بسر کر رہا تھا کہ قسمت سے ایک بھوکا باز وہاں آ پہنچا اور اس نے بگلے کے پیٹ میں ایک ایسا پنجہ مارا کہ وہ مر گیا اور جب اس کی موت آئی تو اس کی احتیاط اور خبرداری بے کار ثابت ہوئی اور اس کے مرنے کے وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی تسبیح سے غافل رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی تسبیح یہ ہے: "پاک ہے ہمارا پروردگار جس نے تقدیر اور تدبیر پیدا کی' پاک ہے ہمارا پروردگار کیونکہ وہی غنی اور فقیر کرتا ہے۔" یہ ہے قصہ بگلے اور گوشت خور پرندوں کا۔

بادشاہ نے کہا کہ اے شہر زاد' تو نے یہ کہانی سنا کر مجھے اور زیادہ پند و نصائح کئے۔ کیا تجھے جنگلی جانوروں کی بھی کوئی کہانی یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔

○ بھیڑیے اور لومڑی کی کہانی

اے بادشاہ' ایک لومڑی اور ایک بھیڑیا ایک ہی غار میں رہتے تھے اور دن رات آپس میں وہیں زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر بھیڑیا لومڑی کو ستاتا تھا۔ اسی حالت میں وہ ایک زمانے تک رہتے رہے لیکن ایک دن لومڑی نے بھیڑیے سے کہا کہ۔ میرے ساتھ مہربانی

کا برتاؤ کر اور تکلیف دینے سے درگزر کر۔ اگر تو اپنے ظلم و ستم پر قائم رہا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا تجھ پر انسان کو مسلط کر دے اور تجھے معلوم ہے کہ وہ بڑا حیلے باز اور مکار اور فریبی ہے۔ وہ چڑیوں کو ہوا میں اور مچھلیوں کو سمندر میں شکار کرتا ہے اور پہاڑوں کو کاٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا ہے۔ یہ ساری باتیں اس کی دغا بازی اور مکر و فریب کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا مہربانی اور انصاف برت اور شرارت اور ظلم سے باز آ۔ اس سے تیری زندگی زیادہ خوشگوار ہو جائے گی۔ بھیڑیے نے اس کی باتیں نہ مانیں اور سختی سے جواب دیا کہ تو اور ایسی باتیں' چھوٹا منہ بڑا نوالہ! یہ کہہ کر اس نے لومڑی کے ایک ایسا طمانچہ مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ بھیڑیے کے سامنے ہنس مکھ چہرہ بنا کر آئی اور اپنی ناگوار باتوں کی معافی مانگی۔ بھیڑیے نے اس کی معذرت قبول کر لی اور اپنی شرارتوں سے باز آیا اور اس سے کہنے لگا کہ ایسی بات مت کیا کر جس سے تجھے کوئی واسطہ نہیں ورنہ میں تجھے کھری کھری سناؤں گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو انچاسویں رات

جب ایک سو انچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ بھیڑیے نے لومڑی سے کہا کہ ایسی بات مت کیا کر جس سے تجھے کوئی واسطہ نہ ہو ورنہ تو کھری کھری سنے گی۔ لومڑی نے کہا کہ بسر و چشم' جو بات تجھے ناپسند ہو اس سے میں پرہیز کروں گی کیونکہ عقلمندوں کا قول ہے کہ جو بات تجھ سے پوچھی نہ جائے وہ مت کہہ اور جہاں تو بلایا نہ جائے وہاں مت جا اور جس چیز سے تجھے واسطہ نہ ہو اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جس سے تجھے واسطہ ہو' اور شریر لوگوں کو نصیحت مت کر کیونکہ وہ اس کے بدلے تجھ سے برائی کریں گے۔ جب لومڑی نے بھیڑیے کی باتیں سنی تھیں تو وہ اس کے سامنے ہنسنے لگی تھی لیکن اس کے دل میں بھیڑیے کی طرف سے کھوٹ تھا اور وہ اپنے دل میں کہتی تھی کہ میں کوشش کر کے ضرور اس بھیڑیے کو ہلاک کروں گی اور اس کی تکلیف رسانی کو وہ صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہی اور اپنے دل میں کہتی تھی کہ توہین اور افترا ہلاکت کا سبب ہوتے ہیں اور خرابی میں مبتلا کرتے ہیں۔ مقولہ ہے کہ توہین کرنے والا خسارے میں رہتا ہے اور جاہل پچھتاتا ہے اور جو ڈرتا ہے' وہ بچ جاتا ہے۔ انصاف اشراف کی خصلت ہے اور بہترین کمائی ادب و آداب ہیں۔ مصلحت یہ ہے کہ اس ظالم سے پیچھا چھڑایا جائے اور اسے تباہ کیا جائے۔ اب اس نے بھیڑیے کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ پروردگار گناہ گار بندے کے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اگر بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرے تو خدا اس کی طرف مہربان ہو جاتا ہے۔ میں ایک کمزور لونڈی ہوں اور میں نے نصیحت کر کے تیرا دل دکھایا ہے۔ اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے طمانچے سے مجھے کتنی تکلیف پہنچی تو تجھے یقین ہو جائے گا کہ ہاتھی بھی نہ اس کو برداشت کر سکتا ہے اور نہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن میں اس طمانچے کی تکلیف کی اتنی شکایت نہیں کرتی بلکہ

مجھے اس سے بڑا سرور حاصل ہوا ہے کیونکہ اگرچہ مجھے اس سے سخت تکلیف پہنچی ہے تاہم اس کا نتیجہ سرور ہے۔ عقلمندوں کا قول ہے کہ اگرچہ استاد کی مار سے پہلے پہل بڑی تکلیف پہنچتی ہے مگر اس کا انجام خالص شہد سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ میں تیرا گناہ معاف کرتا ہوں اور تیری لغزش سے درگزر کرتا ہوں لیکن میری طاقت سے ڈرتی رہ اور غلامی کا اعتراف کر کیونکہ تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ جو میری دشمنی پر کمر باندھتا ہے اس کے ساتھ میں کتنی سختی برتتا ہوں۔

یہ سن کر لومڑی اس کے آگے سجدے میں گر پڑی اور کہنے لگی کہ خدا تیری عمر بڑھائے اور تو اپنے دشمن سے ہمیشہ سختی کے ساتھ پیش آئے! لیکن لومڑی بھیڑیے سے برابر ڈرتی رہی اور اس سے الگ انگور کے باغ میں گئی اور دیکھا کہ اس کی دیوار میں ایک سوراخ ہے اس پر وہ چوکنی ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ اس سوراخ میں ضرور کوئی نہ کوئی وجہ ہے۔ کسی کا مقولہ ہے کہ اگر کوئی شخص زمین میں گڑھا دیکھے اور اس سے نہ بچے اور اس پر قدم رکھنے سے پرہیز نہ کرے تو وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا اور ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ بعض لوگ انگور کے باغ کی دیوار پر لومڑی کی تصویر بنا دیتے ہیں بلکہ سینیوں میں انگور بھر کر اس کے آگے رکھ دیتے ہیں تاکہ کوئی لومڑی اسے دیکھ کر اس کی طرف دوڑے اور ہلاکت میں گرفتار ہو جائے۔ میرے خیال میں تو یہ سوراخ دھوکے کے لیے ہے۔ لوگوں کا مقولہ ہے کہ خبرداری آدھی احتیاط ہے اور اسی خبرداری کی بنا پر میں چاہتی ہوں کہ اس سوراخ کی وجہ دریافت کروں اور دیکھوں کہ کہیں اس کے آس پاس کوئی دھوکے کی چیز تو نہیں ہے جو ہلاکت کا باعث ہو۔ لالچ کی وجہ سے میں اپنی جان تباہ کرنا نہیں چاہتی۔ یہ کہہ کر وہ اس کے پاس گئی اور ادھر ادھر چکر لگانے لگی لیکن نہایت ڈرتی ڈرتی اور غور سے دیکھتی دیکھتی جاتی' اور اس نے دیکھا کہ وہاں واقعی ایک بہت بڑا گڑھا ہے جو انگور والے نے کھود رکھا ہے تاکہ جانور جو انگور خراب کرنے آئیں اس میں گر پڑیں۔

یہ دیکھ کر اس نے اپنے دل میں کہا کہ تیرا مقصد حاصل ہو گیا' اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ گڑھے کے اوپر ایک پتلا کمزور سا پردہ پڑا ہے۔ اسے دیکھ کر وہ رک گئی اور کہنے لگی کہ شکر ہے خدا کا کہ میں اس سے خبردار ہو گئی اور میں امید کرتی ہوں کہ اس میں میرا دشمن بھیڑیا گرے گا جس نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ اس کے بعد میں تنہا ان انگوروں کی مالک ہو جاؤں گی اور وہاں اکیلی رہوں گی اور باغ میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کروں گی۔

یہ کہہ کر اس نے اپنا سر ہلایا اور قہقہہ مار کر ہنسی اور دوڑتی ہوئی بھیڑیے کے پاس گئی اور اس سے کہنے لگی کہ خدا نے تیرے لیے بغیر تکلیف کے انگوروں تک رسائی آسان کر دی ہے۔ یہ تیری نیک بختی کی وجہ سے ہے۔ مبارک ہو تجھ کو یہ موقع جو خدا نے تیرے لیے پیدا کر دیا ہے اور یہ غنیمت اور روزی جو اس نے بلا محنت کے تیرے لیے مہیا کر دی ہے! بھیڑیے نے کہا کہ جو کچھ تو کہتی ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟ لومڑی نے جواب دیا کہ میں خود انگوروں کے باغ میں گئی ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ اس کا مالک مر گیا ہے کیونکہ ایک بھیڑیے نے اسے پھاڑ کھایا ہے اور میں نے خود باغ میں جا کر دیکھا ہے کہ انگور بیلوں میں لدے پڑے ہیں۔ بھیڑیے کو لومڑی کی بات کا یقین آ گیا اور لالچ اس کے درپے ہوا اور وہ اٹھ کر سوراخ کے پاس پہنچا کیونکہ لالچ نے اسے اندھا بنا دیا تھا مگر لومڑی پیچھے پیچھے رہی اور مردہ بن کر لیٹ گئی۔

جب بھیڑیا سوراخ کے پاس پہنچا تو لومڑی نے اس سے کہا کہ انگور کے باغ میں جا' تجھے سیڑھی کی ضرورت نہیں کیونکہ باغ کی دیوار ٹوٹ گئی ہے اور خدا تیرے ساتھ پورا پورا احسان کرے گا۔ بھیڑیا یہ سن کر چل کھڑا ہوا اور چاہتا تھا کہ انگوروں کے باغ میں داخل ہو مگر جوں ہی اس کا پاؤں اس پردے پر پڑا جو گڑھے کے اوپر تھا تو وہ دھم سے اس میں جا گرا۔ لومڑی مارے خوشی کے' اچھلنے کودنے لگی اور اس کا رنج و غم دور ہو گیا اور وہ ناچنے گانے لگی۔ اس کے بعد جب اس نے دیکھا کہ بھیڑیا گڑھے میں پڑا اپنی جان کو رو رہا ہے اور غم زدہ ہے تو لومڑی بھی اسے دیکھ کر رونے

لگی۔ بھیڑیے نے اپنا سر لومڑی کی طرف اٹھا کر کہا کہ اے ابوالحسین' کیا تو میری ہمدردی کی وجہ سے رو رہی ہے؟ اس نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے تجھے اس گڑھے میں ڈالا ہے' میں تیری ہمدردی کی وجہ سے نہیں رو رہی ہوں بلکہ اس وجہ سے کہ تو اتنی مدت تک زندہ رہا۔ افسوس ہے کہ تو آج سے پہلے اس گڑھے میں نہیں گرا۔ اگر تو مجھ سے ملنے سے پہلے اس پر گر پڑتا تو میں چین سے زندگی بسر کرتی لیکن اس سے پہلے تیری موت اور زندگی کا خاتمہ مقدر میں نہ تھا۔ بھیڑیے نے مذاقیہ لہجے میں کہا کہ اے بدکردار' میری ماں کے پاس جا اس سے میرا ماجرا بیان کر تاکہ وہ میری رہائی کی کوئی تدبیر نکالے۔

لومڑی نے کہا کہ تو اپنی طمع اور حرص کی وجہ سے گڑھے میں گرا ہے اور ہلاک ہونے والا ہے اور کسی طرح سے بچ نہیں سکتا۔ اے جاہل بھیڑیے' کیا تجھے معلوم نہیں کہ ایک عام مقولہ ہے کہ جو نتیجے کو نہیں سوچتا اس کی مدد زمانہ نہیں کرتا اور وہ حوادث سے پناہ نہیں پاتا۔ بھیڑیے نے لومڑی سے کہا کہ اے ابوالحسین' تو تو میرے ساتھ محبت کا اظہار کرتی اور میری محبت کی طالب تھی اور تجھے میری قوت سے ڈر لگتا تھا جو شخص معاف کرنے کی مقدرت رکھتا ہے اور معاف کرتا ہے تو خدا پر اس کا اجر واجب ہو جاتا ہے۔ لومڑی نے جواب دیا کہ اے جنگل کے جاہل ترین درندے اور احمق ترین جانور' کیا تو اپنا ظلم اور غرور اور گھمنڈ بھول گیا ہے اور یہ کہ تو نے نہ رفاقت کا حق ادا کیا اور نہ میری نصیحت مانی؟ بھیڑیے نے کہا کہ گزشتہ گناہوں کا بدلہ مت لے' کیونکہ بڑے لوگوں سے معافی کی امید کی جاتی ہے اور نیکی کرنا آخرت کے لیے بہترین توشہ ہے۔ اسی طرح بھیڑیا برابر لومڑی کی خوشامد کر رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ تجھے ضرور کوئی نہ کوئی تدبیر رہائی کی' معلوم ہو گی۔ لومڑی نے کہا کہ اے جاہل اور مغرور اور مکار اور دھوکے باز بھیڑیے' رہائی کا خیال دل سے نکال دے کیونکہ یہ تیری بدکرداری کی سزا ہے اور بدلہ۔ یہ کہہ کر لومڑی کھلکھلا کر ہنسی۔ بھیڑیے

نے کہا کہ اے حلیم ترین جانور' میں تجھے اتنی ایماندار سمجھتا ہوں کہ تو مجھے ہرگز اس گڑھے میں پڑا رہنے نہ دے گی۔ یہ کہہ کر وہ رونے اور فریادیں کرنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لومڑی نے کہا کہ اے احمق دشمن' پہلے تو کیسا گھمنڈی اور متکبر اور ظالم اور جابر تھا اور اب کیسا خوشامدی اور منکسر المزاج اور ذلیل اور خوار ہو گیا ہے! جب تک میں تیرے ساتھ رہی تیرے ظلم سے ڈرتی رہی اور میں نے اس وجہ سے تیری چاپلوسی کی کہ تو میرے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اب تو کانپ رہا ہے اور تجھے بدکرداری کا بدلہ مل گیا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ اے نیک بخت' دشمنوں کی سی باتیں مت کر اور مجھے دشمنی کی نظر سے مت دیکھ۔ قبل اس کے کہ تلافی کا وقت ہاتھ سے جاتا رہے' اپنی رفاقت کا وعدہ وفا کر۔ اٹھ اور کہیں سے ایک رسی لا اور اس کا ایک کنارا کسی درخت سے باندھ دے اور دوسرا میری طرف لٹکا دے تاکہ میں اسے پکڑ کر اس مصیبت سے نجات پاؤں اور تجھے وہ تمام انبار حوالے کر دوں جو میں نے جمع کئے ہیں۔

لومڑی نے کہا کہ بس اب تو بہت باتیں بنا چکا مگر ان سے نجات نا ممکن ہے لہٰذا یہ خیال اپنے دل سے نکال دے کہ میں تجھے کوئی چیز دوں جسے پکڑ کر تو نکل آئے۔

یاد کر اپنی گزشتہ بدکرداریوں کو اور ان دھوکے بازیوں اور مکاریوں کو جو تو نے میرے ساتھ کی ہیں' اب عنقریب تجھ پر پتھر پڑیں گے اور تو اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور یہاں سے چلتا نظر آئے گا۔ اس کے بعد تو تباہی اور اس برے گھر میں پہنچے گا جو بدترین قرار گاہ ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ اے ابوالحسین' اب محبت کا سلوک کر اور دشمنی پر کمر مت باندھ اور سمجھ لے کہ جس نے کسی جان کو ہلاکت سے بچایا گویا اس نے اسے زندگی بخشی اور جس نے اسے زندگی بخشی گویا اس نے ساری دنیا کو زندگی بخشی۔ برائی کے پیچھے ہاتھ دھو کر مت پڑ کیونکہ اس سے عقلمندوں نے منع کیا ہے اور اس برائی سے زیادہ صاف اور کوئی برائی نہیں کہ میں اس گڑھے میں پڑا پڑا

موت کے گھونٹ پیوں اور اپنی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں حالانکہ تو مجھے اس مصیبت سے چھڑا سکتی ہے۔ مہربانی کر کے مجھے چھڑا' یہ تیرا احسان ہو گا۔ لومڑی نے کہا کہ اے نانجار' تیری میٹھی میٹھی ظاہری باتوں اور اندرونی بدنیتی اور بدکرداری کی وجہ سے میں تجھے اس باز سے تشبیہ دیتی ہوں جس کا قصہ تیتر کے ساتھ پیش آیا ہے۔ بھیڑیے نے پوچھا کہ وہ کیا؟

○ باز اور تیتر کی کہانی

لومڑی نے کہا کہ ایک دن میں ایک انگور کے باغ میں گئی کہ انگور کھاؤں۔ ابھی میں باغ میں ہی تھی کہ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک باز ایک تیتر پر گرا تاکہ وہ اس کا شکار کرے اور اسے پکڑ لے لیکن تیتر بچ کر بھاگ گیا اور اپنے گھونسلے میں جا چھپا۔ باز نے پیچھے پیچھے جا کر اسے آواز دی اور کہا کہ اے بیوقوف' میں نے دیکھا تھا کہ تو جنگل میں بھوکا پھر رہا ہے۔ اس پر مجھے رحم آیا اور میں تیرے لیے دانہ لایا اور چاہتا تھا کہ تجھے پکڑ کر کھلاؤں لیکن تو مجھے دیکھ کر بھاگ گیا اور محروم رہا۔ اس لیے باہر نکل اور جو دانہ میں لایا ہوں اسے لے کر کھا' خدا تجھے مبارک کرے۔ جب تیتر نے باز کی یہ باتیں سنیں تو وہ سمجھا کہ باز سچ کہہ رہا ہے اور باہر نکل آیا۔ باز نے اپنے پنجے اس میں چبھو دیئے اور اسے دبوچ لیا۔ تیتر نے کہا کہ کیا یہی چیز تو میرے لیے جنگل سے لایا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ کھا' خدا تجھے راس لائے! تو نے مجھ سے جھوٹ بولا۔ خدا کرے کہ میرا گوشت جو تو کھائے تیرے پیٹ میں قاتل زہر بن جائے! چنانچہ اس کا گوشت کھاتے ہی باز کے پر جھڑ گئے اور قوت زائل ہو گئی اور وہ مر گیا۔

اب لومڑی بھیڑیے سے کہنے لگی کہ سن' جو کوئی اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودتا ہے' خود اس میں گرتا ہے اور تو تو بہت دنوں سے میرے ساتھ غداری کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ ان باتوں اور ضرب المثلوں کو مجھ سے بیان نہ کر اور میری گزشتہ بدکرداریوں

کی یاد بھی مجھے نہ دلا کیونکہ موجودہ تکلیف سے مجھے کافی سزا مل چکی ہے۔ اب میں اس حالت کو پہنچ گیا ہوں کہ دوست تو درکنار دشمنوں کو بھی رونا آتا ہے۔ کوئی نہ کوئی

تدبیر سوچ کر مجھے یہاں سے نکال اور میری مدد کر خواہ اس میں تجھے تکلیف ہی کیوں نہ ہو کیونکہ دوست دوست کے لیے کیا کچھ نہیں گوارا کرتا مگر اس کو مصیبت سے چھڑا کر چھوڑتا ہے۔ مقولہ ہے کہ مہربان دوست سگے بھائی سے بہتر ہوتا ہے۔ اگر تو میری نجات کی تدبیر نکالے اور میں آزاد ہو جاؤں تو میں تیرے لیے اتنا سامان جمع کروں گا جو ہمیشہ کے لیے کافی ہو اور تجھے ایسے نئے گر سکھا دوں گا جن سے تو تازے انگوروں کے باغ میں جا سکے اور پھل چن سکے۔ للہذا خوش ہو اور دل شاد کر۔ لومڑی نے ہنس کر کہا کہ عقلمندوں نے تجھ جیسے ٹھیٹھ جاہلوں کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔ بھیڑیے نے پوچھا کہ وہ کیا؟ لومڑی نے جواب دیا کہ ان کا مقولہ ہے کہ جس کا بدن بھدا ہوتا ہے اس کی عقل بھی بھدی ہوتی ہے اور وہ سمجھ سے دور اور جہالت کے قریب ہوتا ہے اور اے مغرور' مکار' احمق' تیرا یہ کہنا کہ دوست اپنے اوپر تکلیف گوارا کر کے بھی دوست کی دستگیری کرتا ہے صحیح ہے جیسا کہ تو نے خود کہا ہے لیکن اے جاہل اور نا سمجھ' یہ تو بتا کہ باوجود تیری خیانت کے' میں کس طرح تیری دوست بن سکتی ہوں! تو مجھے دوست سمجھتا ہے مگر میں تیری دشمن ہوں اور تیری تکلیف سے مجھے راحت پہنچتی ہے۔ اگر تو اسے سمجھے تو یہ بات تلوار اور تیر سے زیادہ قاتل ہے اور تیرا یہ کہنا کہ تو میرے لیے اتنا سامان اکٹھا کر دے گا جو ہمیشہ کے لیے کافی ہو گا اور مجھے ایسے گر سکھا دے گا جن سے میں تازہ انگوروں کے باغ میں جا کر درختوں سے پھل چن سکوں گی' میں کیونکر مان سکتی ہوں کیونکہ اے مکار' دغا باز اگر یہ واقعہ ہے تو تو اپنے بچنے کی تدبیر کیوں نہیں کر سکتا۔ تو اپنے آپ کو فائدہ پہنچانے سے لاچار ہے اور میں تیری نصیحت قبول کرنے سے۔ اگر تو کوئی ترکیب جانتا ہے جس سے تو اپنے آپ کو اس حالت سے چھڑا سکتا ہے جس کے متعلق میں خدا سے دعا مانگتی ہوں کہ وہ تجھے ہرگز نہ چھوڑے تو اے جاہل' تو پہلے اپنے آپ کو مرنے سے بچا اور پھر

دوسروں کو سکھا۔ لیکن تیری مثال ایسی ہے کہ ایک شخص بیمار ہوا اور دوسرا شخص جو اسی بیماری میں مبتلا تھا اس کا علاج کرنے آیا اور اس سے کہنے لگا کہ میں تیرا علاج کروں؟ اس نے جواب دیا کہ پہلے تو خود اپنا علاج کیوں نہیں کرتا؟ یہ سن کر وہ الٹے پاؤں پھر گیا۔ اے جاہل بھیڑیے' تو بھی اسی کی طرح ہے لہٰذا یہیں بیٹھا رہ اور جو مصیبت تجھ پر آئے اس پر صبر کر۔

جب بھیڑیے نے لومڑی کی باتیں سنیں تو اسے یقین آ گیا کہ لومڑی سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اس نے رو کر کہا کہ میں اس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ میری یہ گت بنے گی۔ اگر خدا نے اس مصیبت سے مجھے نجات دی تو میں توبہ کرتا ہوں کہ اپنے سے کمزور پر کبھی ظلم و جور نہ کروں گا اور گدڑی پہن کر پہاڑ کے اوپر جا بیٹھوں گا اور خدا کے عذاب سے ڈر کر اس کی عبادت کروں گا اور درندوں کے پاس نہ پھٹکوں گا اور مجاہدوں اور فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ رونے اور آہ و زاری کرنے لگا۔ اس پر لومڑی کا دل پگھل گیا اور بھیڑیے کی تضرع و زاری سن کر جب وہ گھمنڈ اور تکبر سے توبہ کرتا تھا اسے ترس آ گیا اور وہ مارے خوشی کے کود کر گڑھے کے کنارے آ بیٹھی اور دونوں پچھلے پاؤں پر کھڑی ہو کر اپنی دم گڑھے میں لٹکا دی۔ بھیڑیا اٹھا اور اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر لومڑی کی دم پکڑ لی اور اسے اپنی طرف گڑھے میں کھینچ لیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے بے مروت لومڑی' تو میری رفیق اور محکوم ہو کر کس طرح میری تکلیف پر خوش ہوتی تھی! لے اب تو بھی میرے ساتھ گڑھے کے اندر ہی ہے اور تو جلد عذاب میں مبتلا ہو گئی۔ حکماء کا قول ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی پر عیب لگائے کہ وہ کتیا کا دودھ پیتا ہے تو وہ بھی عنقریب وہی پینے لگے گا اور کئی کا ایک ساتھ مرنا بڑا پر لطف ہے قبل اس کے کہ تو مجھے مرتے دیکھے میں تجھے مار ڈالوں گا۔ لومڑی اپنے دل میں افسوس کرنے لگی کہ اب میرا پالا پھر اس ظالم سے پڑا ہے لہٰذا مجھے چاہیے کہ کوئی تدبیر و حیلہ نکالوں۔

مثل ہے کہ عورت اپنی منہ دکھائی کے روز کے لیے اپنے زیور گھڑتی ہے۔ دوسری مثل یہ ہے کہ اے آنسوؤ' میں نے تمہیں مصیبت کے دن کے لیے اٹھا رکھا ہے۔ اگر میں نے اس وحشی ظالم کے ساتھ کوئی چال بازی نہ کی تو ضرور تباہ ہو جاؤں گی۔

اب لومڑی نے بھیڑیے سے کہا کہ مجھے قتل کرنے میں جلدی مت کر کیونکہ میں اس بدلے کی مستحق نہیں ہوں۔ اے بہادر درندے اور بڑی قوت اور طاقت والے' اگر تو ذرا صبر کرے اور جو میں تجھ سے کہنا چاہتی ہوں اسے غور سے سنے تو تجھے میرے ارادے کا پتہ چل جائے گا اور اگر تو نے جلدی میں آ کر مجھے قتل کر دیا تو تیرے پاس پھر بچنے کی کوئی تدبیر باقی نہ رہے گی اور ہم دونوں یہیں مر مٹیں گے۔ بھیڑیے نے کہا کہ اپنی اور میری سلامتی سے تیرا کیا منشا ہے کہ تو مجھے ٹھہرنے کے لیے کہتی ہے؟ مجھے بتا اور اپنے ارادے سے مطلع کر۔ لومڑی نے کہا کہ جو میرا ارادہ ہے اس پر میں تجھ سے کوئی انعام نہیں چاہتی۔ جب میں نے سنا کہ تو اپنے دل سے وعدہ کرتا ہے اور اپنے پرانے جرموں کا اعتراف کرتا ہے اور گزشتہ بدکرداریوں سے توبہ کرتا ہے اور نیکی کرنے کا وعدہ کرتا ہے' اور جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ تو نے نذر مانی ہے کہ اگر تو موجودہ مصیبت سے چھٹکارا پائے تو اپنے رفیقوں اور دوسرے لوگوں کو ایذا نہ پہنچائے گا اور انگور اور دوسرے پھل نہ کھائے گا اور ہمیشہ منکسر المزاج رہے گا اور اپنے ناخن کٹوا اور دانت تڑوا ڈالے گا اور گدڑی پہنے گا اور خدا کی راہ میں قربانی کرے گا' تو مجھے تیرے اوپر ترس آیا اگرچہ میں تیری ہلاکت کے درپے تھی۔ یہ سچ ہے اور سچی بات ہی بہتر ہوتی ہے۔ جب میں نے تجھے توبہ کرتے سنا اور یہ نذر مانتے دیکھا کہ اگر خدا تجھے بچا لے تو تو میرے ساتھ خلوص سے پیش آئے گا تو میں نے تیری طرف اپنی دم لٹکا دی تا کہ تو اسے پکڑ کر باہر نکل آئے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو نے ابھی تک زبردستی اور ظلم سے دست کشی کی اور نہ رحم دل بن کر اپنے لیے نجات اور سلامتی کی کوشش کی بلکہ مجھے اتنے زور سے کھینچا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

میری جان نکل گئی اور اب ہم دونوں ہلاکت اور موت میں گرفتار ہو گئے ہیں اور اب بلا ایک چیز کے ہم دونوں کا چھٹکارا نہیں ہو سکتا اگر تو اسے مان لے تو ہم دونوں بچ جائیں گے اور اس کے بعد تجھے اپنی نذر پوری کرنی ہو گی اور میں تیری رفیق بن کر رہوں گی۔ بھیڑیے نے کہا کہ تو اپنی کون سی بات مجھ سے منوانا چاہتی ہے؟ لومڑی نے کہا کہ تو اپنے دونوں پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو جا اور میں تیرے سر پر چڑھ کر سطح کے قریب ہو جاؤں گی پھر میں کود کر نکل جاؤں گی اور تیرے لیے کوئی چیز لے آؤں گی کہ تو بھی نکل آئے۔

بھیڑیے نے کہا کہ تیری بات اعتماد کے قابل نہیں۔ حکیموں کا قول ہے کہ جو شخص دشمنوں پر اعتماد کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے' اور جو کوئی ایسے شخص پر بھروسہ کرتا ہے جو بھروسے کے قابل نہیں وہ فریب کھاتا ہے اور جو شخص تجربہ شدہ کا تجربہ کرتا ہے اسے پشیمانی کا سامنا ہوتا ہے اور اس کی زندگی بے کار ضائع ہوتی ہے اور جو مختلف حالتوں میں فرق نہیں کر سکتا اور سب کو ایک لاٹھی سے ہانکتا ہے اور سب چیزوں کو ایک سا سمجھتا ہے تو اسے فائدہ کم پہنچتا ہے اور نقصان زیادہ۔ لومڑی نے کہا کہ بدگمانی بہرحال بری بات ہے اور نیک گمانی کاملوں کی خصلت ہے اور اس کا نتیجہ مصیبتوں سے نجات ہے۔ اے بھیڑیے' اب تجھے یہ چاہیے کہ کوئی تدبیر نکال جس سے تو اس مصیبت سے نجات پائے اور ہم دونوں کی سلامتی' موت سے بہتر ہے۔ للذا بدگمانی اور دشمنی سے باز آ۔ اگر تو نے نیک گمانی سے کام لیا تو دو میں سے ایک بات ہو سکتی ہے یا تو میں تیرے لیے کوئی چیز لے آؤں گی کہ تو اسے پکڑ کر باہر نکل آئے اور موجودہ مصیبت سے بچ جائے اور یا میں دغا بازی کروں گی اور خود رہائی پا کر تجھے یہیں چھوڑ دوں گی مگر یہ ممکن نہیں کیونکہ شاید میں پھر اس جیسی مصیبت میں پھنس جاؤں اور دغا بازی کا پھل پاؤں۔ مثل ہے کہ وفا اچھی چیز ہے اور بے وفائی بری چیز' اس لیے تجھے مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ زمانے کے حوادث سے میں اچھی طرح باخبر ہوں۔

لہٰذا ہماری رہائی کی تدبیر جلد کر' اس میں زیادہ بحث مباحثہ کرنا بے کار ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ اگرچہ مجھے تیری وفاداری پر کچھ زیادہ اعتماد نہیں ہے لیکن مجھے تیری نیت کا پتہ چل گیا ہے کہ میری توبہ سن کر تو نے میری رہائی کی ٹھان لی تھی۔ اس کے بعد میں نے اپنے دل میں یہ ٹھانی ہے کہ اگر تو اپنے خیال میں سچی ہے تو برائی کے بدلے برائی کرے گی اور اگر جھوٹی ہے تو پروردگار تجھے سزا دے گا۔ لہٰذا اب تیرے مشورے کو مانے لیتا ہوں اور اگر اس کے بعد بھی تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا تو یہ تیری ہلاکت کا باعث ہو گا۔

یہ کہہ کر بھیڑیا گڑھے میں سیدھا کھڑا ہو گیا اور لومڑی کو اپنے کندھوں پر چڑھا لیا اور وہ سطح کے قریب آ گئی اور اس کے کندھوں پر سے چھلانگ مار کر باہر نکل آئی اور نکلتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ بھیڑیے نے کہا کہ اے میری دوست' میرے معاملے میں بے خبر مت ہو جیو اور میری خلاصی میں دیر نہ کیجئو۔ لومڑی قہقہہ مار کر ہنسی اور کہنے لگی کہ اے مغرور' میں محض مذاق اور مسخرے پن کی پاداش میں تیرے ہاتھوں میں پھنس گئی تھی اور یہ اس طرح پیش آیا کہ جب میں نے تجھے توبہ کرتے سنا تو خوشی کے مارے اپنے آپے سے باہر ہو گئی اور کودنے اور خوشی منانے اور ناچنے لگی۔ اس وجہ سے میری دم گڑھے میں لٹک گئی اور تو نے اسے پکڑ کر کھینچ لیا اور میں تیرے پاس جا پڑی مگر خدا نے میری جان تجھ سے بچا لی۔ اب میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکتی کہ تیری تباہی کی کوشش کروں کیونکہ تو شیطان کا پیروکار ہے۔ کل میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں تیری برات میں ناچ رہی ہوں۔ اس خواب کو میں نے ایک تعبیر بتانے والے سے بیان کیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تو ایک گڑھے میں گر پڑے گی مگر بچ کر نکل آئے گی۔ اس پر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرا گرنا تیری وجہ سے ہو گا اور میری نجات تعبیر کی بنا پر۔ اے جاہل اور مغرور' تجھے معلوم ہے کہ میں تیری دشمن ہوں اور اگرچہ تو کم عقل اور جاہل ہے تاہم تو یہ کیونکر خیال کر سکتا ہے کہ میں تجھے چھڑاؤں گی۔ اس کے علاوہ تو میری سخت کلامی

بھی سن چکا ہے اور یہ ممکن بھی کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں تیری نجات کی کوشش کروں حالانکہ پڑھے لکھوں کا مقولہ ہے کہ بدکار کی موت انسان کے لیے راحت اور زمین کے لیے پاکی کا باعث ہے۔ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تیرے ساتھ وفاداری کرنے میں مجھے تکلیف ہو گی جو بے وفائی کی تکلیف سے زیادہ ہے تو میں تیرے چھٹکارے کی کوئی نہ کوئی صورت نکالتی۔ لومڑی کی یہ باتیں سن کر بھیڑیا ندامت کی وجہ سے اپنی ہتھیلیاں دانتوں سے کاٹنے لگا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی

○○○

• پوری ایک سو پچاسیویں رات

جب پوری ایک سو پچاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت' بادشاہ' لومڑی کی یہ باتیں سن کر بھیڑیا ندامت کی وجہ سے اپنی ہتھیلیاں دانتوں سے کاٹنے لگا اور اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگا کیونکہ اس کے سوا اسے کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا لیکن بے سود۔ اب وہ دبی زبان سے کہنے لگا کہ اے لومڑیو' تم لوگ تو بڑی شیریں زبان اور خوش مذاق ہوتی ہو' اور اب بھی تو مذاق ہی کر رہی ہو لیکن کھیل اور مذاق کا وقت یہ نہیں۔ لومڑی نے جواب دیا کہ اے جاہل' مذاق کی تو ایک حد ہوتی ہے جس سے آگے مذاق کرنے والا نہیں بڑھتا۔ لہٰذا یہ خیال مت کر کہ خدا تیرے پنجوں سے چھڑانے کے بعد مجھے تیرے قبضے میں دے گا۔ بھیڑیے نے کہا کہ گزشتہ دوستی اور رفاقت کی بنا پر تجھے میری رہائی کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر تو نے مجھے چھڑا لیا تو میں اس کا اچھا بدلہ دوں گا۔ لومڑی نے کہا کہ حکما کا قول ہے کہ جاہل فاجر کے ساتھ بھائی چارہ مت کر کیونکہ اس میں تیرے لیے برائی ہے بھلائی نہیں' اور جھوٹے کو دوست نہ بنا کیونکہ وہ تیری نیکیوں کو چھپائے گا اور برائیوں کا ڈھنڈورا پیٹتا پھرے گا۔ یہ بھی عقلمندوں کا مقولہ ہے کہ ہر چیز سے چھٹکارا ہو سکتا ہے مگر موت سے نہیں' اور ہر چیز کی اصلاح ہو سکتی ہے مگر انسانی فطرت کی نہیں۔ اور سوائے قضا و قدر کے ہر چیز ٹل سکتی ہے اور جو تو بدلے کا ذکر کرتا ہے جس کی میں تیرے خیال میں مستحق ہوں تو اس بارے میں تیری مثال اس سانپ کی سی ہے جو سپیرے سے بھاگ رہا تھا اور اسی خوف کی حالت میں ایک شخص نے اسے دیکھ کر کہا کہ سانپ' خیر تو ہے! سانپ نے جواب دیا کہ میں سپیرے سے بھاگ رہا ہوں اور وہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اگر تو مجھے اس سے بچائے اور اپنے پاس چھپا لے تو میں تجھے نیک بدلہ دوں گا اور تیرے ساتھ احسان کروں گا۔ اس شخص نے انعام کو غنیمت سمجھ کر

اور بدلے کے لالچ میں اس سانپ کو اپنی جیب میں چھپا لیا۔ جب سپیرا وہاں سے گزر کر چلتا ہوا اور سانپ کے دل سے اس کا ڈر جاتا رہا تو اس شخص نے کہا کہ بتا تیرا بدلہ کہاں ہے؟ جس سے تو ڈرتا اور خائف تھا اس سے میں نے تجھے بچا لیا۔ سانپ نے کہا کہ میں تجھے اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ بتا میں تیرے کس عضو میں اور کس جگہ کاٹوں کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ ہم لوگ اس بدلے سے تجاوز نہیں کرتے۔
یہ کہہ کر اس نے اسے کاٹ کھایا اور وہ مر گیا۔
اے بھیڑیے بے وقوف' تیری مثال بھی اسی سانپ کی سی ہے جس کے اور اس آدمی کے درمیان یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ اے خوش بیان و خوش رو' اس بات کو مت بھول کہ میں کس پائے کا ہوں اور لوگ مجھ سے کس قدر ڈرتے ہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ میں قلعوں پر حملہ کرتا اور انگوروں کے باغوں کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیتا ہوں لہٰذا میرے حکم کی تعمیل کر اور میرے ساتھ ایسا سلوک کر جو غلام اپنے آقا کے ساتھ کرتا ہے۔ لومڑی نے کہا کہ اے احمق جاہل اور باطل پرست' مجھے تیری جہالت اور دریدہ دہنی پر تعجب ہوتا ہے کہ تو مجھے حکم دیتا ہے کہ میں تیری خدمت کروں اور تیرے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوں گویا کہ میں تیری زر خرید لونڈی ہوں۔ دیکھ میں تیرے اوپر کیسے پتھر پھنکواتی ہوں کہ تیرا سر پاش پاش ہو جائے اور تیرے غدار دانت ٹوٹ جائیں۔
یہ کہہ کر لومڑی ایک ٹیلے پر چڑھ گئی جو انگوروں کے باغ کے اوپر تھا اور ان کے مالکوں کو پکارنے لگی اور یہاں تک چلاتی رہی کہ وہ آگاہ ہو گئے اور ان کی نظر اس پر پڑی اور وہ سب کے سب اس کی طرف دوڑ پڑے مگر لومڑی بیٹھی رہی یہاں تک کہ وہ اس کے قریب آ گئے اور نیز اس گڑھے کے جس میں کہ بھیڑیا تھا۔ اب وہ الٹے پاؤں بھاگی اور لوگوں کی نظر گڑھے پر پڑی اور انہوں نے اس میں بھیڑیے کو دیکھا اور وہ اس پر بھاری پتھر مارنے لگے اور اسے پتھروں اور لکڑیوں اور نیزوں کے پھلوں سے اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔ جب لوگ اسے مار کر واپس گئے تو لومڑی اس گڑھے کے پاس

آئی جہاں بھیڑا مرا ہوا تھا اور وہاں ٹھہر گئی اور مارے خوشی کے اس نے سر کو ہلایا۔ اس کے بعد لومڑی انگور کے باغ میں اطمینان کے ساتھ اکیلی رہنے لگی اور اسے کسی تکلیف کا اندیشہ نہ رہا یہاں تک کہ اس کی موت آ گئی۔ یہ ہے کہانی بھیڑیے اور لومڑی کی۔

- چوہے اور نیولے کی کہانی

لوگ یہ بھی ایک کہانی بیان کرتے ہیں کہ ایک چوہا اور ایک نیولا ایک کسان کے گھر میں رہتے تھے جو بہت غریب تھا۔ ایک بار اس کا ایک دوست بیمار ہوا اور حکیم نے اسے چھلے ہوئے تل کھانے کو کہا۔ بیمار نے اپنے ایک رفیق سے تل مانگے تاکہ وہ ان کو چھیل کر اپنی بیماری کا علاج کرے اور ان میں سے تھوڑے سے اس غریب کسان کو دیے کہ وہ چھیل لائے۔ کسان تل لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ انہیں تیار کر دے۔ بیوی نے انہیں صاف کیا اور پھٹکا اور بھگو کر پھیلا دیا۔ جب نیولے نے تلوں کو دیکھا تو وہ ان کے پاس آیا اور تھوڑا تھوڑا کر کے انہیں اپنے بل میں لے جاتا رہا یہاں تک کہ دن بھر میں وہ ان کا بڑا حصہ لے گیا۔ جب عورت آئی اور اس نے دیکھا کہ تل کم ہو گئے ہیں تو وہ حیران ہو گئی اور یہ دیکھنے کے لیے کہ ان کی کمی کا کیا باعث ہے وہ گھات سے بیٹھ گئی۔ اب نیولا تل لینے کے لیے بل میں سے نکلا اور عورت کو بیٹھا ہوا دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ اس کی گھات میں بیٹھی ہے اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس چوری کا نتیجہ برا نکلنے والا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ عورت میری ہی تاک میں نہ لگی ہو۔ جو شخص انجام پر غور نہیں کرتا دنیا اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ اب میرے لیے یہ لازم ہے کہ میں کوئی نیک کام کر کے اپنا بری ہونا ثابت کر دوں اور برائی کا دھبہ میرے دامن سے دھل جائے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے بل میں سے تل لا لا کر تلوں کے ڈھیر پر ڈالتا رہا۔ جب عورت

نے اسے یہ کرتا ہوا دیکھا تو وہ اپنے دل میں کہنے لگی کہ اس نیولے نے تو ہرگز تل نہیں چرائے ہیں کیونکہ وہ تو چور کے بل میں سے لا لا کر انہیں دوسرے تلوں میں ملاتا جاتا ہے۔ اس کا یہ احسان ہے کہ وہ تل واپس لا رہا ہے اور احسان کرنے والے کا بدلہ یہی ہے کہ اس پر احسان کیا جائے۔ یہ تلوں کا دشمن نہیں ہو سکتا لیکن میں چور کی گھات میں لگی رہوں گی جب تک کہ وہ میرے ہتھے نہ چڑھے اور مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ وہ کون ہے۔ نیولے کو معلوم ہو گیا کہ عورت کے دل میں کیا بات ہے اور وہ چوہے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا کہ بھائی اگر کوئی شخص پڑوس کا حق نہ ادا کرے اور بھائی چارے پر قائم نہ رہے تو اس کے اندر کوئی بھلائی نہیں۔
چوہے نے کہا کہ دوست' تو ٹھیک کہتا ہے۔ تو کیا خوب ہے اور تیرا پڑوس کیسا اچھا ہے! لیکن تیرا مطلب کیا ہے؟ نیولے نے کہا کہ مکان کا مالک تل لایا ہے اور وہ اور اس کے اہل و عیال انہیں کھا کر سیر ہو گئے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے اور تمام جانور ان میں سے لے گئے ہیں۔ اگر تو بھی لے جائے تو' تو اوروں سے زیادہ مستحق ہے۔ چوہے کو یہ بات بہت پسند آئی اور وہ اچھلنے کودنے اور کان اور دم ہلانے لگا اور تلوں کے لالچ نے اسے اندھا بنا دیا اور وہ فوراً اپنے بل میں سے نکلا اور اس نے دیکھا کہ تل خشک اور چھلے ہوئے ہیں اور چمک رہے ہیں اور عورت بیٹھی ہوئی ہے مگر چوہے نے انجام پر بالکل غور نہ کیا۔ عورت سونٹا لیے تیار بیٹھی تھی اور جونہی چوہا تلوں کے اندر گھسا اور بیٹھ کر کھانے لگا عورت نے ایسا سونٹا مارا کہ اس کا سر بدن سے الگ ہو گیا اور وہ لالچ اور انجام کے نہ سوچنے کی وجہ سے مارا گیا۔
بادشاہ نے کہا کہ اے شہر زاد' واللہ یہ کہانی عجیب و غریب ہے۔ کیا تجھے کوئی ایسی کہانی بھی یاد ہے جس میں اچھی دوستی کا بیان ہو اور مصیبت کے وقت اس کے قائم رکھنے کا ذکر ہو تاکہ ہلاکت سے چھٹکارا ملے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔

○ کوے اور بلی کی کہانی

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک کوا اور ایک بلی بھائی چارے میں رہتے تھے۔ ایک دن وہ اسی طرح ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں ایک تیندوا آ پہنچا اور ان کی نظر اس پر اس وقت پڑی جب کہ وہ اس درخت کے قریب پہنچ گیا۔ کوا تو اڑ کر درخت کی پھننگ پر جا بیٹھا مگر بلی ہکا بکا ہو کر رہ گئی اور کوے سے کہنے لگی کہ اے میرے دوست' کیا تو کسی تدبیر سے میرا چھٹکارا کر سکتا ہے جیسا کہ میں تجھ سے امید رکھتی ہوں۔ کوے نے جواب دیا کہ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو دوستوں ہی سے التماس کیا جاتا ہے کہ وہ کوئی تدبیر نکالیں۔ یہ کہہ کر وہ ان چرواہوں کے پاس پہنچا جن کے ساتھ کتے تھے اور جو اسی درخت کے قریب تھے اور زمین پر اپنے پر مارنے اور کائیں کر کے شور مچانے لگا۔ اس کے بعد اس نے بڑھ کر ایک کتے کے منہ پر بازو مارا اور کم بلندی پر اڑنے لگا۔ کتوں نے اس کا پیچھا کیا۔ اتنے میں چرواہے نے دیکھا کہ ایک پرندہ زمین کے اوپر اڑتا اور پھر گرنے لگتا ہے اور وہ بھی اس کے پیچھے دوڑا۔ کوا محض اتنی اونچائی پر اڑتا تھا کہ وہ کتوں سے بچا رہے مگر کتے اسے شکار کرنے کے لالچ میں لگے رہیں۔ جب وہ قریب آ جاتے تھے تو کوا ذرا اونچا اڑنے لگتا کہ کتے اس کا پیچھا نہ چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ اس درخت کے پاس پہنچ گئے' جس کے نیچے تیندوا تھا۔ جب کتوں نے تیندوے کو دیکھا تو انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اور وہ وہاں سے بھاگا۔ اس کا گمان تھا کہ وہ اس بلی کو کھا ڈالے گا لیکن بلی اپنے دوست کوے کی تدبیر سے بچ گئی۔ اے بادشاہ یہ کہانی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سچے دوستوں کی دوستی بربادی اور مصیبت میں پھنسنے سے بچاتی ہے۔

- لومڑی اور کوے کی کہانی

ایک کہانی اور ہے کہ ایک لومڑی پہاڑ پر کسی غار میں رہتی تھی اور جب کبھی اس کے بچہ پیدا ہوتا اور بڑھ کر موٹا تازہ ہو جاتا تو وہ بھوک کے مارے اس کو کھا جاتی اور اگر وہ اپنے بچے کو نہ کھاتی بلکہ رہنے دیتی اور وہ اس کے ساتھ رہتا اور وہ اس کی حفاظت کرتی تو وہ خود بھوک کے مارے مر جاتا اور لومڑی اس پر بہت غمگین ہوتی۔ اسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک کوا رہتا تھا۔ لومڑی نے اپنے جی میں کہا کہ چلو اس کوے سے چل کر دوستی کریں اور تنہائی میں اسے اپنا رفیق بنائیں اور روزی کی طلب میں اس سے مدد لیں کیونکہ اس بات میں اسے مجھ سے زیادہ قدرت حاصل ہے۔ یہ کہہ کر لومڑی کوے کی طرف روانہ ہو گئی اور جب وہ اس کے اتنے پاس پہنچ گئی کہ وہ اس کی آواز سن سکتا تھا تو اس نے اسے سلام کیا اور اس سے کہنے لگی کہ اے میرے پڑوسی' مسلمان پڑوسی کے مسلمان پڑوسی پر دو حقوق ہیں۔ ایک تو پڑوس کا اور دوسرا مسلمان ہونے کا۔ لہٰذا سن اے دوست' تو میرا پڑوسی ہے اور اس لیے تیرا مجھ پر حق ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے بالخصوص اس وجہ سے کہ ہم بہت زمانے سے پڑوسی ہیں۔ علاوہ اس کے میرے دل میں تیری محبت بیٹھی ہوئی ہے جس کی وجہ سے میں تیرے ساتھ پیار سے گفتگو کرتی ہوں اور تجھ سے بھائی چارہ کرنا چاہتی ہوں' کہہ تیری کیا رائے ہے؟ کوے نے لومڑی سے کہا کہ سب سے اچھی بات وہی ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو۔ ممکن ہے تو اپنی زبان سے وہ بات کہتی ہو جو تیرے دل میں نہ ہو اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بھائی چارے کا اظہار محض زبانی ہو اور تیرے دل میں میری طرف سے عداوت ہو کیونکہ تو درندہ ہے اور میں درندے کی غذا۔ اسی وجہ سے ہم آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور رفاقت کرنے سے دور بھاگتے ہیں۔ آخر ایسی چیز کی ضرورت تجھے کیا پڑی جسے تو حاصل نہیں کر سکتی اور ایسا ارادہ کیوں کیا جو پورا نہیں ہو سکتا؟ کیونکہ تو درندے کی قسم ہے اور میں پرندے کی۔ ایسا بھائی چارا ادھورا رہتا ہے اور اس کی چول کبھی نہیں بیٹھتی۔ لومڑی نے کہا کہ جو شخص بڑی بڑی چیزوں کی جگہ جانتا ہے وہ وہی چیز منتخب کرتا ہے جو بہترین ہوتی ہے اور اس سے

اس کے دوستوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ میں اس وجہ سے تیرے قرب اور تیری رفاقت کی خواہش مند ہوں تاکہ ہمیں آپس میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے مدد ملے اور محبت کا انجام کامیابی ہو۔ مجھے اچھی دوستی کے متعلق چند کہانیاں یاد ہیں' اگر تو چاہے تو بیان کروں۔ کوے نے کہا کہ میری طرف سے تجھے اجازت ہے کہ تو تفصیل کے ساتھ بیان کر' لہٰذا وہ کہانیاں مجھے سنا تاکہ میں سنوں اور پرکھوں اور سمجھوں کہ تیرا مقصد کیا ہے؟ لومڑی نے کہا کہ اے میرے دوست لوگ ایک پسو اور ایک چوہے کی کہانی کہتے ہیں جس سے میرے کہنے کا ثبوت ملتا ہے۔ کوے نے کہا کہ وہ کس طرح؟

- پسو اور چوہے کی کہانی

لومڑی نے جواب دیا کہ ایک بڑے امیر سوداگر کے گھر میں ایک چوہا رہتا تھا۔ ایک رات اس سوداگر کے بچھونے میں ایک پسو گھس گیا اور دیکھا کہ اس سوداگر کا نرم نرم بدن ہے۔ پسو پیاسا تو تھا ہی اس نے خوب اس کا خون چوسا۔ جب سوداگر کو درد محسوس ہوا تو اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ اٹھ بیٹھا اور اپنی لونڈیوں اور غلاموں کو آواز دی۔ وہ لوگ فوراً پہنچے اور آستینیں چڑھا کر پسو کی تلاش میں لگ گئے۔ جب پسو کو معلوم

ہوا کہ وہ اسے ڈھونڈ رہے ہیں تو وہاں سے بھاگ کر ایک چوہے کے بل میں گھس گیا۔ جب چوہے کی نظر اس پر پڑی تو اس نے کہا کہ آخر تو میرے بل میں کیوں آیا؟ نہ تو' تو میرا بھائی بند ہے اور نہ ہی ہم جنس اور نہ تجھے اس بات کا اطمینان ہو سکتا ہے کہ میں تجھ پر سختی نہ کروں یا تجھ سے نہ جھگڑوں یا تجھے نقصان نہ پہنچاؤں۔ پسو نے کہا کہ میں قتل ہونے کے ڈر سے جان بچا کر تیرے گھر میں آیا ہوں۔ میں محض پناہ کا خواستگار ہوں' نہ تو میں تیرے گھر پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں اور نہ مجھ

سے تجھے کوئی ایسی تکلیف ہو گی جس کی وجہ سے تجھے اپنا گھر بار چھوڑنا پڑے۔ مجھے امید ہے کہ میں تیرے احسان کے بدلے میں تیرے ساتھ ہر طرح کی نیکی کروں گا اور تجھے عنقریب میری باتوں کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا اور تو میری تعریف کرے گا۔

جب چوہے نے پسو کی باتیں سنیں-----

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ایک سو اکیاونویں رات

جب ایک سو اکیاونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب چوہے نے پسو کی یہ باتیں سنیں تو وہ کہنے لگا کہ اگر یہی بات ہے جو تو کہتا ہے تو یہاں اطمینان سے رہ۔ یہاں تیرے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے اور خوشی ہی خوشی ہے اور جو کچھ میرے اوپر گزرے گی وہی تیرے اوپر۔ اور میں تیرا دوست بن کر رہوں گا۔ اس پر افسوس مت کر کہ سوداگر کا کچھ خون تجھ سے بچ گیا اور تیری روزی اس سے ختم ہو گئی بلکہ جو رزق تجھے یہاں میسر ہو' اس پر راضی رہ کیونکہ اس میں تیری سلامتی ہے۔ چوہے کی یہ باتیں سن کر پسو نے کہا کہ اے بھائی میں نے تیری باتیں سنیں' اب میں تیرا فرمانبردار ہوں اور ہرگز تیری مخالفت نہ کروں گا یہاں تک کہ اس نیک نیت کے ساتھ میری موت آ جائے۔ چوہے نے کہا کہ سچی محبت کے لیے نیت کی اچھائی کافی ہے۔ اب دونوں میں دوستی اور بھائی چارہ ہو گیا۔ اس کے بعد پسو سوداگر کے بچھونے میں رات کو چھپ کر بیٹھتا اور ضرورت سے زیادہ اس کا خون نہ چوستا' اور دن کے وقت چوہے کے ساتھ اس کے بل میں رہتا۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ سوداگر بہت سارے دینار لے کر گھر آ گیا اور انہیں الٹنے پلٹنے لگا۔ جب چوہے نے دیناروں کی آواز سنی تو بل میں سے اپنا سر نکال کر انہیں دیکھنے لگا یہاں تک کہ سوداگر انہیں اپنے تکئے کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ اب چوہے نے پسو سے کہا کہ دیکھ اس وقت اچھا موقع ہے اور بڑے فائدے کی امید ہے۔ کوئی تدبیر نکال کہ یہ دینار ہمارے ہاتھ لگ جائیں۔ پسو نے کہا کہ اگر کسی میں اپنا مقصد پورا کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ اس سے الگ تھلگ رہے کیونکہ اگر وہ کمزور ہے تو اسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا جس سے وہ ڈرتا ہے اور کمزوری کی وجہ سے اس کی مراد نہ بر آئے گی۔ خواہ اس کی تدبیریں کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں۔ اس کی مثال اس چڑیا کی سی ہے جو دانہ چگتے

چگتے جال میں پھنس جاتی ہے اور چڑی مار اسے پکڑ لیتا ہے۔ تجھ میں نہ تو دینار اٹھانے کی طاقت ہے اور نہ انہیں گھر سے باہر لے جانے کی اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہے بلکہ میں تو ایک دینار بھی نہیں لے جا سکتا۔ لہٰذا دیناروں سے الگ تھلگ ہے چوہے نے کہا کہ میرے اس بل کے ستر منہ ہیں۔ اور میں جب چاہوں ان سے نکل سکتا ہوں اور قیمتی چیزوں کے لیے میں نے ایک محفوظ جگہ بنا چھوڑی ہے۔ اگر تو کسی تدبیر سے اسے گھر کے باہر کر دے تو میری کامیابی یقینی ہے بشرطیکہ تقدیر یاوری کرے۔

پسو نے جواب دیا کہ میں سوداگر کو باہر نکالنے کا انتظام کر دوں گا۔ یہ کہہ کر پسو نے سوداگر کے بچھونے میں گھس کر اسے اتنے زور سے کاٹا کہ پہلے کبھی اس طرح نہ کاٹا ہو گا۔ اور پھر ایسی جگہ جا کر چھپ گیا کہ سوداگر اس کا کچھ نہ کر سکتا تھا۔ سوداگر اٹھ کر اسے ڈھونڈنے لگا مگر وہ نہ ملا۔ اس کے بعد سوداگر دوسری کروٹ لیٹ گیا اور پسو نے آ کر اسے پہلے سے بھی زیادہ زور سے کاٹا۔ سوداگر مارے تکلیف کے بچھونے سے اٹھا اور دروازے پر جا کر ایک چوکی کے اوپر سو گیا اور صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی۔ اس اثناء میں چوہا دیناروں کے پیچھے پڑ گیا اور ان میں سے ایک بھی نہ چھوڑا۔ جب صبح ہوئی تو سوداگر گھر والوں پر تہمت لگانے لگا اور اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے۔

اس کے بعد لومڑی نے کوے سے کہا کہ اے سمجھ دار اور عقلمند اور باخبر کوے' میں نے یہ کہانی اس لیے بیان کی ہے کہ تیرے احسان کا بدلہ بھی تجھے ملے گا جس طرح سے کہ چوہے کو اس احسان کا بدلا ملا جو اس نے پسو کے ساتھ کیا تھا۔ دیکھ اس نے اسے کیسا بدلہ دیا اور اس کے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا! کوے نے کہا کہ محسن کے لیے احسان کرنا یا نہ کرنا اس کی مرضی پر ہے اور ایسے شخص کے ساتھ احسان کرنا ضروری نہیں جو گھر بار چھوڑنے کا خواہش مند ہو۔ اگر تیرے دشمن ہونے کے باوجود بھی میں تجھ پر احسان کروں تو میں خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماروں گا اور اے لومڑی' تو مکار اور فریبی مشہور ہے اور جس کی فطرت میں مکر و فریب ہو اس کے عہد و

پیان پر اعتماد نہیں اور جس کے عہد و پیان پر اعتماد نہ ہو اس کو امان نہ دینا چاہیے۔
مجھے ابھی حال میں یہ خبر ملی ہے کہ تو نے اپنے ساتھی بھیڑیے کے ساتھ دغا کیا ہے

اور دغا بازی اور حیلے سے اسے مار ڈالا ہے۔ اس کی ہم جنس اور مدت تک اس کی
ہم صحبت ہونے کے باوجود تو نے اس کے ساتھ یہ کام کیا اور اس کو نہ چھوڑا۔ پھر
میں تیرے اوپر کیونکہ بھروسہ کر سکتا ہوں! جب تو نے اپنے ہم جنس اور رفیق کے ساتھ
یہ برتاؤ کیا تو غیر جنس کے ساتھ جو تیرا دشمن بھی ہے' کیا برتاؤ کرے گی! تیری
اور میری مثال شکرے اور شکاری چڑیوں کی سی ہے۔ لومڑی نے کہا کہ وہ کیا کہانی
ہے؟

○ شکرے اور شکاری چڑیوں کی کہانی

کوے نے کہا کہ ایک شکرا بڑا ظالم اور موذی تھا -------
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو باونویں رات

جب ایک سو باونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ کوے نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شکرا اپنی جوانی میں بڑا ظالم اور موذی تھا اور شکاری چڑیاں اور جنگلی جانور سب اس سے ڈرتے تھے اور اس کے ہاتھ سے کوئی بھی نہ بچتا تھا۔ اس کے ظلم اور جور کے قصے بہت لمبے چوڑے ہیں کیونکہ اس شکرے کی عادت ہی یہ تھی کہ وہ تمام چڑیوں کو تنگ کرتا تھا۔ جب وہ کئی سال کا ہو گیا تو اس کی قوت کم ہونے اور طاقت گھٹنے لگی اور وہ بھوکا رہنے لگا اور اسے بڑی تکلیف ہونے لگی۔ اب اس نے اپنے دل میں یہ ٹھانی کہ وہ چڑیوں کے جھنڈ میں جا کر ان کا بچا کھچا کھائے۔ الغرض وہ اس حیلے سے اپنے دن کاٹنے لگا اگرچہ وہ پہلے اپنی قوت اور زور سے روزی کماتا تھا۔

اے لومڑی، تیرا بھی یہی حال ہے اگرچہ تیری قوت جاتی رہی ہے مگر تیری چال بازی نہیں گئی۔ مجھے شک نہیں کہ تو مجھ سے مل کر اپنے لیے کھانے پینے کی تدبیر نکال رہی ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کر کے اپنا ہاتھ تیرے ہاتھ میں دوں کیونکہ خدا نے میرے بازوؤں میں قوت دی ہے اور دل میں دور اندیشی اور آنکھ میں بصارت۔ سمجھ لے کہ جو کوئی اپنے سے قوی تر کی ریس کرتا ہے وہ پریشان ہو جاتا ہے بلکہ اکثر تباہ ہو جاتا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تو اپنے سے قوی تر کی ریس کرے گی تو تیری بھی وہی گت بنے گی جو چڑیا کی بنی۔ لومڑی نے کہا کہ چڑیا کی کیا گت بنی؟ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ اس کی کہانی بیان کر۔

- ### گرگیا اور گدھ کی کہانی

کوے نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک چڑیا ایک بھیڑوں کے گلے پر اڑ رہی تھی وہ ابھی ادھر ادھر دیکھ ہی رہی تھی کہ اتنے میں ایک بڑا عقاب بھیڑوں کے ایک چھوٹے سے میمنے کے اوپر گرا اور اسے پنجے میں پکڑ کر ہوا میں اڑ گیا۔ یہ دیکھ کر چڑیا نے اپنے پر پھڑپھڑائے اور کہنے لگی کہ میں بھی اسی کی طرح کروں گی کیونکہ اس کے دل میں غرور سما گیا تھا اور وہ اپنے سے بڑے کی ریس کرنی چاہتی تھی۔ لہٰذا وہ فوراً اڑ کر ایک موٹے سے مینڈھے کے پاس پہنچی جس پر بہت سا اون تھا اور پیشاب اور مینگنیوں میں بیٹھنے کی وجہ سے وہ اون مثل تھوک کے ہو گیا تھا۔ جب چڑیا اس کی پیٹھ پر آ کر بیٹھی اور اپنے پر پھڑپھڑانے لگی تو اس کے دونوں پاؤں اون میں پھنس گئے اور جب اس نے چاہا کہ اڑ کر بھاگے تو اپنے آپ کو چھڑا نہ سکی۔ یہ تمام باتیں چرواہے کی آنکھوں کے سامنے ہوئیں۔ اس نے پہلے عقاب کا ماجرا دیکھا تھا اور اب چڑیا کا۔ یہ دیکھ کر چرواہا غصے میں بھرا ہوا چڑیا کے پاس آیا اور اسے پکڑ کر اس کے پر نوچ ڈالے اور اس کی ٹانگوں میں ڈورا باندھ کر اسے اپنے بچوں کے حوالے کر دیا۔ ایک بچے نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ چرواہے نے کہا کہ اس نے اپنے سے بڑے کی ریس کی تھی اور اس میں ماری گئی۔

اے لومڑی' اسی طرح تو بھی اپنے سے قوی تر' کی ریس مت کر ورنہ تو بھی تباہ ہو جائے گی بس یہی مجھے تجھ سے کہنا تھا' اب یہاں سے چل دے۔ جب لومڑی کو کوے کے بھائی چارے سے ناامیدی ہو گئی تو وہ غم زدہ ہو کر واپس گئی اور آہ بھرنے اور پشیمانی سے دانت پیسنے لگی۔ جب کوے نے اس کی آہ و بکا سنی اور اسے غمگین اور حزیں دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ اے لومڑی تجھ پر کیا مصیبت پڑی ہے کہ تو اپنے دانت پیس رہی ہے؟ لومڑی نے جواب دیا کہ میں اس لیے دانت پیستی ہوں کہ میں تجھے اپنے آپ سے زیادہ چالاک پاتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے بھاگی اور لوٹ کر اپنے غار میں چلی گئی۔

اے بادشاہ یہ ہے ان دونوں کی کہانی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے شہر زاد' یہ کیا خوب کہانیاں ہیں! کیا تجھے پندو و نصائح کی بھی اس قسم کی کہانیاں یاد ہیں؟

○ سیہ اور قمری کی کہانی

اس نے کہا کہ سنا جاتا ہے کہ کسی کھجور کے درخت کے پاس ایک سیہ رہتی تھی اور اسی کھجور پر ایک جوڑا قمری کا رہتا تھا' جنھوں نے اپنا گھونسلا اس پر بنا لیا تھا اور بڑے مزے سے دن کاٹتے تھے۔ سیہ نے اپنے دل میں کہا کہ قمری کا جوڑا اس درخت کی کھجوریں کھاتا ہے اور میری رسائی وہاں تک نہیں ہوتی' اس لیے ضروری ہے کہ کوئی چال چلنا چاہیے۔ لہذا اس نے درخت کی جڑ میں ایک گڑھا کھودا جس میں وہ اپنی مادہ کے ساتھ رہنے لگا اور اس گڑھے کے پاس ایک مسجد بنائی اور اس میں اکیلا بیٹھ کر یہ جتایا کہ اس نے دنیا کو چھوڑ کر عبادت اور ریاضت اختیار کی ہے۔ قمری روز اسے عبادت کرتے اور نماز پڑھتے دیکھتی تھی اور اس کے اس زہد پر اس کا دل پسیج گیا اور اس نے سیہ سے پوچھا کہ تو کتنے سال سے اس طرح عبادت میں مشغول ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تیس سال سے۔ قمری نے پوچھا کہ تو کیا کھاتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کانٹے جن کی تیزی مجھے بھاتی ہے۔ قمری نے کہا کہ اور جگہوں کو چھوڑ کر خاص اس جگہ تو نے کیوں رہائش اختیار کی؟ اس نے کہا کہ راستے سے دور میں نے یہ جگہ اس لیے اختیار کی ہے تاکہ بھولے بھٹکوں کو راہ بتاؤں اور نادانوں کو سمجھاؤں۔ قمری نے کہا کہ میں تو تجھے ایسی باتوں کے برخلاف سمجھتی تھی لیکن اب تیری باتوں کی طرف مجھے رغبت ہوتی جاتی ہے۔ سیہ نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ تیرے قول کے موافق تیرا فعل نہ ہو اور تیری بھی وہی حالت ہو جائے جو اس کسان کی ہوئی تھی جس نے بیج بونے کے وقت بیج نہ بوئے اور کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زمانہ میری مراد پوری نہ کرے اور جلد بیج بونے سے میرا سارا مال ضائع ہو

جائے۔ مگر جب فصل کاٹنے کا وقت آیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ فصل کاٹ رہے ہیں تو اسے پشیمانی ہوئی اور اپنی سستی سے وہ سب کچھ کھو بیٹھا اور وہ کڑھ کڑھ کر مر گیا۔ قمری نے پوچھا کہ آخر میں کیا کروں جو دنیا کے پھندوں سے نجات پاؤں اور سب کچھ چھوڑ کر محض اپنے خدا کی عبادت کیا کروں۔ سیہ نے کہا کہ آخرت کا توشہ بہم پہنچا اور تھوڑی سی روزی پر قناعت کر۔ قمری نے کہا کہ یہ میں کس طرح کر سکتی ہوں؟ میں تو محض ایک چڑیا ہوں اور اس کھجور کے درخت سے جس میں میری روزی ہے اور کہیں جا نہیں سکتی۔ اور اگر جا بھی سکتی تو مجھے یہ معلوم نہیں کہ کہاں جا کر قیام کروں۔ سیہ نے کہا کہ یہ ممکن ہے کہ تو اس درخت کو جھاڑ کر اتنی کھجوریں گرا دے جو تیرے اور تیری بیوی کے لیے سال بھر چلیں اور تو اس کھجور کے نیچے ایک گھونسلا بنا کر رہ اور ہدایت کا سیدھا راستہ اختیار کر۔ پھر جتنے پھل تو نے جھاڑ کر گرائے ہیں انہیں ایک جگہ لے جا کر جمع کر تاکہ جب ان کی فصل نہ ہو اس وقت وہ تیرے کام آئیں اور جب پھل ختم ہو جائیں اور نئی فصل میں ابھی دیر ہو تو تو کھانے پینے سے دست کش ہو جا۔

اس پر قمری نے اس سے کہا کہ خدا تیری نیک نیتی کا اچھا بدلہ دے کیونکہ تو نے مجھے آخرت کی یاد دلائی اور سیدھے راستے پر ہدایت کی۔ اب قمری کے جوڑے نے بڑی محنت کر کے پھل جھاڑ دیے یہاں تک کہ درخت پر ایک کھجور بھی باقی نہ رہی۔ جب سیہ کو کھانے پینے کا سامان مل گیا تو وہ بہت خوش ہوئی اور اس نے اپنے بل کو کھجوروں سے بھر کر انہیں کھانے کے لیے اٹھا رکھا اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ جب دونوں قمریوں کو خوراک کی ضرورت ہو گی تو وہ مجھ سے مانگیں گی اور میرے ذخیرے کی خواہش مند ہوں گی اور میری پرہیز گاری اور زہد پر بھروسہ کریں گی اور جب وہ میرے پندو نصائح سنیں گی تو میرے قریب آ جائیں گی اور میں ان کو پکڑ کر کھا جاؤں گا اور پھر یہاں میرے سوا اور کوئی نہ ہو گا اور جتنے پھل اس درخت سے ٹپکیں گے وہ

میرے لیے کافی ہوں گے۔ جب دونوں قمریاں درخت سے کھجوریں جھاڑ چکیں تو وہ نیچے اتر آئیں۔ اتنے میں سیہ، تمام کھجوریں اپنے بل میں لے جا چکی تھی۔ قمری نے کہا کہ اے نیک واعظ اور ناصح سیہ، ہمیں ایک پھل کا بھی پتہ نہیں چلتا اور اب ان کے علاوہ ہماری اور کوئی روزی نہیں ہے۔ سیہ نے کہا کہ شاید ان کو ہوا اڑا کر لے گئی ہے، رزق کو چھوڑ کر رزاق کی طرف رجوع کرنا بہترین نجات ہے۔ جس ذات نے منہ پیدا کیا ہے وہ اس کو بلا رزق کے نہ چھوڑے گی۔ سیہ ان کو نصیحت کرتی جاتی اور جھوٹ سچ کہہ کر اپنی پارسائی کا اظہار کرتی جاتی تھی یہاں تک کہ قمریوں کو اس پر بھروسہ ہو گیا اور وہ اس کے پاس آ گئیں اور بل میں اندر داخل ہو گئیں اور اس کے فریب سے مطمئن ہو گئیں۔ سیہ کود کر دروازے پر پہنچی اور دانت کٹ کٹانے لگی۔ جب قمری کو اس کی دغابازی کا ثبوت مل گیا تو وہ کہنے لگی کہ تیری آج اور کل کی باتوں میں کتنا فرق ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ مظلوموں کا بھی کوئی مددگار ہے، مکر و فریب سے خبردار رہ، ورنہ کہیں تیرا بھی وہی حال نہ ہو جو ان ٹھگوں کا ہوا جنہوں نے سوداگر کے ساتھ چال بازی کی۔ سیہ نے پوچھا کہ وہ کیسے؟

○ سوداگر اور ٹھگوں کی کہانی

قمری نے کہا کہ ایک شہر تھا جس کا نام سندھ تھا۔ وہاں ایک سوداگر رہتا تھا جو بہت امیر تھا۔ اس بار اس نے سوداگری کا مال تیار کر کے گٹھے باندھے اور انہیں بیچنے کے لیے کسی دوسرے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ دو ٹھگوں نے بھی اپنا مال و متاع لادا اور اس سوداگر پر یہ ظاہر کیا کہ وہ بھی سوداگر ہیں اور اس کے ساتھ ہو لیے۔ پہلی منزل پر پہنچ کر ان دونوں نے مکر و فریب سے اس سوداگر کا مال لے لیا۔ اس کے بعد دونوں ٹھگوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو فریب دینا چاہا اور اس کے ساتھ دغا بازی کرنے کا تہیہ کر لیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اپنے ساتھی کو بھی دھوکہ دے دوں

تو میری خوب کٹے گی اور تمام مال میرے ہاتھ لگے گا۔ اس بدنیتی کا دونوں میں سے کسی نے اظہار نہ کیا اور دونوں نے کھانا لے کر اس میں زہر ملایا اور ایک دوسرے کے سامنے پیش کیا۔ دونوں نے کھایا اور دونوں مر گئے۔ کھانے کے وقت وہ دونوں' سوداگر کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ جب وہ اس کے پاس سے چلے گئے اور دیر تک نہ لوٹے تو سوداگر ان کی خبر لینے کے لیے نکلا اور دونوں کو مردہ پایا' اور اسے یقین آ گیا کہ دونوں ٹھگ تھے اور اسے دھوکہ دینا چاہتے تھے مگر ان کا مکر و فریب الٹ کر انہیں پر پڑا اور سوداگر بچ گیا اور جو مال دونوں ٹھگوں کے پاس تھا وہ بھی اس نے لے لیا۔

بادشاہ نے کہا کہ اے شہر زاد' میں جن جن باتوں سے غافل تھا ان سب پر تو نے مجھے متنبہ کر دیا۔ اس قسم کی اور کہانیاں سنا۔

○ چور اور اس کے بندر کی کہانی

اس نے کہا کہ اے بادشاہ' میں نے سنا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک بندر تھا اور وہ شخص چور تھا اور جب کبھی وہ اپنے شہر کے کسی بازار میں جاتا تو بغیر بہت مال لیے واپس نہ آتا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ اس نے دیکھا کہ ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے بیچنے کے لیے لے جا رہا ہے اور بازار میں آواز لگاتا ہے لیکن ان کپڑوں کے دام نہیں لگاتا اور وہ جس کے آگے انہیں پیش کرتا وہ انہیں خریدنے سے انکار کر دیتا۔ اتفاق سے اس پھٹے پرانے کپڑے والے پر چور کی نظر پڑی جس کے پاس بندر تھا اور چور نے دیکھا کہ وہ کپڑوں کو ایک بقچے میں باندھ کر سستانے بیٹھ گیا۔ اب بندر اس شخص کے سامنے آ کر کھیلنے لگا یہاں تک کہ وہ شخص اس کا تماشا دیکھنے میں مشغول ہو گیا اور چور نے وہ بقچہ چرا لیا اور بندر کو لے کر ایک خالی جگہ میں پہنچا اور وہاں وہ بقچہ کھولا اور دیکھا کہ اس میں پھٹے پرانے کپڑے ہیں۔ ان پھٹے پرانے کپڑوں کو اس نے

ایک قیمتی بقچے میں باندھا اور انہیں لے کر ایک دوسرے بازار میں پہنچا اور ان کو بیچنا چاہا اور شرط لگائی کہ بقچہ کھولا نہ جائے اور کم قیمت مانگ کر اس نے لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلائی۔ ایک شخص کی نظر اس پر پڑی اور اس کی نفاست اسے پسند آئی اور اس نے اسی شرط کے ساتھ خرید لیا اور خرید کر گھر گیا اور اس نے خیال کیا کہ میں نے بڑا تیر مارا ہے جب اس کی بیوی نے بقچے کو دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ قیمتی مال جو میں نے کوڑیوں کے مول خریدا ہے اور جسے بیچ کر میں بہت فائدہ اٹھاؤں گا۔ بیوی نے کہا کہ اے بھولے بھالے' اس مال کو کون کم قیمت پر بیچ سکتا ہے! اور اگر کسی نے بیچا ہے تو وہ چوری کا مال ہو گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو شخص بے دیکھے بھالے کوئی چیز خریدتا ہے تو وہ غلطی کرتا ہے اور اس کے مثال اس جلاہے کی سی ہے۔ اس نے کہا کہ اس جلاہے کی کہانی کیا ہے؟

○ جلاہے کی کہانی

اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ کسی گاؤں میں ایک جلاہا رہتا تھا جو کام بہت کرتا اور کماتا کم تھا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک امیر آدمی نے جو اس گاؤں کے قریب رہتا تھا۔ ایک دعوت دی اور لوگوں کو بلایا۔ جلاہا بھی وہاں پہنچا اور اس نے دیکھا کہ جو لوگ نفیس کپڑے پہن کر آئے ہیں' ان کے آگے بہترین کھانا پیش کیا جاتا ہے اور میزبان بھی ان کے خوبصورت لباس دیکھ کر ان کی تعظیم کرتا ہے۔ جلاہے نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اپنا موجودہ پیشہ چھوڑ کر کوئی ایسا پیشہ اختیار کروں جس میں اس سے کم محنت ہو اور قدر زیادہ اور کمائی بیشتر ہو تو میں بہت مال و دولت جمع کر لوں گا اور عمدہ عمدہ لباس خریدوں گا اور میرا مرتبہ بلند ہو جائے گا اور لوگ مجھے عزت کی نظر سے دیکھیں گے اور میں بھی انہیں لوگوں کی طرح ہو جاؤں گا۔ اتفاق سے اس

کی نظر ایک بازی گر پر پڑی جو دعوت میں حاضر تھا کہ وہ اٹھا اور ایک اونچی دیوار پر چڑھ کر نیچے کود پڑا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جلاہے نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی ضرور بازی گر کی طرح بنوں گا اور اس سے کم نہ رہوں گا اور وہ کھڑا ہو کر دیوار پر چڑھ گیا اور وہاں سے کود پڑا۔ جب وہ زمین پر گرا تو اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ فوراً مر گیا۔

یہ کہانی میں نے تجھ سے اس لیے بیان کی ہے تاکہ تو اپنی روزی اس طریقے سے کمائے جس کو تو جانتا ہو اور جس پر تجھے پورا پورا یقین ہو ورنہ تو لالچ میں پڑ کر' رہا سہا بھی کھو دے گا۔ شوہر نے جواب دیا کہ ہر عالم اپنے علم کی وجہ سے بچ نہیں جاتا اور نہ ہر جاہل اپنی جہالت کا خمیازہ بھگتتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بڑے سے بڑا سپیرا جو سانپوں کی رگ رگ سے واقف ہے' سانپ کے کاٹے سے مر جاتا ہے اور ایسا شخص سانپ پر قابو پا جاتا ہے جو اس سے بالکل ناواقف ہے اور اس کی حالت سے محض بے خبر۔ الغرض اس نے بیوی کا کہا نہ مانا اور وہ اسی طرح چوروں سے سستا مال خریدتا رہا یہاں تک کہ وہ مصیبت میں گرفتار ہو کر تباہ ہو گیا۔

○ چڑے اور مور کی کہانی

اس زمانے میں ایک چڑا تھا جو پرندوں کے ایک بادشاہ کے پاس روز آیا جایا کرتا تھا۔ اسی طرح کہ صبح کو سب سے پہلے آتا اور شام کو سب کے بعد جاتا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ چڑیوں کا ایک جھنڈ ایک اونچے پہاڑ پر اکٹھا ہوا اور وہ کہنے لگیں کہ ہماری تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے اور آپس کے جھگڑے بڑھ گئے ہیں' اس لیے ضروری ہے کہ ہمارا ایک بادشاہ ہو جو ہمارے جھگڑے چکایا کرے تاکہ ہم سب پھر متفق ہو جائیں اور آپس کا اختلاف جاتا رہے۔ اسی اثناء میں چڑا ان کے پاس سے گزرا اور اس نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ اس مور کو بادشاہ بنائیں جس کے پاس وہ آیا جایا کرتا تھا۔

سب نے یہ مان کر مور کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ مور نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور چڑے کو اپنا میر منشی اور وزیر بنا لیا۔ چڑا کبھی کبھی دربار چھوڑ کر انتظام میں مشغول ہوتا تھا۔

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ چڑا دن بھر غائب رہا اور مور کو اس سے بڑی پریشانی ہوئی اور وہ اسی حالت میں تھا کہ چڑا اس کے پاس پہنچا اور اس نے کہا کہ تو نے کیوں اتنی دیر لگائی حالانکہ تو مجھے تمام رعایا سے قریب تر اور عزیز تر ہے؟ چڑے نے کہا کہ میں نے ایک چیز دیکھی ہے جو مجھے نہایت مشکوک نظر آتی ہے اور جسے دیکھ کر میں ڈر گیا ہوں۔ مور نے پوچھا کہ تو نے کون سی ایسی چیز دیکھی ہے؟ چڑے نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا ہے جس کے پاس ایک جال تھا۔ اس نے اس جال کو میرے گھونسلے کے پاس لگایا اور اسے کھونٹیوں سے ٹھونک کر اس کے بیچ میں دانے چھڑک دیئے اور خود دور جا بیٹھا۔ اب میں بیٹھ کر دیکھنے لگا کہ وہ کیا کرتا ہے کہ اتنے میں ایک سارس اور اس کی مادہ قسمت کی ماری وہاں پہنچی اور وہ دونوں جال کے اندر پھنس گئے۔ جب وہ چلائے تو چڑی مار نے انہیں پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر میں پریشان ہو گیا اور جہاں پناہ' یہ ہے سبب میرے دیر سے آنے کا۔ ڈر کے مارے اب میں اس گھونسلے میں نہ رہوں گا۔ مور نے کہا کہ اپنی جگہ مت چھوڑ کیونکہ قسمت سے مفر نہیں۔
چڑے نے اس کا حکم مان لیا اور کہنے لگا کہ میں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کروں گا اور وہیں رہوں گا اور کہیں نہ جاؤں گا۔ مگر چڑے کو اپنی جان کے لالے پڑے رہے اور وہ مور کے لیے دانہ لایا اور مور نے پیٹ بھر کر کھایا اور اس پر پانی پیا اور چڑا رخصت ہو گیا۔
ایک روز چڑا بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظر دو چڑیوں پر پڑی۔ وہ زمین پر لڑ رہی تھیں اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بادشاہ کا وزیر ہو کر چڑیوں کو اپنے قریب لڑتا جھگڑتا دیکھوں! خدا کی قسم میں دونوں میں صلح کرا دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ صلح کرانے کی غرض سے ان کے پاس گیا ہی تھا کہ چڑی مار نے

تینوں پر جال الٹ دیا اور یہ چڑا اس میں پھنس گیا۔ چڑی مار نے اس چڑے کو پکڑ کر اپنے ساتھی کے حوالے کیا ور کہنے لگا کہ اس کو مضبوط پکڑیو کیونکہ وہ خوب موٹا تازہ ہے اور اس سے بہتر آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ چڑا اپنے دل میں کہتا تھا کہ جس چیز سے میں ڈرتا تھا' اسی میں گرفتار ہو گیا اور مور نے مجھے اطمینان دلایا تھا مگر تقدیر کے آگے تدبیر کی کچھ نہ چلی کیونکہ تدبیر کرنے والے کو بھی تقدیر سے مفر نہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ اے شہر زاد' اس طرح کی اور کہانیاں سنا۔ اس نے کہا کہ اگر بادشاہ نے مجھے زندہ چھوڑا' خدا اس کو عزت دے! تو میں کل رات سناؤں گی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو ترپنویں رات

  - ### علی بن بکّار اور شمس النہار کی کہانی

جب ایک سو ترپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- پرانے زمانے میں جب کہ بادشاہ ہارون الرشید کی خلافت تھی' ایک سوداگر تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ابوالحسن علی بن طاہر تھا۔ سوداگر بڑا امیر اور سخی تھا اور اس کا بیٹا نہایت حسین اور خلیق اور لوگ اس کی صورت اور سیرت پر گرویدہ تھے۔ وہ بے اجازت لیے خلیفہ کے محل میں جا سکتا تھا اور خلیفہ کی تمام کنیزیں اور لونڈیاں اس سے محبت کرتی تھیں اور وہ بادشاہ کا ہم پیالہ و ہم نوالہ تھا اور اسے اشعار اور عجیب و غریب کہانیاں سنایا کرتا تھا مگر وہ بازار میں خرید و فروخت بھی کرتا تھا اور اس کی دوکان پر ایک جوان ایرانی شہزادہ آ کر بیٹھا کرتا تھا جس کا نام علی بن بکار تھا۔ اس جوان کا قد و قامت دل کش تھا اور ناک نقشہ خوبصورت اور جسم معتدل اور دونوں رخسار گلاب کے پھول سے اور دونوں بھوئیں ملی ہوئی تھیں۔ وہ شیریں کلام تھا اور ہنس مکھ اور ہنسی مذاق کا شائق۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ وہ دونوں بیٹھے بات چیت اور ہنسی مذاق کر رہے تھے کہ دس لڑکیاں آئیں جو چاند کی طرح خوبصورت تھیں اور جن کا حسن و جمال اور قد و قامت اور اعتدال لاجواب تھا۔ ان کے درمیان ایک اور لڑکی تھی جو خچر پر سوار تھی جس کی زین زردوز تھی اور رکابیں سونے کی۔ لڑکی ایک قمیص پہنے ہوئے تھی اور کمر سے ریشم کی پٹی بندھی تھی جس پر سونے کا کام تھا۔ جب سب کی سب ابوالحسن کی دوکان پر پہنچیں تو وہ لڑکی خچر پر سے اتر پڑی اور دوکان میں بیٹھ کر اسے سلام کیا اور اس نے

سلام کا جواب دیا۔ جب علی بن بکار کی نظر اس پر پڑی تو اس کی عقل دنگ ہو گئی اور وہ چاہتا ہی تھا کہ اٹھ کر چل دے کہ اتنے میں لڑکی نے اس سے کہا کہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہ۔ ہم تو تیرے پاس آئے ہیں اور تو چاہتا ہے کہ چل دے' یہ کہاں کا انصاف ہے! اس نے جواب دیا کہ اے میری آقا جس چیز کو میں نے دیکھا ہے میں اس سے بھاگنا چاہتا ہوں۔

لڑکی یہ سن کر ہنسنے لگی اور ابوالحسن سے پوچھا کہ اس جوان کا نام کیا ہے اور وہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ پردیسی ہے۔ لڑکی نے پوچھا کہ کس ملک کا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ ایرانی شہزادہ ہے اور اس کا نام علی بن بکار ہے اور پردیسیوں کا احترام ضروری ہے۔ لڑکی نے کہا کہ جب میں اپنی کنیز کو تیرے پاس بھیجوں تو تو اس جوان کو لے کر میرے پاس آئیو۔ ابو الحسن نے کہا کہ بسر و چشم۔ اس کے بعد لڑکی اٹھ کر چل دی۔ ادھر وہ روانہ ہوئی اور ادھر علی بن بکار کا یہ حال ہوا کہ اس کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ ایک پہر کے بعد اس کی کنیز ابوالحسن کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی کہ میری مالکہ تجھے اور تیرے دوست کو بلاتی ہے۔ ابوالحسن اٹھا اور علی بن بکار کو ساتھ لے کر ہارون الرشید کے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ کنیز نے انہیں لے جا کر ایک کمرے میں بٹھایا اور وہ دونوں تھوڑی دیر تک بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ کھانے کی کشتیاں ان کے سامنے رکھی گئیں اور انہوں نے کھایا پیا اور ہاتھ منہ دھوئے۔ اس کے بعد کنیز ان کے لیے شراب لائی اور انہوں نے خوب پی۔

اب کنیز نے ان سے کہا کہ اٹھو اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ انہیں ایک دوسرے کمرے میں لے گئی جو چار ستونوں پر بنا ہوا تھا اور جس میں طرح طرح کے فرش بچھے ہوئے تھے اور جو نوع بہ نوع آراستہ و پیراستہ تھا گویا کہ وہ جنت کا ایک محل تھا۔

یہ عجائبات دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ وہ ان عجیب و غریب چیزوں کا تماشا دیکھ ہی رہے تھے کہ دس کنیزیں داخل ہوئیں جو چاند کی طرح تھیں اور ناز سے مٹک مٹک کر چلتی تھیں اور جنہیں دیکھ کر آنکھیں چکا چوند ہوتی تھیں اور دل حیران ہو جاتے تھے۔

اب وہ صف باندھ کر کھڑی ہو گئیں اور جنت کی حوریں معلوم ہوتی تھیں اور دل حیران ہو جاتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد دس کنیزیں اور آئیں اور انھوں نے ان دونوں کو سلام کیا۔ ان کے ہاتھ میں سارنگیاں اور دوسرے باجے تھے اور وہ بیٹھ کر تار ملانے لگیں۔ اس کے بعد وہ اٹھیں اور ان کے سامنے گانے بجانے اور اشعار پڑھنے لگیں۔
ان میں سے ہر ایک' انسان کے لیے فتنہ تھی۔ وہ گا بجا رہی تھیں کہ اور دس کنیزیں پہنچیں جو سب ہم عمر تھیں اور جن کے سینے ابھرے ہوئے تھے اور آنکھیں کالی کالی تھیں اور رخسار گلاب کے پھول کے سے اور بھویں پیوستہ اور نظر خمار آلود' غرض کہ انسانوں کے لیے بربادی اور دیکھنے والوں کے لیے مسرت۔ ان کی پوشاک رنگ برنگ ریشم کی تھی اور ان کے زیور دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ یہ کنیزیں آ کر دروازے کے پاس ٹھہر گئیں اور ان کے بعد دس کنیزیں اور آئیں جو ان سے زیادہ خوبصورت تھیں اور جن کے لباس کی تعریف سے زبان قاصر ہے۔ وہ بھی دروازے کے پاس کھڑی ہو گئیں۔ اب یہ بیسوں کنیزیں دروازے کے اندر آئیں اور ان کے درمیان میں وہی لڑکی تھی جس کا نام شمس النہار تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تاروں کے بیچ میں چاند چمک رہا ہے اور وہ غرور و ناز سے مٹک مٹک کر چلتی تھی اور اس کے لمبے لمبے بال لٹک رہے تھے اور اس کا لباس نیلگوں تھا اور قبا ریشمی' جس میں سونے اور جواہرات کا کام تھا اس کی کمر سے ایک پٹی بندھی ہوئی تھی جس میں طرح طرح کے ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اس طرح سے وہ مٹکتی اور جھومتی آئی اور تخت پر بیٹھ گئی۔
جب علی بن بکار کی نظر اس پر پڑی تو اس نے ابو الحسن سے کہا کہ اگر تیرے دل میں میری طرف سے کچھ بھی بھلائی ہوتی تو مجھے یہاں آنے سے پہلے ان باتوں کی خبر کر دیتا تاکہ میں اپنے دل کو مضبوط کر لیتا اور جو کچھ اس پر گزری ہے اس کے لیے تیار ہو جاتا۔ یہ کہہ کر وہ رونے اور آہیں بھرنے لگا۔ ابو الحسن نے اس سے کہا کہ بھائی' میں تو تیری بھلائی ہی چاہتا تھا اور اسی لیے میں ڈرتا تھا کہ اگر تجھے پہلے سے

بتا دوں گا تو تجھے اتنا عشق ہو جائے گا کہ پھر تو اسے دیکھ نہ سکے گا۔ مگر خوشی منا اور دل شاد ہو کیونکہ اس کی رغبت تیری طرف ہے اور وہ تجھ سے ملنے کی خواہاں ہے۔ علی بن بکار نے کہا کہ اس لڑکی کا نام کیا ہے؟ ابوالحسن نے جواب دیا کہ اس کا نام شمس االنہار ہے اور وہ امیر المومنین ہارون الرشید کی سر چڑھی ہے اور یہ مکان خلیفہ کا محل ہے۔ اب شمس النہار بیٹھ گئی اور علی بن بکار کے حسن کا نظارہ کرنے لگی اور وہ اس کے حسن کا نظارہ کرنے لگا اور دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہو گئے۔ اس نے کنیزوں کو حکم دیا کہ وہ سب اپنے اپنے تختوں پر بیٹھ جائیں اور وہ ایک کھڑکی کے آگے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد اس نے ان سے گانے کی فرمائش کی اور انہوں نے سارنگیاں لے کر گانا بجانا شروع کیا۔ جب وہ گا بجا چکیں تو علی بن بکار کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ جب شمس النہار نے اسے روتے اور آہیں بھرتے دیکھا تو وہ عشق کی آگ میں جلنے لگی اور وہ مارے محبت کے بدحواس ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ تخت پر سے اتری اور گنبد کے دروازے پر آئی۔ علی بن بکار بھی اٹھ کر اس کے پاس گیا اور اسے گلے سے لگا لیا اور دونوں گنبد کے دروازے پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ کنیزوں نے آ کر انہیں اٹھایا اور گنبد کے اندر لے گئیں اور ان پر گلاب کا عرق چھڑکا۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے ابوالحسن کو وہاں نہ پایا کیونکہ وہ ایک تخت کے پیچھے جا چھپا تھا۔ لڑکی نے کہا کہ ابوالحسن کہاں ہے؟ اور وہ تخت کے پیچھے سے نکل کر سامنے آیا۔ لڑکی نے اسے سلام کیا اور کہا کہ اے مجسم نیکی' میں خدا سے یہ دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے اس قابل کرے کہ میں تیرا بدلہ دے سکوں۔ اس کے بعد وہ علی بن بکار کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ اے میرے آقا' جتنی محبت تجھے مجھ سے ہے اس سے دگنی مجھے تجھ سے ہے۔ لیکن اس پر سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ علی بن بکار نے کہا کہ اے میری آقا' محض تیری ملاقات میرے لیے کافی نہیں ہے اور صرف تجھے دیکھنے سے میرے دل کی آگ نہیں بجھتی اور جو تیری محبت میرے دل

میں سما گئی ہے وہ بغیر میری جان لیے نہ جائے گی۔

یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور آنسو اس کے رخسار پر اس طرح بہنے لگے جیسے کہ بکھرے ہوئے موتی۔ اسے روتا دیکھ کر شمس النہار بھی رونے لگی اور ابوالحسن نے کہا کہ واللہ مجھے تمہاری حالت پر تعجب ہوتا ہے اور میں تمہیں دیکھ کر حیران ہوں' تمہاری حالت عجیب و غریب ہے' وصل میں تو تم رو رہے ہو۔ فراق کے وقت تمہارا کیا حال ہو گا! یہ افسوس کرنے اور رونے کا وقت نہیں بلکہ یہ وصال اور خوشی کا موقع ہے۔ لہٰذا خوش و خرم ہو اور رو مت۔ اب شمس النہار نے ایک کنیز کو اشارہ کیا اور وہ جا کر لونڈیوں کے ہاتھ کشتیاں لے آئی جس میں چاندی کے برتنوں اور سونے کے برتنوں میں طرح طرح کے نفیس کھانے تھے۔ انہوں نے دونوں کے آگے دسترخوان بچھایا اور شمس النہار خود کھاتی اور علی بن بکار کو کھلاتی جاتی تھی یہاں تک کہ دونوں سیر ہو گئے اور دسترخوان بڑھایا گیا اور انہوں نے ہاتھ دھوئے۔ اس کے بعد وہ کنیز ان کے لیے انگیٹھیاں لائی جن میں طرح طرح کی خوشبوئیں مثلاً عود اور عنبر اور مخلوط خوشبوئیں جل رہی تھیں' پھر وہ گلاب پاش لائی اور انہوں نے اپنے آپ کو معطر کیا' پھر وہ سونے کے طبق لائی جن پر نقش و نگار تھے اور جن میں طرح طرح کی شرابیں تھیں اور میوے اور نقل اور تمام ایسی چیزیں جو دل کش اور نظر فریب ہوں۔ اس کے بعد وہ ایک عقیق کا خم لائی جس میں شراب بھری ہوئی تھی۔

شمس النہار نے دس کنیزیں چھانٹ لیں اور وہ خدمت میں حاضر رہیں اور دس اور جو گانے بجانے والی تھیں اور باقیوں کو واپس کر دیا اور گانے بجانے والیوں سے کہا کہ سارنگی بجائیں اور انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ جب وہ گا بجا چکیں تو شمس النہار اٹھی اور ایک جام بھر کر پی گئی اور دوسرا جام بھر کر اس نے علی بن بکار کو دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## ایک سو چونویں رات

جب ایک سو چونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- شمس النہار نے جام بھر کر علی بن بکار کو دیا اور کنیز سے کہا کہ گائے۔ جب وہ گا چکی تو علی بن بکار نے پی کر جام شمس النہار کو واپس دے دیا۔ اس نے بھر کر اسے ابوالحسن کو دیا اور وہ بھی چڑھا گیا۔ اس کے بعد اس نے سارنگی اپنے ہاتھ میں لی اور کہا کہ میرے جام پر سوائے میرے اور کوئی نہیں گائے گا۔ اس کے بعد اس نے تار ملائے اور گانے لگی۔ جب علی بن بکار اور ابوالحسن اور دیگر حاضرین نے شمس النہار کو گاتے سنا تو قریب تھا کہ وہ مارے خوشی کے ہوا میں اڑنے لگیں اور وہ آپس میں ہنسی مذاق کرنے لگے۔

وہ اسی شغل میں تھے کہ ایک کنیز ڈر سے تھرتھراتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ آقا' دروازے پر امیرالمومنین کے خدام کھڑے ہیں' عفیف اور مسرور اور مرجان اور دوسرے جن کا نام میں نہیں جانتی۔ کنیز کی یہ بات سن کر ان کے ہوش اڑ گئے لیکن شمس النہار نے ہنس کر کہا کہ ڈر مت اور کنیز سے کہا کہ جب تک میں یہاں سے چلی نہ جاؤں۔ اس وقت تک انہیں باتوں میں لگائے رکھ۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ گنبد کا دروازہ بند کر دیا جائے اور اس نے خود پردے گرا دیئے اور دونوں کو اندر بند کر دیا اور چور دروازہ کھول کر باغ میں چلی گئی اور وہاں اپنے تخت پر بیٹھ کر ایک کنیز سے کہا کہ میرے پاؤں داب اور باقیوں کو رخصت کر دیا اور اس نے کنیز سے کہا کہ جو لوگ دروازے پر ہیں' انہیں بلا لا۔ اب مسرور اور اس کے ساتھی اندر آئے۔ ان کی تعداد بیس تھی اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ انہوں نے شمس النہار کو سلام کیا اور اس نے پوچھا کہ تم لوگ کیسے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیرالمومنین

نے تجھے سلام بھیجا ہے اور وہ تیرے دیدار کا مشتاق ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ آج کا دن اس کا بڑی خوشی اور مسرت میں گزرا اور وہ چاہتا ہے کہ اس خوشی کا تمہ اس وقت تیری موجودگی میں ہو۔ اس لیے یا تو، تو اس کے پاس چل اور یا وہ تیرے پاس آئے۔ یہ سن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ امیرالمومنین کا حکم میرے سر آنکھوں پر۔

اب اس نے گھر کی منتظم کنیزوں اور دوسری لونڈیوں کو بلوایا اور جب وہ حاضر ہوئیں تو اس نے ان پر یہ ظاہر کیا کہ وہ خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں مشغول ہے اور اگرچہ مکان، فرش و فروش سے مکمل تھا تاہم اس نے خادموں سے کہا کہ امیر المومنین کے پاس جا کر کہو کہ تھوڑی دیر میں مکان کو فرش اور دوسری چیزوں سے آراستہ کر لوں گی اور تیرا انتظار کروں گی۔ ادھر خادم امیرالمومنین کی طرف دوڑے اور ادھر وہ کپڑے بدل کر اپنے محبوب علی بن بکار کے پاس گئی اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور اس سے رخصت ہوئی اور وہ زار زار رونے لگا اور کہا کہ اے میری آقا، یہ رخصتی میری جان نکال کر اور مجھے تباہ کر کے چھوڑے گی۔ لیکن میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جس محبت میں اس نے مجھے مبتلا کیا ہے اس میں صبر عطا کرے۔ شمس النہار نے جواب دیا کہ واللہ میرے سوا اور کوئی ہلاک نہ ہو گا۔ تو، تو ابھی نکل کر باہر جائے گا اور لوگوں سے مل کر تجھے تسلی ہو جائے گی اور تو بچ جائے گا اور تیرا عشق پوشیدہ رہے گا۔ مگر میں تکلیف اور مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گی اور مجھے کوئی تسلی دینے والا نہیں ملے گا۔ خصوصاً جب میں خلیفہ کو وقت دے چکی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ مجھے اس میں بڑی مصیبت کا سامنا ہو گا کیونکہ مجھے تجھ سے محبت اور عشق ہے اور میں تیری جدائی سے غم زدہ ہوں۔ اب میں کس زبان سے گاؤں گی اور کیا دل لے کر خلیفہ کے پاس جاؤں گی اور کن باتوں سے اس کی ہم صحبت ہوں گی اور کس نظر سے اس جگہ کو دیکھوں گی جہاں تجھے نہ پاؤں گی اور کیونکر ایسی مجلس میں بیٹھوں گی جہاں تو

نہ ہو گا اور کس طرح بے تیرے شراب پیوں گی اور پلاؤں گی۔ ابوالحسن نے کہا کہ پریشان مت ہو بلکہ دل مضبوط رکھ اور آج رات خلیفہ کی منا' خدمت میں کوتاہی نہ کیجیو اور اس کی طرف کم التفاتی نہ کیجیو بلکہ بہادری سے کام لیجیو۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ ایک کنیز نے آ کر کہا کہ اے میری آقا' امیرالمومنین کے غلام آ پہنچے ہیں۔ یہ سن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کنیز سے کہنے لگی کہ ابوالحسن اور اس کے ہمراہی کو اس بالاخانے پر لے جا جو باغ کی طرف ہے اور جب اندھیرا ہو جائے تو ان کو کسی ترکیب سے باہر نکال دیجیو۔ کنیز ان کو لے کر بالا خانے پر چلی گئی اور اس کا دروازہ بند کر کے چلتی ہوئی۔ وہاں بیٹھ کر وہ دونوں باغ کا نظارہ کرنے لگے اور دیکھا کہ خلیفہ آ رہا ہے اور اس کے آگے آگے کم و بیش سو غلام چلے آتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں اور اس کے اردگرد بیس کنیزیں ہیں جو چاند کی طرح ہیں اور بہترین سے بہترین پوشاکیں پہنے ہوئے ہیں اور ہر ایک کے سر پر تاج ہے جس میں یاقوت اور جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ میں ایک ایک شمع جلتی ہوئی ہے۔ خلیفہ ان کے بیچ میں ہے اور کنیزیں ان کے چاروں طرف ہیں اور اس کے آگے مسرور اور عفیف اور وصیف ہیں اور وہ ان کے درمیان میں جھومتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر شمس النہار اور اس کی تمام کنیزیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور دروازے تک جا کر اس کا استقبال کیا اور اس کے سامنے زمین چومی اور اس کے آگے آگے چلتی رہیں یہاں تک کہ وہ آ کر تخت پر بیٹھ گیا اور جو جو کنیزیں اور غلام باغ میں تھے سب اس کے آگے آ کر کھڑے ہو گئے اور گوری اور کالی کنیزیں جلتی ہوئی شمعیں اور عطریات اور خوشبوئیں اور باجے لیے ہوئے پہنچیں۔ بادشاہ نے گانے والی کنیزوں کو حکم دیا کہ بیٹھ جائیں اور وہ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئیں اور شمس النہار آ کر خلیفہ کے تخت کے پہلو میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور اس سے باتیں کرنے لگی۔

ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر ابوالحسن اور علی بن بکار سب کچھ دیکھ اور سن رہے تھے لیکن

خلیفہ انہیں نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس کے بعد خلیفہ' شمس النہار کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے لگا اور سب لوگ خوش و خرم تھے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ گنبد کے دروازے کھول دیئے جائیں اور لوگوں نے دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں اور شمعیں جلا دیں یہاں تک کہ وہ مکان اندھیرے میں دن کی طرح روشن ہو گیا اور خادم مۓ نوشی کا سامان لائے۔

ابوالحسن کا بیان ہے کہ مۓ نوشی کا سامان اور قیمتی چیزیں اور سونے چاندی اور دیگر دھاتوں اور جواہرات کے برتن جو میں نے اس وقت دیکھے کبھی پہلے میری نظر سے نہ گزرے تھے اور جن کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں کیونکہ ان چیزوں کو دیکھ کر میری آنکھیں چکا چوند ہو گئی تھیں لیکن علی بن بکار کا یہ حال تھا کہ جب سے شمس النہار اس کو چھوڑ کر گئی تھی تو وہ محبت کا مارا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ جب اسے ذرا ہوش آیا تو وہ بھی ان لاجواب چیزوں کی طرف دیکھنے لگا اور اس نے ابوالحسن سے کہا کہ بھائی میں ڈرتا ہوں کہ کہیں خلیفہ کی نظر ہم پر نہ پڑ جائے اور اسے ہمارا حال نہ معلوم ہو جائے۔ زیادہ تر میں تیری وجہ سے ڈرتا ہوں کیونکہ اپنے متعلق تو میں جانتا ہوں کہ مجھے ضرور مرنا ہے اور میری موت کی وجہ محض تیری محبت اور عشق اور شوق اور آرزوؤں کی زیادتی اور محبوب سے مل کر جدا ہونا ہے۔ میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اس بھنور سے چھڑائے۔ علی بن بکار اور ابوالحسن بالا خانے سے خلیفہ کو دیکھ رہے اور اس کی مسرت کا ملاحظہ کر رہے تھے یہاں تک کہ سب لوگ اس کے سامنے آ گئے اور اس نے ایک کنیز کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے غرام' اپنے فرحت انگیز نغمے سنا۔ اس نے سارنگی لے کر گانا بجانا شروع کر دیا۔ یہ سن کر شمس النہار اپنی کرسی پر جھک کر گر پڑی اور بے ہوش ہو گئی۔ کنیزوں نے دوڑ کر اسے اٹھایا۔ جب علی بن بکار نے بالا خانے سے اسے اس حالت میں دیکھا تو وہ بھی غش کھا کر گر پڑا۔ ابو الحسن نے کہا کہ خدا نے تم دونوں کے درمیان محبت کو برابر برابر تقسیم کیا ہے۔

وہ دونوں یہی باتیں کر رہے تھے کہ وہ کنیز ان کے پاس پہنچی جو انہیں بالا خانے پر لے گئی تھی اور کہنے لگی کہ اے ابوالحسن' چلو تم اور تمہارا دوست یہاں سے اتریں کیونکہ

ہم بہت گھبراہٹ میں ہیں کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے اور خلیفہ تمہیں دیکھ نہ لے۔ اگر ہم فوراً یہاں سے روانہ نہ ہو گئے تو سب کی موت آ جائے گی۔ ابوالحسن نے کہا کہ یہ لڑکا کس طرح چلے گا؟ اس سے تو اٹھا بھی نہیں جاتا۔ کنیز نے اس کے منہ پر گلاب کا عرق چھڑکا اور اسے ہوش آیا اور ابوالحسن نے اسے کندھے پر لادا اور کنیز نے ایک طرف سے سہارا دیا اور وہ بالا خانے سے نیچے آئے۔ ابھی وہ ذرا ہی چلے ہوں گے کہ کنیز نے ایک چھوٹا سا لوہے کا دروازہ کھولا اور ابوالحسن اور علی بن بکار کو باہر لے گئی۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ دجلے کے کنارے ایک چوکی پڑی ہوئی ہے اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔ اب کنیز نے تالی بجائی اور ایک شخص ایک چھوٹی سی کشتی لے کر وہاں پہنچ گیا۔ کنیز نے کہا کہ ان دونوں جوانوں کے اس کنارے اتار آ۔ جب دونوں اس کشتی میں بیٹھ گئے اور ملاح اسے کھینے لگا اور وہ اس باغ سے دور ہونے لگے تو علی بن بکار نے حسرت بھری نگاہوں سے خلیفہ کے محل اور گنبد اور باغ کی طرف دیکھا اور انہیں خدا حافظ کہا۔ کنیز نے ملاح سے کہا کہ انہیں جلد اس کنارے پہنچا دے اور ملاح تیز تیز کھینے لگا اور کنیز بھی ان کے ساتھ تھی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## ایک سو پچپنویں رات

جب ایک سو پچپنویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ملاح نے خوب تیزی سے پتوار چلائے اور دورے کنارے کی طرف روانہ ہو گیا اور کنیز ان کے ساتھ تھی یہاں تک کہ وہ اس کنارے سے اس کنارے پہنچ گئے۔ وہاں وہ دونوں اتر پڑے اور کنیز ان سے رخصت ہو کر کہنے لگی کہ میں تو تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتی ہوں لیکن میں یہاں سے آگے جانے کی قدرت نہیں رکھتی۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلی آئی۔

اب علی بن بکار کی یہ حالت تھی کہ وہ ابوالحسن کے آگے زمین پر پڑا ہوا تھا اور اٹھ نہ سکتا تھا۔ ابوالحسن نے اس سے کہا کہ یہ جگہ مخدوش ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ڈاکوؤں اور ٹھگوں اور چوروں کی وجہ سے ہم یہاں ہلاک نہ ہو جائیں۔ اب علی بن بکار اٹھا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اگرچہ وہ چلنے کے قابل نہ تھا۔ اس طرف ابوالحسن کے چند دوست رہتے تھے اور وہ ان میں سے ایک کے گھر کی طرف چلا جس پر اسے اعتماد تھا اور جس کے ساتھ اس کی گہری چھنتی تھی اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ شخص جلدی سے باہر نکلا اور انہیں دیکھ کر مرحبا کہا اور انہیں گھر کے اندر لے جا کر بٹھایا اور ان کے ساتھ بات چیت کی اور ان سے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں تھے؟ ابوالحسن نے کہا کہ اس وقت ہمارے گھر سے نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک شخص رہتا ہے جس کے ساتھ میرا لین دین ہے اور میرے دام اس کی طرف نکلتے ہیں۔ مجھے خبر ملی تھی کہ وہ میرے دام لے کر کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہتا ہے۔ اس لیے میں آج رات اس کی تلاش میں نکلا تھا۔ راستے میں یہ میرا دوست علی بن بکار مل گیا اور میں اسے لے کر یہاں آیا کہ شاید قرض مل جائے لیکن وہ چھپ گیا اور ہمیں نہیں ملا اور ہم خالی ہاتھ لوٹے۔ اس وقت رات میں واپس جانا کٹھن معلوم ہوا اور یہ بھی

ہمیں معلوم نہ تھا کہ کہاں جائیں۔ اس لیے ہم تیرے پاس آ گئے ہیں کیونکہ مجھے تیری دوستی اور خوش خلقی کا یقین ہے۔ اس شخص نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کی بڑی

آؤ بھگت کی اور وہ دونوں رات بھر وہیں رہے۔

جب صبح ہوئی تو وہ وہاں سے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے شہر میں پہنچے اور اس میں سے گزرتے ہوئے ابوالحسن کے مکان پر آئے اور اس نے اپنے دوست علی بن بکار کو قسم دی کہ وہ اس کے گھر میں آئے۔ اندر آ کر دونوں فرش پر بیٹھ گئے۔ جب وہ ذرا ستا چکے تو ابوالحسن نے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ گھر میں قیمتی فرش بچھائیں اور انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد ابوالحسن نے اپنے دل میں کہا کہ میرا یہ فرض ہے کہ اس جوان کی تسلی کا سامان مہیا کروں اور اس کا غم غلط کروں کیونکہ اس کی حالت مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ کہہ کر اس نے علی بن بکار کے لیے پانی منگوایا اور جب پانی آیا تو اس نے اٹھ کر وضو کیا اور پچھلے دن رات جو نمازیں قضا ہوئی تھیں' ان کو ادا کیا اور بیٹھ کر ابوالحسن کے ساتھ باتیں کرنے لگا اور دل بہلانے لگا۔ یہ دیکھ کر ابوالحسن اس کے قریب آیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا تیری حالت کا اقتضا یہ ہے کہ تو آج رات میرے یہاں ٹھہرے تاکہ تیرا دل بہلے اور محبت کی تکلیف جاتی رہے اور ہم ہنسی مذاق کی باتیں کریں تاکہ تیرے دل کی آگ بجھے۔

علی بن بکار نے کہا کہ بھائی' جو تیرا جی چاہے کر کیونکہ میں تو بہرحال اپنی مصیبت کی بھینٹ چڑھنے والا ہوں خواہ تو کچھ ہی کرے۔ ابوالحسن اٹھا اور اس نے اپنے غلاموں کو آواز دی اور ان کے ذریعے اپنی خاص خاص دوستوں کو بلوایا اور گویوں کو طلب کیا اور باجے منگوائے۔ جب سب آ چکے تو اس نے ان کے لیے کھانے اور شرابیں مہیا کیں اور انہوں نے شام تک کھایا اور خوشیاں منائیں۔ اس کے بعد شمعیں جلیں اور ان کے درمیان شراب کا دور چلنے لگا اور وقت خوب گزرا اور ایک کنیز نے سارنگی لے کر گانا بجانا شروع کیا۔ جب علی بن بکار نے مغنیہ کا گانا سنا تو وہ بے ہوش ہو کر

زمین پر گر پڑا اور دن نکلنے تک غشی کی حالت میں پڑا رہا۔ ابوالحسن اس کے ہوش میں آنے سے بالکل ناامید ہو گیا تھا لیکن دن چڑھے اسے ہوش آیا اور اس نے گھر جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور ابوالحسن نے اس خیال سے کہ معلوم نہیں کہ اس پر کیا گزرے' اسے جانے سے منع نہیں کیا۔ ابوالحسن کے غلاموں نے ایک خچر لا کر اسے سوار کیا اور ابوالحسن اور اس کا ایک غلام اسے لے جا کر گھر پہنچا آئے۔ جب وہ اپنے گھر صحیح و سلامت پہنچ گیا تو ابوالحسن نے خدا کا شکر ادا کیا اور اس نے اسے اس مصیبت سے نجات دلا دی اور وہ بیٹھ کر اس سے تسلی آمیز باتیں کرنے لگا لیکن عشق و محبت کی وجہ سے اس کا حال بے حال تھا۔ اب ابوالحسن اٹھا اور اس سے رخصت ہو کر گھر چلا آیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو چھپنویں رات

جب ایک سو چھپنویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب ابوالحسن رخصت ہوا تو اس نے علی بن بکار سے کہا کہ بھائی' مجھے خبر پہنچاتے رہیو۔

اس نے کہا کہ سر آنکھوں پر۔ وہاں سے اٹھ کر ابوالحسن اپنی دوکان پر پہنچا اور شمس النہار کی خبر کا انتظار کرنے لگا لیکن کوئی خبر نہ آئی اور وہ اپنے گھر جا کر سو گیا۔

جب سویرا ہوا تو وہ اٹھ کر علی بن بکار کے گھر گیا اور دیکھا کہ وہ فرش پر پڑا ہوا ہے اور اس کے دوست اردگرد جمع ہیں اور کئی حکیم اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں' کوئی نبض دیکھ رہا ہے اور کوئی نسخہ لکھ رہا ہے۔ جب ابوالحسن وہاں پہنچا اور اس کی نظر علی بن بکار پر پڑی تو وہ مسکرایا۔ ابوالحسن نے اسے سلام کیا اور اس کا مزاج پوچھا اور بیٹھا رہا یہاں تک کہ سب لوگ چلے گئے اور ابوالحسن نے کہا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ علی بن بکار نے کہا کہ خبر مشہور ہو گئی ہے کہ میں بیمار ہوں کیونکہ میرے دوست ایک دوسرے سے کہتے پھرتے ہیں اور مجھ میں اتنی قوت نہیں کہ میں اٹھ کر چل بھی سکوں۔ اس لیے میں ان لوگوں کو جھٹلا بھی نہیں سکتا جو مجھے بیمار کہتے پھرتے ہیں۔ جیسا کہ تو مجھے اس جگہ پڑا پاتا ہے اسی طرح میں پڑا رہتا ہوں اور میرے دوست میری عیادت کو آتے رہتے ہیں لیکن بھائی' یہ تو بتا کہ تو لڑکی سے بھی ملا ہے یا اس نے تیرے پاس کوئی پیغام بھیجا ہے؟ ابوالحسن نے کہا کہ جب میں دجلے کے کنارے اس کنیز سے جدا ہوا ہوں' میں نے اس کی شکل تک نہیں دیکھی لیکن بھائی فضیحت سے ڈر اور یہ گریہ و زاری بند کر دے۔ علی بن بکار نے کہا کہ بھائی' میرا دل ہی قابو میں نہیں ہے' اے ابوالحسن' میں جس مصیبت سے اب تک بچا ہوا تھا' اس میں اب مبتلا ہو گیا ہوں اور موت سے بڑھ کر کوئی راحت مجھے نظر نہیں آتی۔ ابوالحسن

نے کہا کہ صبر کر تا کہ خدا تجھے آرام دے۔

یہ کہہ کر ابوالحسن وہاں سے رخصت ہوا اور جا کر دوکان کھولی ابھی تھوڑی ہی دیر وہ وہاں بیٹھا ہو گا کہ وہی کنیز اس کے پاس پہنچی اور اس نے سلام کیا۔ ابوالحسن نے سلام کا جواب دیا اور دیکھا کہ وہ غمگین نظر آتی ہے اور اس کا دل دھڑک رہا ہے اور اس کے چہرے سے تکلیف ظاہر ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ اہلاً و سہلاً مرحبا' شمس النہار کا کیا حال ہے؟ کنیز نے کہا کہ میں ابھی اس کا حال سناتی ہوں مگر پہلے یہ بتا کہ علی بن بکار کا کیا حال ہے؟ ابوالحسن نے اس سے سارا ماجرا بیان کر دیا اور کہا کہ وہ اب کس حال پر پہنچ گیا ہے۔ یہ سن کر اسے تعجب ہوا اور وہ افسوس کرنے اور آہیں بھرنے لگی اور اس کا دل دکھ گیا اور اس نے کہا کہ میری مالکہ کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔ جب میں تمہیں رخصت کر کے لوٹی تو میرا دل دھڑک رہا تھا اور مجھے یقین نہ آتا تھا کہ تم دونوں بچ جاؤ گے۔ بہرحال جب میں لوٹی تو میں نے دیکھا کہ میری مالکہ گنبد کے اندر پڑی ہوئی ہے' نہ کسی سے بات کرتی ہے اور نہ کسی کی بات کا جواب دیتی ہے اور امیرالمومنین اس کے سرہانے بیٹھا ہوا ہے' نہ تو کسی سے اسے لڑکی کی حالت معلوم ہوتی ہے اور نہ اس کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اسے کیا ہو گیا۔ آدھی رات تک وہ یونہی بے ہوش پڑی رہی اور جب اسے ہوش آیا تو امیرالمومنین نے کہا کہ شمس النہار' تجھے کیا ہو گیا ہے اور آج رات تیری حالت کیوں دگرگوں ہے؟ شمس النہار خلیفہ کی یہ باتیں سن کر اس کے پاؤں چومنے لگی اور کہا کہ اے امیرالمومنین' خدا مجھے تیرے اوپر سے نثار کرے! میرا کھانا ہضم نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی اور میں بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا گزری۔ خلیفہ نے پوچھا کہ تو نے آج کیا ناشتہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسی چیز کھائی تھی جو کبھی پہلے نہیں کھائی۔ اس کے بعد اس نے یہ ظاہر کیا کہ گویا اس میں قوت آ گئی اور اس نے شراب

مانگی اور اسے پیا اور بادشاہ سے کہا کہ تو اپنی تفریح میں مشغول رہ۔ مجلس تو ساری گنبد کے اندر جمع ہی تھی' بادشاہ بھی وہاں جا کر اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ جب میں اس کے پاس آئی تو اس نے تم دونوں کا حال پوچھا اور میں نے کہہ دیا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے اور جو اشعار علی بن بکار نے چلتے وقت پڑھے تھے وہ اسے سنا دیئے۔ اس پر وہ چپکے سے رونے لگی اور پھر خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد امیرالمومنین نے بیٹھ کر ایک کنیز کو حکم دیا کہ گائے اور وہ گانے لگی۔ اس کا گانا سن کر میری مالکہ غش کھا کر دیوان پر گر پڑی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو ستاونویں رات

جب ایک سو ستاونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ کنیز نے ابوالحسن سے کہا کہ میری مالکہ ان اشعار کو سن کر دیوان پر گر پڑی اور بے ہوش

ہو گئی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے منہ پر گلاب کا عرق چھڑکا اور اسے ہوش آیا اور میں نے اس سے کہا کہ میری مالکہ' اپنی جان اور تمام محل والوں کو مصیبت میں مت ڈال۔ میں تجھے تیرے پیارے کی قسم دیتی ہوں کہ صبر کر۔ اس نے جواب دیا کہ کیا موت سے بھی زیادہ کوئی سزا میرے لیے ہو سکتی ہے لیکن میں تو موت کی خواہاں ہوں' واللہ اسی میں میرے لیے راحت ہے۔

ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ کنیز نے پھر گانا شروع کیا اور شمس النہار پھر غش کھا کر گر پڑی۔ جب خلیفہ کی نظر اس پر پڑی تو وہ دوڑ کر وہاں آیا اور اس نے حکم دیا کہ شراب اٹھا لی جائے اور سب کنیزیں اپنے اپنے کمروں میں چلی جائیں' اور خلیفہ صبح تک اس کے پاس بیٹھا رہا اور اس نے حکیموں اور طبیبوں کو بلا کر کہا کہ اس کا علاج کریں مگر اس کو تو خبر ہی نہیں تھی کہ وہ عشق و محبت میں گرفتار ہے۔ میں اس کے پاس بیٹھی رہی جب تک کہ مجھے یقین نہیں آ گیا کہ اب اس کا حال بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے پاس نہ آ سکی۔ اب میں اس کی خاص کنیزوں کو جو اس کی خبر گیری کر رہی ہیں اس کے پاس چھوڑ کر یہاں آئی ہوں اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے پاس آ کر علی بن بکار کا حال دریافت کروں اور اسے جا کر خبر پہنچاؤں۔ یہ سن کر ابوالحسن حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے علی بن بکار کا سارا حال تجھ سے بیان کر دیا ہے۔ اب تو اپنی مالکہ کے پاس جا کر میرا سلام پہنچا اور اس سے کہہ کہ جہاں تک ہو سکے صبر کر۔ تو اس سے اصرار کیجیو اور

کہیو کہ راز فاش نہ ہونے پائے اور یہ بھی کہیو کہ مجھے اس کی ساری باتوں کا علم ہے مگر واقعہ سخت ہے او اس میں تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ کنیز نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس سے رخصت ہو کر اپنی مالکہ کے پاس روانہ ہو گئی۔

یہ تو لڑکی کا ماجرا ہوا۔ اب ابوالحسن کی سرگزشت سنئے۔ دن بھر تو وہ اپنی دوکان پر بیٹھا رہا مگر جب رات ہوئی تو اس نے دوکان بڑھائی اور اس میں قفل لگا کر علی بن بکار کے مکان پر پہنچا اور دروازے پر دستک دی۔ ایک غلام اندر سے آ کر اسے اندر لے گیا۔ جب وہ داخل ہوا تو علی بن بکار مسکرایا اور اس کے آنے کی خوشی کا اظہار کیا اور اسے کہنے لگا کہ اے ابوالحسن' آج تیرے نہ آنے کی وجہ سے میں سخت پریشان تھا۔ ساری عمر میں دل و جان سے تجھ پر قربان رہوں گا۔ ابوالحسن نے کہا کہ ایسی باتیں مت کر۔ اگر تیرا علاج میرے ہاتھ میں ہوتا تو تیرے کہنے سے پہلے میں اس میں جان لڑا دیتا اور اگر میں اپنے آپ کو تجھ پر قربان کر سکتا تو دل و جان سے قربان ہو گیا ہوتا۔ آج شمس النہار کی کنیز نے آ کر مجھے یہ خبر دی کہ وہ اب تک اس وجہ سے نہ آ سکی کہ خلیفہ اس کے پاس برابر بیٹھا ہوا تھا اور پھر اس نے اپنی مالکہ کی ساری سرگزشت بیان کی۔ جب وہ ساری باتیں کہہ چکا جو اس نے کنیز سے سنی تھیں تو علی بن بکار کو سخت رنج ہوا اور وہ رو پڑا۔ اس کے بعد وہ ابوالحسن کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ بھائی' میری مصیبت میں میری مدد کر' میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور کوئی تدبیر نکال اور مہربانی کر کے آج رات یہیں بسر کر تا کہ میرا دل تیری صحبت سے بہلے۔ ابوالحسن نے اس کا کہنا مان لیا اور کہا کہ اچھا' میں آج رات یہیں رہوں گا اور وہ دونوں رات بھر بیٹھے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ تاریکی خوب پھیل گئی اور علی بن بکار آہیں بھرنے اور رونے اور فریاد کرنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ درد آمیز اشعار پڑھنے لگا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ ابوالحسن سمجھا کہ اس کی جان نکل گئی ہے کیونکہ وہ برابر بے ہوش پڑا رہا۔ جب

دن نکلا تو اسے ہوش آیا اور وہ ابوالحسن سے باتیں کرنے لگا۔ ابوالحسن دن چڑھنے تک وہاں بیٹھا رہا اور پھر رخصت ہو کر وہاں سے چل دیا اور جا کر دوکان کھولی۔ اتنے میں وہی کنیز اس کے پاس پہنچی اور جوں ہی اس کی نظر کنیز پر پڑی۔ کنیز نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ میری مالکہ نے تجھے سلام کیا ہے اور علی بن بکار کا حال دریافت کیا ہے۔ ابوالحسن نے کہا کہ اے نیک بخت کنیز' اس کا مزاج اور اس کی محبت کا حال مت پوچھ' نہ وہ رات کو سوتا ہے اور نہ دن میں آرام کرتا ہے۔ بیداری نے اسے گھلا دیا ہے اور مصیبت نے اسے آ دبایا ہے اور اب اس کی حالت پر دوستوں کا دل کڑھتا ہے کنیز نے کہا کہ میری مالکہ نے تجھے اور اسے سلام کہا ہے اور اس کے لیے خط دیا ہے کیونکہ اس کا حال علی بن بکار سے بھی زیادہ ابتر ہے۔ اس نے خط دے کر مجھ سے کہا کہ بغیر جواب لیے نہ لوٹیو اور جو میں نے کہا ہے وہ کیجیو۔ یہ خط میرے پاس ہے کیا تو میرے ساتھ اس کے پاس چل سکتا ہے تاکہ ہم اس سے جواب لیں؟ ابوالحسن نے کہا کہ بسر و چشم اور اس نے دوکان بند کر دی اور کنیز کو لے کر ایک دوسرے راستے سے روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے علی بن بکار کے مکان میں پہنچا اور کنیز کو باہر کھڑا کر کے خود اندر گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو اٹھاونویں رات

جب ایک سو اٹھاونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ ابوالحسن کنیز کو لے کر علی بن بکار کے مکان پر پہنچا اور اسے ٹھہرا کر خود اندر گیا۔ علی بن بکار اسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔ ابوالحسن نے کہا کہ میں اس وقت اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ فلاں شخص نے اپنی کنیز کے ہاتھ تجھے ایک خط بھیجا ہے جس میں سلام کے بعد یہ لکھا ہے کہ میں ایک مجبوری کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا۔ کنیز دروازے پر کھڑی ہے' اگر اجازت ہو تو وہ اندر آئے۔ علی نے کہا کہ اسے اندر آنے دے۔ ابوالحسن نے اشارے سے کہا کہ وہ شمس النہار کی کنیز ہے۔ جب اس نے کنیز کو دیکھا تو مارے خوشی کے وہ وجد کرنے لگا اور اس نے کنیز سے اشارہ" کہا کہ میرے آقا کا کیا حال ہے' خدا اسے صحت و عافیت عطا کرے! کنیز نے کہا کہ خیریت ہے اور وہ خط نکال کر اس کو دیا۔ اس نے خط لے کر اسے بوسہ دیا اور کھولا اور پڑھا اور پڑھ کر ابوالحسن کے حوالے کیا۔ اس خط میں چند دردناک اشعار کے بعد یہ لکھا ہوا تھا کہ میں بغیر انگلیوں کے تجھے لکھتی ہوں اور بغیر زبان کے تجھ سے باتیں کرتی ہوں۔ مجملاً میری یہ حالت ہے کہ بیداری میری آنکھوں کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور تفکرات میرے دل سے جدا نہیں ہوتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں کبھی تندرست تھی ہی نہیں اور نہ کبھی خوشی کے دن میں نے دیکھے ہیں اور نہ کوئی خوشگوار منظر میری نظر سے گزرا ہے اور نہ میں نے عیش سے زندگی بسر کی ہے۔ میری گھٹی میں عشق اور الم اور شوق اور مصیبت پڑی ہوئی ہیں۔ مرض کا حملہ پے در پے ہے اور محبت دن دونی رات سوائی ہو رہی ہے اور تمنا آئے دن بڑھتی جاتی ہے اور شوق میرے دل میں موج زن ہے۔ مگر عشق کی آگ' شکوے شکایت سے نہیں بجھتی بلکہ وہ اسے اور بھی مصیبت میں ڈال

دیتی ہے جو محبت کا مارا ہوا اور فراق سے گھل گیا ہو اور جس کی تسلی کے لیے وصال کا محض لفظ کافی ہو۔ ابوالحسن کا بیان ہے کہ علی بن بکار نے اس کا جواب لکھ کر مجھے دے دیا اور میں نے اسے پڑھ کر کنیز کے حوالے کیا۔ جب کنیز خط لے چکی تو علی بن بکار نے اس سے کہا کہ اپنی آقا سے میرا سلام کہیو اور میرے عشق و محبت کی اسے خبر دیجیو کہ وہ میرے گوشت و پوست میں سرایت کر گئی ہے۔
اس کے بعد یہ کہیو کہ مجھے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو مجھے ہلاکت کے سمندر سے چھڑائے اور اس مصیبت سے نجات دے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور اسے روتا دیکھ کر کنیز بھی رو پڑی اور اس سے رخصت ہو کر چل دی۔ ابوالحسن نے باہر تک آ کر اسے رخصت کیا اور وہ چلتی ہوئی۔ اب ابوالحسن نے جا کر اپنی دوکان کھولی اور دستور کے موافق وہاں جا بیٹھا۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو انسٹھویں رات

جب ایک سو انسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- ابوالحسن کنیز کو رخصت کر کے چلا گیا اور جا کر دوکان کھولی اور روز کی طرح وہاں جا بیٹھا' لیکن وہ سہا ہوا اور دل تنگ تھا اور اپنے معاملے میں سخت حیران و پریشان تھا۔ دن بھر اور رات بھر وہ اسی فکر میں مبتلا رہا اور دوسرے دن علی بن بکار کے پاس گیا او روہاں بیٹھا اور جب سب لوگ اٹھ گئے تو اس نے اس کی مزاج پرسی کی اور وہ اپنی محبت اور درد اور اشتیاق کا رونا رونے لگا۔ ابوالحسن نے اس سے کہا کہ تیری طرح محبت نہ میں نے دیکھی نہ سنی۔ تیری محبوبہ تیری محبت کی قدر کرتی ہے' اس پر تجھے یہ پریشانی اور بے قراری ہے۔ اگر تیری محبوبہ بے وفا اور دغا باز ہوتی اور تیرا پردہ فاش کر دیتی تو تیرا کیا حال ہوتا! ابوالحسن کا بیان ہے کہ علی بن بکار کو میری بات پسند آئی اور اسے اس پر اعتماد ہوا اور اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔

میرا ایک دوست تھا جو میرے اور علی بن بکار کے حالات سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ ہم دونوں دوست ہیں۔ سوائے اس کے اور کسی کو ہم دونوں کی سرگزشت کا علم نہ تھا۔ وہ اکثر میرے پاس آتا اور علی بن بکار کی مزاج پرسی کرتا۔ ایک روز اس نے لڑکی کا حال مجھ سے دریافت کیا مگر میں نے دروغ گوئی سے کام لیا اور کہا کہ لڑکی نے اسے اپنے پاس بلایا تھا اور دونوں کے درمیان وہ بات ہو چکی ہے جس سے زیادہ اب اور کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ان کا آخری مقصد تھا لیکن میں نے اپنے لیے ایک بات سوچی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے کہوں۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا؟ ابوالحسن نے کہا کہ بھائی' سن' میں اپنے کاروبار کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں بہت مشہور ہو چکا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ اگر ان دونوں کا راز کھل گیا تو میں تباہ ہو جاؤں گا اور میرا مال ضائع ہو جائے گا اور میری اور میرے اہل و عیال کی آبرو خاک میں

مل جائے گی۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنا بوریا بندھنا لے کر بصرے چلا جاؤں اور دیکھوں کہ ان دونوں کا کیا حال ہوتا ہے اور میں خود الگ تھلگ رہوں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور آپس میں خط و کتابت کرتے ہیں۔ ان کی دلالہ ایک کنیز ہے اور وہی ان کی راز دار ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی شخص اسے ڈانٹ ڈپٹ کر اس سے بھید نہ لے لے اور دونوں کا راز فاش نہ ہو جائے اور اس کی وجہ سے مجھ پر تباہی نہ آ جائے اور میرا خاتمہ نہ ہو جائے اور میں لوگوں کے سامنے کوئی بہانہ نہ بنا سکوں۔ اس کے دوست نے کہا کہ یہ تو بڑی خطرناک بات تو نے مجھے سنائی' ایسی باتوں سے ہر سمجھ دار کو ڈرنا چاہیے۔ خدا کرے کہ اس ڈر کے علاوہ تجھے اور کوئی نقصان نہ پہنچے اور جس چیز سے تو ڈر رہا ہے اس کا انجام بخیر ہو۔ اس بارے میں تیری رائے بالکل ٹھیک ہے۔

ابوالحسن نے اپنے گھر جا کر اپنے کاروبار کا انتظام اور بصرے جانے کی تیاری شروع کر دی اور ابھی تین روز بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اس نے تمام کاروبار کا انتظام کرلیا اور بصرے روانہ ہو گیا۔ تین دن کے بعد جب اس کا دوست اس سے ملنے آیا تو اسے نہ پایا' اور پڑوسیوں سے دریافت کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ تین دن ہوئے کہ وہ بصرے چلا گیا ہے کیونکہ وہاں کے تاجروں کے ساتھ اس کا کاروبار ہے اور وہ اپنے قرض داروں سے دام وصول کرنے گیا ہے مگر عنقریب واپس آ جائے گا۔ یہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا اور اس کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ کہاں جائے اور کہنے لگا کہ کاش کہ میں نے ابوالحسن کا ساتھ نہ چھوڑا ہوتا۔ اس کے بعد وہ علی بن بکار تک پہنچنے کی تدبیر سوچتا رہا اور بالاخر وہ اس کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے اس کے ایک غلام سے کہا کہ اپنے آقا کے پاس جا کر کہو کہ میں اس سے ملنا اور اسے سلام کرنا چاہتا ہوں۔ غلام نے اندر جا کر اپنے آقا کو خبر کی اور باہر آ کر اس شخص کو اندر لے گیا۔ جب وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ علی بن بکار تکیے پر سر رکھے پڑا ہوا ہے' اور اس نے سلام کیا اور علی نے سلام کا جواب

دیا اور مرحبا کہا۔ جوان نے اس سے اس بات کی معذرت کی کہ وہ اتنے دنوں تک حاضر نہ ہو سکا اور کہا کہ اے میرے آقا' میں اور ابوالحسن آپس میں بڑے دوست

ہیں یہاں تک کہ میں اپنے سارے راز اس سے بیان کرتا اور اس سے ایک پہر بھی جدا نہ رہتا تھا۔ کچھ دن ہوئے کہ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ ایک کام سے چلا گیا۔ تین دن کے بعد جب واپس لوٹا اور اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کی دوکان بند ہے اور پڑوسیوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بصرے چلا گیا ہے۔ میرے خیال میں تجھ سے بڑھ کر اس کا کوئی دوست نہیں' لہٰذا خدا کے لیے مجھے اس کے حال سے مطلع کر۔ یہ سن کر علی بن بکار کا رنگ فق ہو گیا اور گھبرا کر کہنے لگا کہ اس سے پہلے مجھے اس کے سفر کا حال معلوم نہ تھا۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو مجھے بڑا افسوس ہے۔

یہ کہہ کر علی بن بکار سر نیچا کر کے سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سر اٹھا کر اپنے ایک نوکر سے کہا کہ ابوالحسن کے گھر جا کر خبر لا کہ وہ یہیں ہے یا باہر گیا ہے اور اگر وہ کہیں باہر گیا ہے تو پوچھیو کہ کہاں گیا ہے۔ غلام جا کر تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور کہنے لگا کہ ابوالحسن کے گھر جا کر پوچھا اور وہ کہتے ہیں کہ ابوالحسن بصرے گیا ہے۔ میں نے وہیں دروازے پر ایک کنیز کو کھڑا دیکھا جس نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا لیکن میں اسے نہ پہچان سکا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ کیا تو علی بن بکار کا غلام ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ میرے پاس اس کے نام کا ایک خط ہے جو اس کے ایک بہت عزیز دوست نے بھیجا ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں اور دروازے پر کھڑی ہے۔ علی بن بکار نے کہا کہ اسے اندر بلا۔ غلام باہر جا کر اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ جب اس شخص نے جو علی بن بکار کے پاس بیٹھا تھا' اس کنیز کو دیکھا تو وہ اسے بہت پسند آئی۔ اب کنیز نے آگے بڑھ کر علی بن بکار کو سلام کیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پوری ایک سو ساٹھویں رات

جب پوری ایک سو ساٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب کنیز علی بن بکار کے مکان میں داخل ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا اور اس کے ساتھ چپکے چپکے باتیں کرنے لگی اور اس گفتگو کے دوران میں وہ قسم کھاتا جاتا تھا کہ اس نے ایسی باتیں نہیں کیں۔ اس کے بعد وہ رخصت ہو کر چلی گئی۔ ابوالحسن کا یہ دوست جوہری تھا۔ جب کنیز چلی گئی تو اسے بات کرنے کا موقع ملا اور وہ علی بن بکار سے کہنے لگا کہ ضرور خلیفہ کے گھر والوں میں سے کسی کا تیرے اوپر کوئی مطالبہ ہے اور یا تمہارے درمیان میں لین دین ہے۔ اس نے پوچھا کہ تجھے یہ کیونکر معلوم ہوا؟ اس شخص نے کہا کہ میں اس کنیز کو جانتا ہوں کیونکہ وہ شمس النہار کی کنیز ہے اور بہت دن ہوئے کہ وہ میرے پاس خط لے کر آئی تھی کہ اسے ایک ہیرے کے ہار کی ضرورت ہے اور میں نے اسے ایک قیمتی ہار بھیج دیا تھا۔ یہ سن کر علی بن بکار بے چین ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کہیں اس کی روح پرواز نہ کر جائے لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ سنبھل گیا اور کہنے لگا کہ اے بھائی' خدا کے واسطے کہہ کہ تو اسے کہاں سے جانتا ہے؟ جوہری نے کہا کہ اس سوال پر اصرار مت کر۔ علی بن بکار نے کہا کہ میں تجھے اس طرح بتا دوں گا کہ کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے گی اور تجھے میری بات کا یقین آ جائے گا اور میں تجھ سے کوئی راز پوشیدہ نہ رکھوں گا اور صاف صاف واقعہ بتا دوں گا لیکن اس شرط پر کہ تو اپنا کچا چٹھا مجھے سنا دے اور اپنی بیماری کی وجہ بیان کر دے۔ جب وہ اپنا سارا قصہ بیان کر چکا تو اس نے کہا کہ اے بھائی' واللہ میں نے جو سوائے تیرے اپنا حال کسی پر ظاہر نہیں کیا تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کا راز فاش کر دیتے ہیں۔ جوہری نے کہا کہ میں جو تیرے پاس آیا ہوں تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ

میں تجھے بہت دوست رکھتا ہوں اور ہر حالت میں تیری مدد کرنا چاہتا ہوں اور تیرے دل کو جدائی اور تکلیف سے چھڑانا چاہتا ہوں۔ جب تک میرا دوست ابوالحسن نہ آئے گا اس وقت تک میں اس کی بجائے تیرا یار و مددگار رہوں گا۔ لہٰذا غمگین مت ہو بلکہ دل خوش کر۔ اس پر علی بن بکار نے اس کا شکریہ ادا کیا اور تھوڑی دیر تک جب چپ رہنے کے بعد جوہری سے کہنے لگا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ میں اور کنیز میں چپکے چپکے کیا باتیں ہوئی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ واللہ مجھے معلوم نہیں۔ علی بن بکار نے کہا کہ اس کا خیال ہے کہ میں نے ابوالحسن کو بصرے جانے کا مشورہ دیا ہے اور اس ترکیب کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے درمیان خط و کتابت اور ملنا جلنا بند ہو جائے۔ اس پر میں نے قسم کھا کر اس سے کہا کہ یہ بات ہرگز نہیں ہے لیکن کنیز کو میری بات کا یقین نہ آیا اور وہ اپنی مالکہ کے پاس روانہ ہو گئی اور وہ بدگمانی اس کے دل میں باقی رہی کیونکہ اسے ابوالحسن سے دلچسپی تھی اور وہ اس کا کہنا مانتی تھی۔ جوان جوہری نے کہا کہ بھائی' میں کنیز کی صورت سے یہ بات سمجھ سکتا تھا لیکن انشاء اللہ میں تیری مطلب بر آری میں مددگار ثابت ہوں گا۔ علی بن بکار نے کہا کہ اس میں کون میری مدد کر سکتا ہے اور تو اس کے ساتھ کیا ترکیب چل سکتا ہے! وہ تو جنگلی جانور کی طرح بھاگتی ہے۔ جوہری نے کہا کہ واللہ میں جان توڑ کوشش کروں گا کہ تو کامیاب ہو اور تیری اس تک رسائی ہو بغیر اس کے کہ تیرا پردہ فاش ہو یا تجھ کو کوئی نقصان پہنچے۔ اس کے بعد جوہری نے جانے کی اجازت مانگی اور علی بن بکار نے کہا کہ اے بھائی رازداری تیرا فرض ہے۔ یہ کہہ کر وہ جوہری کی طرف دیکھنے لگا اور رو پڑا اور اسے رخصت کیا اور وہ چلتا ہوا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## ایک سو اکسٹھویں رات

جب ایک سو اکسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جوہری اس سے رخصت ہو کر چل دیا مگر وہ اس امر میں متفکر تھا کہ علی بن بکار کی مراد کس طرح بر آئے۔ اسی سوچ میں وہ چلا جاتا تھا کہ اس نے سڑک پر ایک خط پڑا پایا۔ اسے اٹھا کر اس نے پتہ دیکھا اور اسے پڑھنے لگا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ خط کمترین عاشقہ کی طرف سے بدترین معشوق کے نام ہے اور اس میں چند حسرت آمیز اشعار کے بعد یہ لکھا ہوا تھا کہ اے میرے آقا' مجھے معلوم نہیں کہ میرے اور تیرے درمیان خط و کتابت کیوں بند ہو گئی۔ اگر مجھ سے کوئی بے وفائی سرزد ہوئی ہے تو میں اس کا تدارک وفا سے کر دوں گی' اور اگر تیری محبت جاتی رہی ہے تو میری محبت باوجود اس کے قائم ہے۔ جب وہ اس خط کو پڑھ چکا تو اس نے دیکھا کہ وہی کنیز داہنے بائیں دیکھتی چلی آ رہی ہے او جونہی اس نے وہ خط جوہری کے ہاتھ میں دیکھا تو وہ کہنے لگی کہ اے میرے آقا' یہ خط میرے ہاتھ سے گر پڑا ہے لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا اور چلتا رہا اور وہ کنیز اس کے پیچھے پیچھے لگی رہی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کے پاس پہنچا اور اس کے اندر داخل ہو گیا اور کنیز بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہو گئی اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا' یہ خط مجھے دے دے' مجھے واپس کر دے کیونکہ وہ میرے ہاتھ سے گر پڑا ہے۔ اب وہ اس کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے نیک بخت کنیز' ڈر مت اور نہ پریشان ہو کیونکہ خدا پردہ پوش ہے اور پردہ پوشی کو دوست رکھتا ہے۔ مجھ سے ساری باتیں سچ سچ کہہ دے کیونکہ میں راز دار ہوں۔ لیکن میں تجھے اس بات کی قسم دیتا ہوں کہ اپنی مالکہ کی کوئی بات مجھ سے مت چھپا' ممکن ہے کہ خدا میری مدد کرے۔ میں اس کی مطلب براری کر سکوں اور میرے ذریعے سے مشکل کام آسان ہو جائے۔ اس کی باتیں سن کر کنیز نے کہا

کہ اے میرے آقا' خدا نہ کرے کہ جس بھید کو تو محفوظ رکھنا چاہتا ہے' وہ فاش ہو! اور میں تجھ سے سارا حال بیان کر دوں گی مگر پہلے خط مجھے دے دے۔ اس کے بعد سارا قصہ مجھ سے سن لے۔ میری باتوں کا خدا گواہ ہے۔ جوہری نے کہا کہ تو سچ کہتی ہے کیونکہ واقعے کا مجھے علم ہے۔ اس کے بعد اس نے علی بن بکار کی ساری سرگزشت بیان کر دی اور یہ کہ اس نے اس کا راز کس طرح معلوم کیا۔ الغرض اس نے شروع سے لے کر آخر تک سب باتیں کہہ دیں۔

یہ سن کر کنیز خوش ہو گئی اور دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ کنیز خط لے کر علی بن بکار کو دے آئے اور جوہری کے پاس واپس آ کر سارا ماجرا بیان کرے۔ اس پر جوہری نے وہ خط اسے دے دیا اور اس نے اسے لے کر پھر اس پر مہر لگا دی اور کہنے لگی کہ میری مالکہ نے اسے مجھے سر بہ مہر دیا تھا۔ جب علی بن بکار اس خط کو پڑھ کر اس کا جواب دے گا تو میں اسے لے کر تیرے پاس آؤں گی۔ یہ کہہ کر کنیز اس سے رخصت ہو کر چلی گئی اور علی بن بکار کے پاس پہنچی اور دیکھا کہ وہ انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے وہ خط اس کے حوالے کیا اور اس نے پڑھ کر اس کا جواب لکھا اور کنیز کو دے دیا۔ کنیز وہ خط لے کر جوہری کے پاس گئی۔ جوہری نے اس کی مہر توڑی اور اسے پڑھا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا: شعر' جو پیغامبر ہماری خط و کتابت کا پردہ دار تھا وہ تو اب ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب اپنی طرف سے کوئی ایسا پیغامبر ڈھونڈ نکالو جو سچائی کا دوست ہو جھوٹ کا دشمن ہو۔ اس کے بعد تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ سے کوئی غداری صادر نہیں ہوئی ہے اور نہ میں نے امانت میں خیانت کی ہے اور نہ وفا چھوڑ کر بے وفائی اختیار کی ہے اور نہ میں نے عہد و پیمان سے دست کشی اختیار کی ہے اور نہ محبت کا رشتہ توڑا ہے اور نہ میری غمگینی دور ہوئی ہے اور نہ جدائی کے بعد سوائے تباہی کے کچھ میرے ہاتھ لگا ہے اور جس چیز کا تم نے ذکر کیا ہے اس کی مجھے بالکل خبر نہیں اور جو کچھ تمہیں عزیز ہے محض وہی مجھے بھی عزیز ہے۔ پوشیدہ اور ظاہر باتوں کے جاننے والے کی قسم کہ میری یہی آرزو ہے کہ اپنے

محبوب سے ملوں اور اپنا عشق چھپائے رکھوں خواہ اس وجہ سے بیمار ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ بس یہ ہے تشریح میرے حال کی۔ والسلام۔

جب جوہری نے یہ خط پڑھا اور اسے سمجھا تو زار زار رونے لگا۔ کنیز نے کہا کہ جب تک میں اس خط کا جواب نہ لے آؤں۔ یہاں سے مت جائیو کیونکہ اس نے مجھ پر ایک بڑا اتہام لگایا ہے مگر وہ معذور ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ایک بار کسی نہ کسی حیلے سے تجھے اپنی مالکہ شمس النہار سے ملا دوں۔ جب میں اس کے پاس سے چلی تھی تو وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اب وہ میری راہ دیکھ رہی ہو گی کہ میں جواب لے کر آؤں۔ یہ کہہ کر کنیز اپنی مالکہ کے پاس چل دی اور جوہری رات بھر پریشان رہا۔

جب صبح ہوئی تو اس نے فجر کی نماز پڑھی اور بیٹھ کر اس کنیز کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ وہ خوش خوش آ پہنچی اور کہنے لگی کہ میں نے یہاں سے جا کر وہ خط اپنی مالکہ کو دے دیا جو علی بن بکار نے لکھا تھا۔ جب اس نے وہ خط پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا تو وہ حیران رہ گئی۔ میں نے کہا کہ میری مالکہ' اس بات کا اندیشہ مت کر کہ ابوالحسن کے چلے جانے سے تیرے کام میں کوئی رخنہ پڑے گا۔ مجھے اس کے بدلے ایک اور شخص دستیاب ہوا ہے جو اس سے بہتر اور زیادہ کام والا ہے اور رازداری کا اہل ہے۔ اس سے میں نے تیرا اور ابوالحسن کا سارا ماجرا بیان کر دیا ہے اور یہ کہ تیری ملاقات اس سے اور علی بن بکار سے کس طرح ہوئی اور کس طرح سے وہ خط میرے ہاتھ سے گر پڑا اور تیرے ہاتھ لگا' اس سے میں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے اور تو نے مل کر کیا تدبیر سوچی ہے۔ یہ سن کر جوہری کو بڑا تعجب ہوا۔ اس کے بعد اس کنیز نے کہا کہ میری مالکہ تجھ سے بات کرنا چاہتی ہے تاکہ جو عہد و پیمان تیرے اور علی بن بکار کے درمیان ہے اور زیادہ مضبوط ہو جائے' لہٰذا فوراً میرے ساتھ اس کے پاس چل۔

جب جوہری نے کنیز کی یہ باتیں سنیں تو اسے خیال ہوا کہ یہ تو خطرناک کام ہے اور اس میں بڑا خدشہ ہے اور بے سوچے سمجھے ایسی ہمت کرنا ممکن نہیں' اور وہ کنیز سے

کہنے لگا کہ اے میری بہن' میں ایک معمولی شخص ہوں اور ابوالحسن کی طرح نہیں کیونکہ وہ بڑی قدر و منزلت کا شخص ہے اور لوگوں میں اس کا چرچا ہے اور وہ خلیفہ کے محل میں آنا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگ اس سے سودا لینے پر مجبور ہیں اور میرا یہ حال ہے کہ جب ابوالحسن مجھ سے باتیں کرتا ہے تو میں اس کے آگے تھرتھرایا کرتا ہوں۔ اگر تیری مالکہ مجھ سے باتیں کرنا چاہتی ہے تو یہ خلیفہ کے محل کے علاوہ کسی اور جگہ ہونا چاہیے جو امیرالمومنین کے قصر سے دور ہو۔ میری سمجھ تیرے مشورے کو تسلیم نہیں کرتی۔ وہ کنیز کے ساتھ جانے سے انکار کرتا جاتا تھا اور کنیز اسے برابر اطمینان دلاتی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ کسی نقصان کا ڈر مت کر۔ جب کنیز نے کئی بار دہرایا تو اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے قدم لڑکھڑانے اور ہاتھ کانپنے لگے اور اس نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ میں تیرے ساتھ چلوں' اور اس کی تو مجھ میں طاقت بھی نہیں۔ کنیز نے کہا کہ اچھا گھبرا مت' اگر یہ تجھ پر کٹھن گزرتا ہے کہ تو میرے ساتھ خلیفہ کے محل میں جائے تو میں اسے تیرے پاس لے آتی ہوں۔ تو جب تک میں اسے تیرے پاس لے نہ آؤں یہاں سے ٹلنا مت۔

یہ کہہ کر کنیز چل دی اور تھوڑی دیر کے بعد جوہری کے پاس آ کر کہنے لگی کہ خبردار' تیرے پاس اور کوئی نہ ہونا چاہیے' نہ غلام اور نہ کنیز۔ اس نے جواب دیا کہ میرے سوائے ایک بڑھیا حبشن کنیز کے جو میری خدمت کرتی ہے اور کوئی نہیں ہے۔ کنیز نے اٹھ کر جوہری اور اس کی کنیز کے بیچ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور غلاموں کو باہر کر دیا اور خود باہر گئی اور اس لڑکی کو پیچھے پیچھے لیے ہوئی لوٹی اور جوہری کے گھر میں داخل ہو گئی۔ اس کے آتے ہی سارا گھر خوشبو سے مہکنے لگا۔ جوہری اس کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے لیے ایک دیوان اور تکیہ لے آیا۔ لڑکی اس پر بیٹھی اور جوہری اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ ستانے کی غرض سے چپ رہی' پھر اس نے اپنی نقاب اٹھائی اور جوہری کو ایسا معلوم ہوا کہ اس کے گھر میں سورج نکل آیا ہے۔ لڑکی نے اپنی کنیز سے پوچھا کہ یہی وہ شخص ہے جس کا تو نے مجھ

سے ذکر کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ اب لڑکی نے جوہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تیرا مزاج کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ میں خیریت سے ہوں اور تیری اور امیرالمومنین کی جان اور مال کو دعا دیتا ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ تو نے مجھے اپنے پاس بلایا ہے تاکہ میں اپنا بھید تجھ سے کہوں۔ اس کے بعد لڑکی نے اس کے اہل و عیال کی خیر و عافیت دریافت کی۔ جوہری نے اپنا سارا کچا چٹھا اس سے بیان کر دیا اور کہا کہ میں اب کیا تدبیر سوچ رہا ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اس گھر کے علاوہ میرا ایک اور مکان ہے جہاں میں اپنے دوست احباب سے ملا کرتا ہوں اور وہاں سوائے میری ایک کنیز کے اور کوئی نہیں رہتا جیسا کہ میں نے تیری کنیز سے بیان کیا ہے۔ اس پر لڑکی نے پوچھا کہ تجھے سارا قصہ کس طرح معلوم ہوا اور ابوالحسن کا کیا ماجرا ہے اور وہ کیوں چلا گیا؟ جوہری کو جو جو باتیں یاد آئیں وہ اس نے لڑکی سے بیان کر دیں اور کہا کہ میں نے ہی اسے سفر کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ ابوالحسن کے چلے جانے پر لڑکی نے بہت افسوس کیا اور کہا کہ اے شخص' انسانوں کی روحیں خواہشوں میں مبتلا ہیں' بغیر بات کئے ایک انسان کا کام دوسرے انسان سے بر نہیں آتا اور نہ بغیر کوشش کے کوئی مقصد پورا ہوتا ہے اور نہ بغیر تکلیف اٹھائے کوئی راحت ملتی ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # ایک سو باسٹھویں رات

جب ایک سو باسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- شمس النہار نے جوہری سے کہا کہ بغیر تکلیف اٹھائے راحت نہیں ملتی اور کامیابی محض باہمت شخص کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ میں نے اپنا سارا حال تجھے سنا دیا ہے اور اب میری عزت اور ذلت تیرے ہاتھ میں ہے اور بس۔ تجھ سے زیادہ اور کوئی باہمت نہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ میری یہ کنیز میری رازدار ہے اور اس وجہ سے میں اس کی بڑی قدر کرتی ہوں اور میں نے اسے اپنے اہم کاموں کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ اس لیے تجھے بھی اس سے زیادہ اور کوئی عزیز نہ ہونا چاہیے اور نہ رازدار۔ خوش ہو کہ تجھے ہماری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ تیری ہر مشکل کو دور کر دے گی' وہی علی بن بکار کے نام پر میرے پیغام لایا کرے گی اور تو ہمارا درمیانی شخص ہو گا۔ یہ کہہ کر شمس النہار اٹھی' اگرچہ اس میں اٹھنے کی طاقت نہ تھی اور چلنے لگی اور جوہری اس کے آگے آگے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ گھر کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس کے بعد وہ آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور اس کے حسن کا خیال کرنے لگا جس نے اسے چکا چوند کر دیا تھا اور اس کی شیریں مقالی کا جس سے اس کی عقل دنگ ہو گئی تھی اور اس کی آن بان اور ادب و آداب کا جن پر وہ حیران ہو گیا۔ وہ اس کی خوبیوں پر اتنی دیر غور کرتا رہا کہ اسے تسکین ہو گئی اور اس نے کھانا طلب کیا اور محض اتنا کھایا کہ بدن میں جان باقی رہے۔ اس کے بعد اس نے کپڑے بدلے اور اپنے گھر سے نکل کر علی بن بکار کے مکان کی راہ لی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہی تھا کہ غلام آ پہنچے اور اس کے آگے آگے چل کر اسے اپنے آقا کے پاس لے گئے اور جوہری نے دیکھا کہ وہ فرش پر لیٹا ہوا ہے۔ جونہی اس کی نظر جوہری پر پڑی اس نے کہا کہ تو نے بڑی دیر لگائی اور میرا رنج و الم دوبالا کر دیا۔ اس کے بعد اس نے غلاموں

کو رخصت کر کے دروازہ بند کروا دیا اور کہنے لگا کہ بھائی' خدا کی قسم جس دن سے تو میرے پاس سے گیا ہے میری آنکھ بالکل نہیں لگی۔ کل کنیز آئی تھی اور اپنی مالکہ شمس النہار کا ایک سر بہ مہر خط لائی تھی۔

الغرض علی بن بکار نے سارا ماجرا بیان کر دیا جو اس کے اور کنیز کے درمیان پیش آیا تھا اور پھر کہنے لگا کہ خدا جانتا ہے کہ میں اپنے معاملے میں سخت حیران ہوں اور اب مجھ میں زیادہ تاب باقی نہیں۔ ابوالحسن نے میرے ساتھ دوستی کا حق ادا کیا کیونکہ وہ ذاتی طور سے اس کنیز سے واقف تھا۔ یہ سن کر جوہری ہنس پڑا اور ابن بکار نے اس سے کہا کہ میں تو تجھے دیکھ کر خوش ہوتا ہوں اور مصیبت کے وقت تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں اور تو میری باتوں پر ہنستا ہے۔ یہ کہہ کر وہ رونے اور آہیں بھرنے لگا۔ جب جوہری نے اس کی باتیں سنیں تو وہ بھی رو پڑا اور اس نے وہ سارا ماجرا بیان کر دیا جو اس کے اور کنیز کے اور اس کی مالکہ کے درمیان پیش آیا تھا۔ اب ابن بکار کان دھر کر اس کی باتیں سننے لگا اور ہر فقرے پر اس کا رنگ زردی سے سرخی کی طرف مائل ہوتا جاتا اور کبھی اس کا جسم قوی اور کبھی ضعیف ہوتا جاتا تھا۔ جب اس کی باتیں ختم ہو گئیں تو ابن بکار نے رو کر کہا کہ بھائی' میری تو بہر حال جان نکل رہی ہے۔ کاش کہ میں جلد مر جاتا تو اس کے رنج و غم سے چھوٹ جاتا۔ لیکن تیری مہربانی ہے مجھے امید ہے کہ تو میری مدد کرے گا اور میرے ساتھ نیکی سے پیش آئے گا تاوقتیکہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ کر ڈالے' اور میں کسی بات میں تجھ سے اختلاف نہ کروں گا۔ جوہری نے کہا کہ تیری یہ آگ اس وقت تک نہیں بجھ سکتی جب تک تیرا محبوب سے وصال نہ ہو جائے لیکن یہ یہاں نہ ہونا چاہیے جو خطرے کی جگہ ہے بلکہ میرے اس مکان میں جہاں کہ کنیز اور اس کی مالکہ آئی تھی اور جسے اس نے اپنے لیے پسند کیا تھا۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ تم دونوں ایک جگہ جمع ہو اور عشق کی مصیبتوں کا ایک دوسرے سے شکوہ شکایت کرو۔ علی بن بکار نے کہا کہ اے

میرے آقا‘ جو تیرا جی چاہتا ہے کر‘ خدا تجھے اس کا اجر دے! جو تیری رائے میں مناسب ہو اسے کر ڈال اور دیر مت لگا‘ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اسی غم میں مر جاؤں۔ جوہری

کا بیان ہے کہ وہ اس رات اسی کے ساتھ ٹھہرا رہا اور اس سے باتیں چیتیں کرتا رہا یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی اور دن نکل آیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ایک سو تریسٹھ ویں رات

جب ایک سو تریسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوہری نے کہا کہ میں رات بھر اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ دن نکل آیا اور میں نے اٹھ کر فجر کی نماز پڑھی اور وہاں سے رخصت ہو کر گھر آیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد کنیز نے آ کر مجھے سلام کیا اور میں نے سلام کا جواب دیا اور جو کچھ میرے اور علی بن بکار کے درمیان پیش آیا تھا اسے کہہ سنایا۔ کنیز نے کہا کہ خلیفہ ہمارے یہاں سے چلا گیا ہے اور اب ہمارے محل میں کوئی اور نہیں ہے اور وہ جگہ ہمارے لیے بہتر اور پوشیدہ تر ہے۔ میں نے کہا کہ تیرا کہنا درست ہے مگر میرا مکان اس سے بہتر ہے کیونکہ وہ ہماری خواہش کے مطابق ہے اور ہماری پردہ پوشی اس میں زیادہ اچھی طرح سے ہو سکتی ہے۔ کنیز نے کہا کہ جیسی تیری مرضی ہو' تو میں اپنی مالکہ کے پاس جا کر اس کو خبر کرتی ہوں اور تیری رائے اس کے سامنے پیش کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور وہاں سے چل دی اور اپنی مالکہ کے پاس جا کر میری تجویز پیش کی اور میرے یہاں واپس آ کر کہا کہ اس نے تیری رائے منظور کی' جا کر مکان کو ہمارے لیے آراستہ کر اور ہمارا انتظار کر۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکالی جس میں دینار تھے اور کہنے لگی کہ میری مالکہ نے تجھے سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ ان کو لے کر ضرورت کی چیزوں پر خرچ کر۔ میں نے قسم کھا کر کہا کہ میں ان میں سے کچھ نہ لوں گا۔ کنیز وہ تھیلی لے کر اپنی مالکہ کے پاس گئی اور اس سے کہا کہ اے میری مالکہ' اس نے دام قبول نہیں کیے اور واپس کر دیے۔ لڑکی نے کہا کہ کوئی ہرج نہیں۔ جوہری کا بیان ہے کہ کنیز کے چلے جانے کے بعد میں اٹھا اور دوسرے مکان میں گیا اور قیمتی فرش اور دیگر ضرورت کی چیزیں وہاں لے گیا اور چینی اور بلور اور چاندی اور سونے کے برتن وہاں پہنچائے اور تمام ضروری

کھانے پینے کی چیزیں مہیا کیں۔

جب کنیز نے آ کر میری کارگزاری دیکھی تو وہ خوش ہو گئی اور مجھ سے کہا کہ علی بن بکار کو بلا۔ میں نے کہا کہ سوائے تیرے اسے کون لا سکتا ہے! اب کنیز گئی اور اسے بنا سنوار کر لے آئی۔ جوہری کہتا ہے کہ میں نے اس کا خیر مقدم کیا اور مرحبا کہا اور اس کی حیثیت کے موافق اسے ایک دیوان پر بٹھایا اور دسترخوان بچھا کر اس پر طرح طرح کے کھانے لگا دیئے جن کو دیکھ کر روح خوش ہو جاتی ہے اور بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگا تاکہ اس کا دل بہلے۔ اب کنیز چلی گئی اور شام تک غائب رہی اور مغرب کے بعد شمس النہار اور دو کنیزوں کو لے آئی۔ ان کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ جب شمس النہار اور علی بن بکار کی آنکھیں چار ہوئیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور شمس النہار کو گلے سے لگا لیا اور شمس النہار نے اسے گلے لگایا اور دونوں غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب انہیں ہوش آیا تو وہ آپس میں جدائی کی تکلیفوں کا شکوہ شکایت کرنے لگے۔ اس کے بعد بیٹھ کر میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگے اور عطر لگایا اور میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے ان کے ساتھ بھلائی کی ہے۔ میں نے کہا کہ کچھ کھانا حاضر کروں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں' اور میں نے کھانا حاضر کیا اور انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور ہاتھ دھوئے اور اس کے بعد میں انہیں دوسری نشست گاہ میں لے گیا اور ان کے آگے شراب پیش کی۔ انہوں نے پی اور وہ مزے میں آ گئے اور ایک دوسرے کی طرف مائل ہوئے۔ اب شمس النہار نے مجھ سے کہا کہ میرے آقا' بس یہ آخری مہربانی اور کر دے اور میرے لیے سارنگی یا کوئی اور باجہ منگوا دے تاکہ اس وقت ہمارا سرور مکمل ہو جائے۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم اور جا کر ایک سارنگی لے آیا اور اس نے اسے لے کر ٹھیک ٹھاک کیا اور اسے اپنی گود میں لے کر ایک ایسا راگ بجایا جس سے رنج و الم بھڑک اٹھتے ہیں اور غم زدہ وجد کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایسے گیت گائے کہ عقل دنگ ہو گئی۔ وہ مختلف سروں میں گاتی جاتی اور عمدہ عمدہ گیت سناتی جاتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس

کے عجیب و غریب گانے پر ابھی ساری مجلس اٹھ کر رقص کرنے والی ہے اور ہم سب کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اس کے بعد ہم بیٹھ گئے اور جام کا دور چلنے لگا اور

وہ لڑکی گا کر پھر ہمیں سرور میں لے آئی۔

جوہری کا بیان ہے کہ ابھی ہم سرور کے سمندر میں ڈوبے ہی ہوئے تھے کہ ایک چھوٹی کنیز کانپتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ اے میری آقا' بھاگنے کی تدبیر کر کیونکہ لوگوں نے یہاں آ کر تمہیں گھیر لیا' مگر معلوم نہیں کہ کیوں؟ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں ڈر کے مارے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں دوسری کنیز نے آ کر کہا کہ مصیبت نے ہمیں آ گھیرا ہے۔ اب مجھے کہیں بھاگتے بن نہ پڑتا تھا۔ میں نے دروازے کی طرف دیکھا تو ادھر کا راستہ بھی بند تھا۔ اس لیے میں اپنے ایک پڑوسی کے مکان پر چڑھ کر اندر کود پڑا اور وہاں جا کر چھپ گیا اور میں نے سنا کہ لوگ میرے مکان میں گھس آئے ہیں اور شور و غل مچا رہے ہیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ ہماری خبر خلیفہ کو ہو گئی ہے اور اس نے شہر کے کوتوال کو بھیجا ہے کہ وہ ہمیں پکڑ کر خلیفہ کے سامنے پیش کرے۔ میں اسی طرح حیران و پریشان آدھی رات تک چھپا بیٹھا رہا اور مجھے وہاں سے نکلنے کی ہمت نہ پڑی۔ اب مکان والے کو معلوم ہوا کہ گھر کے اندر کوئی ہے اور وہ بہت گھبرایا اور اس گھبراہٹ میں باہر جا کر ایک ننگی تلوار لایا اور میرے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ میرے گھر کے اندر کون گھسا ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ میں تیرا پڑوسی جوہری ہوں۔ اس نے مجھے پہچان لیا اور مجھ پر حملہ نہ کیا۔ اس کے بعد وہ چراغ لے کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بھائی' جو مصیبت آج رات تجھ پر گزری ہے اس پر مجھے بھی افسوس ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی' بتا تو سہی کہ میرے مکان میں کون تھا اور کون لوگ دروازہ توڑ کر اندر گھسے ہیں؟ کیوں کہ میں تو بھاگ کر تیرے پاس آ چھپا ہوں اور مجھے کچھ خبر نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ کل ہمارے پڑوس میں ڈاکو آئے تھے اور انہوں نے فلاں شخص کو مار ڈالا اور اس کا مال لوٹ لیا ہے۔ انہوں نے بھی یہ دیکھا ہو گا کہ تو بعض چیزیں اس مکان میں منتقل کر رہا ہے۔

اس لیے وہ آج تیرے گھر میں گھسے اور تیرا سارا سامان لے گئے اور تیرے مہمانوں کو قتل کر ڈالا۔

جوہری کا بیان ہے کہ میں اور میرا پڑوسی وہاں سے نکل کر مکان میں آئے تو دیکھا کہ وہ خالی پڑا ہے اور اس میں کوئی چیز باقی نہیں۔ اس پر میں بہت حیران و پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ چیزوں کے ضائع ہو جانے کی تو مجھے پروا نہیں اگرچہ بعض چیزیں میں اپنے دوستوں سے مانگ کر لایا تھا اور وہ بھی چوری ہو گئیں' اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ جان جائیں گے کہ میرا گھر لٹا ہے اور میرے گھر کا سارا سامان جاتا رہا مگر مجھے اندیشہ ہے تو علی بن بکار اور امیرالمومنین کی کنیز کا کیونکہ اگر ان کا راز فاش ہو گیا تو میری بھی جان جائے گی۔ اس کے بعد میں اپنے پڑوسی کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ تو میرا بھائی اور پڑوسی ہے اور میرے رازوں کو چھپانے والا ہے' تو مجھے کیا مشورہ دیتا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ انتظار کر کیونکہ جو لوگ تیرے گھر پر ڈاکہ ڈال کر تیرا مال متاع لے گئے ہیں انہوں نے خلیفہ کے محل اور شہر کے کوتوال کے بہت سے آدمی مارے ڈالے ہیں اور حکومت کے سپاہی ان کی تلاش میں ہر گلی کوچے میں پھر رہے ہیں۔ وہ انہیں ضرور پکڑ لیں گے اور تیرا مقصد بر آئے گا بغیر اس کے کہ تو اپنی طرف سے کوئی کوشش کرے۔ جب جوہری نے یہ بات سنی تو وہ اپنے دوسرے مکان کو چلا گیا جہاں وہ رہا کرتا تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # ایک سو چونسٹھ ویں رات

جب ایک سو چونسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب جوہری نے یہ بات سنی اور وہ اپنے دوسرے مکان کو چلا گیا جہاں وہ رہا کرتا تھا وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ جو آفت میرے اوپر نازل ہوئی ہے وہی ہے جس سے بھاگ کر ابوالحسن بصرے چلا گیا ہے اور میں پھنس گیا ہوں۔

اب اس کے مکان کے لٹنے کی خبر لوگوں میں پھیلی اور لوگ ہر طرف سے اس کے پاس آنے لگے۔ بعض تو اس کی تکلیف پر خوش تھے اور بعض کہتے تھے کہ تو معذور ہے اور اس کا غم بٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ ان سے فریاد کرتا تھا اور اپنے غم کی وجہ سے نہ کھانا کھاتا اور نہ پانی پیتا تھا۔ وہ اس افسوس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا ایک غلام اس کے پاس آ کر کہنے لگا کہ ایک شخص دروازے پر کھڑا تجھے بلا رہا ہے مگر میں اسے نہیں پہچانتا۔ جوہری نے باہر آ کر اسے سلام کیا مگر اسے پہچانا نہیں۔ اس شخص نے جوہری سے کہا کہ میں تجھ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جوہری نے اسے مکان کے اندر لے جا کر پوچھا کہ تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ میرے ساتھ تو اپنے دوسرے گھر چل۔ جوہری نے کہا کہ کیا تو میرا دوسرا گھر بھی جانتا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے تیرے تمام حالات معلوم ہیں اور میں تیرے لیے ایک ایسی خبر لایا ہوں جس سے تیرا غم دور ہو جائے گا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ایسا ہے تو اس کا جہاں جی چاہے' مجھے لے جائے۔ اب ہم چلتے چلتے دوسرے مکان میں پہنچے اور اس نے یہ دوسرا مکان دیکھ کر کہا کہ یہاں نہ تو دروازہ ہے اور نہ دربان' یہاں بیٹھنا ممکن نہیں' کسی اور جگہ چل۔ یہ کہہ کر وہ شخص ایک مکان سے دوسرے مکان میں جاتا تھا اور میں اس کے ساتھ ساتھ تھا یہاں تک کہ رات ہو گئی

مگر میں نے اس سے کوئی بات نہ پوچھی۔ وہ برابر چلا جا رہا تھا اور میں ساتھ ساتھ لگا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ہم شہر کے باہر میدان میں پہنچ گئے اور وہ مجھ سے برابر کہتا جاتا تھا کہ چلا چل اور خود تیز تیز چل رہا تھا۔ میں اپنا دل مضبوط کئے چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ ہم دریا کے کنارے پہنچ گئے اور وہ مجھے لے کر ایک ناؤ میں بیٹھ گیا اور ملاح نے ناؤ کو کھے کر دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔ اب وہ ناؤ سے اترا اور اس کے پیچھے میں بھی اترا' اور وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک گلی میں لے گیا۔ جہاں عمر بھر میرا گزر نہ ہوا تھا اور جس کے متعلق مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ شہر کے کس حصے میں ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ ایک دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اسے کھولا اور مجھے لے کر اندر داخل ہو گیا اور دروازے میں لوہے کا قفل لگا دیا۔ صحن میں پہنچ کر ہمیں دس آدمی ملے جو ایک شکل کے تھے کیونکہ وہ بھائی بھائی تھے۔

جوہری کا بیان ہے کہ ہم نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا اور ہم سے کہا کہ بیٹھ جاؤ اور ہم بیٹھ گئے۔ تھکن کی وجہ سے میری جان نکل رہی تھی۔ اس لیے انہوں نے گلاب کا عرق لا کر میرے منہ پر چھڑکا اور مجھے شراب پینے کو دی اور میرے سامنے کھانا پیش کیا اور ان میں سے بعض نے میرے ساتھ کھایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کھانے میں کوئی مضر چیز ہوتی تو وہ میرے ساتھ نہ کھاتے۔ جب ہم کھا کر ہاتھ دھو چکے تو ہر شخص جا کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو ہمیں جانتا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں' میری جان کی قسم نہ میں نے تم لوگوں کو دیکھا ہے نہ اس شخص کو جو مجھے تمہارے پاس لایا ہے اور نہ کبھی اس مکان کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا تو اپنا حال سنا مگر بالکل جھوٹ نہ بولیو۔ میں نے کہا کہ میرا حال عجیب و غریب ہے کیا تم میرے متعلق کچھ جانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں' ہمیں نے کل رات تیرا گھر لوٹا تھا اور تیرے دوست اور اس کی مغنیہ کو لے آئے تھے۔ میں نے کہا کہ خدا تمہاری پردہ پوشی کرے! وہ میرا دوست اور اس کی مغنیہ کہاں ہے؟ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ایک طرف اشارہ کر کے کہا

وہاں۔ لیکن بھائی' خدا کی قسم ان کا راز سوائے تیرے ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں اور جب سے ہم انہیں لائے ہیں اب تک ہم نے ان کی شکل بھی نہیں دیکھی اور نہ ان کا حال پوچھا کیونکہ ان کے چہرے سے ہیبت و وقار ٹپکتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے ان کو قتل بھی نہیں کیا۔ تو بتا کہ وہ ہیں کون؟ اس میں نہ تیری جان جائے گی اور نہ ان کی۔

جوہری کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ باتیں سنیں تو قریب تھا کہ مارے ڈر اور خوف کے میری جان نکل جائے اور میں نے ان سے کہا کہ اے بھائیو' اگر مروت دنیا سے اٹھ جائے تو وہ تمہارے پاس ضرور ملے گی' اور اگر میں کسی بھید کو ظاہر کرنے سے ڈرتا ہوں تو تمہارے ہی سینے اس کو چھپا سکتے ہیں۔ اس قسم کی اور بہت سی باتیں میں نے ان سے کیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ بھید کو چھپانے سے اس کا ظاہر کر دینا بہتر اور مفید تر ہے۔ اس لیے میں نے اپنا سارا ماجرا شروع سے آخر تک بیان کر دیا۔

میری باتیں سن کر وہ کہنے لگے کہ واقعی یہ جوان علی بن بکار اور یہ لڑکی شمس النہار ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر انہوں نے بہت افسوس کیا اور اٹھ کر ان سے معذرت کی اور مجھ سے کہا کہ جو کچھ ہم تیرے گھر سے لائے تھے اس کا ایک حصہ تلف ہو گیا اور جو باقی ہے حاضر ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے قریب قریب سب میرا مال واپس کر دیا اور وعدہ کیا کہ وہ اسے میرے گھر پہنچا دیں گے اور باقی کا بھی انتظام کر دیں گے۔ یہ سن کر میرے دل کو اطمینان ہو گیا' مگر اس بارے میں تاہم ان میں اختلاف رہا' کچھ لوگ میرے موافق تھے اور کچھ مخالف اور اب ہم سب روانہ ہو گئے۔

یہ تو میرا ماجرا ہوا۔ اب علی بن بکار اور شمس النہار کا قصہ سنئے۔ مارے ڈر کے ان کی جان نکل رہی تھی۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو انہیں سلام کیا اور ان سے پوچھا کہ کنیز اور دونوں نوکرانیوں کا کیا حال ہے اور وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں ان کی بالکل خبر نہیں۔ اب ہم چلتے چلتے اس جگہ پہنچے جہاں ایک ناؤ تھی اور ان لوگوں

نے ہمیں اس میں سوار کر دیا۔ یہ ناؤ وہی تھی جس میں ہم کل بیٹھ کر آئے تھے۔ ملاح نے اسے کھے کر ہمیں دوسرے کنارے پر پہنچا دیا اور وہاں ان لوگوں نے ہمیں اتار دیا۔ ابھی ہم وہاں بیٹھ کر ستانے بھی نہ پائے تھے کہ سواروں نے ہمیں آ کر گدھوں کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر جو لوگ ہمارے ساتھ آئے تھے وہ گدھوں کی طرح بھاگے اور ناؤ واپس آئی اور وہ لوگ اس میں بیٹھ گئے اور ملاح کھے کر انہیں دریا میں لے گیا اور وہ چلتے ہوئے اور ہم دریا کے کنارے خشکی پر رہ گئے۔

ہم نہ وہاں ٹھہر سکتے تھے اور نہ وہاں سے بھاگ سکتے تھے۔ سواروں نے ہم سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ مگر ہمیں جواب دیتے بن نہ پڑا۔ جوہری کا بیان ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ جن لوگوں کو تم نے ہمارے ساتھ دیکھا تھا وہ ٹھگ تھے' ہم ان کو پہچانتے نہیں اور ہم گویے ہیں۔ وہ ہمیں گانے بجانے کے بہانے سے لے گئے تھے اور بڑی خوشامد درآمد سے ہم نے اپنا پیچھا ان سے چھڑایا ہے۔ اس وقت وہ ہمیں چھوڑ کر بھاگے ہیں اور ان کا حال تم پر ظاہر ہے۔

جب سواروں کی نظر شمس النہار اور علی بن بکار پر پڑی تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور اگر تو سچا ہے تو بتا کہ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ تمہارا گھر کہاں ہے اور کس محلے میں رہتے ہو؟ جوہری کا بیان ہے کہ اب میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہوں کہ اتنے میں شمس النہار لپک کر سواروں کے سردار کے پاس پہنچی اور اس سے چپکے چپکے کچھ کہنے لگی۔ اس پر وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور شمس النہار کو اس پر سوار کر کے اس کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور آگے آگے چلنے لگا۔ ایک دوسرے شخص نے یہی جوان علی بن بکار کے ساتھ کیا اور ایک تیسرے شخص نے میرے ساتھ۔ یہاں تک کہ سواروں کا سردار ہمیں لے کر دریا کہ کنارے ایک جگہ پر پہنچا اور ایک غیر زبان میں آواز دی اور بعض اجنبی لوگ کشتیاں لے کر پہنچ گئے۔ ایک میں اس نے ہمیں بٹھا دیا اور خود ہمارے ساتھ بیٹھ گیا اور دوسری میں

اپنے ساتھیوں کو بٹھایا۔ ملاحوں نے کھے کر ہمیں خلیفہ کے محل کے پاس پہنچایا' جہاں شمس النہار اتر گئی' مگر مارے ڈر کے' ہماری روح خشک ہو رہی تھی۔ اب ہم کشتیوں میں بیٹھ کر آگے چلے یہاں تک کہ اس جگہ پر پہنچے جہاں سے ہم اپنے مکان جا سکتے تھے' اور اتر کر خشکی پر چلنے لگے اور سوار ہمارے ساتھ ساتھ تھے اور یہاں تک کہ ہم اپنے گھر پہنچ گئے اور ہم ان سے رخصت ہو کر گھر کے اندر گئے اور انہوں نے اپنی راہ لی۔ جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو ہمارا یہ حال تھا کہ ہم اپنی جگہ سے نہ ہل سکتے تھے اور نہ ہی ہمیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ دن ہے یا رات۔ صبح تک ہماری یہی حالت رہی اور جب شام ہوئی تو علی بن بکار کو غش آ گیا۔ وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور عورتیں اور مرد اس پر رو رہے تھے۔ اتنے میں اس کے گھر والوں نے آ کر مجھے بیدار کیا اور کہا کہ بتا تو سہی کہ ہمارے لڑکے پر کیا گزری اور اب اس کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ اے لوگو' سنو -------

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # ایک سو پینسٹھ ویں رات

جب ایک سو پینسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوہری نے کہا کہ اے لوگو' میری بات غور سے سنو اور مجھے دق نہ کرو۔ ذرا صبر کرو' جب اسے افاقہ ہو گا تو وہ خود اپنی واردات تم سے بیان کرے گا۔ اس کے بعد میں نے ان سے ذرا سختی سے گفتگو کی اور کہا کہ کہیں ہماری تمہاری فضیحت نہ ہو جائے۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ علی بن بکار اپنے بچھونے میں کلبلایا اور گھر والے خوش ہو گئے اور دوسرے لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے' مگر گھر والوں نے مجھے روک لیا اور اس کے منہ پر گلاب کا عرق چھڑکنے لگے۔ جب اسے ہوش آیا اور تازہ ہوا اس کے دماغ میں پہنچی تو لوگ اس کی مزاج پرسی کرنے لگے۔ وہ ان سے اپنا حال بیان کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان رکتی تھی۔ اس کے بعد اس نے اشارے سے کہا کہ اسے گھر جانے دو اور انھوں نے مجھے جانے دیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر میں اپنے گھر پہنچا لیکن مجھے یہ یقین نہ آتا تھا کہ میں بچ گیا۔ دو آدمی مجھے پہنچانے آئے اور مجھے گھر تک پہنچا گئے۔ جب میرے گھر والوں نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو وہ رونے اور سر پیٹنے لگے۔ مگر میں نے اشارے سے کہا کہ چپ رہو اور وہ چپ ہو گئے اور دونوں آدمی واپس چلے گئے۔ رات بھر میں نے بچھونے پر کروٹیں بدلتے گزار دی۔ جب دن چڑھا اور میری طبیعت سنبھلی تو میں نے دیکھا کہ گھر والے میرے اردگرد جمع ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ تجھ پر کیا مصیبت گزری ہے اور تو کس بلا میں مبتلا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے لیے تھوڑی سی شراب لاؤ۔ جب وہ شراب لائے اور میں نے سیر ہو کر پی اور ان سے کہا کہ جو ہوا سو ہوا' اس کی یاد نہ دلاؤ اور وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے اپنے لوگوں سے معذرت کی اور کہا کہ جو چیزیں جاتی رہی تھیں کیا ان میں سے کوئی واپس آئی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں کچھ واپس

آ گئی ہیں' اس طرح سے کہ کوئی شخص آ کر انہیں گھر کے دروازے میں ڈال گیا مگر کسی نے اسے دیکھا نہیں۔ اس سے مجھے تسلی ہوئی اور میں دو دن تک اپنے گھر

ٹھہرا رہا' مگر میری حالت یہ تھی کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ نہ سکتا تھا لیکن بالاخر دل پر جبر کر کے اٹھا اور حمام گیا۔ اگرچہ بہت پژمردہ تھا اور میرا دل علی بن بکار اور شمس النہار میں لگا ہوا تھا کیونکہ اب تک مجھے ان کی کوئی خبر نہ ملی تھی اور علی بن بکار کے گھر تک جانا میرے لیے ناممکن تھا اور جان کے ڈر سے گھر پر ٹھہرنا بھی اجیرن تھا۔ اب میں نے اپنے کئے پر خدا کے آگے توبہ کی اور اپنی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ کئی دن کے بعد میرے دل نے کہا کہ میں علی بن بکار کے مکان پر جاؤں مگر فوراً واپس آ جاؤں۔

میں نے جانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک عورت کھڑی ہوئی ہے۔ جب میں نے اسے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ شمس النہار کی کنیز ہے۔ اسے پہچانتے ہی میں تیز تیز چلنے لگا اور وہ میرے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئی۔ میں ڈرا اور جب جب میری نظر اس پر پڑتی' میں گھبراتا اور وہ مجھ سے کہتی کہ ذرا ٹھہر تو سہی' میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ مگر میں اس کی طرف بالکل التفات نہ کرتا۔ یہاں تک کہ میں چلتے چلتے ایک مسجد میں پہنچا' جہاں کوئی نہ تھا اور اس نے کہا کہ اس مسجد کے اندر چل' میں تجھ سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں' تجھے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے قسمیں دیں اور میں مسجد کے اندر گیا اور وہ بھی میرے پیچھے پیچھے پہنچی۔ پہلے میں نے دو رکعتیں پڑھیں اور پھر اس کے پاس آیا

اور ایک آہ بھر کر اس سے کہا تو کیا کہنا چاہتی ہے؟ اس نے میری سرگزشت پوچھی اور میں نے تمام ماجرا بیان کر دیا جو میرے اور علی بن بکار کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ تو کیا خبر لائی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب میں نے دیکھا کہ لوگ تیرا دروازہ توڑ کر اندر گھس آئے ہیں تو میں بہت ڈری اور مجھے اندیشہ

ہوا کہ لوگ خلیفہ کے بھیجے ہوئے تو نہیں ہیں۔ اگر ہوں گے تو وہ مجھے اور میری مالکہ کو پکڑ کر لے جائیں گے اور ہم فوراً مار ڈالے جائیں گے۔ یہ سوچ کر میں اور دونوں مامائیں تینوں ایک چھت پر بھاگے اور ایک اور اونچے محل پر سے لوگوں کے اوپر کود پڑے اور وہاں سے بھاگ کر خلیفہ کے محل میں پہنچے۔ ہماری حالت ابتر تھی لیکن ہم نے کسی سے اپنا بھید نہ کہا مگر ہمیں سخت پریشانی تھی۔

جب رات ہوئی تو میں نے دریا کی طرف والا دروازہ کھولا اور اس ملاح کو بلایا جو اس رات ہمیں لے گیا تھا اور اس سے کہا کہ میری مالکہ کا کہیں پتہ نہیں۔ تو مجھے ناؤ میں لے چل تا کہ میں اسے تلاش کروں' شاید وہ کہیں مل جائے۔ اس نے مجھے ناؤ میں بٹھا لیا اور چل دیا۔ چلتے چلتے جب آدھی رات ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک کشتی محل کے دروازے کی طرف جا رہی ہے اور ایک آدمی اسے کھے رہا ہے اور دوسرا کھڑا ہوا ہے اور دونوں کے درمیان میں ایک عورت پڑی ہوئی ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ شمس النہار تھی۔ یہ دیکھ کر میں بھی اس کی کشتی میں آ گئی اور مارے خوشی کے' میرا حال بے حال تھا کیونکہ ناامید ہو جانے کے بعد میں نے اسے دیکھا تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چھیاسٹھ ویں رات

جب ایک سو چھیاسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -------
کنیز نے جوہری سے کہا کہ میں مارے خوشی کے پھولے نہ سماتی تھی کیونکہ میں اسے

دیکھنے سے ناامید ہو چکی تھی۔ جب میں اس کے سامنے آئی تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس شخص کو ایک ہزار دینار دے دوں جو اسے لایا ہے۔ اس کے بعد میں اور دونوں مامائیں اسے اٹھا کر لے گئے اور بچھونے پر لٹا دیا۔ رات بھر اس کا برا حال رہا اور دوسرے روز میں نے حکم دیا کہ کوئی کنیز یا خادم اس روز اس کے پاس نہ آئے۔ دوسرے دن ذرا اس کی حالت سدھر گئی مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ قبر سے اٹھ کر آئی ہے۔ میں نے اس کے منہ پر گلاب کا عرق چھڑکا اور ہاتھ پاؤں دھلا کر اس کے کپڑے بدلے اور بہت منت سماجت کر کے اسے کچھ کھانا کھلایا اور کچھ شراب پلائی کیونکہ اس کا جی نہ کھانے کو چاہتا تھا اور نہ پینے کو۔ جب اسے تازہ ہوا لگی اور اس کی طبیعت سنبھلی تو میں اسے نصیحت کرنے لگی اور اس سے کہا کہ اے میری آقا' دیکھ اپنے حال پر رحم کر۔ ہم پر جو گزری ہے وہ سب تو نے دیکھا ہے اور تیری مصیبت تو انتہا درجے کی تھی۔ کیونکہ تو مرتے مرتے بچی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے نیک بخت کنیز' موت اس سے بہتر ہے جو مجھ پر گزری ہے کیونکہ اب میر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ جب ڈاکو ہمیں جوہری کے مکان سے لے گئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں ایک ڈومنی کنیز ہوں۔ وہ سمجھے کہ میں سچ کہتی ہوں اور انہوں نے پھر علی بن بکار سے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بھی ایک معمولی آدمی ہوں۔ اس پر وہ ہمیں لے کر اپنی جگہ پہنچے' راہ میں ڈر کے مارے ہم تیز تیز چلتے تھے۔ جب وہ ہمیں لے کر اپنی جگہ پہنچے تو انہوں نے

مجھے غور سے دیکھا اور میرے لباس اور زیور اور جواہرات پر نظر ڈالی اور سمجھے کہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور کہنے لگے کہ ڈومنیوں کے پاس تو ایسے زیور نہیں ہوتے۔ سچ سچ بتا کہ تیرا قصہ کیا ہے؟ میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ اب یہ لوگ میرے زیور اور لباس کی خاطر مجھے قتل کر دیں گے اور میں چپ رہی۔ اب ٹھگوں نے علی بن بکار کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ تیری صورت بھی عام لوگوں کی سی نہیں۔ اس پر وہ بھی خاموش رہا۔
غرض کہ ہم دونوں نے اپنا حال پوشیدہ رکھا اور برابر روتے رہے۔ اس وجہ سے خدا نے ڈاکوؤں کے دل میں ہمارے طرف سے رحم ڈال دیا اور انہوں نے ہم سے کہا کہ وہ کس کا مکان تھا جہاں تم لوگ تھے؟ ہم نے کہا کہ فلاں جوہری کا۔ اس پر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں اسے خوب جانتا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اپنے دوسرے مکان میں رہتا ہے' میں ابھی جا کر اسے بلاتا ہوں۔
اب انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے ایک الگ جگہ رکھیں اور علی بن بکار کو ایک الگ جگہ اور ہم سے کہنے لگے کہ آرام کرو اور اس بات سے ڈرو مت کہ تمہارا راز فاش ہو جائے گا اور ہماری طرف سے تم بے دھڑک رہو۔ اب ان کا ساتھی جا کر جوہری کو لے آیا اور اس نے ہمارا حال ان پر ظاہر کیا اور ہم اس سے ملے۔ اس کے بعد ایک شخص جا کر ایک کشتی لایا اور وہ لوگ ہمیں اس میں سوار کر کے اسے تیز تیز کھینے لگے یہاں تک کہ ہمیں دوسرے کنارے پر اتار کر چلتے ہوئے۔ اتنے میں کوتوالی کے سوار آ پہنچے اور ہم سے کہنے لگے کہ تم کون ہو؟ میں نے کوتوال سے کہا کہ میں خلیفہ کی چہیتی شمس النہار ہوں۔ میں نے شراب پی تھی اور وزیروں کی بعض بیویوں کے پاس جا رہی تھی جو میری شناسا ہیں کہ اتنے میں ان ٹھگوں نے آ کر مجھے پکڑ لیا۔ مگر وہ اس جگہ تک پہنچے ہی تھے کہ تمہیں دیکھ کر بھاگ گئے۔ میں اس قابل ہوں کہ تمہاری بھلائی کا بدلہ دے سکوں۔ کوتوال نے میری باتیں سن کر مجھے پہچان لیا اور گھوڑے سے اتر کر مجھے اس پر بٹھا دیا اور علی بن بکار اور جوہری کے ساتھ بھی

یہی کیا۔ اب میں ان کے متعلق سخت پریشان ہوں‘ بالخصوص جوہری کے متعلق جو ابن بکار کا دوست ہے۔ لہٰذا تو اس کے پاس جا کر میرا سلام کہہ اور اس سے علی بن بکار کا حال پوچھ۔ اس پر میں نے اسے برا بھلا کہا اور اسے ڈرایا اور کہا کہ اے میری مالکہ‘ اپنے حال پر رحم کھا۔ لیکن اس نے مجھے ڈانٹا اور مجھ پر خفا ہونے لگی اور میں وہاں سے اٹھ کر تیرے پاس آئی لیکن تجھے نہ پایا‘ مگر میں ابن بکار کے پاس جانے سے ڈرتی تھی۔ اس لیے میں کھڑی ہو کر تیری راہ دیکھنے لگی تا کہ میں تجھ سے اس کا حال دریافت کروں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ کیسا ہے؟ اب میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھ سے کچھ دام قبول کر لے کیونکہ تو اپنے دوستوں سے وہ چیزیں مانگ کر لایا ہو گا جو چوری ہو گئی ہیں اور اب تجھے ڈنڈ بھرنا ہو گا۔ جوہری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ بسر و چشم‘ چل اور میں بھی اس کے ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ ہم دونوں میرے مکان کے پاس پہنچے۔ اب اس نے مجھ سے کہا کہ میری واپسی تک یہیں ٹھہرا رہیو۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

• ایک سو سڑسٹھ ویں رات

جب ایک سو سڑسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک دل بادشاہ ------ کنیز نے جوہری سے کہا کہ یہیں ٹھہرے رہیو اور میرے لوٹنے کی راہ دیکھیو اور چل دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دام لے کر واپس آئی اور مجھے دے کر کہنے لگی کہ اے میرے آقا' تجھ سے دوبارہ کس جگہ ملاقات ہو گی؟ میں نے کہا کہ میں ابھی اپنے مکان میں جاتا ہوں اور تیری خاطر اپنے اوپر تکلیف گوارا کر کے سوچوں گا کہ تیری رسائی اس تک کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ اس وقت اس تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اس نے کہا کہ میں تجھ سے کس جگہ مل سکتی ہوں؟ میں نے جواب دیا کہ میرے مکان پر۔ اس کے بعد وہ مجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی اور میں دینار لے کر گھر گیا اور انہیں گنا تو پانچ ہزار دینار تھے۔ ان میں سے کچھ میں نے گھر والوں کو دیئے اور کچھ قرض داروں کو۔ اب میں وہاں سے اٹھا اور اپنے غلاموں کو لے کر اس گھر میں گیا جہاں ڈاکہ پڑا تھا اور معماروں اور بڑھئیوں کو بلوا کر اس کی مرمت کرائی اور اپنی کنیز کو پھر وہاں رکھا اور جو کچھ میرے اوپر گزری تھی وہ سب بھول گیا۔ اس کے بعد میں وہاں سے روانہ ہو کر علی بن بکار کے مکان پر پہنچا اور اس کے غلاموں نے آ کر مجھ سے کہا کہ ہمارا آقا دن رات تیری کھوج میں لگا ہوا ہے اور اس نے ہم سے کہہ رکھا ہے کہ ہم میں سے جو کوئی تجھ کو لے آئے گا وہ اسے آزاد کر دے گا' اس لیے ہم تیری تلاش میں لگے ہوئے ہیں مگر تیرا پتہ کہیں نہ چلا۔ ہمارے آقا کی حالت اب پہلے سے اچھی ہے اور وہ کبھی ہوش میں آ جاتا ہے اور کبھی بے ہوش ہو جاتا ہے۔ جب کبھی اسے ہوش آتا ہے تو وہ تجھے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اسے ذرا سی دیر کے لیے میرے پاس لے آؤ اور پھر بے ہوش ہو جاتا ہے۔

جوہری کا بیان تھا کہ میں غلام کے ساتھ اس کے پاس گیا اور دیکھا کہ اس کے منہ

سے بات نہیں نکلتی۔ اب میں اس کے سرہانے جا بیٹھا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ رو پڑا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اہلاً و سہلاً و مرحبا۔

میں نے اپنے سینے کے سہارے اسے بٹھا لیا۔ اس نے کہا کہ بھائی' جس روز سے میں لیٹا ہوں اس وقت اٹھ کر بیٹھا ہوں' شکر ہے خدا کا کہ تیرا دیدار نصیب ہوا۔ جوہری کہتا ہے کہ سہارا دیتے دیتے میں نے اسے کھڑا کر دیا اور چند قدم ٹہلایا اور اس کے کپڑے بدلے اور اس نے شراب پی۔ یہ سب اس لیے تھا کہ اس کی طبیعت بہلے۔

جب میں نے دیکھا کہ اسے قدرے آرام ہے تو میں نے اس سے لڑکی کا حال بیان کیا اس طرح سے کہ کوئی اور سن نہ سکے۔ اور اس سے کہا کہ اپنا دل مضبوط کر اور اپنے آپ کو سنبھال' مجھے تیری حالت معلوم ہے۔ اس پر وہ مسکرا دیا اور میں نے کہا کہ کوئی ایسی بات نہ ہو گی جس سے تو خوش نہ ہو اور تیرا غم غلط نہ ہو۔

اب علی بن بکار نے کھانا منگوایا اور لوگ کھانا لائے اور پھر اس نے اشارہ کیا اور وہ سب چلے گئے اور اس نے مجھ سے کہا کہ بھائی' تو نے دیکھا کہ میری کیا گت بنی' اور مجھ سے معذرت کرنے لگا اور پوچھا کہ اس زمانے میں مجھ پر کیا گزری۔ میں نے اپنا سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ اس پر اسے بڑا تعجب ہوا اور اس نے اپنے نوکروں سے کہا فلاں فلاں چیز میرے پاس لے آؤ اور وہ نفیس فرش اور پردے لے آئے۔ علاوہ بریں سونے چاندی کے برتن جن کی تعداد ان سے زیادہ تھی جو میرے چوری کئے گئے تھے' اور وہ سب اس نے مجھے دے دیئے۔ میں نے ان چیزوں کو اپنے گھر بھجوا دیا اور اس رات وہیں قیام کیا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے کہا کہ سن' ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے اور محبت کی انتہا یا موت ہے یا وصال' مگر میری حالت موت سے قریب تر ہے۔ کاش کہ میں اس ماجرے سے پہلے مر چکا ہوتا' خدا کی مہربانی نہ ہوتی تو ہماری فضیحت ہو چکی تھی۔ معلوم نہیں کہ موجودہ حالت سے مجھے کس طرح چھٹکارا ہو سکتا ہے! اگر مجھے خدا کا ڈر نہ ہوتا تو میں فوراً خودکشی کر لیتا۔

بھائی' میری حالت ایسی ہے جیسی پنجرے میں چڑیا کی اور یہ غم میری جان لے کر چھوڑے

گا مگر مشکل یہ ہے کہ مرنے کا ایک وقت مقرر ہے۔
جوہری نے کہا کہ اے میرے آقا' اب میں گھر جانا چاہتا ہوں ممکن ہے کہ کنیز کوئی خبر لے کر آئی ہو۔ علی بن بکار نے کہا کہ اچھا جا لیکن جا کر جلد لوٹیو اور مجھے خبر دیجیو کیونکہ تو میری حالت سے بخوبی واقف ہے۔ میں اس سے رخصت ہو کر گھر گیا لیکن ابھی بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ وہ کنیز آ پہنچی اور وہ رو رہی تھی اور اس کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔ جب میں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ اے میرے اقا' ہم پر وہی مصیبت آ بنی جس سے ہم ڈرتے تھے۔ کل جب میں تیرے پاس سے گئی تو میں نے دیکھا کہ میری مالکہ ان دونوں ماماؤں میں سے ایک پر سخت ناراض ہے جو اس رات ہمارے ساتھ تھیں اور اس نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ وہ ماما وہاں سے ڈر کر بھاگی' دروازے پر اسے ایک دربان ملا اور وہ چاہتا تھا کہ ماما پھر اپنی مالکہ کے پاس جائے لیکن اس نے دربان سے کچھ باتیں اشارہ بیان کر دیں۔ اس پر وہ اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور اس سے ماجرا پوچھا اور ماما نے ہمارا سارا کچا چٹھا بیان کر دیا۔ جب خلیفہ تک یہ خبر پہنچی تو اس نے شمس النہار کو مع اس کے تمام اسباب کے اپنے محل میں منتقل کر دیا اور بیس خادم اس پر مقرر کر دیئے' اور اس وقت تک میں اس سے ملاقات نہ کر سکی اور نہ مجھے ٹھیک سبب معلوم ہو سکا۔ مگر میرا گمان ہے کہ یہی سبب ہو گا۔ اے میرے آقا' میں حیران ہوں اور مجھے اپنی جان کے لالے پڑے ہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں اور اپنے اور اس کے لیے کیا تدبیر نکالوں کیونکہ مجھ سے زیادہ پردہ دار اس کا کوئی نہیں ہے۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی

• ایک سو اڑسٹھویں رات

جب ایک سو اڑسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ کنیز نے جوہری سے کہا کہ میری مالکہ کا پردہ دار مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں لہٰذا اے میرے آقا' تو فوراً علی بن بکار کے پاس جا کر خبر کر تا کہ وہ خبردار رہے۔ اگر راز فاش ہو گیا تو پھر ہم اپنی جان بچانے کی کوئی تدبیر کریں گے۔ جوہری کہتا ہے کہ یہ سن کر میں نہایت گھبرایا اور دنیا میری آنکھوں میں اندھیری ہو گئی۔ کنیز جانا ہی چاہتی تھی کہ میں نے کہا کہ اب تیری کیا رائے ہے کیونکہ دیر کرنے کا اب وقت نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر علی بن بکار تیرا دوست ہے اور تو اسے بچانا چاہتا ہے تو میری رائے ہے کہ تو فوراً اس کے پاس جا کر جلد اس سے سارا ماجرا بیان کر اور دیر مت کر اور لمبے راستے سے مت جا' اور میں جا کر اور خبریں لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ مجھ سے رخصت ہوئی اور چل دی۔ جب وہ چلی گئی تو اس کے بعد میں بھی اٹھا اور علی بن بکار کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ وصال کی تمنا کر رہا ہے اور محال بات کی امید میں ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ وصال کی تمنا کر رہا ہے اور محال بات کی امید میں ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ میں اتنی جلد واپس آ گیا ہوں تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ تو ابھی تو گیا تھا اور ابھی لوٹ آیا ہے۔ میں نے کہا کہ تو اپنے بے ہودہ تعلقات چھوڑ دے اور اپنی یہ حالت بدل دے کیونکہ ایسا واقعہ پیش آ چکا ہے جس سے تیری جان و مال کو اندیشہ ہے۔ یہ سن کر اس کی حالت بدل گئی اور وہ پریشان ہو گیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اے میرے بھائی' کہہ کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ اے میرے آقا' یہ باتیں پیش آ چکی ہیں اور اگر تو شام تک یہیں ٹھہرا رہا تو ضرور تجھے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑے گا۔ یہ سن کر علی بن بکار گھبرا گیا اور قریب تھا کہ اس کی روح پرواز کر جائے لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس کی حالت سنبھلی اور اس نے

کہا کہ بھائی' اب کیا کیا جائے؟ تیری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تو جتنا مال اپنے ساتھ لے سکتا ہے اور جن غلاموں پر تجھے بھروسہ ہے انہیں لے کر میرے ساتھ شام ہونے سے پہلے یہاں سے کہیں اور چلا چل۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم اور وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا! مگر وہ اپنے معاملے میں نہایت حیران و پریشان تھا' کبھی چلتا اور کبھی کھڑا ہو جاتا۔ بہر حال وہ جو کچھ لے سکتا تھا اس نے اپنے ساتھ لیا اور اپنے گھر والوں سے معذرت کی اور ان سے اپنا مقصد بیان کیا اور تین اونٹنیوں پر اپنا سامان لادا اور سوار ہو گیا۔ میں نے بھی یہی کیا اور ہم دونوں بھیس بدل کر چپکے سے چل دیئے اور دن بھر اور رات بھر چلتے رہے۔ جب پچھلی رات ہوئی تو ہم نے اپنا سامان اتارا اور اونٹوں کو باندھ کر سو گئے۔ ہم اتنے تھکے ہوئے تھے کہ اپنے آپ سے بے خبر ہو گئے اور ڈاکوؤں نے ہمیں گھیر کر جو کچھ ہمارے پاس تھا لے لیا اور ہمارے غلاموں کو قتل کر دیا کیونکہ وہ ہمیں ان سے بچانا چاہتے تھے۔ اب انہوں نے ہمارا سارا مال اور جانور لیے اور ہمیں اسی جگہ بے حال چھوڑ کر چلتے ہوئے۔

ہم وہاں سے اٹھ کر آگے چلے اور صبح ہوتے ایک شہر میں پہنچے اور اس میں داخل ہو کر مسجد کی طرف چلے اور ننگے اس میں داخل ہوئے اور دن بھر اس کے ایک کونے میں بیٹھے رہے۔ جب رات ہوئی تو ہم وہیں سو گئے' نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ جب دوسری صبح ہوئی تو ہم نے فجر کی نماز پڑھی اور وہیں بیٹھے رہے۔ اتنے میں ایک شخص نے آ کر ہمیں سلام کیا اور دو رکعتیں پڑھیں اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا

کہ اے لوگو' کیا تم پردیسی ہو؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ ڈاکوؤں نے ہم پر چھاپہ مار کر ہمارے کپڑے تک اتار لیے ہیں۔ اب ہم اس شہر میں داخل ہوئے ہیں مگر ہم یہاں کسی کو نہیں جانتے جس کے پاس جا کر پناہ لیں۔ اس شخص نے کہا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو میرے ساتھ چل کر میرے گھر میں قیام کرو۔ جوہری کا بیان ہے کہ

میں نے علی بن بکار سے کہا کہ چل ہم اس کے ساتھ چلیں' اس میں ہمارے دو فائدے ہیں' ایک تو یہ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اس مسجد میں آئے اور ہمیں پہچان لے اور دوسرے یہ کہ ہم پردیسی ہیں اور رہنے کا اور کوئی ٹھکانہ نہیں۔ علی بن بکار نے کہا کہ جو تیری مرضی ہو کر۔ اتنے میں اس شخص نے ہم سے دوبارہ کہا کہ اے غریب لوگو' میرا کہنا مانو اور میرے گھر چلو۔ جوہری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ سن کر اس نے اپنے کچھ کپڑے اتار کر ہمیں پہنا دیئے اور ہم سے معذرت کی اور نرمی سے پیش آیا اور ہم اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے گھر چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک نو عمر نوکر نے آ کر دروازہ کھولا اور وہ آگے آگے اور پیچھے پیچھے ہم داخل ہو گئے۔ اس کے بعد اس شخص نے ایک بقچہ منگوایا جس میں پہننے کے کپڑے اور ململ کے تھان تھے' اس میں سے اس نے دو جوڑے کپڑوں کے ہمیں دیئے اور دو تھان ململ کے' اور ہم پگڑیاں باندھ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک کنیز نے دسترخوان لا کر بچھایا اور ہم سے کہا کہ کھاؤ۔ ہم نے کچھ تھوڑا سا کھایا اور پھر دسترخوان بڑھایا گیا اور ہم اس کے پاس بیٹھے رہے۔

جب رات ہونے لگی تو علی بن بکار گریہ و زاری کرنے لگا اور اس نے جوہری سے کہا کہ اے میرے بھائی' میرا مرنا تو اب یقینی ہے۔ اس لیے میں تجھ سے ایک وصیت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب تو دیکھے کہ میں مر چکا ہوں تو میری ماں کے پاس جا کر اس کو خبر دیجیو اور اس سے کہیو کہ وہ یہاں آ کر میری عزاداری کرے اور غسل کے وقت موجود ہو اور اسے میری جدائی پر صبر کرنے کی تلقین کیجیو۔ یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گیا اور گر پڑا۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے دور سے کسی لڑکی کو گاتے اور اشعار پڑھتے سنا اور کان لگا کر سننے لگا۔ لڑکی کبھی مدہوش ہو جاتی اور کبھی اس کا نشہ اتر جاتا تھا اور کبھی اپنی مصیبت پر بے قرار اور غم زدہ ہو کر رونے لگتی تھی۔ لڑکی کا گانا سن کر ابن بکار

نے ایک چیخ ماری اور اس کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو میں نے اسے مکان کے مالک کے سپرد کر کے کہا کہ میں اس کی ماں اور رشتے داروں کو خبردار کرنے بغداد جاتا ہوں تاکہ وہ آ کر اس کی تجہیز و تکفین کریں۔ اب میں بغداد پہنچا اور اپنے گھر جا کر کپڑے بدلے اور علی بن بکار کے مکان پر گیا۔ جب اس کے غلاموں نے مجھے دیکھا تو وہ میرے پاس آئے اور اس کا حال پوچھنے لگے۔ میں نے کہا کہ اس کی ماں کے پاس جا کر کہو کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔
جب اس نے اجازت دے دی تو میں نے اندر جا کر اسے سلام کیا اور کہا کہ خدا کا حکم لوگوں کو جلاتا اور مارتا ہے اور جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر دیتا ہے تو وہ ہو کر رہتی ہے اور کوئی جان اس وقت تک نہیں نکلتی۔ جب خدا کا حکم نہ ہو اور اس نے اس کا وقت مقرر نہ کر دیا ہو۔ علی بن بکار کی ماں کو فوراً گمان ہوا کہ اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہے اور وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی اور اس نے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں بتا کہ کیا میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے؟ مارے غم اور رونے کے میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ مجھے اس حالت میں دیکھ کر اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور وہ غش کھا کر زمین پر گر پڑی۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا کہ میرے بیٹے کا حال بیان کر۔ میں نے کہا کہ خدا اس کے بدلے تجھے بڑا اجر دے! اس کے بعد میں نے اس کا حال شروع سے لے کر آخر تک کہہ سنایا۔ اس نے پوچھا کہ اس نے کوئی وصیت بھی کی ہے؟ میں نے جوابدیا کہ ہاں' اور اس کی وصیت بیان کی اور کہا کہ جلد چل کر اس کی تجہیز و تکفین کر۔ علی بن بکار کی ماں میری باتیں سن کر بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے افاقہ ہوا تو وصیت کے موافق وہ چلنے کی تیاری کرنے لگی اور میں اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ اور راہ بھر اس کی جوانی کی تصویر میری آنکھوں کے آگے پھرتی تھی۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ایک عورت نے آ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ایک سو انہترویں رات

جب ایک سو انہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جوہری نے کہا کہ ایک عورت نے آ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو وہی کنیز تھی جو شمس النہار کے پاس سے آیا کرتی تھی اور وہ نہایت پژمردہ تھی۔ جب ہم نے ایک دوسرے کو پہچانا تو ہم دونوں رونے لگے اور اسی حالت میں ہم گھر تک پہنچے۔ میں نے کہا کہ علی بن بکار کا حال تجھے معلوم ہوا؟ اس نے کہا کہ واللہ نہیں۔ میں نے اس کے مرنے کی خبر دی اور سارا ماجرا بیان کیا اور دراں حالیکہ ہم دونوں رو رہے تھے۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ اور تیری مالکہ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خلیفہ نے اس کی محبت کی وجہ سے کسی کی بات نہ سنی اور اس کی طرف سے کوئی بدگمانی نہ کی اور اس سے کہا کہ اے شمس النہار' باوجود دشمنوں کے کہنے کے' مجھے تیری طرف سے کوئی بدگمانی نہیں اور تو مجھے پہلے کی طرح عزیز ہے اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے ایک سنہرا کمرہ اور خوبصورت سرا پردہ آراستہ کیا جائے تاکہ اس وجہ سے اس کی زندگی نہایت عیش و عشرت سے گزرے اور خلیفہ اس کی اور زیادہ عزت کرنے لگا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ خلیفہ نے مئے نوشی کی مجلس گرم کی اور اس کی چہیتی کنیزیں حاضر ہوئیں اور اس نے انہیں درجہ بدرجہ بٹھایا اور شمس النہار کو اپنے پہلو میں جگہ دی لیکن اس کا صبر ختم ہو چکا تھا اور بدحالی بڑھ گئی تھی۔ اتنے میں خلیفہ نے ایک کنیز کو گانے کا حکم دیا اور اس نے سارنگی لے کر اسے ٹھیک ٹھاک کیا اور گانا بجانا شروع کر دیا۔ یہ سن کر شمس النہار کے لیے بیٹھا رہنا ناممکن ہو گیا اور وہ غش کھا کر گر پڑی۔ یہ دیکھ کر خلیفہ نے جام پھینک دیا اور اسے اپنی طرف کھینچا اور چلانے لگا اور

کنیزیں بھی واویلا کرنے لگیں امیرالمومنین نہایت غم زدہ ہوا اور اس نے حکم دیا کہ مجلس میں جتنے برتن اور سارنگیاں اور دوسرے باجے ہیں' سب توڑ دیئے جائیں اور اس کی لاش کو لے کر اس کے کمرے میں گیا اور باقی رات وہیں گزاری۔ دوسری صبح کو اسے نہلوایا اور تجہیز و تکفین کی اور اس پر بہت افسوس کیا مگر اس کا حال کسی سے نہ پوچھا اور نہ یہ کہ اسے کیا ہو گیا تھا؟

اب کنیز نے جوہری سے کہا کہ خدا کے لیے بتا کہ علی بن بکار کا جنازہ کب یہاں آئے گا تاکہ میں اس کے دفن کے وقت موجود ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ میں تو جہاں تو کہے مل سکتا ہوں لیکن یہ بتا کہ تو کہاں ہو گی اور تجھ تک کون خبر لے کر جائے گا؟ اس نے کہا کہ شمس النہار کے مرنے کے بعد خلیفہ نے اس کی کنیزوں کو آزاد کر دیا ہے اور انہیں میں میرا بھی شمار ہے اور میں اس کی قبر کے قریب فلاں جگہ رہتی ہوں۔ یہ سن کر میں اس کے ساتھ روانہ ہو گیا اور شمس النہار کی قبر پر جا کر اس کی زیارت کی اور وہاں سے روانہ ہو کر علی بن بکار کے جنازے کا انتظام کرنے لگا۔ جب جنازہ آیا تو بغداد کی اہالی اس کے ساتھ تھے۔ اور میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا اور میں نے دیکھا کہ عورتوں کے ہمراہ وہ کنیز بھی ہے اور سب سے زیادہ غمگین ہے۔ بغداد میں اس سے بڑا جنازہ کبھی نہ نکلا تھا اور ہم بڑی بھیڑ کے ساتھ قبرستان پہنچے اور اسے دفن کیا' خدا اس پر اپنی رحمت نازل کرے! اور میں اس کی اور شمس النہار کی قبر کی برابر زیارت کرتا رہا۔ یہ ہے ان دونوں کی کہانی' خدا ان پر رحمت بھیجے! مگر اس سے زیادہ عجیب و غریب کہانی بادشاہ شہر مان کی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پوری ایک سو سترویں رات

○ بادشاہ شہرمان اور شہزادہ قمرالزمان کی کہانی

جب پوری ایک سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام شہرمان بادشاہ تھا۔ اس کے پاس بہت لاؤ لشکر تھا لیکن وہ بوڑھا ہو گیا تھا اور اس کی ہڈیاں کمزور ہو گئی تھیں اور اس کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اس پر وہ بہت متفکر اور غمگین اور بے چین رہتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے ایک وزیر کے آگے شکایت کی اور کہنے لگا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد ملک ضائع ہو جائے گا کیونکہ میرا کوئی بیٹا نہیں جو میرے بعد حکومت کرے۔ وزیر نے کہا کہ ممکن ہے کہ خدا کوئی نہ کوئی سبیل نکال دے اس لیے اے بادشاہ' خدا پر بھروسہ کر اور اس کے آگے گریہ و زاری کر۔ یہ سن کر بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور سچی نیت سے دعا مانگی اور اپنی بیوی کو ہم بستری کے لیے بلایا اور خدا کے حکم سے اسے حمل رہ گیا۔ جب حمل کے دن پورے ہو گئے تو اس کے بیٹا پیدا ہوا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح خوبصورت تھا۔ بادشاہ نے اس کا نام قمرالزمان رکھا او خوشیاں منائیں اور حکم دیا کہ شہر میں چراغاں کیا جائے اور سات دن تک چراغاں کیا گیا اور شادیانے بجائے گئے اور لوگوں نے مبارک باد دی اور بچے کے لیے دائیاں اور مامائیں مقرر کی گئیں اور نہایت ناز و نعم میں اس کی پرورش ہوئی یہاں تک کہ وہ پندرہ سال کا ہوا۔ وہ حسن و جمال اور قد و اعتدال میں لاجواب تھا اور باپ کو اس کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ دن رات میں کبھی اس سے جدا نہ ہوتا۔ ایک روز اس نے اپنے ایک وزیر سے کہا کہ مجھے اس سے بے حد محبت ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے' اس لیے میری خواہش

ہے کہ اپنے جیتے جی اس کا نکاح کر دوں۔
وزیر نے کہا کہ اے بادشاہ' نکاح کر دینا بڑی نیکی کی بات ہے اور مناسب بھی یہی ہے کہ بادشاہ بننے سے پہلے تیرے جیتے جی اس کا بیاہ ہو جائے۔ یہ سن کر بادشاہ شہرمان نے کہا کہ میرے بیٹے قمرالزماں کو میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس نے اپنے باپ کے ادب کی وجہ سے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔ باپ نے کہا کہ اے قمرالزمان' میں چاہتا ہوں کہ تیرا بیاہ کر دوں اور اپنے جیتے جی تجھ پر خوش ہوں۔ بیٹے نے کہا کہ ابا جان' مجھے بیاہ کرنا پسند نہیں اور میرا جی عورتوں کی طرف مائل نہیں ہوتا کیونکہ میں نے ان کے مکر اور بے وفائی کے متعلق کتابیں پڑھی ہیں اور تقریریں سنی ہیں۔ ابا جان' بیاہ تو میں ہرگز نہ کروں گا خواہ اس میں میری بربادی ہی کیوں نہ ہو۔ جب سلطان شہرمان نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اسے بہت غم ہوا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو اکھترویں رات

جب ایک سو اکھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب بادشاہ شہرمان نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور شادی کے متعلق اپنے بیٹے قمرالزماں کی نافرمانی پر اسے بہت غم ہوا مگر محبت کی وجہ سے اسے دھرایا نہیں اور نہ ناراضگی کا اظہار کیا بلکہ اس کے ساتھ انعام و اکرام کیا اور نرمی سے پیش آیا تا کہ اس کے دل میں محبت بڑھے۔ ادھر اس کا یہ رویہ تھا اور ادھر قمرالزمان آئے دن حسن و جمال اور خوبروی اور دل کشی میں زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ بادشاہ شہرمان نے اپنے بیٹے پر اور ایک سال صبر کیا۔ اس عرصے میں وہ فصاحت اور ملاحت میں پختہ ہو گیا اور سارا جہان اس کی خوبصوتی کے آگے شرمانے لگا۔ جب ایک سال پورا ہو گیا تو باپ نے اسے پھر بلایا اور کہا کہ بیٹا' کیا تو میری بات نہیں مانے گا؟ قمرالزمان اپنے باپ کی ہیبت کے مارے زمین پر گر پڑا اور شرما کر کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تیری نہ مانوں حالانکہ خدا کا حکم ہے کہ میں تیرا حکم مانوں اور نافرمانی نہ کروں۔ بادشاہ شہرمان نے کہا کہ بیٹا' میں چاہتا ہوں کہ تیری شادی کر کے اپنی زندگی میں تیری خوشی دیکھوں اور مرنے سے پہلے تجھے بادشاہ بنا دوں۔ باپ کی یہ باتیں سن کر اس نے سر نیچا کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا کہ ابا جان' یہی ایک بات ہے جو میں ہرگز نہ کروں گا خواہ مجھے بربادی کا جام ہی کیوں نہ پینا پڑے۔ مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ خدا نے تیری اطاعت میرے اوپر فرض کی ہے اس لیے میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ شادی کے لیے مجھے مجبور نہ کر اور اس بات کو اپنے دل سے نکال ڈال کہ میں زندگی بھر کبھی نکاح کروں۔ میں نے پرانی اور نئی کتابیں پڑھی ہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں پر عورتوں کی بدولت کیا کیا بلائیں اور آفتیں نازل ہوئی ہیں اور یہ کہ ان کے مکر و فریب کی کوئی انتہا نہیں۔ جب بادشاہ شہرمان

نے اپنے بیٹے قمرالزماں سے یہ باتیں سنیں تو محبت کی وجہ سے اسے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس پر اور زیادہ انعام و اکرام کرنے لگا اور مجلس برخاست کر دی اور وزیر کو بلا کر اس سے خلوت میں گفتگو کی اور کہا کہ اے وزیر، بتا کہ اب میں کیا کروں کہ میرا بیٹا شادی کے لیے راضی ہو جائے؟

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو بہترویں رات

جب ایک سو بہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ بادشاہ نے اپنے وزیر کو طلب کیا اور اس سے تنہائی میں کہا کہ اے وزیر' بتا کہ شادی کے مسئلے میں' میں اپنے بیٹے قمرالزماں سے کیا تدبیر کروں؟ کیونکہ میں نے تجھ سے اس کی شادی کے بارے میں مشورہ کیا تھا اور تو نے یہ مشورہ دیا تھا کہ بادشاہ بنانے سے پہلے میں اس کا نکاح کر دوں۔ میں نے کئی بار اس سے شادی کا ذکر کیا لیکن اس نے نہ مانا۔ اے وزیر' بتا کہ اب میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ وزیر نے کہا کہ اے بادشاہ' ایک سال اور صبر کر' اس کے بعد تو اس کے بارے میں گفتگو کیجیو تو تنہائی میں نہ کیجیو بلکہ حکومت کے دن جب کہ تمام امراء اور وزرا حاضر ہوں اور فوج ایستادہ ہوں۔ جب یہ سب لوگ جمع ہوں تو اپنے قمرالزماں کو بلوائیو اور شادی کے بارے میں وزیر اور امیروں اور سرداروں کے سامنے گفتگو کیجیو۔ اس وقت اسے ان کے آگے شرم آئے گی اور وہ تیری مخالفت نہ کرے گا۔ بادشاہ اپنے وزیر کی یہ باتیں سن کر خوش ہو گیا اور اس کی رائے کو پسند کیا اور اسے ایک نہایت عمدہ خلعت عطا کی۔
اس کے بعد بادشاہ شہرمان نے اپنے بیٹے قمرالزمان پر ایک سال اور صبر کیا۔ جوں جوں دن گزرتے جاتے اس کا حسن و جمال اور خوب روئی اور کمال اور نکھرتا جاتا یہاں تک کہ اس کی عمر تقریباً بیس سال ہو گئی اور خدا نے اسے خوبصورتی کا لباس پہنایا اور اس کے سر پر تکمیل کا تاج رکھا یہاں تک کہ اس کی آنکھیں جادوگری میں ہاروت سے بڑھ کر ہو گئیں اور اس کی نگاہیں طاغوت سے زیادہ گمراہ کن بن گئیں اور اس کے رخسار سرخ ہو گئے اور اس کی پلکیں تیز تلوار کی طرح قتل کرنے لگیں اور اس کی پیشانی چمکتے ہوئے چاند کو مات کرنے لگی۔ اس کی زلفیں گویا کالی رات تھیں اور اس کی کمر پٹی کے دھاگے سے زیادہ پتلی اور کولہے ریت کے تودوں سے زیادہ

بھاری۔ اور اس کے کندھوں کو دیکھ کر بلبلیں نغمہ سرائی کرتیں اور اس کی کمر اس کے بھاری کولھوں کی شاکی ہوتی اور اس کی خوبروئی پر سب لوگ لوٹ تھے۔ بادشاہ نے وزیر کی رائے کے مطابق ایک سال اور انتظار کیا یہاں تک کہ حج کا دن آ گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو تہتروین رات

جب ایک سو تہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ بادشاہ شہرمان نے وزیر کی بات مان کر ایک سال اور انتظار کیا یہاں تک کہ جج کا دن آ پہنچا اور دربار کیا گیا اور بادشاہ کے حضور میں امرا اور وزرا اور روسا اور لشکر اور سردار حاضر ہوئے۔ اب بادشاہ نے اپنے بیٹے قمرالزماں کو بلوایا اور اس نے آ کر باپ کے آگے تین بار زمین کو بوسہ دیا اور سینے پر دونوں ہاتھ باندھ کر اپنے باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ باپ نے کہا کہ بیٹا' میں نے اس مرتبہ تجھے اس دربار میں جب کہ تمام اراکین حاضر ہیں' محض اس لیے بلوایا ہے کہ میں تجھ سے ایک بات کہوں اور تو اس کی مخالفت نہ کرے اور وہ یہ ہے کہ تو شادی کرنا منظور کر لے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تیری شادی کسی بادشاہ زادی سے کر دوں اور مرنے سے پہلے خوشی مناؤں۔

باپ کی یہ باتیں سن کر قمرالزماں نے سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا اور باپ کی طرف دیکھا' اور اس کے چہرے سے لڑکپن کا جنون اور نوجوانی کی جہالت ٹپک رہی تھی اور وہ کہنے لگا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کبھی شادی نہ کروں گا خواہ اس میں میری بربادی کیوں نہ ہو۔ تو تو بوڑھا ہو گیا ہے اور تیری عقل میں کمی آ گئی ہے۔ کیا اس سے پہلے تو دو بار مجھ سے شادی کے متعلق پوچھ نہیں چکا ہے اور اس سے میں انکار نہیں کر چکا ہوں؟ یہ کہہ کر اس نے اپنے باپ کے سامنے اپنی ہتھیلیاں کھول دیں اور آستین چڑھا لی اور غصے میں بھر گیا اور اپنے باپ کے سامنے ضرورت سے زیادہ باتیں کرنے لگا اور پریشان خاطر ہو گیا۔ اس پر اس کا باپ شرمندہ ہو گیا کیونکہ یہ باتیں جج کے روز درباریوں اور لشکر والوں کے سامنے پیش آئیں۔ لہٰذا بادشاہ شہرمان کو شاہی جلال آ گیا اور اس نے اپنے بیٹے کو ڈانٹا اور ڈپٹا اور غلاموں کو جو اس کے سامنے کھڑے تھے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر لیں اور غلاموں نے بڑھ کر

اسے پکڑا اور بادشاہ کے سامنے لائے۔ اس نے حکم دیا کہ اس کی مشکیں باندھ دی جائیں اور انہوں نے اس کی مشکیں باندھ دیں۔ خوف کی وجہ سے وہ اپنا سر نیچے کئے ہوئے تھا اور اس کی پیشانی اور چہرہ پسینے پسینے ہو رہا تھا اور اسے بے حد شرمندگی اور ندامت تھی۔ باپ نے اسے بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ اے حرام زادے اور بدتمیز' تجھے میرے لشکر اور فوج کے سامنے ایسے جواب دینے کی ہمت کس طرح ہوئی! لیکن اس کی وجہ یہی ہے کہ آج تک تجھے کوئی سزا نہیں ملی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چوہترویں رات

جب ایک سو چوہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ بادشاہ شہرمان نے اپنے بیٹے قمرالزماں سے کہا کہ میرے لشکر اور فوج کے سامنے تو مجھے ایسا جواب دیتا ہے کیونکہ اب تک تجھے سزا نہیں دی گئی ہے۔ جو نافرمانی تجھ سے سرزد ہوئی ہے اگر کسی عام شخص سے سرزد ہوتی تو اس کی بری گت بنتی۔ اب بادشاہ نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کی مشکیں کھول دو اور اسے لے جا کر قلعے کے ایک برج میں قید کر دو۔ غلام اسے ایک پرانے برج میں لے گئے۔ جس میں ایک ٹوٹا پھوٹا کمرہ تھا اور اس کے بیچ میں ایک پرانا بوسیدہ کنواں' انہوں نے اس میں جھاڑو دی اور اس کا فرش جھاڑ کر قمرالزماں کے لیے اس میں ایک تخت بچھایا اور اس پر چٹائی اور چمڑے کا فرش ڈالا اور تکیہ لگایا اور ایک بڑی سی قندیل اور موم بتی لائے کیونکہ اس جگہ دن کے وقت بھی اندھیرا رہتا تھا۔ اب غلام' قمرالزماں کو وہاں سے لے گئے اور کمرے کے دروازے پر ایک نوکر کو پہرہ دینے کے لیے کھڑا کر دیا۔ قمرالزماں آ کر تخت پر بیٹھ گیا مگر وہ نہایت شکستہ دل اور غمگین تھا اور اپنے آپ کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور جو باتیں باپ کے سامنے پیش آئیں تھیں' ان پر پچھتا رہا تھا' لیکن اب پچھتانا بے سود تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی لعنت شادی اور لڑکیوں اور دغاباز عورتوں پر! کاش کہ میں اپنے باپ کی بات مان کر شادی کر لیتا! اس قید خانے سے تو وہ اچھا تھا۔

ادھر قمرالزماں اس ادھیڑ بن میں لگا ہوا تھا اور ادھر اس کا باپ حکومت کی کرسی پر مغرب تک جلوہ افروز رہا' اس کے بعد اس نے تخلئے میں وزیر سے کہا کہ اے وزیر جو کچھ میرے اور میرے بیٹے کے درمیان پیش آیا اس کا سبب تو ہے کیونکہ میں نے تیری رائے پر عمل کیا۔ اب تو مجھے کیا مشورہ دیتا ہے؟ وزیر نے کہا کہ پندرہ روز تک اپنے بیٹے کو قید خانے میں رہنے دے اور پھر اسے اپنے سامنے بلا کر شادی کا حکم

دے، اس وقت وہ ہرگز تیری مخالفت نہ کرے گا۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چھترویں رات

جب ایک سو چھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ وزیر نے بادشاہ شہرمان سے کہا کہ اپنے بیٹے کو پندرہ دن تک قید خانے میں رہنے دے اس کے بعد اسے بلا کر شادی کا حکم دیجیو اور وہ ہرگز تیری مخالفت نہ کرے گا۔ بادشاہ نے وزیر کا یہ مشورہ مان لیا اور رات کو سو گیا حالانکہ اس کا دل بیٹے میں لگا ہوا تھا کیونکہ اس کے اور کوئی بیٹا نہ تھا اور وہ قمرالزماں سے بے حد محبت کرتا تھا اور رات میں اسے اس وقت نیند نہ آتی تھی جب تک کہ وہ اپنی بانہیں قمرالزماں کے گلے میں نہ ڈالتا تھا۔ اپنے بیٹے کی وجہ سے وہ اس رات نہایت پریشان خاطر رہا اور کروٹیں بدلتا رہا گویا کہ وہ انگاروں پر لیٹا ہوا ہے اور اس کے دل میں طرح طرح کے پریشان خیالات گزر رہے تھے اور رات بھر اسے نیند نہ آئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہے۔

ادھر بادشاہ شہرمان کا یہ حال تھا اور ادھر جب رات ہوئی تو نوکر' قمرالزماں کے پاس قندیل لایا اور موم بتی جلا کر اس میں رکھی اور اس کے لیے کچھ کھانا لایا اور اس نے تھوڑا سا کھایا' مگر اس بے ادبی پر جو باپ کی شان میں صادر ہوئی تھی وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہتا تھا اور اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ اے دل' کیا تجھے معلوم نہیں کہ انسان اپنی زبان کا بندہ ہے اور زبان ہی وہ چیز ہے جو اسے ہلاکت میں ڈالتی ہے۔

یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور غمگین دل کے ساتھ اپنے کئے پر افسوس کرنے لگا اور جو کچھ اس کے اور باپ کے درمیان پیش آیا تھا اس پر بہت پچھتایا۔ بہرحال کھانے سے فارغ ہو کر قمرالزمان نے کہا کہ ہاتھ دھلاؤ اور ایک غلام نے اس کے ہاتھ دھلائے۔

اس کے بعد اس نے اٹھ کر وضو کیا اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ کر بیٹھ گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو چھتروی‍ں رات

جب ایک سو چھتروی‍ں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ بادشاہ شہرمان کے بیٹے قمرالزمان نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور تخت پر بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا' پہلے بقرہ' پھر آل عمران اور یٰسین اور الرحمٰن اور سورہ الملک اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھیں اور آخر اور دعا مانگی اور خدا سے پناہ مانگی اور تخت پر گدے کے اوپر سو رہا جو اطلس کا تھا اور جس میں عراقی ریشم بھرا ہوا تھا۔ اس کے سر کے نیچے تکیہ تھا جس میں شتر مرغ کے پروں کا رواں بھرا ہوا تھا۔ سوتے وقت اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے اور ایک انگی موم جامے کی قمیص پہن لی اور سر پر ایک نیلا مروزی رومال باندھ لیا۔ اب قمرالزمان چودھویں رات کے چاند کی طرح معلوم ہوتا تھا اور وہ ریشمی چادر اوڑھ کر سو گیا۔ ایک قندیل اس کے پائنتی جلتی تھی اور ایک موم بتی اس کے سرہانے۔ پہلی تہائی رات وہ برابر سوتا رہا اور اسے معلوم نہ تھا کہ اس کے لیے غیب میں کیا چیز پوشیدہ ہے اور عالم الغیب نے اس کی قسمت میں کیا لکھ چھوڑا ہے۔

یہ برج اور کمرہ برسوں سے غیر آباد پڑے ہوئے تھے اور اس کمرے کے اندر ایک رومی کنواں تھا جس میں ایک دیونی رہتی تھی جو ملعون ابلیس کی اولاد سے تھی۔ اس کا نام میمونہ تھا اور وہ دمریاط کی بیٹی تھی جو جنوں کا ایک مشہور بادشاہ تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو سترویں رات

ایک سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ اس دیونی کا نام میمونہ تھا اور وہ بڑی بیٹی تھی دمریاط کی جو جنوں کا مشہور بادشاہ تھا۔ پہلی تہائی رات کے بعد جب قمرالزماں نیند میں تھا تو یہ دیونی اس رومی کنوئیں سے نکلی اور چاہتی تھی کہ آسمان پر جا کر غیب کی باتیں سنے لیکن جب وہ کنوئیں کے اوپر آئی تو اس نے دیکھا کہ دستور کے خلاف برج میں روشنی ہو رہی ہے۔ یہ دیونی سالہا سال سے اس جگہ مقیم تھی۔ روشنی دیکھ کر وہ اپنے دل میں کہنے لگی کہ ایسی چیز تو میں نے یہاں کبھی نہیں دیکھی اور اس پر اسے سخت تعجب ہوا اور اس کے دل میں یہ بات آئی کہ ہو نہ ہو اس کی کوئی وجہ ہے۔ اب وہ روشنی کی طرف چلی تو اس نے دیکھا کہ کمرے میں سے روشنی آ رہی ہے۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ کمرے کے دروازے پر ایک نوکر سو رہا ہے اور کمرے کے اندر ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر انسان کی شکل کی ایک چیز سو رہی ہے اور ایک شمع اس کے سرہانے جل رہی ہے اور ایک پائنتی۔ یہ روشنی دیکھ کر دیونی میمونہ کو حیرت ہوئی اور وہ ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھی اور اپنے پر سمیٹ کر تخت کے پاس کھڑی ہو گئی اور قمرالزماں کے چہرے پر سے چادر اٹھا دی۔ جونہی اس کی نظر اس پر پڑی تو وہ دیر تک اس کے حسن میں محو رہی کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس کے چہرے کی روشنی' شمع کی روشنی پر غالب ہے اور اس کا منہ چمک رہا ہے اور نیند کی وجہ سے اس کی آنکھیں گویا ہیں اور اس کی پتلیاں کالی کالی اور رخسار سرخ سرخ اور پپوٹے کھلے ہوئے ہیں اور دونوں بھنویں کمان کی طرح ہیں اور خوشبو مہک رہی ہے۔ جب میمونہ دیونی نے یہ دیکھا تو اس نے خدا کی تسبیح کی اور کہنے لگی کہ تبارک اللہ احسن الخالقین کیونکہ یہ دیونی مسلمان جنوں میں سے تھی۔ دیر تک وہ قمرالزماں کا منہ تکتی رہی اور خدا کی کلمہ توحید پڑھتی

رہی اور اس کے حسن و جمال پر رشک کھاتی رہی۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم نہ میں اسے نقصان پہنچاؤں گی اور نہ اور کسی کو اسے نقصان پہنچانے دوں گی۔

بلکہ اس کے لیے اپنی جان لڑا دوں گی۔ یہ خوبصورت چہرہ محض اس قابل ہے کہ اس کا نظارہ کیا جائے اور خدا کی تسبیح پڑھی جائے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے خاندان والوں نے یہ کس طرح گوارا کیا کہ وہ اس ویران گھر میں رہے! اگر اس وقت ہمارے غیر مسلم جنوں میں سے کوئی نکلتا ہوتا تو وہ ضرور اسے ہلاک کر دیتا۔

یہ کہہ کر وہ دیونی اس کے اوپر جھکی اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر چادر سے اس کے منہ کو ڈھانک دیا اور پر کھول کر ہوا میں اڑ گئی۔ اوپر کی طرف اڑتے اڑتے جب وہ پہلے آسمان کے قریب پہنچی تو اسے کسی دوسرے اڑنے والے کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی۔ جب وہ اس کی طرف بڑھی اور اڑنے والے کے قریب پہنچی تو دیکھا کہ وہ ایک دیو ہے جس کا نام دہنش ہے اور وہ تیر کی طرح اس کی طرف جھپٹی۔ جب دہنش کو محسوس ہوا کہ کوئی آ رہا ہے اور اس نے پہچانا کہ وہ جنوں کی بیٹی میمونہ ہے تو وہ سہم گیا اور اس کے پٹھے کانپنے لگے اور اس کی دہائی مانگنے لگا اور کہا کہ میں تجھے اس اسم اعظم اور محترم طلسم کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان کی انگوٹھی پر کندہ ہے کہ میرے اوپر رحم کھا اور مجھے اذیت نہ پہنچا۔ دہنش کی یہ باتیں سن کر میمونہ کو اس پر ترس آ گیا اور وہ کہنے لگی کہ اے ملعون تو نے مجھے ایک عظیم الشان چیز کی قسم دی ہے لیکن میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گی جب تک کہ تو یہ نہ بتا دے کہ اس وقت تو کہاں سے آ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے میری آقا' میں چین اور چین کے اس پار کے جزیروں سے آ رہا ہوں اور میں تجھ سے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج رات میں نے وہاں کون سی عجیب و غریب بات دیکھی ہے۔

اگر میں سچ کہوں تو مجھے جانے دیجیو اور اپنے ہاتھ سے ایک پروانہ لکھ دیجیو کہ تو نے مجھے آزاد کر دیا تاکہ اوپر یا نیچے اڑنے والے یا زمین کے اندر دھنسنے والے جن مجھ

سے تعارض نہ کریں۔
میمونہ نے کہا کہ اے جھوٹے' اے ملعون' بتا کہ آج رات تو نے کیا دیکھا ہے؟ لیکن جھوٹ نہ بولیو اور یہ نہ سمجھیو کہ جھوٹ بول کر تو مجھ سے بچ جائے گا۔ میں اس نقش کی قسم کھاتی ہوں جو حضرت سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی کے نگ پر کندہ ہے کہ اگر تیرا بیان سچ نہ ہوا تو میں اپنے ہاتھ سے تیرے پر نوچ ڈالوں گی اور تیری کھال ٹکڑے ٹکڑے اور تیری ہڈیاں چکنا چور کر ڈالوں گی۔ اس پر دیو دہنش بن شمہورش الطیار نے کہا کہ اے میری مالکہ' مجھے یہ شرط منظور ہے۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو اٹھترویں رات

جب ایک سو اٹھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ دہنش نے میمونہ سے کہا کہ اے میری مالکہ' مجھے یہ شرط منظور ہے۔ سن' میں آج رات ان جزیروں سے آ رہا ہوں جو چین کی حکومت کا جزو ہیں اور ان پر ایک زبردست بادشاہ حکمران ہے جو جزیروں اور سمندروں اور سات محلوں کا مالک ہے۔۔ اس کی میں نے ایک لڑکی دیکھی جس کی مثال ساری دنیا میں نہیں اور جس کی تعریف مجھ سے نہیں ہو سکتی کیونکہ میری زبان اس کی خوبیاں بیان کرنے سے عاجز ہے' لیکن بہرحال میں انہیں بیان کرنے کی کوشش کروں گا: اس کے بال ایسے ہیں جیسے کہ ہجر اور جدائی کی کالی کالی راتیں اور اس کا چہرہ جیسے وصال کے دن' ناک جیسے چمکدار تلوار کی دھار' دونوں رخسار جیسے ارغوانی شراب یا شقائق النعمان' اس کے دونوں ہونٹ جیسے مرجان یا عقیق اور لعاب شراب سے زیادہ مزے دار جس کے پینے سے دوزخ کی آگ بجھ جائے۔ اس کی زبان میں ہوش مندی اور حاضر جوابی' اس کا سینہ ہر نظر باز کے لیے آفت' پاک ہے وہ ذات جس نے اس سینے کو پیدا کیا اور اسے چکنا چپڑا بنایا! سینے سے ملی ہوئی دو بھری بھری بانہیں اس کے دونوں پستان گویا ہاتھی دانت کے دو ڈبے جن سے چاند اور سورج روشنی لیتے ہیں۔ اس کی کمر شاعر کے وہم سے زیادہ مختصر۔ اس کے نیچے کولہا گویا ریت کا تودہ جس کی وجہ سے جب وہ اٹھنا چاہتی ہے تو بیٹھ جاتی ہے اور جب سونا چاہتی ہے تو جاگ پڑتی ہے۔ اس کولہے کا بوجھ بھری بھری رانیں اٹھاتی ہیں اور دو پنڈلیاں جو موتیوں کے دو ستونوں کی طرح ہیں اور اس تمام بوجھ کے اٹھانے والے دو پاؤں ہیں جو نازک اور نیزے کی نوک کی طرح پتلے ہیں اور جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ وہ باوجود اتنے چھوٹے ہونے کے اوپر کا سارا وزن کیونکر برداشت کر سکتے ہیں۔ میں نے اس کی تعریف محض مختصر طور سے کی ہے

تا کہ طویل نہ ہو جائے۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو اناسی ویں رات

جب ایک سو اناسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ دیو دہنش بن شمہورش نے دیونی میمونہ سے کہا کہ میں نے طوالت کے ڈر سے اس کی تعریف محض مختصر طور پر کی ہے۔ اس لڑکی کے حسن و جمال کی تعریف سن کر میمونہ کو تعجب ہوا۔ دہنش نے کہا کہ اس لڑکی کا باپ بڑا زبردست بادشاہ ہے اور سورما سوار' اور دن رات جنگ جدال میں مشغول رہتا ہے' نہ موت سے گھبراتا ہے اور نہ فوت ہونے سے ڈرتا ہے کیونکہ وہ بڑا زبردست اور فاتح اور بے انتہا لشکروں اور فوجوں اور ملکوں اور جزیروں اور شہروں اور محلوں کا مالک ہے اور اس کا نام بادشاہ غیور ہے جو جزیروں اور سمندروں اور سات محلوں کا مالک ہے۔ اسے اپنی بیٹی سے جس کا ذکر میں نے تجھ سے کیا ہے' بہت محبت ہے اور اس محبت کی وجہ سے اس نے تمام بادشاہوں کا مال لے کر اس کے لیے سات محل بنائے ہیں جن میں سے ہر محل ایک خاص چیز سے بنا ہے: پہلا محل بلور کا' دوسرا مرمر کا' تیسرا چینی لوہے کا' چوتھا معدنیات اور جواہرات کا' پانچواں سیپ اور رنگ برنگ سلیمانی پتھر اور نگوں کا' چھٹا چاندی کا اور ساتواں سونے کا۔ یہ ساتوں محل نفیس ریشمی فرشوں اور سونے چاندی کے برتنوں اور شاہانہ ضروریات کی تمام چیزوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس کا حکم ہے کہ اس کی بیٹی ایک محل میں ایک سال قیام کرے اور پھر دوسرے محل میں چلی جائے۔ اس کا نام شہزادی بدور ہے۔ جب اس کے حسن کا چرچا ہوا اور اس کی خبر ملکوں میں پھیلی تو تمام بادشاہوں نے اس سے شادی کرنے کی غرض سے اس کے باپ کے پاس پیغام بھیجے۔ باپ نے اس کی رائے لی اور اسے شادی کرنے کے لیے پھسلایا لیکن اس نے منظور نہ کیا اور اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان' مجھے شادی سے ہرگز کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ میں مالک ہوں اور حاکم اور ملکہ اور میں خود لوگوں پر حکم چلاتی ہوں اور میں یہ نہیں چاہتی کہ کوئی شخص

میرے اوپر حکم چلائے۔ جوں جوں وہ شادی سے بھاگتی تھی لوگوں کی رغبت اس کی طرف اور زیادہ ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ چین کے داخلی جزیروں کے تمام بادشاہوں نے اس کے باپ کے پاس تحفے اور ہدیئے بھیجے اور شادی کے متعلق خطوط لکھے۔ باپ نے بار بار شادی کے متعلق بیٹی سے مشورہ کیا لیکن اس نے مخالفت کی اور باپ سے بدزبانی کی اور اس پر ناراض ہوئی اور کہنے لگی کہ اے میرے باپ اگر تو نے ایک بار اور شادی کا ذکر کیا تو گھر میں جا کر ایک تلوار لوں گی اور اس کا دستہ زمین پر رکھ کر اس کی نوک اپنے پیٹ میں بھونک لوں گی اور اتنی دیر تک اس پر جھکی رہوں گی کہ نوک میری پیٹھ سے نکل آئے اور میں مر جاؤں۔ اس کی یہ باتیں سن کر باپ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور اس کا دل اس پر بہت کڑھنے لگا اور وہ ڈرا کہ کہیں لڑکی خود کشی نہ کر لے اور وہ اس پر سخت متحیر تھا کہ اس کے اور اس کے طلب گار بادشاہوں کے بارے میں کیا کرے۔ بالاخر اس نے کہا کہ اگر تیرے لیے شادی کرنا واقعی ناممکن ہے تو اندر باہر جانا بند کر دے۔ یہ کہہ کر اس کے باپ نے اسے گھر کے اندر چھپا دیا اور دس بڑھیا مامائیں اس پر مقرر کر دیں ساتوں محلوں میں جانے سے اسے منع کر دیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ اس سے ناراض ہے اور تمام بادشاہوں کو خطوط لکھے کہ وہ دیوانی ہو گئی ہے اور ایک سال سے مکان کے اندر بند ہے۔

اس کے بعد دیو دہنش نے دیونی میمونہ سے کہا کہ اے میری آقا' میں ہر رات اس کے پاس جاتا ہوں اور دل بھر کر اس کے چہرے کو دیکھتا ہوں اور سوتے میں اس کی پیشانی کا بوسہ لیتا ہوں۔ محبت کی وجہ سے نہ میں اسے تکلیف دیتا ہوں اور نہ اذیت پہنچاتا ہوں اور نہ اس کے ساتھ ہم بستر ہوتا ہوں کیونکہ اس کی جوانی پیاری ہے اور اس کا جمال لاجواب۔ جو کوئی اس کو دیکھتا ہے وہ اس پر رشک کھاتا ہے۔ اے میری آقا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو میرے ساتھ چل کر اس کا حسن و جمال اور قد و اعتدال دیکھے اور اس کے بعد خواہ تو مجھے سزا دے یا گرفتار کرے کیونکہ حکم تیرا حکم

ہے اور ممانعت تیری ممانعت۔ یہ کہہ کر دیو دہنش نے سر نیچا کر لیا اور اپنے بازو زمین پر لٹکا دیے۔ دیونی میمونہ یہ سن کر ہنس پڑی اور اس کے منہ پر تھوک کر کہنے لگی کہ یہ لڑکی جس کا تو ذکر کر رہا ہے محض ایک پیشاب کا سوراخ ہے' چل ہٹ! اے ملعون' میں تو سمجھتی تھی کہ تو کوئی عجیب و غریب بات سنانے والا ہے۔ اگر تو میرے معشوق کو دیکھے تو معلوم نہیں کہ تیرا کیا حال ہو! آج رات میں نے ایک انسان کو دیکھا ہے اور اگر تو اسے خواب میں بھی دیکھے تو تیرے اوپر فالج گر پڑے اور رال ٹپکنے لگے۔ دہنش نے کہا کہ اس لڑکے کا کیا قصہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے دہنش' سن۔ اس لڑکے پر بھی وہی گزری ہے جو تیری معشوقہ پر۔ کیونکہ اس کے باپ نے کئی بار اس سے شادی کے لیے کہا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ جب اس نے باپ کی مخالفت کی تو باپ اس پر ناراض ہوا اور اس نے اسے اس برج میں قید کر دیا جس میں' میں رہتی ہوں۔ آج رات جب میں باہر نکلی تو میری نظر اس پر پڑی۔ دہنش نے کہا کہ اے میری آقا' ذرا میں بھی اس لڑکے کو دیکھوں کہ وہ میری معشوقہ شہزادی بدور سے زیادہ خوبصورت ہے کہ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ آج دنیا میں میری معشوقہ کا جواب نہیں۔ دیونی نے کہا کہ اے ملعون اور منحوس کافر اور حقیر شیطان تو جھوٹا ہے کیونکہ میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ میرے معشوق کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- پوری ایک سو اسی ویں رات

جب پوری ایک سو اسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ دیونی میمونہ نے دیو دہنش سے کہا کہ مجھے تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ میرے معشوق کی مثال اس دنیا میں نہیں۔ کیا تو پاگل ہو گیا ہے کہ تو اپنی معشوقہ کا میرے معشوق سے مقابلہ کرتا ہے! اس نے جواب دیا کہ اے میری آقا' میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میرے ساتھ چل کر میری معشوقہ کو دیکھ' پھر میں تیرے ساتھ لوٹ کر آؤں گا اور تیرے معشوق کا نظارہ کروں گا۔ میمونہ نے کہا کہ اے ملعون' یہی ہونا چاہیے کیونکہ تو مکار شیطان ہے لیکن جب ایک قرار اور شرط نہ ہو جائے اس وقت تک نہ میں تیرے ساتھ جاؤں گی اور نہ تو میرے ساتھ آئے گا اور وہ یہ ہے کہ اگر تیری معشوقہ جس سے تو محبت کرتا ہے اور جس کی تعریف کرتا ہے میرے معشوق سے جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور جس سے مجھے محبت ہے اور جس کی میں تعریف کرتی ہوں زیادہ خوبصورت نکلے تو شرط اور اقرار کا پورا کرنا میرے ذمے ہے اور اگر میرا معشوق حسین تر ثابت ہو تو شرط کا پورا کرنا تیرے ذمے ہے۔ چل میرے ساتھ جزیروں میں چل۔ میمونہ نے کہا کہ نہیں' کیونکہ میرے معشوق کی جگہ تیری معشوقہ کی جگہ سے زیادہ قریب ہے اور وہ کیا ہمارے نیچے ہے۔ میرے ساتھ اتر کر میرے معشوق کو دیکھ' اس کے بعد ہم دونوں تیری معشوقہ کے پاس چلیں گے۔ دہنش نے کہا کہ بسر و چشم۔

اب دونوں نیچے اتر آئے اور اس کمرے میں داخل ہوئے جو برج کے اندر تھا۔ میمونہ نے دہنش کو تخت کے پہلو میں کھڑا کیا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر قمرالزماں کے منہ پر سے ریشمی چادر اٹھا دی اور اس کا چہرہ چمکنے دمکنے لگا۔ میمونہ اس کی طرف دیکھنے لگی اور پھر فوراً دہنش کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ دیکھ اے ملعون' اور پاگل پنے کی باتیں مت کر۔ ہم لڑکیاں سب اس پر فریفتہ ہیں۔ جب دہنش کی نظر اس پر پڑی تو وہ دیر

تک اسے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنا سر ہلا کر میمونہ سے کہا کہ اے میری آقا' تو معذور ہے لیکن ابھی ایک بات اور باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت کی حالت مرد سے جداگانہ ہوتی ہے مگر خدا کی قسم یہ تیرا معشوق حسن اور جمال اور خوب روئی اور کمال میں میری معشوقہ سے مشابہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں خوبصورتی کے ایک ہی قالب میں ڈھلے ہیں۔ جب میمونہ نے دہنش کو یہ کہتے سنا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اس نے اپنا پر اس زور سے اس کے سر پر مارا کہ قریب تھا کہ اس کی جان نکل جائے اور وہ کہنے لگی کہ اے ملعون' اس کے پیارے منہ کے آب و تاب کی قسم تو ابھی جا کر اپنی معشوقہ کو لے آ جس سے تجھے محبت ہے تاکہ ہم دونوں کو ساتھ ساتھ رکھ کر اور قریب سلا کر دیکھیں اور فیصلہ کر سکیں کہ دونوں میں سے کون زیادہ خوبصورت ہے اور اگر تو فوراً میرے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اے ملعون' میں تجھ پر اتنی چنگاریاں برساؤں گی اور تجھے اپنی آگ سے جلا ڈالوں گی اور تیرے تکے بوٹیاں کر کے جنگل میں پھینک دوں گی تاکہ مقیم اور مسافر دونوں تجھ سے عبرت پکڑیں۔ دہنش نے کہا کہ اے میری آقا' یہ میرا فرض ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میری محبوبہ ملیح تر اور شیریں تر ہے۔ یہ کہہ کر دیو دہنش فوراً اٹھا اور میمونہ بھی اس کی حفاظت کی خاطر اس کے ساتھ ہو لی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ دونوں اس لڑکی کو لے کر لوٹے۔ وہ ایک اٹنگی دینس کی بنی ہوئی قمیص پہنے ہوئے تھی جس میں طرح طرح کا سنہری کشیدہ کڑھا ہوا تھا۔ دہنش اور میمونہ نے اسے لا کر قمرالزمان کے پاس لٹا دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو اکیاسی ویں رات

جب ایک سو اکیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ دیو دہنش اور دیونی میمونہ نے شہزادی بدور کو لا کر تخت کے اوپر قمرالزمان کے پہلو میں لٹا دیا اور دونوں کے چہرے کھول دیئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ جڑواں بھائی بہن ہیں اور دونوں متقیوں کے لیے ایک فتنہ۔ دہنش اور میمونہ دونوں ان کو دیکھنے لگے اور دہنش نے کہا کہ اے میری آقا' خدا کی قسم کیا خوب نظارہ ہے! لیکن دونوں میں میری محبوبہ زیادہ خوبصورت ہے۔ میمونہ نے کہا کہ نہیں بلکہ میرا معشوق زیادہ حسین ہے۔ تف ہو تجھ پر اے دہنش' تیری آنکھ بھی اندھی ہے اور دل بھی۔ تجھے موٹے اور دبلے میں کوئی تمیز نہیں۔ کیا تو سچ پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے! تو اس کے حسن و جمال اور قد و اعتدال کو نہیں دیکھتا۔ تف ہو تجھ پر! سن جو کچھ میں اپنے محبوب کے بارے میں کہوں گی اور اگر تو اپنے معشوق کا سچا عاشق ہے تو بھی اس کے بارے میں ویسی ہی باتیں کہہ جیسی میں اپنے معشوق کے بارے میں کہوں گی۔ یہ کہہ کر میمونہ نے قمرالزمان کی پیشانی پر کئی بوسے دیئے اور اس کی تعریف میں اشعار پڑھنے لگی۔ جب دہنش نے میمونہ کے اشعار اس کے معشوق کے بارے میں سنے تو وہ پھڑک گیا اور اسے بڑا تعجب ہوا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ◯ ○

• ایک سو بیاسی ویں رات

جب ایک سو بیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب دیو دہنش نے میمونہ کے اشعار سنے تو وہ خوشی کے مارے پھڑک گیا اور کہنے لگا کہ تو نے اپنے معشوق کے بارے میں اشعار پڑھے اور اس کی خوب تعریف کی۔ اب مجھ پر بھی واجب ہے کہ میں حتی المکان کوشش کر کے اپنی محبوبہ کے متعلق کچھ کہوں۔ یہ کہہ کر دہنش اٹھا اور بدور کے پاس جا کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میمونہ اور اپنی معشوقہ بدور کی طرف دیکھ کر اشعار پڑھنے لگا۔ دہنش کے اشعار سن کر میمونہ نے کہا کہ اے دہنش' خوب کہا لیکن اب یہ بتا کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ خوبصورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری محبوبہ بدور تیرے محبوب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ میمونہ نے کہا کہ اے ملعون' تو جھوٹا ہے' میرا محبوب تیری معشوقہ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ دہنش اس پر مصر رہا کہ میری معشوقہ زیادہ حسین ہے اور دونوں میں جھگڑا ہونے لگا یہاں تک کہ میمونہ کو غصہ آ گیا اور چاہتی تھی کہ دہنش پر حملہ کر بیٹھے کہ اتنے میں وہ خوشامد کرنے لگا اور نرمی سے کہنے لگا کہ سچ بات تجھ پر گراں نہ گزرنا چاہیے۔ اچھا آ ہم دونوں اپنی ضد چھوڑ دیں کیونکہ ہم دونوں اپنے اپنے معشوق کو زیادہ حسین بتاتے ہیں اور کسی ایسے شخص کو ڈھونڈیں جو ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور ہم اس کا فیصلہ مان لیں۔ میمونہ نے کہا کہ منظور' اور اپنی ہتھیلی زمین پر ماری اور اس میں سے ایک کانا' کبڑا اور چیچک کے داغ والا دیو نکلا۔ اس کی آنکھیں لمبائی میں پھٹی ہوئی تھیں اور اس کے سر پر سات سینگ تھے اور بالوں کی چار لٹیں ٹخنوں تک لٹکی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ فولادی کنگھی کی طرح تھے اور ٹانگیں ستونوں کی طرح۔ اس کے پنجے شیر کی طرح اور کھر جنگلی گدھے کی طرح تھے۔

جب یہ دیو زمین میں سے نکلا اور میمونہ کو دیکھا تو اس نے زمین کو بوسہ دیا اور ہاتھ

باندھ کر کہنے لگا کہ اے مالکہ‘ اے شہزادی‘ تجھے کون سی ضرورت پیش آئی؟ میمونہ نے کہا کہ اے قشقش‘ میں چاہتی ہوں کہ تو میرے اور اس ملعون دہنش کے درمیان فیصلہ کر۔ یہ کہہ کر اس نے سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک کہہ ڈالا اور دیو قشقش نے اس لڑکے اور لڑکی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے سو رہے ہیں اور ہر ایک کی کلائی دوسرے کی گردن کے نیچے ہے اور حسن و جمال میں دونوں یکساں ہیں اور ملاحت میں ہم پلہ۔ مردود قشقش دونوں کو دیکھ کر حیران تھا اور ان دونوں کو دیر تک دیکھنے کے بعد میمونہ اور دہنش سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر تم سچ پوچھتے ہو تو میں یہ کہوں گا کہ دونوں حسن و جمال اور آب و تاب میں یکساں ہیں اور سوائے اس کے اور کوئی فرق نہیں کہ ایک مرد ہے اور ایک عورت۔ مگر میری ایک اور رائے ہوئی ہے اور وہ یہ کہ ہم ان کو ایک ایک کر کے اٹھائیں بغیر اس کے کہ دوسرے کو خبر ہو اور ان میں سے جو کوئی دوسرے پر زیادہ ریجھ جائے وہ اس سے حسن و جمال میں کمتر ہے۔ میمونہ نے کہا کہ بس یہی رائے ٹھیک ہے اور دہنش نے کہا کہ مجھے بھی منظور ہے اور اس نے پسو بن کر قمرالزمان کو ایسا کاٹا کہ وہ ڈر کر نیند میں اچھل پڑا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ایک سو تراسی ویں رات

جب ایک سو تراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ دہنش نے پسو کی شکل اختیار کر کے قمر الزمان کو اس زور سے کاٹا کہ وہ ڈر کر نیند میں اچھل پڑا اور جلن کی وجہ سے اپنی گردن کھجلانے لگا۔ جہاں پسو نے کاٹا تھا اور کروٹ بدلی تو دیکھا کہ کوئی چیز اس کے پہلو میں پڑی ہوئی ہے جس کی سانس خالص مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور جسم مکھن سے زیادہ نرم۔ یہ دیکھ کر قمر الزمان کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ اٹھ بیٹھا اور اس شخص کو دیکھنے لگا جو اس کے پہلو میں پڑا ہوا تھا اور دیکھا کہ وہ ایک لڑکی ہے جو قیمتی موتی کی طرح یا مضبوط گنبد کی طرح ہے اور میانہ قد اور چھریرے بدن کی ہے' اس کا سینہ ابھرا ہوا اور رخسار گلاب کے سے ہیں۔ جب قمرالزمان کی نظر بادشاہ غیور کی بیٹی شہزادی بدور پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ وہ کیسی خوبصورت ہے اور اس کے پہلو میں سو رہی ہے اور ایک وینس کی قمیص پہنے ہوئے ہے اور شلوار ندارد ہے اور سر پر ایک شال ہے جو سنہرے کلابتون سے کڑھی ہوئی ہے اور جس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور کان کی بالیاں تاروں کی طرح چمک رہی ہیں اور گلے میں لاجواب موتیوں کا ہار پڑا ہوا ہے جس کی نظیر کسی بادشاہ کے پاس بھی نہ ہو گی۔

جب اس نے اسے غور سے دیکھا تو وہ دنگ رہ گیا اور فطرتی گرمی اس میں جوش مارنے لگی اور خدا نے جماع کی شہوت اس کے دل میں ڈال دی اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور اس کی کروٹ بدلی اور اس کی قمیص کا گریبان کھولا تو اس کی چھاتی کھل گئی اور پستانیں ہاتھی دانت کے ڈبوں کی طرح دکھائی دینے لگیں۔ اس وجہ سے اس کی محبت دوبالا ہو گئی اور اسے اس کی طرف زیادہ کشش

ہونے لگی اور وہ اسے جگانے لگا لیکن اس کی نیند نہ ٹوٹی کیونکہ دہنش نے اس کی نیند گہری کر دی تھی۔ قمرالزمان اسے ہلانے اور حرکت دینے لگا اور کہتا تھا کہ اے میری محبوبہ' اٹھ اور دیکھ کہ میں کون ہوں' میں قمرالزمان ہوں لیکن نہ وہ جاگی اور نہ اس نے اپنے سر کو جنبش دی۔ اب وہ بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میرا خیال صحیح ہے تو یہ وہی لڑکی ہے جس کی شادی میرا باپ تین سال پہلے میرے ساتھ کرنا چاہتا تھا اور میں برابر انکار کئے جا رہا ہوں۔ جب صبح ہو گی تو میں انشاء اللہ اپنے باپ سے کہوں گا کہ میری شادی اس کے ساتھ کر دے تاکہ میں اس سے مل کر مزے اڑاؤں۔۔۔۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ایک سو چوراسی ویں رات

جب ایک سو چوراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- قمرالزمان نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم میں کل صبح اپنے باپ سے کہوں گا کہ

میری شادی اس کے ساتھ کر دے تاکہ میں اس کے ساتھ مزے اڑاؤں اور دوپہر ہونے سے پہلے ہی میرا وصال اس کے ساتھ ہو جائے گا اور میں اس کے حسن و جمال کا لطف اٹھاؤں گا یہ کہہ کر قمرالزمان نے بدور کی طرف کروٹ بدلی تاکہ اس کا بوسہ لے اور دیونی میمونہ تھرتھر کانپنے ور پشیمان ہونے لگی مگر دیو دہنش مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔ جونہی قمرالزمان نے ارادہ کیا کہ اس کے منہ کا بوسہ لے تو اسے خدا کے سامنے شرم آئی اور اس نے سر پھیر کر کروٹ بدل لی اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ صبر کر اور پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا کہ مجھے ضرور صبر کرنا چاہیے' ممکن ہے کہ جب میرا باپ مجھ پر ناراض ہوا اور مجھے اس جگہ قید کر دیا تو وہ اس لڑکی کو یہاں لایا ہو اور اس سے کہا ہو کہ میرے پہلو میں سو جا تاکہ وہ میرا امتحان کرے' اور اس سے یہ کہہ دیا ہو کہ جب میں اسے اٹھاؤں تو وہ جلد بیدار نہ ہو اور جو کچھ قمرالزمان اس کے ساتھ کرے اس کی مجھے خبر دے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرا باپ کہیں چھپا کھڑا ہو۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہو اور میں اسے نہ دیکھ سکتا ہوں اور وہ اس لڑکی کے ساتھ میری ساری حرکتیں دیکھ کر کل مجھے ڈانٹے اور کہے کہ تو کس طرح یہ کہتا تھا کہ مجھے شادی کی طرف بالکل رغبت نہیں حالانکہ تو نے اس لڑکی کو بوسے دیئے اور اسے گلے لگایا۔ بہتر ہے کہ میں دراز دستی نہ کروں تاکہ میرے باپ پر میرا راز نہ کھل جائے۔ ٹھیک یہی ہے کہ میں اس وقت اس لڑکی کو ہاتھ نہ لگاؤں اور نہ اس کی طرف دیکھوں سوائے اس کے کہ میں اس کی کوئی چیز لے لوں اور اسے بطور نشانی اور یادگار کے اپنے پاس رکھ لوں تاکہ میرے اور اس کے درمیان ایک تعلق قائم ہو

جائے۔

یہ کہہ کر قمرالزمان نے لڑکی کا ہاتھ اٹھایااور اس کی چھنگلی میں سے ایک انگوٹھی اتار لی جو بے حد قیمتی تھی کیونکہ اس کا نگ بہترین ہیرا تھا۔ شہزادی بدور کی چھنگلی میں سے انگوٹھی کو اتار کر اس نے اپنی چھنگلی میں پہن لیا اور اس کی طرف پیٹھ پھیر کر سو گیا۔ یہ دیکھ کر دیونی میمونہ باغ باغ ہو گئی اور دہنش اور قشقش سے کہنے لگی کہ دیکھا ناں میرے محبوب قمرالزمان کو کہ اس نے عفت کی وجہ سے اس لڑکی کے ساتھ کیا کیا! یہ اس کی خوبیوں کا کمال ہے۔ دیکھو کہ اس نے اس لڑکی کے حسن و جمال کو دیکھا مگر نہ اسے گلے لگایا اور نہ بوسہ دیا اور نہ پیش دستی کی بلکہ اس کی طرف پیٹھ پھیر کر سو گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم نے اس کی خوبیوں کے کمال کو خوب ملاحظہ کیا۔ اب میمونہ پسو بن کر دہنش کی محبوب بدور کے لباس کے اندر گھس گئی اور اس کی پنڈلیوں پر رینگ کر اس کی ران پر آ نکلی اور اس کی ناف کے چار انگل نیچے تک رینگ کر اسے اسی جگہ کاٹا۔ اس پر لڑکی نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ بیٹھی اور دیکھا کہ اس کے پہلو میں ایک جوان سو رہا ہے اور نیند میں خراٹے لے رہا ہے اور خدا کی مخلوق میں اس سے زیادہ حسین کوئی نہیں۔ اس کی آنکھوں کے آگے خوبصورت حوریں شرما جائیں' اس کا لعاب خوش ذائقہ اور تریاق سے زیادہ مفید ہے اور منہ گویا حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہے اور ہونٹ مرجانی رنگ کے اور رخسار جیسے شقائق النعمان جونہی شہزادی بدور کی نظر قمرالزمان پر پڑی تو وہ اس پر ہزار جان سے قربان ہو گئی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔